عربی، اسلامی علوم اور سوشل سائنسز میں

تحقیق و تدوین کا طریقہ کار

پروفیسر ڈاکٹر خالق داد ملک
چیئرمین شعبہ عربی، پنجاب یونیورسٹی لاہور

اورینٹل بکس لاہور

کتاب : عربی، اسلامی علوم اور سوشل سائنسز میں تحقیق وتدوین کا طریقہ کار

مصنف : پروفیسر ڈاکٹر خالق داد ملک

چیئرمین شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی لاہور

کمپیوٹر ورک : پیرزادہ طارق محمود نجمی القادری

مکان نمبر 12، گلی نمبر 85، چاہ پچھواڑہ مزنگ لاہور

معاون: محمد اقبال چشتی

ناشر : اورینٹل بکس لاہور، 1۔ راواں روڈ قادری چوک اچھرہ لاہور

فون نمبر: 0312/0333-4290748

ایڈیشن اوّل : فروری ۲۰۱۲ء/ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ

تعداد : ایک ہزار

قیمت : ۶۰۰ روپیہ

ملنے کے پتے : مکتبہ شمس وقمر جامعہ حنفیہ غوثیہ بھائی چوک لاہور

فون نمبر: 0345-4666768

فہرست مضامین

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمین، والصلاة والسلام علی أشرف الأنبیاء وخاتم المرسلین نبینا محمد وعلی آله و أصحابه أجمعین.

میرے لئے انتہائی مسرت و انبساط کی بات ہے کہ میں انسانی و معاشرتی علوم (Humanities & Social Sciences) میں بحث وتحقیق سے دلچسپی رکھنے والے اساتذہ کرام کے لئے بالعموم اور عربی واسلامی علوم کے اساتذہ ومحققین کے لئے بالخصوص بحث وتحقیق کے مناہج کے متعلق یہ کتاب پیش کر رہا ہوں۔ میں نے اس موضوع کا انتخاب موجودہ دور میں اس کی ضرورت واہمیت کے پیش نظر کیا ہے۔ یہ کتاب دو ابواب پر مشتمل ہے، پہلے باب میں مقالہ نگاری کے قواعد ومناہج بیان کئے گئے ہیں اور دوسرا باب مخطوطات کی تحقیق وتدوین کے قواعد ومناہج کے متعلق ہے، اور یہ دونوں باب عصر حاضر میں تحقیق نگاری کی اساس اور جوہر ہیں۔ جہاں تک اس کتاب کے موضوع کی اہمیت وضرورت کا تعلق ہے تو یونیورسٹی تعلیم کے مرحلے میں اس کا انکار ممکن نہیں، کیونکہ یونیورسٹیوں میں تعلیم کی بنیاد ہی ان تحقیقات پر ہوتی ہے، جو طالب علم کے تخصصات (Specialization) سے تعلق رکھتی ہیں۔ ہر یونیورسٹی اپنے طلبہ اور اساتذہ کی مدد سے تحقیق نگاری کی ترقی کی طرف پوری توجہ دیتی ہے، اور ہر سال یونیورسٹیوں میں مختلف شعبہ جات اور کلیات (Faculties) میں طلبہ کی بڑی تعداد داخلہ لیتی ہے۔ ان طلبہ کو پہلے سے تحقیق نگاری کی مشق نہیں ہوتی، لہٰذا انہیں یونیورسٹی میں پہنچ کر مختلف سطحوں پر مقالہ نگاری کے متعلق ہدایات اور اصول

وقواعد کی شدید ضرورت پڑتی ہے۔ زیر نظر کتاب کی تالیف کا مقصد ہی یہ ہے کہ یہ انسانی علوم کے اساتذہ ومحققین کے لئے بالعموم اور عربی واسلامی علوم میں تحقیق کرنے والے اساتذہ کرام اور ایم۔اے، الشہادۃ العالمیہ، ایم فل اور پی ایچ۔ڈی کرنے والے طلبہ کے لئے بالخصوص بہترین راہنما ثابت ہو۔ یہ کتاب نظری تحقیق کرنے والے ان تمام محققین کے لئے جو انسانی علوم میں جیسے علوم لغت، نحو، ادب، تاریخ، جغرافیہ، معاشرت، منطق، فلسفہ، اور اسلامی علوم میں تحقیق کرنا چاہیں ایک مرشد ورہبر کا کام دے گی۔

اس کتاب کی تالیف میں ایک ہی ہدف پیش نظر رہا اور وہ تھا تحقیق وتدوین نگاری کے تمام مناہج وقواعد کو سہل اور آسان طریقے سے مکمل اور عملی انداز میں پیش کیا جائے۔ لہٰذا انتخاب موضوع سے لے کر مقالہ کی جلد بندی تک تمام مراحل کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح مخطوطات کی تدوین کے تمام قواعد شروع سے آخر تک پوری تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ اور چونکہ نظری علوم کی تحقیق میں زیادہ تر کام لائبریری میں ہوتا ہے، لہٰذا لائبریری کے استعمال اور طریقہ کار کی تفصیلات بھی بیان کردی گئی ہیں۔

آج کل بحث وتحقیق صرف مطبوعہ وخطی کتب کی لائبریری تک محدود نہیں رہی، بلکہ ڈیجیٹل لائبریری (Digital Library) اور الیکٹرونک لائبریری (e.Library) آسان ترین اور تیز ترین ذریعہ تحقیق بن چکی ہے۔

ہزاروں کتابیں، لاکھوں علمی وتحقیقی مقالات ومضامین اور نادر قلمی نسخے انٹرنیٹ کی وجہ سے کلک ایونٹ (Click event) پر موجود ہیں۔ اس وقت قرآن وحدیث، فقہ، سیرت وتاریخ، اسلامی ثقافت، تصوف، عربی زبان، شعر وادب، تراجم وسوانح اور دیگر لاتعداد موضوعات پر بے شمار سافٹ ویئرز (Softwares) تیار ہو چکے ہیں۔

میں نے اس کتاب میں عربی واسلامی تحقیق کے جدید ذرائع کے عنوان سے چند اہم عربی واسلامی سافٹ ویئرز، سرچ انجنز (Search Engines) اور ویب سائٹس (Web sites) کا تعارف اور طریقہ استعمال ذکر کردیا ہے۔ نیز بلاد مشرق ومغرب میں واقع مخطوطات ونوادرات کی اہم لائبریریوں کے ویب ایڈریس (www) تحریر کردیئے ہیں، تاکہ عربی واسلامیات کے اساتذہ ومحققین اپنی تحقیقات میں ان جدید ذرائع ووسائل سے کما حقہ استفادہ کرسکیں۔

اس کتاب کی تالیف میں ذاتی تجربات تحقیق وتدوین کے علاوہ بحث وتحقیق کے موضوع پر تحریر کی گئی چالیس سے زائد عربی، انگریزی اور اردو کتب سے استفادہ کیا گیا ہے، جن میں: ڈاکٹر غازی حسین عنایہ کی کتاب ''اعداد البحث العلمی''، ڈاکٹر شوقی ضیف کی ''البحث الادبی''، عبدالسلام محمد ہارون کی ''تحقیق النصوص ونشرھا''، ڈاکٹر احمد شلبی کی ''کیف تکتب بحثا أو رسالة''، صلاح الدین منجد کی ''قواعد تحقیق النصوص'' امیل یعقوب کی ''کیف تکتب بحثا أو منهجية البحث''، ڈاکٹر محمد علی خولی کی ''کیف تکتب بحثا'' اور ڈاکٹر یوسف مرعشلی کی کتاب ''أصول كتابة البحث العلمی وتحقيق المخطوطات'' زیادہ اہم ہیں۔

جہاں تک حاشیہ نگاری، حوالہ بندی (citation) اور فہرست مآخذ (Bibliography) کی تیاری کے طریقہ کار کا تعلق ہے تو اس وقت انسانی ومعاشرتی علوم میں تین فارمیٹ (Format) متداول ہیں: ایم ایل اے (MLA) جسے امریکہ کی (Modern Language Association) نے جاری کیا ہے۔ دوسرا شکاگو یونیورسٹی مینوئل (The Chicago Manual of Style) ہے اور تیسرا (APA) جسے (American Psychology Association) نے تیار کیا ہے۔ لیکن چونکہ ایم ایل اے (MLA) کا فارمیٹ انسانی علوم اور لسانیات میں تحقیق کے لئے خاص طور پر ڈیزائن کیا گیا ہے، عربی جامعات میں بھی یہی سٹائل رائج ہے اور مجھے معهد اللغة العربية، کنگ سعود یونیورسٹی، ریاض میں تعلیم کے دوران ریسرچ پروجیکٹ کے لئے بھی یہی سٹائل سکھایا گیا، اس لئے میں نے انسانی ومعاشرتی اور عربی واسلامی علوم میں تحقیق کرنے والوں کے لئے ایم ایل اے (MLA) فارمیٹ کا انتخاب کیا ہے۔

کتاب کے آخر میں اساتذہ ومحققین کی مزید رہنمائی کے لئے ضمیمہ جات کی شکل میں رسم الخط، رموز اوقاف، اختصارات، املاء وتحریر کے قواعد، مقالے کی جانچ پڑتال کا نمونہ، اہم اسلامی وعربی مصادر ومراجع اور ایم۔فل، اور پی ایچ۔ڈی کے خاکہ جات (Synopsis) کے نمونے درج کئے گئے ہیں جو تحقیق وتدوین کے حوالے سے بہترین رہنمائی کا کام دیں گے۔ نیز آخر میں مناہج بحث وتحقیق کے متعلق تمام اصطلاحات کی عربی، اردو اور انگریزی میں فہرست تیار کی گئی ہے جو منهجیت تحقیق (Research Methodology) کے فن کو سمجھنے کے لئے بہت مفید ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ کریم بجاہ حبیبہ الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم میری اس کاوش کو قبول فرماتے ہوئے انسانی ومعاشرتی علوم اور عربی واسلامیات کے اساتذہ اور محققین کے لئے اسے قابل استفادہ بنائے اور اسے روزِ قیامت میرے میزانِ حسنات میں شمار فرمائے، آمین۔

لاہور: 12 ربیع النور 1433ھ
5 فروری 2012ء

پروفیسر ڈاکٹر خالق داد ملک
چیئرمین شعبہ عربی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

بابِ اوّل:

علمی بحث وتحقیق کے مناہج

فصل اوّل (1): علمی تحقیق کی اقسام

فصل ثانی (2): علمی تحقیق کے بنیادی عناصر

فصل ثالث (3): محقق اور نگرانِ تحقیق

فصل رابع (4): کتب خانے

(اہمیت، افادیت اور استعمال کا طریقہ کار)

فصل خامس (5): مقالہ نگاری کے مراحل

- ☆ انتخاب موضوع
- ☆ خاکہ تحقیق کی تیاری
- ☆ مصادر ومراجع کی تحدید
- ☆ علمی مواد کی جمع آوری
- ☆ مقالے کی تسوید وتحریر
- ☆ مقالے کی حوالہ بندی

فصل سادس (6): مقالہ کی کمپوزنگ، تصحیح اور آخری کتابی شکل

علمی بحث و تحقیق کے مناہج

عرب محققین ایم۔اے،ایم۔فل اور پی ایچ۔ڈی تھیسز(Thesis)کے لئے بطور اصطلاح کئی الفاظ استعمال کرتے ہیں۔''مقالہ'' کا لفظ شروع سے ہی تھیسز کے لئے استعمال کیا گیا،جس کی جمع مقالات آتی ہے۔کبھی اسے ''مقالہ علمیة' اور ''مقالہ جامعیة'' بھی کہا گیا۔بعدازاں (Thesis) کے لئے ''رسالة '' اور "أطروحة" کے دو نئے لفظ متعارف ہوئے۔''رسالة'' کی جمع ''رسائل" اور أطروحة کی جمع ''أطروحات''یا ''أطاریح '' استعمال کی گئی۔ان دونوں اصطلاحات کے باہمی فرق کے متعلق عرب محققین میں ہمیشہ اختلاف رہا۔بعض نے'' أطروحة'' کو (Ph.D.Dissertation) کے لئے مخصوص کر دیا،جبکہ دیگر محققین نے ''رسالۃ الدکتوراۃ'' کی اصطلاح پی ایچ۔ڈی کے لئے استعمال کی۔البتہ أطروحة کی نسبت ''رسالة جامعیة ''اور'' رسائل جامعیة'' کی اصطلاح زیادہ رائج ہوئی،اور آج بھی مستعمل ہے،لیکن گذشتہ دہائی میں عرب محققین نے تھیسز کے مقابل دو نئی اصطلاحات ''بحث علمی'' اور ''بحث جامعی ''متعارف کروائیں۔اس وقت ''بحث علمی '' کی اصطلاح مقالہ(Thesis)کے لئے تمام عرب جامعات میں رائج ہے ،بلکہ بحث و تحقیق پر لکھی گئی تمام کتب میں ''بحث'' کا لفظ جہاں استعمال ہوتا ہے اس سے مراد مقالہ (Thesis)ہی ہوتا ہے۔حال ہی میں بعض عربی جامعات میں،خاص طور پر جہاں سمیسٹر سسٹم رائج ہے،تھیسز کے مترادف کے طور پر ایک نیا لفظ ''مشروع '' بھی مستعمل ہونے لگا ہے۔''مشروع البحث '' سے مراد تحقیقی منصوبہ(Research Project) ہے۔اس کی جمع مشروعات اور مشاریع آتی ہے۔الغرض مقالہ، رسالة، أطروحة، بحث، بحث علمی ،مشروع اور مشروع البحث

کی اصطلاحات (Thesis)، (Research Project)اور (Dissertation) کے مترادف کے طور پر استعمال ہوتی ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿لكل جعلنا منكم شرعة و منهاجا﴾ (۱)''اور ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے راستہ اور منہاج متعین کیا''۔ منہاج واضح اور صاف راستے کو کہتے ہیں۔ دور حاضر میں علمائے تحقیق، منہج (Methodology) کی اصطلاح اسی لغوی معنی کو بنیاد بنا کر استعمال کرتے ہیں۔ لہٰذا مناہج سے مراد وہ ایسے واضح راستے لیتے ہیں جنہیں کسی موضوع پر تحقیق کرنے والے اپنی تحقیق کے دوران اپنا جادۂ منزل بناتے ہیں (۲) جہاں تک ''بحث'' کے لغوی معنی کا تعلق ہے تو اس سے مراد طلب و تفتیش اور کسی حقیقت یا کسی معاملے کی کھوج لگانے کے لئے جستجو کرنا ہے، اور جہاں تک ''علمی'' کے لفظ کا تعلق ہے تو یہ علم کی طرف منسوب ہے اور علم سے مراد معرفت و آگاہی، درایت اور حقائق اور ان کے متعلقہ تمام چیزوں کا ادراک ہے۔

''بحث علمی''یعنی علمی تحقیق کا اصطلاحی معنی مذکورہ لغوی معانی سے مختلف نہیں ہے۔ علمائے محققین نے اس کی تعریف یہ کی ہے: ''کسی معین میدان میں ایسی منظم سعی و کوشش جس کا مقصد حقائق اور اصولوں کی دریافت ہو''۔ علمی تحقیق کی ایک اور تعریف یہ بھی کی گئی ہے:

''دقیق اور منضبط مطالعہ جس کا ہدف کسی مسئلے کی وضاحت یا حل ہو اور اس مطالعہ کے طریقے اور اصول مسئلے کے مزاج اور حالات کے اعتبار سے مختلف ہو سکتے ہیں''۔ (۳)

معروف محقق ڈاکٹر غازی عنایت نے علمی تحقیق کی یہ تعریف کی: ''منظم جستجو اور کھوج جس میں علمی حقائق کے لئے متعین شدہ مختلف اسالیب اور علمی مناہج اختیار کئے جائیں اور جس سے مقصود ان علمی حقائق کی صحت کی تحقیق یا ان میں ترمیم یا ان میں اضافہ ہو''۔ (۴)

''یونیورسٹی مقالہ'' (University Thesis) کی ایک جدید اور جامع تعریف مشہور محقق آرتھر کول (Arthor Cole) نے یوں کی ہے:

''تقرير واف يقدمه باحث عن عمل تعهده وأتمه على أن يشمل التقرير كل مراحل الدراسة ،منذ كانت فكرة حتى صارت نتائج مدوّنة مترتبة بالحجج والأسانيد''(۵)

مقالہ سے مراد ایک مکمل رپورٹ ہے جسے محقق ایسے کام کے بارے میں پیش کرتا ہے، جسے

اس نے اپنے ذمے لیا ہو اور مکمل کیا ہو۔ اور وہ رپورٹ اس انداز میں ہو کہ مطالعہ کے تمام مراحل پر مشتمل ہو اس وقت سے کہ جب وہ کام محض ایک سوچ تھا یہاں تک کہ وہ سوچ تدوین شدہ اور دلائل و براہین سے تائید شدہ نتائج کی صورت اختیار کر گئی۔ مذکورہ تعریفات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علمی تحقیق کو مندرجہ ذیل خصوصیات کا حامل ہونا چاہیے:

۱۔ اس میں منظم پیہم محنت درکار ہوتی ہے۔

۲۔ کسی خاص پہلو کے متعلق تمام معلومات درج کی جاتی ہیں۔

۳۔ یہ تحقیق علمی نتائج و ملاحظات و استنباط اور حاصلات بحث پر مشتمل ہوتی ہے۔

علمی تحقیق کی انہیں خصوصیات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ تعریف کی گئی ہے:

''تجميع منظم لجميع المعلومات المتوفرة لدى كاتب البحث عن موضوع معين و ترتيبها بصورة جديدة بحيث تدعم المعلومات السابقة أو تصبح اكثر نقاء و وضوحا''(۶)

''کسی خاص موضوع سے متعلق ان تمام دستیاب معلومات کو سلیقے سے جمع کرنا جو محقق کی دسترس میں ہوں، نیز انہیں ایسی جدید شکل میں ترتیب دینا جو سابقہ معلومات کی تائید کرے یا وضاحت اور عمدگی میں ان سے بہتر ہو''۔

تحقیق کے مقاصد اور دائرہ کار

دور حاضر کی اصطلاح میں علمی تحقیق کسی موضوع میں تخصص (Speciality) سے عبارت ہے۔ اس میں دقیق جزئیات کو تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔ نیز ان کے اسباب و علل، کیفیت عمل اور نتائج و حاصلات پر روشنی ڈالی جاتی ہے، اور اس میں مختلف امور کے درمیان موازنہ و تقابل کیا جاتا ہے۔ تاکہ صحیح کو غلط سے جدا کیا جا سکے۔ تحقیق کا مقصد کسی حقیقت کو نمایاں کرنا، یا کسی بھی قسم کے ثقافتی، اخلاقی، معاشرتی، یا سیاسی مسئلے کو حل کرنا، یا کسی نئی دریافت تک رسائی حاصل کرنا، یا کوئی آلہ ایجاد کرنا، یا کسی خاص نظریے یا رائے کو حاصل کرنا، یا کسی غلط نظریے کی تصحیح کرنا ہوتا ہے۔ معروف محقق محمد جمال الدین قاسمی نے علمی تحقیق کے اغراض و مقاصد کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"وهی اختراع معدوم أو جمع متفرق أو تكميل ناقص أو تفصيل مجمل أو تهذيب مطول أو ترتيب مخلط أو تعيين مبهم أو تبيين خطأ"۔(۷)

"علمی تحقیق کے مقاصد کسی معدوم شئی کو ایجاد کرنا، کسی متفرق کو یکجا کرنا، ناقص کو مکمل کرنا، مجمل کو تفصیل سے بیان کرنا، مطول کی کانٹ چھانٹ کرنا، کسی بے ترتیب چیز کو مرتب کرنا، مبہم کی تعیین کرنا، اور غلطی کو آشکارا کرنا قرار دیئے گئے ہیں۔"

جہاں تک تحقیق کے دائرہ کار اور میدان کار کا تعلق ہے تو بلا شبہ یہ دائرہ اور میدان غیر محدود اور غیر منتہی ہے۔ اس لئے کہ تحقیق انسانی معاشروں کے لامحدود افراد سے صادر ہوتی ہے، اور پیہم ان معاشروں کی ترقی اور ان میں علم وثقافت اور شعور کی اشاعت کے لئے کوشاں رہتی ہے۔ اور یہ ایسے معاملات ہیں جن کی حدود متعین نہیں کی جاسکتیں۔ انسانیت کے دوام کے ساتھ ساتھ تحقیقی محنت کو بھی دوام ملتا جاتا ہے۔ اس لئے تحقیق کے میدان میں قدم رکھنے والوں پر لازم ہے کہ وہ اپنی تحقیق کے موضوعات کے انتخاب میں حیران و پریشان نہ ہوں، بلکہ اپنا ذہن غیر محدود اور اپنے ارادے بلند رکھیں۔ کیونکہ ان کے سامنے موضوعاتی تحقیق کا ایک وسیع اور کشادہ میدان موجود ہے، اور تحقیق کا دروازہ اس وقت تک کھلا ہے جب تک انسانی عقل فکر وعمل میں مصروف ہے۔ محقق کا کام صرف یہ ہے کہ وہ اس مقام پر پہنچ کر بھی اپنا سفر تحقیق جاری رکھے، جہاں دوسرے پہنچ کر رک گئے ہوں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے سے پہلے ارباب تحقیق کے نتائج فکر کا مطالعہ کرے، تا کہ تکرار کا شکار نہ ہو، اور اپنا وقت اور محنت ضائع کرنے کا مرتکب نہ بنے۔

علمی تحقیق کی اہمیت

بلاشبہ علمی تحقیق ایک حیات بخش اور فکری سرگرمی ہے۔ اس سلسلے میں ہمارے اسلاف نے اپنی تحقیقات کے ذریعے نظری وعملی دنیائے معرفت کو اس قدر زرخیز اور مالا مال کردیا کہ انہیں کی تحقیقات کو اساس بنا کر مغربی مفکرین اور دانشوروں نے علمی جدوجہد میں قدم رکھا۔ تحقیق وجستجو سائنسی، صنعتی، زرعی، انتظامی اور تعلیمی ترقی کا واحد ذریعہ ہے۔ یہ حسن عمل، نشوونما، پختگی، عمدگی، وسائل کے حصول، موازنہ وتقابل، تجربہ کاری، اسباب وعلل کی دریافت، نتائج کے حصول، واقعات وحالات کی تہہ تک پہنچنے اور

عوامل کے تجزیہ کے لئے بھی واحد وسیلہ وذریعہ ہے۔ علمی تحقیق ایسی دلکش اور پرکیف چیز ہے جو بہت سے اہل علم کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہے۔ اس کے بغیر زندگی گزارنا ان کے لئے ممکن نہیں رہتا۔ یہ محقق کو سوچنے کا ڈھنگ، عمدہ شعور اور تکمیل کی طرف بڑھنے کا طریقہ سکھاتی ہے۔ یہ محقق کے لئے نئے نظریات، قوانین اور آراء کے دریچے کھولتی ہے۔ مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے "البحث كاشف للحقيقة" "تحقیق حقیقت کو منکشف کرتی ہے"۔ ایک تحقیقی ذوق رکھنے والے طالب علم کے لئے حقائق کی دریافت سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہوسکتی ہے!

علمی تحقیق محقق کی علمی لحاظ سے اور پیشہ وارانہ تربیت کرتی ہے۔ اس سے محقق کو مشاہدہ کی قوت ملتی ہے۔ اس کے اندر واقعات کا کھوج لگانے، ان کو باہمی ترتیب دینے، ان کے علل واسباب تک پہنچنے، ان کا تجزیہ کرنے اور ان سے استنتاج واستنباط کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ ان سب پر مستزاد یہ کہ اس میں خود احتسابی اور علمی امانت داری کا احساس فروغ پاتا ہے۔

تحقیق کے میدان میں قدم رکھنے کے بعد انسان کو بہت سے مالی منافع بھی حاصل ہوتے ہیں۔ بہت سے عہدوں اور ملازمتوں کے لئے تحقیق میں مہارت کی شرط ہوتی ہے۔ کئی ادارے اور کمپنیاں صرف اس بات پر بھاری مالی معاوضے ادا کرتی ہیں کہ ان کی مصنوعات اور سامان کی بہتر تشہیر (Advertisement) اور خرید وفروخت (Marketing) ہو۔ ان کی پیداوار (Production) اور معیار میں اضافہ ہو، اور برآمدات (Export) اور درآمدات (Import) کا نظام بہتر سے بہتر ہوسکے۔ بہت سارے تعلیمی، انتظامی اور مالی ادارے مستقل طور پر تحقیق کا کام جاری رکھتے ہیں تا کہ وہ ترقی کا ہدف حاصل کرسکیں۔

اس طرح تحقیقی ذوق اور تحقیقی صلاحیت محقق کو اپنے پیشے میں علمی ومادی دونوں طرح کے فائدے سے نوازتی ہے۔ کسی ملک اور ریاست کے لئے ممکن نہیں کہ وہ زندگی کے کسی شعبے میں علمی تحقیقات کے بغیر ترقی کرسکے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام وزارتیں اور تمام بڑے ادارے شعبۂ تحقیق (Research Department) یا شعبۂ مطالعہ (Studies Department) یا شعبۂ ترقی (Development Department) کے نام سے ایسے شعبے قائم کرتے ہیں جن کا مقصد بہتر سے بہتر اور جدید سے جدید تر کا حصول ہوتا ہے۔ تمام جامعات (Universities) میں علمی تحقیق کے مراکز قائم ہیں، بلکہ بڑی جامعات میں تو مختلف شعبہ ہائے علوم سے متعلق الگ الگ کلیات

(Faculties) اور مراکز ابحاث (Research Centres) قائم کئے گئے ہیں۔

ملک وقوم اور افراد و معاشرہ کی ترقی کا واحد اور مثالی راستہ تحقیق وجستجو ہی ہے۔ ایجاد، اختراع اور دریافت تحقیقات کے بغیر ممکن نہیں۔ ان کے بغیر فرد جمود اور معاشرہ رسمی تقلید کا شکار ہو جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ دوسروں کے اعمال اور کارناموں اور ان کے افکار ونتائج کا سہارا لیتا ہے۔ اختصار کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ علمی تحقیق نفس انسانی، ملک وریاست اور علم ومعرفت کی ترقی کا انتہائی فعّال اور یکتا ذریعہ اور سبب ہے۔

فصل اوّل (1):

علمی تحقیق کی اقسام

تحقیق کی بہت سی اقسام ہیں، اور ان اقسام کے درمیان پایا جانے والا تنوع تحقیق کے مصادر (Sources)، موضوعات (Topics)، مناہج (Methodologies)، مقاصد یا اہداف (Objectives)، مدت تحقیق (Research Period)، اخراجات تحقیق (Research Expenditure)، محققین کی تعداد (Number of Researchers)، تحقیق کے اثرات (Impacts of Research)، اور معیارِ تحقیق (Level of Research) کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

زیرِ نظر فصل کا مقصد محقق کو تحقیقات کی طبیعت ومزاج اور انواع واقسام سے روشناس کرانا ہے، تاکہ اسے تحقیق کے ابعاد (Dimentions) واہداف (Objectives) اور طرق ومناہج (Methodologies) سے واقفیت اور بصیرت حاصل ہو۔

مصادر (Sources) کے اعتبار سے تحقیق کی اقسام

معلومات ومواد (Data) کے مصادر ومراجع کے اعتبار سے تحقیق کی مندرجہ ذیل تین بڑی اقسام ہیں:

1۔ لائبریری تحقیق: (Library Research)

اس سے مراد ایسی تحقیق ہے جس کا زیادہ تر انحصار کتابوں، مجلّات، اور انسائیکلوپیڈیاز میں موجود معلومات ومواد پر ہوتا ہے۔ محقق لائبریری جاتا ہے، بیسیوں کتابیں اکٹھی کر کے ان کا مطالعہ کرتا ہے، اور پھر اپنی تحقیق کو ان مصادر کی طرف منسوب کر کے لکھتا ہے۔

2۔ میدانی تحقیق: (Field Research)

اس تحقیق کا انحصار موقع ومحل اور میدان تحقیق پر ہوتا ہے، معلومات جمع کرنے کے لئے محقق موضوعِ تحقیق کے موقع ومحل کی طرف جاتا ہے، وہ مختلف لوگوں سے ملتا ہے اور ان سے معلومات و

بیانات اکھٹے کرتا ہے، ان کا انٹرویو کرتا ہے، ان سے سوال کرتا ہے، ان کے اعمال وافعال اور نظریات کا جائزہ لیتا ہے، اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہے، بذاتِ خود موقع ومحل دیکھتا ہے، اور پھر مختلف آراء و مشاہدات کا باہمی موازنہ کرکے قوتِ قیاس اور قوت تطبیق کے ذریعے استنباط واستخراج اور نتائج حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس مقصد کے لئے اسے کھیتوں، کارخانوں، فیکٹریوں اور مختلف کمپنیوں میں بھی جانا پڑتا ہے۔

3۔ لائبریری، میدانی تحقیق: (Library, Field Research)

اس سے مراد ایسی تحقیق ہے جس میں موضوع تحقیق کی مناسبت سے لائبریری مصادر (Library Sources) اور میدانی مشاہدات (Field Observations) دونوں شامل ہوتے ہیں۔ محقق پہلے کتابوں اور لائبریری ذرائع سے معلومات اکھٹی کرتا ہے، پھر عملی زندگی میں جاکر ان کا جائزہ لیتا ہے۔ اس تحقیق میں لائبریری تحقیق دراصل میدانی تحقیق کی تمہید کا کام دیتی ہے۔

مقاصد کے اعتبار سے تحقیق کی اقسام

مقاصد کے اعتبار سے تحقیق کی دو قسمیں ہیں:

1۔ نظریاتی تحقیق: (Theoretical Research)

اس تحقیق کا مقصد علم برائے علم ہوتا ہے۔ اس کا کوئی اطلاقی (Applied) ہدف نہیں ہوتا۔ نظریاتی تحقیق میں محقق صرف اور صرف کسی علمی حقیقت کے احاطہ اور اس تک رسائی کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے پیش نظر اس کے عملی فوائد واطلاقات نہیں ہوتے۔

نظریاتی تحقیق عام طور پر علومِ انسانیہ (Humanities) سے تعلق رکھنے والے موضوعات و افکار جیسے: لغت، نحو، ادب، تاریخ، جغرافیہ، معاشرت، منطق، فلسفہ، اور دینی علوم میں کی جاتی ہے۔ کیونکہ اس تحقیق سے محض کسی نظریہ پر مشتمل فوائد حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ کسی قسم کے تطبیقی وعملی فوائد اس تحقیق کا موضوع نہیں ہوتے۔ کسی شاعر، ادیب، حکمران، قائد، مبلغ یا فلسفی کی زندگی پر اثر انداز ہونے والے عوامل کے متعلق تحقیق ومطالعہ ہمیں کوئی ادبی فائدہ یا تاریخی نظریہ عطا کرتا ہے۔ نظریاتی تحقیق کا ایک بڑا امتیاز یہ ہے کہ اس کا دائرہ عمل بہت وسیع ہوتا ہے۔ یہ تیزی سے شاخ در شاخ تقسیم ہوتی چلی جاتی ہے کیونکہ اس میں شخصی آراء وافکار دخل انداز ہوتے ہیں، جیسے اس کی ایک واضح مثال علم نفسیات (Psychology) اور علم عمرانیات (Sociology) میں دیکھی جاسکتی ہے۔

نظریاتی علوم میں تحقیق کا طریقۂ کار

نظریاتی تحقیق کا انحصار وصفی، استقرائی، عقلی، منطقی، تحلیلی، تقابلی، استنباطی اور استخراجی منہج پر ہوتا ہے۔ منطق ایک ایسا علم ہے جو انسانی فکر اور سوچ کو منظم کرتا ہے، اور ایسے قوانین وضع کرتا ہے جو انسانی ذہن کو غلطی میں پڑنے سے بچاتے ہیں۔ چنانچہ جو محقق پسند کرتا ہے کہ اس کی تحقیق ہر طرح کے تناقض وتعارض (Contradiction) سے محفوظ ہو، اسے چاہیے کہ منطق کے مندرجہ ذیل قوانین سے آگاہی حاصل کرے:

1۔ قانونِ ذاتیت:

اس سے مراد یہ ہے کہ تمام اشیاء اپنی ایک ذات اور وجود رکھتی ہیں جس کا دوسری چیزوں کے ساتھ تغیر وتبدل اور حلول واتحاد ہونا ناممکن ہوتا ہے۔

2۔ قانون عدم تناقض:

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک وقت میں اور ایک ہی سمت سے کسی ایک چیز میں ایک شئی اور اس کی ضد کا جمع ہونا ناممکن ہے۔

3۔ قانون "الثالث مرفوع":

اس سے مراد یہ ہے کہ ایک چیز یا تو درست ہے یا غلط، ان دو سے خالی نہ ہوگی، اور تیسری کوئی صورت نہیں ہوسکتی۔

4۔ قانونِ تعلیل:

حادثات و واقعات کے اسباب بیان کرنا اور ان کی علتوں اور مختلف صورتوں کی وضاحت کرنا قانونِ تعلیل کہلاتا ہے۔

اطلاقی تحقیق (Applied Research)

اطلاقی تحقیق کا مقصد نئی چیزوں کو دریافت کرنا اور سائنسی ایجادات کو آشکار کرنا ہے۔ اس تحقیق کا دائرہ کار مادہ اور محسوس کی جانے والی اشیاء ہوتی ہیں، جیسے طبعیات (Physics) کیمیا (Chemistry) اور فلکیات (Astronomy) وغیرہ میں کی جانے والی تحقیقات۔

تحقیق کی اس قسم کا عام طور پر تجرباتی منہج (Experiment Method) پر انحصار ہوتا ہے

۔اگرچہ اس تحقیق کے لئے حسی مشاہدات اور تجربہ گاہوں کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن یہ بات فراموش نہیں کی جاسکتی کہ محض لیبارٹری کا تجربہ سائنسی علم ومعرفت کی تنہا بنیاد نہیں ہوتا، بلکہ ان سائنسی علوم کی کئی شاخوں میں محقق کو عقلی وتحلیلی اور استنباطی وحسابی (Mathematical) طریقہ کار پر بھی انحصار کرنا پڑتا ہے۔ لہذا محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی بھی مسئلے کے حل کے وقت محض لیبارٹری اور تجربہ گاہوں پر اکتفانہ کرے بلکہ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ ہر حقیقت کے بارے میں تحقیق کرنے کا اس کے حسب حال ایک منہج وطریقہ ہوتا ہے، اور تجرباتی منہج کا دائرہ کار بہت محدود ہوتا ہے کیونکہ اطلاقی تحقیق کے مناہج بھی دوطرح کے ہوتے ہیں:

۱۔ مناہج عامہ (General Methods):

ایسے مناہج جو مادی اور غیر مادی دونوں طرح کے حقائق کے حصول کا ذریعہ بن سکتے ہیں، انہیں عقلی، منطقی، اوراستنباطی یا استقرائی، وصفی اور تحلیلی مناہج بھی کہا جاتا ہے۔

۲۔ مناہجِ خاصہ (Special Methods):

مناہج خاصہ کی بہت سی صورتیں اور اقسام ہیں جن میں سے ایک تجرباتی تحقیق کا منہج (Method of Experimental Research) ہے جو صرف مادی حقائق کے مطالعہ کے لئے درست ہوتا ہے، اس خاص منہج کی دوسری اقسام پیمائشی منہج (Survey Method)، احوال کا مطالعہ (Case Study)، تاریخی تحقیق کا منہج (Historical Method) اور شماریاتی منہج (Statistical Method) وغیرہ ہیں۔ (۸)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تجرباتی منہج پر اکتفا کر کے نظریاتی اوراستنباطی منہج سے روگردانی کرنا کسی طرح بھی درست نہیں، کیونکہ انسان مادی ترقی میں خواہ کتنے ہی کمال کو کیوں نہ پہنچ جائے، وہ روحانیت سے روگردانی کر کے خوش نہیں رہ سکتا۔ آج اقدار کے لحاظ سے انحطاط پذیر مغربی معاشرے اس بات کا واضح ثبوت ہیں۔

مدّت کے اعتبار سے تحقیق کی اقسام

بعض تحقیقات ایسی ہوتی ہیں جنہیں محقق ایک مہینے میں ہی مکمل کر لیتا ہے، مثلاً وہ مختصر تحقیقاتی کام (Assignments) جو اسے کلاسز کے دوران مکمل کرنے کو دیئے جاتے ہیں۔ بعض تحقیقات ایسی ہوتی ہیں جنہیں پورا کرنے میں ایک یا دو سال کا عرصہ درکار ہوتا ہے، جیسے ایم۔اے، ایم۔فل، اور پی ایچ۔ڈی کے مقالہ جات۔ بعض تحقیقات ایسی بھی ہوتی ہیں جنہیں پورا کرنے میں محقق کو بعض اوقات بیسیوں سال لگ جاتے ہیں، مثلاً دائرہ معارف اور انسائکلو پیڈیا کی تیاری یا کسی انسائیکلوپیڈیا کے ترجمے میں کئی کئی سال کا عرصہ درکار ہوتا ہے۔ اس طرح مدت کے اعتبار سے تحقیق کی تین اقسام ہیں:

1۔ مختصر مدت پر مشتمل تحقیق (Short Term Research)

2۔ طویل مدت پر مشتمل تحقیق (Long Term Research)

3۔ انتہائی طویل مدت پر مشتمل تحقیق (Extra Long Term research)

اخراجات کے لحاظ سے تحقیق کی اقسام

بعض تحقیقات تو ایسی ہیں جن پر سوائے کاغذ، کمپوزنگ یا پرنٹنگ کے کوئی خاص خرچہ نہیں آتا، جبکہ بعض تحقیقات ایسی بھی ہیں جنہیں مکمل کرنے کے لئے لاکھوں روپے یا لاکھوں ڈالرز خرچ کرنے پڑتے ہیں۔ اس کی بہترین مثال خلائی تحقیقات ہیں جن کے نتائج کے حصول کے لئے کروڑوں ڈالرز خرچ کیے جاتے ہیں۔ کیمسٹری، فزکس، ایکس ریز اور ایٹم سے متعلق ترقی یافتہ تحقیقات (Advanced Researches) میں سے ایک ایک تحقیق کے لئے کئی ملین ڈالرز خرچ کئے جاتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ بعض تحقیقات انتہائی کم سرمایہ خرچ کر کے مکمل کی جاسکتی ہیں اور بعض تحقیقات اس قدر بھاری سرمایہ کا تقاضا کرتی ہیں کہ انہیں مالی طور پر مستحکم ممالک ہی برداشت کر سکتے ہیں۔

اثراندازی کے اعتبار سے تحقیق کی اقسام

بعض تحقیقات ایسی ہوتی ہیں جن کی اثر اندازی محقق کی اپنی ذات تک محدود رہتی ہے۔ ان کے بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہیں ہوتا، یا ان کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، یا وہ لوگوں کی روزمرہ کی زندگی پر اثر

اندازنہیں ہوتیں۔اسی طرح کچھ تحقیقات عملی پہلو سے خاصی اہم ہوتی ہیں،لیکن بد قسمتی سے انہیں وہ مقام نہیں مل پاتا جن کا وہ استحقاق رکھتی ہیں۔ان تحقیقات سے غفلت اس لئے برتی جاتی ہے کیونکہ یا تو وہ ایسے ماحول میں جنم لیتی ہیں جو ایسی تحقیقات کے لئے موزوں نہیں ہوتا یا بعض اوقات ان کی ترویج و اشاعت کے لئے مالی وسائل کا فقدان ہوتا ہے۔

تاریخ عالم میں کچھ ایسی تحقیقات بھی تھیں جنہوں نے انسانی زندگی کا رخ موڑ دیا۔جیسے وہ تحقیقات جو بھاپ اور گیس کے انجن کی ایجاد کا سبب بنیں۔جیٹ طیارے،پینسلین کی ایجاد،ایٹمی طاقت کی دریافت، میزائل،مصنوعی سیارے،لیزر شعاعیں،سرطان،انسانی اعضاء کی پیوند کاری، زراعت،صنعت اور ٹیکنالوجی سے متعلق کی جانے والی گراں قدر تحقیقات نے پوری دنیا کو متاثر کیا۔ان تحقیقات نے ہمیں جہاز،ریل گاڑی اور کار وغیرہ جیسے ذرائع سفر عطا کئے اور انہیں کی وجہ سے مہلک امراض سے بچاؤ اور علاج ممکن ہوا۔

ان تحقیقات نے بجلی،ریڈیو،ٹیلی ویژن،گھڑی،عینک،ریفریجریٹر،واشنگ مشین،صفائی کے آلات اور مشینیں اور دیگر سینکڑوں آلات ایجاد کئے جن کے استعمال سے آج ہم لطف اندوز ہو رہے ہیں۔خلاصہ کلام یہ ہے کہ کچھ خاص تحقیقات ایسی ہیں جن کا کوئی اثر نہیں ہوتا،اور بعض ایسی ہیں جن کی تاثیر ہر جگہ محسوس کی جاسکتی ہے،اور ان کے ثمرات و نتائج سے ہر جگہ کروڑوں انسان مستفید ہو رہے ہیں، بلکہ بعض اوقات کچھ تحقیقات انسانوں کے لئے انتہائی تباہ کن ثابت ہوئیں مثلاً:میزائل ،ایٹم بم،کیمیائی اسلحہ،ہائیڈروجن بم اور جراثیمی ہتھیار وغیرہ۔چنانچہ کچھ تحقیقات تو ایسی ہیں جنہوں نے انسانیت کی خدمت کی ہے اور کر رہی ہیں،اور کچھ تحقیقات ایسی بھی ہیں جنہوں نے ماضی میں بھی انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

محققین کی تعداد کے اعتبار سے تحقیق کی اقسام

کچھ تحقیقات ایسی ہوتی ہیں جنہیں صرف ایک محقق مکمل کرتا ہے،ایسی تحقیق کو انفرادی تحقیق (Single Research) کہا جاتا ہے۔کچھ تحقیقات ایسی ہوتی ہیں جن میں دو یا زیادہ محقق شریک ہوتے ہیں،ایسی تحقیق کو مشترکہ تحقیق یا ٹیم ریسرچ (Team Research) کہا جاتا ہے۔

تحقیقات میں دوسروں کو شریک کرنا بعض اوقات اختیاری ہوتا ہے، وہ اس طرح کہ محقق کسی

کام کو اکیلے بھی مکمل کرسکتا ہے لیکن وہ کام کی تقسیم اور وقت کی بچت کی خاطر دوسروں کو بھی شریک کر لیتا ہے۔لیکن بعض اوقات اپنی تحقیق میں دوسروں کو شریک کرنا اضطراری ہوتا ہے، کیونکہ کچھ تحقیقات ایسی بھی ہوتی ہیں جنہیں کوئی ایک محقق پورا نہیں کرسکتا، کیونکہ وہ علوم کے مختلف شعبوں میں کئی اختصاصات (Specialities) کا تقاضا کرتی ہیں۔جیسے بعض دفعہ ایک تحقیق میں ایک ماہر کیمیادان،فزکس کے ماہر،بائیولوجی کے عالم،سول انجینئر،زرعی انجینئر،اور اریگیشن انجینئر کی ضرورت ہو اور یہ سب لوگ ایک ٹیم اور گروپ کی شکل میں پہلے سے طے شدہ منصوبے پر کام کریں۔اور بعض دفعہ کچھ تحقیقات ایسی بھی ہوتی ہیں جو اپنے موضوع اور مزاج کی وجہ سے اشتراک کا تقاضا کرتی ہیں۔کسی تحقیق کے اخراجات جتنے زیادہ بڑھتے ہیں اس میں کام کرنے والوں کی تعداد بھی اسی لحاظ سے اضافے کا تقاضا کرتی ہے، کیونکہ ایسی صورت میں جہاں ایک طرف کام تقسیم ہو جاتا ہے تو دوسری جانب تحقیقاتی نگرانی،مالی نگرانی اور محققین کی باہمی مشاورت کی وجہ سے کامیابی کے امکانات بھی بڑھتے چلے جاتے ہیں۔مشترکہ تحقیقات میں عام طور پر ایک صدر محقق (Chief Investigator) ہوتا ہے اور دوسرے معاون محققین (Co-investigator) شمار کئے جاتے ہیں۔

معیار کے اعتبار سے تحقیق کی اقسام

1۔ کلاس کے دوران تحقیق:(Class Assignment)

یہ تحقیقی کام کالج یا یونیورسٹی میں تعلیمی سمسٹر کے دوران طلبہ کو تفویض کیا جاتا ہے،اسے عام طور پر (Term Paper) بھی کہتے ہیں۔ایسی تحقیق ہر استاد اپنے اپنے مضمون کے بارے کرواتا ہے ،اساتذہ اپنے طلبہ کو تحقیق کا موقع اس لئے فراہم کرتے ہیں تاکہ تحقیق کے میدان میں ان کی صلاحیتوں میں نکھار پیدا ہو،وہ تحقیق کے مناہج سے آشنا ہوں،اور اساتذہ کی نگرانی میں علوم کے سرچشموں تک رسائی حاصل کرسکیں۔یہ تحقیق (Term Paper) بعض اوقات 10 صفحات پر اور بعض اوقات بڑھ کر 40 کے قریب صفحات پر مشتمل ہوتی ہے۔لیکن یہ اپنے طریقہ کار،منہجیت،اور مقاصد کے اعتبار سے ایم۔اے،ایم۔فل اور پی ایچ۔ڈی کے مقالہ جات سے زیادہ مختلف نہیں ہوتی۔

اس درجہ کی تحقیق کا مقصد جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے طلبہ میں مطالعہ اور تحقیق کا ذوق پیدا کرنا،انہیں لائبریری میں موجود کتب اور مصادر و مراجع سے متعارف کروانا،معلومات کی جمع آوری اور

ترتیب وتدوین کا طریقہ سکھانا، پھران معلومات کا تجزیہ اوران سے نتائج کا استنباط کرنے کا ملکہ اور سلیقہ پیدا کرنا ہوتا ہے۔اس سطح پر تحقیق کی قدر وقیمت (Value) کا تعین صفحات کی تعداد کے ذریعے نہیں بلکہ منہجیت ،اسلوب ،طریقہ ءکار اور تحقیق کے قوانین کے ذریعے کیا جاتا ہے۔

2۔ ایم۔اے کا مقالہ:(M.A.Thesis)

ایم۔اے کا مقالہ لکھنے کے لئے کی جانے والی تحقیق بہرحال ٹرم پیپرز سے اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے۔اس سطح پر تحقیق کا مقصد نئے علوم ومعارف اور رجحانات کو سیکھنا اور سمجھنا اور دوسروں تک پہنچانا ہے۔اس کے ذریعے محقق کو وسیع پیمانے پر تحقیق کا تجربہ حاصل ہوتا ہے۔مقالے کی تیاری کے دوران اسے تحقیقی مناہج کا علم حاصل ہوتا ہے دراصل ایم۔اے کا مقالہ محقق کی ذہانت ،صلاحیت ،استعداد اور مستقبل میں تحقیق اور تالیف کو جاری رکھنے کی قدرت واستطاعت کا امتحان ہوتا ہے۔نیز وہ اس کے ذریعے اگلے مرحلے یعنی ایم۔فل اور پی۔ایچ۔ڈی کے لئے تیار ہوجاتا ہے۔

3۔ ایم۔فل کا مقالہ:(M.Phil. Thesis)

اس وقت پاکستانی یونیورسٹیوں میں ایم۔اے اور پی ایچ۔ڈی کے درمیان تحقیق کے ایک نئے مرحلے کا اضافہ کیا گیا ہے، جسے ایم۔فل کہتے ہیں۔یہ نیا مرحلہ ایم۔اے کی تحقیق سے کسی قدر اعلیٰ اور پی ایچ۔ڈی کے مقالے سے کم سطح کا شمار ہوتا ہے، جو کورس ورک اور ریسرچ ورک پر مشتمل ہوتا ہے۔طالب علم کو باقاعدہ چوبیس کریڈٹ آور کا ایک کورس پڑھنا پڑھتا ہے، جس میں وہ اپنے تخصص کے حوالے سے ریسرچ کے قواعد واصول سیکھتا ہے۔اور اس کورس کی کامیاب تکمیل کے بعد ایک سال کے دوران کسی موضوع پر تحقیقی مقالہ تیار کرنا ہوتا ہے جو چھ کریڈٹ آور کے برابر ہوتا ہے۔اس طرح دو سال میں ایم۔فل کا مقالہ مکمل ہوتا ہے۔

4۔ پی ایچ۔ڈی کا مقالہ:(Ph.D. Dissertation)

پی ایچ۔ڈی کے لئے کی جانے والی تحقیق علمی تحقیقات کا سب سے بلند مقام ہے۔اگر ایم۔اے اور ایم۔فل کے لئے لکھے جانے والے مقالات اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ ان میں تخلیق وابتکار (Innovation & Creativity) اور عالمی ثقافت کے لئے کوئی جدید اضافہ ہو تو پھر وہ تخلیق اور وہ جدید اضافے جن کا پی ایچ۔ڈی کا مقالہ تقاضا کرتا ہے لازمی طور پر زیادہ مستند، واضح ،قوی اور عمدہ مواد پر مشتمل ہونے چاہییں۔پی ایچ۔ڈی کا مقالہ نہ صرف وسیع مصادر ومراجع کی روشنی میں

تیار کیا جاتا ہے، بلکہ اس میں معلومات ومواد کی بہترین ترتیب وتنظیم اور تجزیہ وتحلیل پر بھی زور دیا جاتا ہے۔اس میں نتائج فکر کا بیان کرنا بھی ضروری ہے اور یہ مقالہ اس بات کی دلیل بن جاتا ہے کہ اب مقالہ نگار کو مستقبل میں تحقیقی آزادی حاصل ہے، وہ کسی نگران ومرشد کے بغیر بھی تحقیق کا کام کرسکتا ہے۔(۹)

پی ایچ۔ڈی کے مقالے اور اس سے حاصل ہونے والے نتائج کے حوالے سے نیویارک یونیورسٹی کے تھیسز مینوئل (Thesis Manual) کا یہ تبصرہ ملاحظہ فرمائیے:

(" The results of his investigation must be such that he is ,there after,considered by others a recognized authority in the field ") (۱۰)

موضوع کے اعتبار سے تحقیق کی اقسام

موضوع کے اعتبار سے تحقیق کی بہت سی اقسام ہیں۔کسی بھی دینی ،لغوی ،حسابی ،منطقی ، نفسیاتی ، معاشرتی ، نباتاتی ، حیاتیاتی ، فلکیاتی ،ارضیاتی ،مالی واقتصادی ، انتظامی ، انجینئرنگ ، فارمیسی ، کمپیوٹر یا ان جیسے دیگر نظریاتی واطلاقی موضوعات پر تحقیق ہوسکتی ہے۔یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ موضوع کے لحاظ سے تحقیقات کی اقسام دراصل علم ومعرفت کی انواع کے لحاظ سے مختلف ہوجاتی ہیں۔اور ہر موضوع اپنے اندر کئی فروعات کو سمیٹے ہوئے ہوتا ہے، مثلاً: لغت کے میدان میں بیسیوں مختلف موضوعات پر تحقیق ہوسکتی ہے شاعری ، ناول ، ڈرامہ ،افسانہ ، اصواتِ حروف ،صرف ،نحو ، تاریخ ،لغت ، معاجم ، علم لغت نویسی ، ترجمہ اور زبان کی تعلیم وغیرہ گویا کہ ہر موضوع کے تحت بیسیوں فروعات اور ہر فرع کے ساتھ بیسیوں عنوانات ، اور ہر عنوان کے ساتھ بیسیوں اقسام ہوتی ہیں، اور ہر قسم کے مزید کئی شعبے بن جاتے ہیں۔اس طرح ہزاروں موضوعات ایسے ہیں جنہیں تحقیق کا میدان بنایا جاسکتا ہے۔

منہج کے اعتبار سے تحقیق کی اقسام

منہج کے اعتبار سے تحقیق کی بہت سی اقسام ہیں جن میں سے کچھ کا تذکرہ درج ذیل ہے۔

1۔ تقابلی تحقیق:(Comparative Research)

اس قسم کی تحقیق میں دو شخصیات یا دو ریاستوں ،دو زمانوں ،دو کتابوں ،دو فلسفوں ،دو طرح کے اسالیب یا ایک نوع کے دو امور کے درمیان موازنہ کیا جاتا ہے۔اس موازنے کی دو جہتیں ہوتی ہیں،

ایک جہت مشابہت اور دوسری جہتِ اختلاف ۔مگر محقق صرف مشابہت کے پہلو یا صرف اختلاف کے پہلو کو بھی موضوع تحقیق بنا سکتا ہے۔

2۔ وصفی/بیانیہ تحقیق:(Descriptive Research)

اس تحقیق میں کسی چیز کی حقیقت حال کو بیان کیا جاتا ہے مثلاً:کسی علاقے میں کسی سکول کی بلڈنگ کا وصف،معیشت کا معیار بیان کرنا، برآمدات اور درآمدات کی تفصیل بیان کرنا، آبادی کی تقسیم کی صورتِ حال،لسانی معیار کے متعلق معلومات پیش کرنا،اقتصادی صورت حال پر تبصرہ کرنا،عسکری و دفاعی حالت کا جائزہ لینا،زرعی پیداوار کا تعارف کروانا اور صنعتی پیداوار کا تجزیہ کرنا وغیرہ۔وصفی یا بیانیہ تحقیق کو مکانی اور زمانی حدود و قیود کے ذریعے مقید کر دیا جاتا ہے ۔اسے بلا تحدید اور کھلا نہیں چھوڑا جاتا۔مثلاً صرف ''لسانی ولغوی معیار'' کو موضوع تحقیق نہیں بنایا جاتا بلکہ کسی ملک کی تحدید کے ساتھ عنوان تحقیق بنایا جائے گا،اور یہ مکانی تحدید ہوگی۔اور اگر کسی ملک کے کسی خاص سال یا متعین سالوں کے دوران لسانی ولغوی معیار کا جائزہ لیا جائے تو یہ زمانی تحدید ہوگی۔

3۔ تقییمی تحقیق:(Evaluative Research)

تقییمی تحقیق سے مراد کسی صورتِ حال کے مثبت اور منفی پہلوؤں کا جائزہ لے کر اس کی بہتری کے لئے تجاویز مرتب کرنا ہوتا ہے۔تقییمی تحقیق انسانی زندگی کے سینکڑوں حالات اور بے شمار شعبوں مثلاً:انتظام،معیشت،تعلیم،صنعت،زراعت وغیرہ کے بارے میں کی جاسکتی ہے۔عام طور پر تقییم(Evaluation) سے پہلے محقق کو وصفی و بیانیہ تحقیق کرنا پڑتی ہے،تاکہ وہ موضوع تحقیق کے بارے میں پہلے مکمل معلومات حاصل کرے،اور پھر ان کی تقییم کر کے بہتر سے بہتر تجاویز دے۔

4۔ تاریخی تحقیق:(Historical Research)

اس تحقیق میں کسی حالت کا یا کسی متعین عرصے کا تاریخی جائزہ لیا جاتا ہے۔یہ تحقیق تاریخی نقطۂ نظر سے کسی بھی موضوع کے بارے میں کی جاسکتی ہے مثلاً:زمانے کے ساتھ ساتھ لسانی ارتقاء،کسی ملک کی ایک خاص عرصے میں زراعت میں ترقی،تعلیم کا ارتقاء،جامعات کا ارتقاء،صنعت وحرفت کا ارتقاء وغیرہ۔

5۔ شماریاتی تحقیق:(Statistical Research)

اس تحقیق کی بنیاد معلومات کو جمع کرنے ، پھر انہیں شماریاتی (Statistical) اور حسابی

(Mathemetical) طریقوں سے تجزیہ کرنے اور ان معلومات سے نتائج اخذ کرنے پر ہوتی ہے۔یہ تحقیق بھی وصفی و بیانیہ تحقیق کی ایک قسم ہے۔شماریاتی تحقیق کو تحقیق کی دیگر اقسام کے ساتھ ملا کر بھی پیش کیا جاسکتا ہے مثلاً:شماریاتی وتقابلی تحقیق،شماریاتی و بیانیہ تحقیق،شماریاتی وتاریخی تحقیق۔

6۔ ترابطی تحقیق:(Correlative Research)

اس تحقیق میں دو اشیاء کے درمیان ربط و تعلق کی نوعیت اور درجہ بندی کو دریافت کیا جاتا ہے۔مثلاً کسی زبان کی گرامر میں مہارت اور اس زبان کی تحریر میں مہارت کے درمیان کیا ربط و تعلق ہے؟ کیا ان میں سے ایک میں نمایاں حیثیت کا طالب علم دوسری میں بھی نمایاں حیثیت حاصل کر سکتا ہے؟ کیا اگر کوئی ایک میں کمزور ہے تو دوسری میں بھی کمزور ہوگا؟ اس ربط وتعلق کی نوعیت کیا ہے،مثبت یا منفی؟ اس ربط وتعلق کا درجہ کیا ہے،بلند یا معمولی؟ اس ربط وتعلق کی دو قسمیں ہیں:

i۔مثبت ربط:(Positive Correlative)

مثبت ربط سے مراد یہ ہے کہ اگر پہلی مہارت میں نمایاں ہے تو دوسری میں بھی نمایاں ہوگا، اور اگر پہلی مہارت میں کمزور ہے تو دوسری میں بھی کمزور ہوگا۔

ii۔منفی ربط:(Negative Correlative)

منفی ربط یہ ہے کہ ایک مہارت میں نمایاں ہے تو دوسری میں کمزور اور اگر پہلی میں کمزور ہے تو دوسری میں نمایاں۔

7۔ تجرباتی تحقیق:(Experimental Research)

تجرباتی تحقیق سے مراد ایسی تحقیق ہے جو تجربہ گاہوں (Laboratories) یا عملی میدانوں (Fields) میں تجربات کے ذریعے کی جاتی ہے۔بعض اوقات ان تجربات کے لئے کلاس روم، چھوٹی لیبارٹری، کارخانے، کھیت یا کسی ادارے کا استعمال بھی کیا جاتا ہے۔گویا یہ تحقیق دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ایک حصہ میں عملی تجربات کئے جاتے ہیں اور دوسرے میں بغیر تجربات کے روایتی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔پھر ان دونوں کے نتائج کا باہم موازنہ کر کے تجرباتی عناصر کی اثر اندازی کے درجہ و معیار کے بارے میں فیصلہ کیا جاتا ہے۔اس تحقیق کے دونوں حصوں میں عناصر کی غیر جانبداری کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے تاکہ ممکنہ اثر اندازی صرف تجرباتی عنصر تک محدود رہے اور حقیقت مقصودہ تک درست سمت میں پہنچا جاسکے۔

8- تجزیاتی تحقیق: (Analytical Research)

اس تحقیق میں خاص نمونوں (Samples) کو معیّن زاویوں سے پرکھا جاتا ہے۔ یہ تحقیق بھی بنیادی طور پر وصفی تحقیق ہے۔ مثال کے طور پر کسی زبان کے خصائص پر تحقیق کرنے کے لئے لغوی نمونوں (Lexical Samples) کا مطالعہ کرنا اور ان خصائص کا تناسب معلوم کرنا۔

9- مطالعۂ احوال/ تحقیق حال: (Case Study)

اس تحقیق کا انحصار کسی ایک حالت کے مطالعہ پر ہوتا ہے مثلاً کسی طالب علم کے احوال کا مطالعہ، کسی یونیورسٹی کے حالات کا مطالعہ، کسی کارخانے، کسی کمپنی، کسی کھیت، کسی خاندان، کسی مریض یا کسی کمپنی اور کسی ادارے کے مالک کی حالت کا مطالعہ۔ اس تحقیق میں عمیق انداز میں کسی فرد کی حالت کا مطالعہ کیا جاتا ہے، تاکہ وصف وتقییم (Description & Evaluation) اور موازنہ وتقابل کے ذریعے اس کی ترقی کے بہتر اسباب تلاش کیے جاسکیں۔

10- تعریفی تحقیق: (Defination Research)

اس تحقیق میں کسی اصطلاح کی تعریف کے مسئلے پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے، مثلاً ''فلسفہ'' کا معنی کیا ہے؟ جمہوریت کیا ہے؟ شخصی آزادی سے کیا مراد ہے؟ دہشت گردی کا کیا مطلب ہے؟ بنیاد پرستی کسے کہتے ہیں؟ موت کیا ہے؟ نفس، روح اور عقل کی تعریف کیا ہے؟

11- سببی تحقیق: (Causal Research)

اس تحقیق میں کسی حالت کے اسباب وعلل جاننے کی کوشش کی جاتی ہے، مثلاً: کینسر کے اسباب کیا ہیں؟ سگریٹ نوشی کیوں کی جاتی ہے؟ طالب علم امتحان میں فیل کیوں ہوتے ہیں؟ مہنگائی، بے روزگاری اور ٹریفک حادثات کیوں بڑھ رہے ہیں؟ عربی زبان اور اسلامی علوم کا معیار کیوں روبہ زوال ہے؟

12- نتائج پر تحقیق/ حاصلاتی تحقیق (Result Research)

اس تحقیق میں کسی عامل کے نتائج کی شناخت پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے۔ یہ عامل حسی وغیر حسی اور معنوی و مادی ہوسکتا ہے۔ جیسے سگریٹ نوشی کے نتائج پر تحقیق کرنا، ماحولیاتی آلودگی کے نتائج، الکحل کے استعمال کے نتائج، بسیارخوری، کثرت طلاق کے نتائج اور عربی زبان سے دوری کے نتائج وغیرہ۔

فصل ثانی (2):

علمی تحقیق کے بنیادی عناصر

علمی تحقیق کی اہمیت وافادیت بڑی حد تک چند بنیادی عناصر کے ساتھ مربوط ہوتی ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱- مسئلہ تحقیق کی حدود کی شناخت
۲- جدّت وتخلیق
۳- حیاتیت وواقعیت
۴- تحقیق کی اصلیت
۵- امکانات (Possibility) تحقیق
۶- تحقیق کا مستقل بالذات ہونا
۷- مصادر تحقیق کی دستیابی
۸- وسیع مطالعہ
۹- دوسروں کی آراء کی تفہیم میں باریک بینی
۱۰- اسلوب کی عمدگی اور قوت

1- مسئلہ تحقیق کی حدود کی شناخت:

مسئلہ تحقیق سے مراد تحقیق کے علمی افکار، موضوعات، مسائل اور میدانات ہیں، اور مسئلہ تحقیق کی تحدید سے مراد تحقیق کی اہمیت کی وضاحت اور تحقیق کے مفروضے (Hypothesis) نیز معلومات، مواد (Data)، وسائل، (Sources) نمونوں، (Samples) مثالوں (Examples)، تجربات اور اسالیب کی نوعیت اور علمی مناہج کی اقسام جن کے ذریعے مقالے کی تیاری میں مدد لی جاتی ہے۔

2- جدّت اور تخلیق:

تحقیق کے بنیادی عناصر میں ایک عنصر یہ ہے کہ وہ تحقیق جدید اور تخلیقی ہو، نئی معلومات کا اضافہ کرے اس میں نقل یا تقلید یا ترجمہ وتکرار نہ ہو۔ درحقیقت ہر محقق اپنی تحقیق کا آغاز وہاں سے کرتا ہے جہاں اس سے پہلے والے محققین رک گئے ہوتے ہیں، تاکہ علمی دنیا میں ایک اور قدم کا اضافہ ہو اور محقق علمی ترقی میں اپنا حصہ ڈالے۔ لیکن تحقیقی میدان میں مطلوبہ تخلیق سے مراد صرف نئی چیزوں کو

دریافت وآشکارا کرنا نہیں ہوتا بلکہ لفظ تخلیق کا اطلاق انکشاف ودریافت کے علاوہ کئی اور چیزوں پر بھی کیا جاتا ہے۔ مثلاً: بکھرے ہوئے مواد کو نئی اور قابل استفادہ ترتیب دینا، قدیم حقائق کے لئے جدید اسباب تک رسائی حاصل کرلینا، یا قلیل اور منتشر معلومات کو ایک مضمون کی شکل میں یکجا اور منظم کردینا بھی تخلیقی کاوش کہلاتا ہے۔

3۔ حیاتیت وواقعیت:

تحقیق کا کوئی موضوع اس وقت تک کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس میں حیاتیت وواقعیت نہ ہو۔ اس موضوع کا محقق کے میلان طبعی کے ساتھ بھی گہرا تعلق ہو، اور وہ موضوع معاشرے کی ضرورت بھی ہو۔ جس قدر اس کے مفید ہونے کا دائرہ وسیع ہوگا اسی قدر اس کی اہمیت بڑھتی چلی جائے گی۔ پس ایسی تحقیق اور ایسا موضوع جو لوگوں کے لئے اہم ہو، انہیں فائدہ پہنچائے، ان کی مشکلات کا حل پیش کرے، ان کے امراض کی تشخیص کرے، یا اس میں ان کے معاشرے کی ترقی، بہتری، راحت، امن وسکون اور خوشحالی کے متعلق تحقیق پیش کی گئی ہو، تو یہ ایسے موضوع پر تحریر کرنے سے کہیں زیادہ بہتر اور اہم ہے جو محض خیالی ہو، اور لوگوں کی زندگیوں کے واقعات سے دور ہو، کیونکہ وہ ایسی تحقیق کی طرف توجہ نہیں دیں گے۔

''اسلام میں کلوننگ کا حکم (Cloning)''، ''مسلمان اور انٹرنیٹ کا استعمال''، ''اسلام میں بنیادی انسانی حقوق''، ''اسلام میں بچوں کے حقوق''، ''انسانی اعضاء کی پیوندکاری''، ''اسلامی اور بین الاقوامی قوانین میں عورت کے حقوق''، ''عالم اسلام پر جدید صلیبی یلغار''، ''عالم اسلام پر فکری یلغار کے اہداف و اثرات''، ''عالمیت (Globalization) کے چیلنجز اور مسلمانوں کی ذمہ داریاں''، ''جدید عالمی نظام (New World Order) اور مسلمانوں کی ذمہ داریاں''، ''اسلام اور دہشت گردی (Terrorism) ''اسلام اور انتہاء پسندی (Extremism)''، ''اسلام اور بنیاد پرستی (Fundamentalism) اور قرآن مجید کا جدید مطالعہ ایسے موضوعات ہیں جو حیاتیت وواقعیت سے متصف ہیں اور معاشرے میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ ہر شخص کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کراسکتے ہیں۔

4۔ تحقیق کی اصلیت: (Originality)

تحقیق کی اصلیت کا انحصار ان افکار کے مستقل بالذات، آزاد اور خود مختار ہونے پر ہوتا ہے جن سے تحقیق وجود میں آتی ہے۔ اصل تحقیق وہی ہے جو نئے افکار اور جدید آراء ونظریات پر مشتمل ہو۔ تحقیق محض دوسرے محققین کی آراء وافکار کو نقل کردینے کا کام نہیں۔ اسی طرح تحقیق کی اصلیت

بذات خود تحقیق کے موضوع پر بھی موقوف ہوتی ہے۔ موضوع جس قدر نیا ہوگا اس کی علمی قیمت (Value) زیادہ ہوگی۔ جس قدر معاشرتی ضروریات سے زیادہ وابستہ ہوگا، نظریات، مسائل اور ان کے حل سے مربوط ہوگا، اسی قدر وہ ذہنی، جسمانی اور مالی ومادی محنت کا مستحق ہوگا۔

5۔ امکانات تحقیق: (Possibility)

امکانات تحقیق سے مراد یہ ہے کہ طالب علم تحقیق کے لئے ایسے موضوعات کا انتخاب نہ کرے جو انتہائی پیچیدہ، مبہم، ناقابل حل اور محقق کی استعداد وقدرت سے ماوراء ہوں۔ چنانچہ بہت سے موضوعات بہت دلکش اور دلچسپ ہوتے ہیں لیکن ان پر تحقیق کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ بلکہ ان کے متعلق معلومات اکھٹی کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ کیونکہ یا تو ان کے لئے مادی اور معنوی اسباب وذرائع میسر نہیں ہوتے یا وہ اس قدر مبہم اور پیچیدہ یا الجھنوں پر مشتمل ہوتے ہیں جنہیں سلجھانا ناممکن ہوجاتا ہے۔

6۔ تحقیق کا مستقل بالذات ہونا:

اس سے مراد یہ ہے کہ محقق اپنی تحقیق میں سبقت لے جانے والا ہو اور تحقیق کی تیاری کے بعد خود مختار اور آزاد ہونے کا حق دار بن جائے۔ دراصل یہ ایک اخلاقی عنصر ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر تحقیق اپنے موضوع کے لحاظ سے مستقل بالذات ہو، اور کسی ایسے موضوع کا انتخاب نہ کیا جائے جس پر کوئی دوسرا محقق محنت کرچکا ہو، ایسا کرنا کسی کے حق پر ڈاکہ ڈالنے کے مترادف ہے۔

کسی محقق کا علمی درجہ خواہ کتنا ہی بلند ہو اس کے لئے مناسب نہیں کہ وہ کسی ایسے موضوع پر مطالعہ پیش کرے یا کسی ایسے تحقیقی مسئلے کا حل پیش کرے جسے اس کا کوئی محقق ساتھی پہلے ہی بیان کرچکا ہو۔ کسی کی محنت کو نقل کرکے اپنی طرف منسوب کرنا ایک علمی وادبی خیانت ہے (البتہ اگر اس موضوع سے متعلق کوئی نئی بات پیش کی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں)

7۔ مصادر تحقیق کی دستیابی:

تحقیق کے لئے مصادر ومراجع کا دستیاب ہونا انتہائی ضروری امر ہے، ورنہ محقق اپنی تحقیق کو کماحقہ مکمل نہیں کرپائے گا۔ لہذا محقق کے لئے ضروری ہے کہ ان موضوعات کا انتخاب نہ کرے جن کے بارے میں مصادر ومراجع کی قلت ہو یا مواد ومعلومات کی کمی ہو۔ مصادر سے مراد کسی موضوع کی قدیم اور بنیادی کتابیں، مخطوطات، مجلّات ورسائل، اخبارات وجرائد، کتب تراجم (سوانح عمریاں)، کتب اسماء الرجال، دوائر معارف (انسائیکلوپیڈیاز) اور ایسی دستاویزات لئے جاتے ہیں جو کسی موضوع کے متعلق قدیم اور بنیادی معلومات پر مشتمل ہوں۔ مقالہ نگاری میں ان اصلی مصادر (Original Sources) کی بہت

اہمیت ہوتی ہے۔ جہاں تک مراجع (Secondary Sources) کا تعلق ہے تو ان میں کئی مصادر اصلیہ سے معلومات نقل کر کے نئے لباس واسلوب میں پیش کی جاتی ہیں۔ لہٰذا ایک محقق کے لئے ضروری ہے کہ اگر اسے کچھ معلومات مراجع ثانویہ (Secondary Sources) میں ملیں تو مصادر اصلیہ (Original Sources) میں ان کے بارے میں ضرور تحقیق کرلے۔

8۔ وسیع مطالعہ:

محقق کے لئے ضروری ہے وہ اپنے موضوع سے متعلق ممکنہ حد تک تمام تحقیقات کا وسیع سے وسیع تر مطالعہ کرے۔ موضوع سے متعلق کوئی چیز اس کی نظر سے پوشیدہ نہ رہے۔ چونکہ محقق اپنے مطالعہ کی بنیاد پر تحقیق کے نتائج وحاصلات (Finding & Results) مرتب کرتا ہے، لہٰذا اس پر لازم ہے کہ وسیع مطالعہ کرے اور اپنے موضوع سے متعلق کسی قابل ذکر اور قابل اہمیت مصدر ومرجع سے صرف نظر نہ کرے۔

9۔ دوسروں کی آراء کی تفہیم میں باریک بینی:

محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ دوسروں کی آراء کی تفہیم اور ان کی عبارات واقوال کو نقل کرنے میں انتہائی احتیاط سے کام لے۔ محقق کی غلط فہمی، یا نقل میں غلطی کی وجہ سے بعض دفعہ بڑے بڑے مسائل جنم لیتے ہیں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ محقق دوسروں کی آراء کو حرف آخر، قطعی اور ثابت شدہ حقیقت سمجھ کر اختیار نہ کرلے، کیونکہ بہت ساری آراء کی بنیاد بہت کمزور ہوتی ہے۔ لہٰذا محقق کو چاہیے کہ دوسروں کی آراء کا مطالعہ کرے۔ انہیں میزان جرح وتعدیل میں تول کر اور ان کی صحت وسقم کو جانچ کر درست ومضبوط آراء کو قبول کرے اور غلط آراء کو رد کردے۔

10۔ اسلوب کی عمدگی اور قوت:

محقق کے مقالے کی اہمیت ووقعت اس بات پر موتوف ہوتی ہے کہ مقالے کی عبارت اور تحریر لفظی، لغوی اور نحوی وصرفی اغلاط سے محفوظ ہو نیز اس کی تمام عبارات واضح، عام فہم اور ابہام سے مبرّا ہوں۔ نحوی ولغوی اغلاط کی کثرت تحقیق کے حسن کو داغدار کردیتی ہے۔ لہٰذا محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنا مقالہ انشاء کے اسالیب کو مدنظر رکھتے ہوئے فصیح زبان میں تحریر کرے اور حتی الامکان لغوی وترکیبی اغلاط سے اجتناب کرے۔ اگر اس کو زبان میں مہارت نہ ہو تو وہ ماہرین کے پاس جائے، کثرت مطالعہ کرے اور اہل زبان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اس عیب اور کمزوری کو دور کرنے کی کوشش کرے، تاکہ مقالے کی طباعت واشاعت سے پہلے اغلاط کا استدراک ہو سکے۔(۱۱)

فصلِ ثالث (3):

محقق اور نگرانِ تحقیق

(أ) محقق کی خصوصیات:

بلاشبہ تحقیق ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعے نتائج تخلیقات، ایجادات، انکشافات اور نئی چیزوں کو حاصل کیا جاتا ہے۔ اس لئے عمل تحقیق کے لئے ایک خداداد صلاحیت کی ضرورت ہوتی ہے، اور یہ کام ہر ایک کے بس میں نہیں ہوتا۔ یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ایک طالب علم اچھا تعلیمی ریکارڈ ہونے کے باوجود تحقیق کے میدان میں مایہ ناز مقام حاصل نہیں کرسکتا۔ اور اسی طرح ایک طالب علم کا تعلیمی ریکارڈ اتنا اچھا نہیں ہوتا لیکن تحقیق کی دنیا میں وہ گراں قدر خدمات سرانجام دیتا ہے۔ لہٰذا اگر کسی طالب علم میں تحقیق وجستجو کی صلاحیت پائی جائے، تو اس کی نشوونما کرنا چاہیے، اور اس صلاحیت سے فائدہ اٹھانا چاہیے، اور اسے مطلوبہ معیار تک پہنچانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ طلبہ میں اس صلاحیت کی موجودگی کی مندرجہ ذیل علامات ہوتی ہیں:

۱۔ وہ طالب علم تحقیق کے لئے نیا موضوع منتخب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

۲۔ انتخاب کردہ موضوع کے لئے ابتدائی خاکہ تحقیق تیار کرنے کی استعداد رکھتا ہو۔

۳۔ مختلف افکار وآراء پر تنقید اور اپنی رائے اور فکر پر دلائل قائم کرنے کا ملکہ رکھتا ہو۔

۴۔ مذاکرات کے ذریعے نئے نئے افکار کی طرف توجہ مبذول کرانے اور مباحثہ ومناقشہ کے ذریعے کسی جدید رائے کو ثابت کرنے یا رد کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔

اب ہم اختصار کیساتھ کچھ ایسی خصوصیات اور صفات کا ذکر کرتے ہیں جن سے ہر محقق کو آراستہ ہونا چاہیے:

1۔ تحقیق میں میلان اور دلچسپی:

میلان ورغبت تحقیق کے عمل کی کنجی ہے۔ اس کے بغیر اس میدان میں داخل ہونے کا تصور

بھی نہیں کیا جاسکتا۔لہٰذا محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنا بہت سا وقت اپنے موضوع کے مطالعہ اور اس سے متعلق معلومات اکٹھی کرنے پر صرف کرے، اور اس موضوع پر لکھی گئی ہر کتاب کو نظر سے گزارنے کی کوشش کرے، اور پھر مطالعہ سے حاصل شدہ معلومات کو اچھی طرح ہضم (Digest) کرے، اپنے موضوع کے متعلق تمام معلومات و اخبار (informations) اور تصورات (Concepts) کو واضح کرے تاکہ اس کی تحقیق کے نتائج تعارض اور تناقض سے محفوظ ہوسکیں۔

اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امت مسلمہ کے بہت سے جلیل القدر علماء نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ صرف تعلیم وتعلم کے لئے وقف کر رکھا تھا۔انہوں نے اسلامی لائبریری کو زرخیز اور مالا مال کرنے کے لئے انتھک کوششیں صرف کیں۔قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں بہت سی نصوص علم ومعرفت، فکر ونظر، تحقیق وجستجو کی فضیلت پر روشنی ڈالتی ہیں۔اس طرح ایک محقق درحقیقت مطالعہ اور تحقیق کرتے ہوئے اپنے رب کی عبادت کرنے والا ہوتا ہے۔نیز اسے مادی اور روحانی دونوں طرح کے فوائد حاصل ہو رہے ہوتے ہیں، اور وہ بیک وقت دو ہدف پورے کر رہا ہوتا ہے۔

2۔ صبر وتحمل:

محقق کو بار بار مصادر ومراجع کی طرف رجوع کرنے اور انہیں پڑھنے سے اکتانا اور بیزار نہیں ہونا چاہیے بلکہ جب تک مقصود حاصل نہ ہوجائے، اور سارا معاملہ واضح نہ ہوجائے، اس وقت تک صبر وتحمل کے ساتھ محنت کرتا رہے۔اس کا مقصد کم سے کم وقت میں صرف ڈگری کا حصول نہ ہو بلکہ صبر وتحمل اور وقار واحتیاط کے ساتھ آراستہ ہو، بہتر سے بہتر مواد ومعلومات جمع کرنے اور انہیں ترتیب دینے کا اہتمام کرے۔ہمیشہ اپنی تحقیق کے کمال (Perfection)، تخلیق (Innovation) اور علمی دنیا میں ایک قابل قدر اضافے (Contribution) کی طرف متوجہ رہے۔

3۔ علمی دیانت داری:

تحقیق کو ہر طرح کے سرقہ (Plagiarism) سے پاک ہونا چاہیے، اور علمی امانت داری کا

تقاضا یہ ہے کہ ہر نقل واقتباس (Quotation) کا حوالہ (Reference) ضرور دیا جائے۔ہر عبارت کو کہنے والے کی طرف منسوب کیا جائے، اور تمام معلومات کا ان کے مؤلفین کی طرف نسبت کرتے ہوئے حاشیہ میں حوالہ دیا جائے۔نیز عبارت واقتباس نقل کرتے ہوئے کسی قسم کا التباس، تحریف، زیادتی یا کمی نہ ہو، جو عبارت کے مقصود ومطلوب میں خلل وبگاڑ پیدا کرے۔اس علمی امانت داری سے محرومی ایک بری صفت ہے جسے قرآن مجید کی بہت سی آیات میں یہودیوں کا شیوہ قرار دیا گیا ہے۔

4۔ تواضع اور عاجزی:

محقق کے لئے ضروری ہے کہ تکبر، غرور، اور خود پسندی سے اجتناب کرے۔کسی کی آراء و نظریات کو گھٹیا نہ کہے۔کسی کی ذات پر کیچڑ نہ اچھالے۔اگرچہ جو وہ کہہ رہا ہے وہ ٹھیک ہی کیوں نہ ہو، اور اس کی تنقید یا تبصرہ درست ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ یہ سب کچھ اس کی تحقیق کو داغدار بنادے گا، اس کا علمی مرتبہ گر جائے گا، اور قاری اس کی تحقیق کے مطالعہ سے متنفر ہوجائے گا۔اگر تحقیق کے آداب اور علمی معروضیت کا خیال رکھا جائے تو محقق ایسی بہت سی غلطیوں سے محفوظ رہ سکتا ہے جو تحقیق کے حسن کو پامال کردیتی ہیں۔

5۔ نظم ونسق اور تنظیم وترتیب کی صلاحیت:

محقق کو اپنے تحقیقی عمل میں منطقی ترتیب اور نظم ونسق کا دامن تھامے رہنا چاہیے۔اسے چاہیے کہ اپنی فکر کو منظم ومرتب رکھے، اور فکری انتشار سے دور رہے۔جب مطالعہ کرے تو اپنے مطالعہ کو کسی ایک مسئلے اور نکتے پر مرکوز رکھے۔ایک سے زائد مسائل یا نکات پر بیک وقت غور وفکر نہ کرے، کیونکہ اس طرح سے تمام مسائل کے ضیاع کا خدشہ پیدا ہوجاتا ہے۔اگر وہ اپنے مطالعہ کو کسی ایک مسئلہ یا موضوع پر مرکوز رکھے گا تو مطلوبہ نتائج بہترین طریقے سے حاصل کرلے گا۔اسی طرح جب اپنی معلومات کو ترتیب دینا چاہے اور ابواب وفصول کے مطابق ان معلومات کو تحریر کرنا چاہے تو اس مرحلے پر بھی بڑی احتیاط، تنظیم اور ترتیب کے ساتھ چلے۔مختلف ابواب وفصول کو بیک وقت تحریر کرنا شروع نہ کردے، بلکہ ایک ایک فصل کی معلومات مرتب کرے، اور جب تک ایک فصل تحریر کرنے سے مکمل طور پر فارغ نہ ہوجائے دوسری فصل کو ہاتھ نہ لگائے۔نیز مرحلہ وار اور ترتیب وار خاکہ تحقیق کے مطابق مقالے کو آخری شکل دے۔

6۔ ذہانت اور حاضر دماغی:

یقینی طور پر ایک ذہین اور روشن دماغ محقق ہی مختلف افکار کو باہم مربوط کرسکتا ہے، اور ان کے درمیان موازنہ کی اہلیت رکھتا ہے، اور اپنی اسی صلاحیت کی بنا پر درست نتائج حاصل کرسکتا ہے۔

7۔ غیر جانبداری اور انصاف پسندی:

محقق کے لئے ضروری ہے کہ اپنی ذاتی آراء، ذاتی رجحانات ومیلانات اور شخصی نظریات و ترجیحات کو بالائے طاق رکھ کر تحقیق کے میدان میں قدم رکھے، اور غیر جانبدار ہو کر اپنے موضوع کے بارے میں سوچے۔ ہاں اگر کوئی بات اس کے عقیدے کے مسلّمات سے متصادم ہو تو اسے دفاع کرنے کا حق حاصل ہے۔لہٰذا محقق کو قوانین بناتے وقت اور نتائج نکالتے وقت عقیدے کی مسلّمات سے دستبردار نہیں ہونا چاہیے، اور یہ کوئی جذباتی بات نہیں بلکہ عقلی ومنطقی فیصلہ ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ علمی تحقیق کی بنیاد ذاتی خواہشات پر نہیں ہوتی بلکہ عقل اور دلیل پر ہوا کرتی ہے اور اسلامی عقیدہ قطعیت اور ثبوث کے اس درجے پر ہے کہ اس کی آراء ونظریات علم منطق اور عقل سلیم سے متصادم نہیں ہوسکتے۔البتہ دوسرے مذاہب کے عقائد محض احساسات، جذبات اور عقلی تسلیم کی بجائے قلبی تسلیم پر موتوف ہوتے ہیں۔

غیر جانبداری کا تقاضا یہ بھی ہے کہ محقق دوسروں کی آراء پر حکم لگانے میں بھی انصاف سے کام لے اور دوسروں کے ساتھ اسی طرح انصاف کرے کہ جس طرح وہ اپنی ذات کے ساتھ انصاف چاہتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہوتا کہ دوسروں کی آراء کو حقیر سمجھا جائے یا ان کے مخالف نظریات کی تشہیر کی جائے۔اگر کبھی ایسا کرنا ضروری بھی ہو تو بڑے احترام، نرمی، عدل وانصاف اور احسن انداز کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

8۔ غیر مدلل آراء سے اجتناب:

محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ غیر مدلل آراء سے اجتناب کرے، اور ان پر علمی شک کرے، وہ کسی فکر ورائے کے قائلین کی کثرت یا ان کی شہرت سے دھوکہ نہ کھاجائے ۔ کیونکہ حق قلت و کثرت سے آزاد ہوتا ہے اور کسی چیز کی شہرت اسے غلطی سے معصوم نہیں بناسکتی۔لہٰذا محقق کے لئے ضروری ہے کہ جو بھی پڑھے اس میں خوب غور وخوض کرے۔مختلف آراء کا موازنہ کرے اور انہیں دلائل

وبراہین کی کسوٹی پر پرکھے، اور دوسروں کی قائم کردہ آراء کو بغیر سوچے سمجھے تسلیم نہ کرلے بلکہ ان پر بحث وتمحیص کرکے اپنی آراء کا اظہار کرے۔

واضح رہے کہ ایسے قطعی شرعی نصوص اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں، جن کی صحت ثابت ہوچکی ہے، اور ان کی قطعیت وحتمیت میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہا۔پس کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس علمی شک کے حصول کو ان مسلمات پر لاگو کرے، بلکہ محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ صرف شرعی نصوص کی صحت کے ثبوت کا تیقُّن کرے، پس جب وہ ثابت ہوجائیں تو پھر ذرہ برابر شک یا بحث و تمحیص کی کوئی گنجائش نہیں بلکہ انہیں فوری طور پر تسلیم کرنا اور ان پر ایمان لانا لازم ہے۔

9۔ اخلاقی اصولوں کی پابندی:

اس سے مراد یہ ہے کہ محقق اپنی تحقیق کے ذریعے انسانیت کی خدمت اور انسانیت کی اصلاح وفلاح وبہبود کو مدنظر رکھے۔ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ اس کی تحقیق کی وجہ سے معاشرہ انتشار، فساد اور فرقہ واریت کا شکار ہوجائے۔اور نہ ہی محقق کو اپنے تجربات اور سائنسی تحقیقات کو تخریب کاری، خون ریزی، اور نسل انسانی کی ہلاکت اور نقصان کے لئے استعمال کرنا چاہیے۔جیسا کہ آج کی تہذیب یافتہ اور ترقی یافتہ دنیا کے دانشمند کررہے ہیں۔

10۔ علم میں رسوخ:

قرآن کریم نے علم اور علماء کی تعریف وتوصیف کی ہے اور جہالت اور جہلاء کو قابل مذمت قرار دیا ہے۔محقق کو علم میں رسوخ حاصل کرنے کے لئے وسیع مطالعہ اور گہرا علم حاصل کرنا چاہیے۔نیز علم میں رسوخ ایک ایسی خصوصیت ہے جو محقق میں تواضع پیدا کرتی ہے، اور وہ لاعلمی اور نامعلوم چیزوں کی حدود پر آکر رک جاتا ہے۔بہترین محقق وہ ہے جو کسی چیز کا مکمل ادراک نہ ہونے کی صورت میں بلاجھجک کہہ دے ''لا أدري ''میں نہیں جانتا۔(۱۲)

(ب) نگرانِ تحقیق:

ایم۔اے کے مقالہ (Thesis) کے لئے نگرانِ تحقیق (Supervisor) عام طور پر اسی مضمون کے استاد کو منتخب کیا جاتا ہے جس میں طالب علم تحقیق کرنا چاہتا ہے۔جبکہ ایم۔فل اور پی ایچ۔ڈی کے مقالے کے لئے نگران کی تقرری کے بارے میں کوئی خاص قاعدہ و قانون متعین نہیں۔بعض جامعات یہ اختیار طالب علم کو دے دیتی ہیں کہ وہ جسے چاہے اپنے مقالے کا نگران بنا لے۔بعد ازاں اس کی آخری منظوری کے لئے بورڈ آف سٹڈیز میں معاملہ پیش کیا جاتا ہے۔جبکہ کچھ جامعات نگران کی تقرری کا معاملہ صدر شعبہ کے سپرد کر دیتی ہیں۔بہرحال جو بھی صورت ہو یہ ضروری ہے کہ نگران تحقیق اس فن کا ماہر ہو اور تحقیق کے میدان میں گراں قدر خدمات سرانجام دے چکا ہو اور محقق کے موضوع تحقیق پر اس کی دسترس ہو۔

طالب علم اور نگران تحقیق کے درمیان ادب اور پر خلوص رہنمائی کا رشتہ ہونا چاہیے۔محقق طالب علم اپنے نگران کا دل و جان سے احترام کرے اور نگران استاد پورے خلوص سے اسے رہنمائی عطا کرے۔نگران استاد کی ایک ذمہ داری یہ ہے کہ وہ طالب علم کو اس کی تحقیق کے مصادر و مراجع کے بارے میں رہنمائی کرے۔نیز اسے چاہیے کہ ہمیشہ محقق طالب علم کی حوصلہ افزائی کرے۔اس کا تحقیقی کام خواہ کتنا ہی ناقص کیوں نہ ہو کبھی اس کی حوصلہ شکنی نہ کرے۔اپنی ذاتی آراء کو محقق پر مسلط کرنے سے اجتناب کرے، کیونکہ محقق طالب علم ہی اول و آخر اپنے مقالہ کے بارے میں ذمہ دار ہوتا ہے۔لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ نگران ہر قسم کی ذمہ داری سے آزاد اور بری الذمہ ہے، کیونکہ جب اس نے طالب علم کی تحقیق پر نگرانی کرنے کی ذمہ داری قبول کی ہے تو گویا ضمنی طور پر وہ اس کی صلاحیت کا اعتراف بھی کر رہا ہے، اور جب اس نے مقالہ کے موضوع کو قبول کیا اور اس کی منظوری دی تو گویا اس نے یہ بات تسلیم کر لی کہ یہ موضوع قابل تحقیق ہے۔

اور جب اس نے مقالہ کو کمپوز کرنے اور جانچ پرکھ اور زبانی امتحان (Evaluation & Vivavoce) کے لئے پیش کرنے کی منظوری دے دی تو گویا اس نے اس تحقیق کو ایک قابل قدر کارنامے کے طور پر قبول کر لیا ہے۔اگر ایک کامیاب تحقیق نگران کا مقام بلند کرتی ہے اور اس کے لئے

اعزاز و افتخار کا باعث ہوتی ہے تو یقیناً اس کے زیر نگرانی ہونے والی ایک ناکام تحقیق اس کی رسوائی و بے توقیری کا باعث بھی بن سکتی ہے۔البتہ نگران مقالہ محقق کی ذاتی آراء، استنباطات اور نتائج تحقیق کا ذمہ دار نہیں کیونکہ ہر محقق کو اپنی رائے اور نظریے کے اظہار کا حق حاصل ہوتا ہے۔

ایسا نگران استاد جو اپنے طالب علم کے ساتھ خیر خواہی کا جذبہ رکھتا ہو، اسے چاہئے کہ محقق طالب علم کی طرف خصوصی توجہ رکھے، اس کے ساتھ اعتدال کا برتاؤ کرے، نہ زیادہ سختی کرے نہ نرمی۔اس کے ساتھ طے کئے جانے والے مقررہ اوقات کا خیال رکھے، اور مناسب رہنمائی کے لئے اسے کافی وقت دے۔یقیناً ایسا استاد اپنے طالب علم کا اعتماد حاصل کر لیتا ہے اور طالب علم بھی اپنے نگران سے مطمئن ہوتا ہے، اور اس کی نگرانی میں بہتر سے بہتر تحقیق پیش کرتا ہے۔

محقق طالب علم کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ اپنے نگران استاد کا احترام کرے۔اس کی نصیحتوں پر عمل کرے۔اپنی مشکلات و مسائل سے اسے آگاہ کرتا رہے۔اگرچہ محقق طالب علم اپنے موضوع کے بارے میں اپنے نگران استاد سے زیادہ محنت کر رہا ہوتا ہے۔لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ نگران استاد صحیح تحقیقی منہج علمی اسلوب اور تحقیقی تجربے میں طالب علم سے کہیں زیادہ بہرہ مند ہوتا ہے، اس کا علم انتہائی پختہ ہوتا ہے اور فنی معلومات میں اسے مہارت حاصل ہوتی ہے۔

لہٰذا محقق کو چاہیے کہ اس کی ہدایات کو غور سے سنے، اور اس کی تنقیدی آراء کو خندہ پیشانی سے قبول کرے، اگر کسی محقق کو اپنے نگران کی بعض آراء سے اختلاف ہو تو الجھنے کی بجائے اپنے نکتہ نظر کو دلائل کے ساتھ بہترین انداز میں اور پورے احترام کے ساتھ اپنے نگران کے سامنے ثابت کرنے کی کوشش کرے (۱۳)

محقق طالب علم اپنا خاکہ تحقیق (Synopsis) اپنے نگران کو پیش کرتا ہے۔یہ خاکہ تحقیق انتہائی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔جب نگران اس خاکہ تحقیق کو منظور کر لے اور پھر شعبے کا بورڈ آف سٹڈیز اور یونیورسٹی کا ایڈوانسڈ ریسرچ بورڈ بھی اس کی منظوری دے دے تو طالب علم منظور شدہ خاکہ تحقیق کے مطابق بحث و تحقیق کا کام شروع کر دیتا ہے۔

اس تحقیقی کام کے دوران محقق پر لازم ہے کہ وہ اپنے نگران سے مستقل رابطہ رکھے، اور بہتر یہ ہے کہ ایک ایک فصل مکمل کرنے کے بعد نگران کو پیش کرے، اس سے ضروری ہدایات لے، اور جب

تک وہ پہلی فصل کی تحقیق کے معیار پر پورا اترنے کی منظوری نہ دے دے، وہ دوسری فصل پر کام شروع نہ کرے، اور اس طرح ایک ایک کر کے تمام فصلوں کو مکمل کرتا چلا جائے۔ تحقیقی کام مکمل کرنے اور مقالے کا مسودہ تیار کرنے کے بعد ضروری ہے کہ کمپیوٹر کمپوزنگ اور جلد بندی کے لئے نگران کی اجازت حاصل کی جائے۔

فصل رابع (4):

کتب خانے (Libraries)

اہمیت، افادیت اور استعمال کا طریقہ کار

لائبریری کسی بھی کالج، یونیورسٹی اور تعلیمی ادارے کا بنیادی جزو ہوتی ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ یہ یونیورسٹی کا پھیپھڑا (Lungs) ہے جس کے ذریعے وہ سانس لیتی ہے۔ جو طالب علم لائبریری سے مستفید نہیں ہوتا وہ اتنا بڑا نقصان کر رہا ہوتا ہے جس کی تلافی نہیں کی جا سکتی۔ اسی وجہ سے طالب علم کو نصیحت کی جاتی ہے کہ وہ تعلیمی دورانیے میں کچھ گھنٹے مختص کر کے لازمی طور پر لائبریری میں گزارے تاکہ اس کی معلومات اور معرفت میں اضافہ ہو۔

کسی موضوع سے متعلق کوئی نظریہ قائم کرنے کے لئے، کسی مشکل لفظ یا اصطلاح کو سمجھنے کے لئے، کسی اہم شخصیت کے متعلق معلومات اکٹھی کرنے کے لئے، کسی تحقیق سے متعلق مصادر پر مطلع ہونے کے لئے، اور کسی بھی شعبہ کی جدید تحقیقات کو حاصل کرنے کے لئے، جدید خبروں سے واقف ہونے کے لئے، کسی موضوع سے متعلق باخبر ہونے کے لئے اور اپنی تحقیق پر مواد کی فراہمی وجمع آوری کے لئے ہر طالب علم کو لائبریری کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعض اوقات ایم اے، ایم فل اور پی ایچ۔ ڈی کے مقالات دیکھنے کے لئے بھی لائبریری کی ضرورت ہوتی ہے، تاکہ ان کی ترتیب واسلوب کو دیکھا اور پرکھا جا سکے۔ اسی طرح آزادانہ مطالعہ اور پر سکون جگہ کے حصول کے لئے بھی لائبریری سے بے نیاز نہیں ہوا جا سکتا۔

طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ لائبریری کو اپنی روزانہ آمد کی جگہ بنائے۔ اس لئے کہ کتاب سمندر کا ایک قطرہ ہے، اور علم ومعرفت سے محبت کرنے والا طالب علم لائبریری میں جائے بغیر چین سے نہیں بیٹھ سکتا۔ وہ کتاب پڑھتا ہے، یا عاریتاً پڑھنے کے لئے لے جاتا ہے، اور اپنی علمی تشنگی کو سیرابی بخشتا ہے۔ جو طلبہ ایسا نہیں کرتے وہ اپنا بہت زیادہ نقصان کرتے ہیں۔ طالب علم کو چاہیے کہ لائبریری کے کھلنے اور بند ہونے کے اوقات یاد رکھے، کتابیں حاصل کرنے کی شرائط سے واقف ہو اور تعطیلات کے دنوں سے بھی مطلع رہے، تاکہ اس کے مطالعہ کی ترتیب میں خلل واقع نہ ہو۔ جیسا کہ ہم

نے ابھی ذکر کیا کہ طالب علم کو اپنے ہفتہ وار شیڈول میں کچھ گھنٹے لائبریری کے لئے وقف کرنے چاہئیں۔ البتہ اس کے علاوہ بھی کسی مرجع کی تلاش، داخلی مطالعہ یا کسی کتاب کے حصول کے لئے لائبریری کا چکر لگاتا رہے۔

لائبریری میں موجود کتب کی اقسام

لائبریری میں موجود مصادر و مراجع اور کتب کو درج ذیل اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

1۔ عمومی دائرۃ المعارف:(General Encyclopedias)

ایسے انسائیکلوپیڈیاز جن میں مختلف علمی، معاشرتی، اور ادبی موضوعات سے متعلق معلومات اکٹھی کی جائیں ''عمومی دائرۃ المعارف (General Encyclopedias) کہلاتے ہیں۔ ان میں معاجم کی طرح حروف تہجی کی ترتیب پر موضوعات کو مرتب کیا جاتا ہے۔ جیسے انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (Encyclopedia Britannica) امریکن انسائیکلوپیڈیا (Americana Encyclopedia) عالمی انسائیکلو پیڈیا (International Encyclopedia) اور اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی لاہور وغیرہ۔

2۔ مخصوص دائرۃ المعارف:(Specialized Encyclopedia)

ایسے دائرۃ المعارف جن میں مختلف شعبہ ہائے زندگی میں سے کسی ایک پر تفصیلی معلومات فراہم کی جائیں ''مخصوص دائرۃ المعارف (Specialized Encyclopedias) کہلاتے ہیں، جیسے انگلش زبان وادب کا انسائیکلوپیڈیا (Encyclopedia of English Literature) تعلیم کا انسائیکلوپیڈیا (Encyclopedia of Education) معاشرتی علوم کا انسائیکلو پیڈیا (Encyclopedia of Social Sciences)، تاریخ کا انسائیکلوپیڈیا (Encyclopedia of History) اور دین و اخلاق کا انسائیکلو پیڈیا (Encyclopedia of Religion and Ethics) عربی زبان میں بھی بہت سے مخصوص انسائیکلوپیڈیاز ''موسوعۃ'' اور ''دائرۃ المعارف'' کے نام سے تیار کئے گئے ہیں۔

3۔ عمومی معاجم:(General Dictionaries)

ایسی لغات وقوامیس جن میں کسی ایک موضوع پر اکتفا نہ کیا جائے، انہیں عمومی معاجم کہا جاتا

ہے۔ ان لغات میں بعض اوقات ایک ہی زبان استعمال کی جاتی ہے یعنی ایک زبان کے مفردات کی تشریح اسی زبان میں کی جاتی ہے۔ جیسے انگلش سے انگلش لغت۔ بعض اوقات لغت میں دو زبانیں استعمال کی جاتی ہیں یعنی ایک زبان میں مفردات ذکر کئے جاتے ہیں اور دوسری زبان میں ان کی تشریح کی جاتی ہے۔ جیسے انگلش سے عربی لغت، بعض اوقات لغت میں تین زبانیں بھی استعمال کی جاتی ہیں۔ ایسی لغات میں ایک زبان میں مفردات کا ذکر ہوتا ہے اور دو زبانوں میں ان کی تشریح کی جاتی ہے، جیسے انگلش سے فارسی اور عربی لغت۔

4۔ مخصوص معاجم:(Specialized Dictionaries)

ایسی لغات جن میں کسی مخصوص موضوع پر معلومات فراہم کی جائیں، انہیں مخصوص معاجم (Specialized Dictionaries) کہا جاتا ہے جیسے لغوی اصطلاحات کی ڈکشنری، اصطلاحات ریاضیات کی ڈکشنری، اصطلاحات کمپیوٹر کی ڈکشنری، طبی اصطلاحات کی ڈکشنری، اسلامی اصطلاحات کی ڈکشنری اور تعلیمی ڈکشنری وغیرہ۔ علوم وفنون کی تمام شاخوں میں ایک یا دو زبانوں پر مشتمل مخصوص معاجم موجود ہیں۔ یہ معاجم کسی فن سے متعلق کسی خاص اصطلاح کو سمجھنے میں مدد دیتی ہیں جبکہ عام لغوی معاجم میں یہ اصطلاحات اتنی آسانی سے دستیاب نہیں ہوتیں۔

5۔ سالانہ کارکردگی پر مبنی کتب:(Year Books)

بہت سے حکومتی اور غیر حکومتی ادارے ہر سال کے اختتام پر سالانہ رپورٹس شائع کرتے ہیں، جو بہت سے اعداد و شمار اور سالانہ کارکردگی پر مشتمل ہوتی ہیں۔ ان کتابوں کے ذریعے بہت سی جدید معلومات اور مستند اطلاعات حاصل کی جاسکتی ہیں۔

6۔ سوانح عمریاں:(Biographies)

سوانح عمریاں کسی بھی میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دینے والی مایہ ناز شخصیات کے متعلق معلومات فراہم کرتی ہیں۔ یہ شخصیات مختلف زمانوں میں مختلف علاقوں میں زندگی گزارتی ہیں، لیکن ان سوانح عمریوں کے ذریعے ان کے حالات تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

7۔ حوالہ جاتی کتابیں:(Bibliographies)

لائبریری میں ایسی کتابیں بھی پائی جاتی ہیں جن کا مقصد کسی معین موضوع پر لکھی گئی کتابوں اور مصادر سے متعلق مکمل معلومات فراہم کرنا ہوتا ہے۔ یہ کتابیں مختلف زبانوں میں لکھی جاتی ہیں، اور

ان کی مدد سے محقق کے لئے اپنے متعلقہ مصادر ومراجع تک پہنچنا آسان ہوجاتا ہے۔

8۔ تحقیقی مجلّات:(Periodicals)

لائبریری میں سائنس اور آرٹس کے مختلف مضامین سے متعلق اعلیٰ تحقیق پر مشتمل مجلّات بھی پائے جاتے ہیں۔ یہ مجلّات مختلف یونیورسٹیز اور تحقیقی اداروں کی طرف سے ماہانہ یا سالانہ بنیادوں پر اور بعض اوقات سہ ماہی اور ششماہی بنیادوں پر شائع ہوتے ہیں۔ ان مجلّات میں کسی خاص موضوع سے متعلق جدید تحقیقات کو جگہ دی جاتی ہے۔

9۔ رسائل واخبارات:(News papers and Magazines)

لائبریری میں روزانہ چھپنے والے اخبارات اور ہفتہ وار یا ماہانہ چھپنے والے میگزینز اور رسائل بھی دستیاب ہوتے ہیں۔ یہ رسائل اگرچہ علمی مجلّات کی طرح علم ومعرفت سے متعلق تحقیقات سے مزین تو نہیں ہوتے لیکن پھر بھی ان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

10۔ نایاب کتابیں:(Reserved Books)

لائبریری میں بعض انتہائی نادر اور نایاب کتابیں بھی موجود ہوتی ہیں۔ ایسی کتابیں اپنی اہمیت کے پیش نظر عام کتابوں کی طرح عاریتاً نہیں دی جاتیں بلکہ ان کے لئے کچھ مخصوص شرائط ہوتی ہیں۔

11۔ فہارس:(Indexes)

فہارس ان کتابوں کو کہا جاتا ہے جن میں کسی سال کے دوران کسی خاص موضوع پر چھپنے والے مقالات ومضامین کو ایک جلد کی صورت میں جمع کیا جاتا ہے۔

12۔ کتابیں:(Books)

ہر کتب خانہ ہزاروں کتابوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ بعض اوقات کسی لائبریری میں موجود کتابوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے۔ محقق ایک لائبریری سے مختلف موضوعات سے متعلق مصادر ومراجع تک رسائی حاصل کرسکتا ہے۔ بعض کتب خانے کسی خاص موضوع سے متعلق کتابوں پر بھی مشتمل ہوتے ہیں، جیسے میڈیکل لائبریری یا انجینئرنگ لائبریری وغیرہ۔

13۔ مخطوطات:(Manuscripts)

لائبریریوں میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں کے مخطوطات بھی پائے جاتے ہیں۔ یہ

مخطوطات تاریخی ورثہ ہونے کی حیثیت سے انتہائی قیمتی اور قابل قدر سمجھے جاتے ہیں۔ درحقیقت یہی مخطوطات نئی لکھی جانے والی کتابوں کا مرجع ہیں، اور یہ بات مبالغہ کی آمیزش سے خالی ہے کہ مخطوطات انسانی ثقافت کی بنیاد اور موجودہ تہذیب وتمدن کی اساس ہیں۔

14۔ تحقیقی مقالات:(Theses & Dissertations)

بعض لائبریریوں میں ایم اے، ایم فل اور پی ایچ۔ڈی کے مقالات کے نسخے بھی موجود ہوتے ہیں۔ ان میں درج شدہ معلومات نئے محقق کے لئے بہت مفید ہوتی ہیں۔ نیز ان کو سامنے رکھ کر وہ اپنے لائحہ عمل کو بھی طے کرسکتا ہے اور دوسرے محققین کا انداز تحقیق جانچنے کے قابل ہوجاتا ہے۔

لائبریری سے کتاب لینے کے اصول وضوابط

(Borrowing Regulations)

کتب خانوں سے کتاب کا حصول مخصوص نظام کے تحت ہوتا ہے۔ لائبریریوں کے منتظمین یہ نظام خود طے کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے اس نظام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ البتہ اس سسٹم کے مشترکہ عناصر درج ذیل ہیں:

1۔ کتاب حاصل کرنے کی شرائط:

کتب خانوں میں طالب علم کو کتاب جاری کرنے کے لئے لائبریری کارڈ کی شرط لگائی جاتی ہے۔ بعض کتب خانے یونیورسٹی کارڈ قبول نہیں کرتے بلکہ لائبریری کارڈ پر اصرار کرتے ہیں۔

2۔ کتاب حاصل کرنے کے اوقات:

بعض کتب خانوں میں کتاب حاصل کرنے کے اوقات معین ہیں۔ ان اوقات سے پہلے اور بعد میں کتاب جاری نہیں کی جاتی۔

3۔ لائبریری سے حاصل کردہ کتابوں کی تعداد:

لائبریری سے ایک ہی وقت میں کتابیں حاصل کرنے کے لئے کتابوں کی تعداد مختص کی جاتی ہے۔ اس مقرر کردہ تعداد سے زیادہ کتابیں کوئی طالب علم یا استاذ حاصل نہیں کرسکتا ہے۔

4۔ کتاب واپس کرنے کی مدت:

لائبریری سے حاصل کردہ کتاب کو ایک خاص عرصہ میں واپس کرنا ضروری ہوتا ہے۔ یہ

مقررہ مدت کبھی ایک ہفتہ، کبھی دو ہفتے کبھی ایک مہینہ اور کبھی ایک سال پر محیط ہوتی ہے۔

5۔ وہ کتابیں جو جاری نہیں کی جاتیں:

ہر لائبریری میں بعض ایسی کتابیں بھی ہوتی ہیں جو کسی کو عاریتاً نہیں دی جاتیں، بلکہ ان سے صرف لائبریری میں ہی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ عام طور پر دائرۃ المعارف ،فہارس ،سوانح عمریاں، لغات، نوادرات، مقالات اور مجلّات جاری نہیں کئے جاتے یا ان کے اجراء پر سخت شرائط عائد ہوتی ہیں۔

6۔ محتاط انداز میں دی جانے والی کتابیں:

ہر لائبریری میں کچھ ایسی کتابیں بھی ہوتی ہیں جنہیں ہر شخص ہر وقت حاصل نہیں کرسکتا۔ ایسی کتابوں کو جاری کرنے میں انتہائی احتیاط سے کام لیا جاتا ہے۔ لائبریریاں ان کتابوں کو جاری کرنے کے سلسلے میں سخت اصول وضع کرتی ہیں۔ بعض لائبریریوں میں ایسی کتابیں شام کو لائبریری بند ہونے پر جاری کی جاتی ہیں اور یہ شرط لگائی جاتی ہے کہ اگلے دن صبح کتاب واپس کردی جائے۔

7۔ تاخیر کا جرمانہ:

ہر لائبریری میں کتاب کو مقررہ وقت سے موخر کرنے پر جرمانہ عائد کیا جاتا ہے۔ یہ جرمانہ کتاب کی اہمیت کے حوالہ سے کم وبیش ہوسکتا ہے۔ عام طور پر اس جرمانہ کا مدار گھنٹوں یا دنوں کی تاخیر پر ہوتا ہے۔ نیز زیادہ اہم کتابوں کا جرمانہ دوسری کتابوں سے زیادہ ہوتا ہے۔ اس جرمانے کا مقصد کتاب حاصل کرنے والے کو مقررہ وقت کا پابند بنانا ہے۔

8۔ کتاب ضائع ہوجانے کا ہرجانہ:

کتاب ضائع ہونے کی صورت میں کتاب کا تاوان بھرنا لازم ہوتا ہے، اور یہ تاوان کتاب کی اہمیت کے اعتبار سے اوپر نیچے ہوتا رہتا ہے۔

لائبریری میں حاصل شدہ سہولیات
(Library Facilities)

لائبریریوں میں طالب علم کے لئے بہت سی سہولیات کا خیال رکھا جاتا ہے۔ جن میں کتاب کو عاریتاً دینا، نایاب کتابیں فراہم کرنا، اوران سے استفادہ کا نظم بنانا شامل ہیں۔ لائبریرین کتاب کے حصول میں مدد کرتا ہے اور اس کے متعلق معلومات فراہم کرتا ہے۔ نیز اس کی مدد سے مزید مصادر تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ علاوہ ازیں بہت سی لائبریریوں میں مختلف قسم کی بہت سی سہولیات فراہم کی جاتی ہیں جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

1۔ مراجع کا سیکشن:(Section of Reference Books)

بعض لائبریریوں میں مراجع، انسائیکلوپیڈیاز، لغات اور فہارس وغیرہ کے لئے ایک حصہ مختص کر دیا جاتا ہے۔

2۔ مجلّات کے لئے مخصوص حصہ:

علمی اور تحقیقی مجلّات کے لئے بھی مخصوص جگہ مقرر کی جاتی ہے۔

3۔ اخبارات کے لئے مخصوص جگہ:

لائبریریوں میں اخبارات کے لئے ایک جگہ مخصوص کی جاتی ہے جہاں روزانہ کے اخبارات کا مطالعہ ہر شخص کرسکتا ہے۔

4۔ انتظار گاہ:

لائبریری میں انتظار کے لئے بھی ایک جگہ مقرر کی جاتی ہے تاکہ کتاب کا متلاشی طالب کتاب کی دستیابی تک وہاں انتظار کرسکے۔

5۔ نایاب کتابوں کا شعبہ:

لائبریری میں نایاب کتابوں کے لئے الگ شعبہ بنایا جاتا ہے۔ یہاں مستقل ایک آدمی کو مقرر کیا جاتا ہے جو اس شعبہ سے متعلقہ امور کی نگرانی کرتا ہے۔

6۔ مطالعہ کی جگہ:

لائبریری میں کتابوں کے مطالعہ کے لئے الگ جگہ مقرر کی جاتی ہے تاکہ مطالعہ کرنے والے اور تحقیق میں مصروف لوگ مکمل توجہ کے ساتھ اپنا کام کرسکیں۔

7۔ مخطوطات کا شعبہ:

مخطوطات کی حفاظت اور ان سے متعلقہ معلومات کے لئے الگ شعبہ بنایا جاتا ہے۔

8۔ کتاب جاری کرنے والا شعبہ:

لائبریری میں ایک شعبہ کتابوں کے اجراء اور واپسی کا انتظام کرنے کے لئے بنایا جاتا ہے۔

یہ شعبہ کتاب کے اجرا کی شرائط کا تعین بھی کرتا ہے اور انہیں نافذ کرنے کا عمل بھی بجالاتا ہے۔اس کے ذمے کتاب نکالنا اور اس کی مقررہ جگہ واپس رکھنا بھی ہوتا ہے۔

9۔ فوٹو کاپی کی سہولت:

بعض لائبریریوں میں فوٹو کاپی کی سہولت انتہائی ارزاں نرخوں پر فراہم کی جاتی ہے۔یہاں ایک صفحے سے لے کر پوری کتاب کی فوٹو کاپی کی گنجائش ہوتی ہے۔

10۔ کتابیں رکھنے کی الماریاں

لائبریری کی الماریوں میں عربی کتابیں دائیں سے بائیں اور انگلش کتابیں بائیں سے دائیں کتاب کے نمبر اور درجہ بندی کے اعتبار سے رکھی جاتی ہیں۔بعض لائبریریوں میں طلبہ کو ان کتابوں تک رسائی کی اجازت ہوتی ہے اور بعض لائبریریاں اس کی اجازت نہیں دیتیں۔

11۔ لائبریری کے شعبہ جات:

لائبریری میں بیک وقت کئی شعبے کام کررہے ہوتے ہیں۔مثلاً کتابوں میں اضافے کا شعبہ،کتابوں کے تبادلے کا شعبہ،کتاب جاری کرنے کا شعبہ، مخطوطات کا شعبہ،فوٹو کاپی اور مائیکروفیلمنگ کا شعبہ،جلد بندی کا شعبہ اور اصناف بندی (Classification) کا شعبہ وغیرہ۔

12۔ مخصوص کیبنز (Cabins) کی سہولت:

بعض بڑے کتب خانے اعلی تعلیمی درجات مثلاً ایم اے، ایم فل، پی ایچ۔ڈی کے طلبہ اور یونیورسٹی اساتذہ کو ایک خاص کیبن بھی مہیا کرتے ہیں، جہاں بیٹھ کر وہ اپنی تحقیق کا سلسلہ بھی جاری رکھ سکیں اور اپنے کاغذات اور کتابوں کو بھی محفوظ کرسکیں۔

کتابوں کی ترتیب اور اصناف بندی کا نظام

(Classification/Catalogue System)

لائبریریوں میں کتاب کی اصناف بندی کے دو طریقے رائج ہیں:

1۔ کانگریس لائبریری (Library of Congress) کی ترتیب

2۔ اعشاری کتاب داری (Dewey Decimal) کی ترتیب

1۔ کانگریس لائبریری (Library of Congress) کی ترتیب:

اس اصناف بندی کو یہ نام اس وجہ سے دیا گیا کہ امریکی کانگریس لائبریری میں سب سے پہلے لاکھوں کتابوں کو اس ترتیب سے الماریوں میں رکھا گیا۔یہ اصناف بندی بڑے بڑے کتب خانوں میں عمل میں لائی جاتی ہے۔اس کی درجہ بندی درج ذیل ہے:

عام کتابیں	A	موسیقی	M
فلسفہ اور دین	B	فنون لطیفہ	N
تاریخ اور معاون علوم	C	لغت و ادب	P
غیر ملکی تاریخ	D	سائنس	Q
امریکی تاریخ	E.F	میڈیکل	R
جغرافیہ اور انسانیات	G	زراعت	S
عمرانیات	H	فنی اصطلاحات	T
علم سیاست	J	جنگی علوم	U
قانون	K	بحری علوم	V
تعلیم وتربیت	L	لائبریری کا علم اور مراجع	Z

مذکورہ اصناف میں سے ہر صنف کو حروف اور نمبروں کی مزید فروعات میں تقسیم کیا جاتا ہے، تاکہ ہر صنف کے تحت پائے جانے والے مضامین کا احاطہ کیا جاسکے۔

2۔ اعشاری کتاب داری: (Dewey Decimal)

اس وقت پوری دنیا میں اعشاری کتاب داری کا نظام زیادہ رائج ہے۔البتہ بہت سی لائبریریوں میں اسے کچھ ترمیم کے ساتھ لاگو کیا جاتا ہے۔اس نظام میں تمام علوم کو دس اصناف میں تقسیم کیا جاتا ہے، اور پھر ہر صنف کی دس فروع نکالی جاتی ہیں، اور پھر ہر فرع کی دس شاخیں ہوتی ہیں، اور ہر شاخ کی دس انواع ہوتی ہیں۔اس نظام کا اجمالی خاکہ کچھ یوں ہے:

۰۰۰	۹۹۰	عام مراجع
۱۰۰	۱۹۹	فلسفہ
۲۰۰	۲۹۹	دین

۳۰۰	۳۹۹	عمرانیات
۴۰۰	۴۹۹	لغت
۵۰۰	۵۹۹	علم مجرد، علم غیر مخلوط
۶۰۰	۶۹۹	اطلاقی علم
۷۰۰	۷۹۹	فنون وتفریحی علوم
۸۰۰	۸۹۹	ادب
۹۰۰	۹۹۹	تاریخ

آپ لائبریری میں کتاب کیسے تلاش کر سکتے ہیں؟

جب آپ کو صرف کتاب کے نام کا علم ہو یعنی آپ مولف کا نام نہ جانتے ہوں تو آپ فہرس العنوان (Title Index) کی طرف جائیں اور عنوان کا کارڈ (Title Card) تلاش کریں۔ جب آپ کو صرف مئولف کے نام کا علم ہو اور آپ کتاب کا نام نہ جانتے ہوں تو آپ فہرس المولف (Author Index) کی طرف جائیں اور مؤلف کا کارڈ (Author Card) تلاش کریں۔ اور جب آپ کو صرف موضوع کا علم ہو اور آپ مؤلف اور کتاب کا نام نہ جانتے ہوں تو فہرس الموضوع کی طرف جائیں اور موضوع کا کارڈ (Subject Card) تلاش کیجئے۔

لائبریریاں فہارس کی تیاری میں مختلف اسالیب اختیار کرتی ہیں۔ بعض لائبریریاں مئولفین کے لئے ایک خاص فہرست بناتی ہیں جسے "فہرس المؤلف" کہا جاتا ہے۔ اسی طرح عنوانات کے لئے خاص فہرست بناتی ہیں جسے "فہرس الموضوع" کہا جاتا ہے۔ فہرست کی ماہیت میں بھی لائبریریوں کا الگ الگ انداز ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں عام طور پر درج ذیل تین طریقے رائج ہیں:

1۔ رجسٹر کی فہرست:

اس طریقہ کار میں لائبریری کی تمام کتابوں کے نام ایک رجسٹر میں جمع کئے جاتے ہیں اور پھر اسی کے ذریعے سے کتاب کو تلاش کیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ اندراج اب تقریباً متروک ہو چکا ہے۔

2۔ کارڈز سے تیار کردہ فہرست:

اس طریقہ میں کتابوں کی فہرست تیار کرنے کے لئے ہزاروں کارڈ استعمال کئے جاتے ہیں۔ ہر کتاب کے لئے ایک کارڈ وقف ہوتا ہے۔ اور ان کارڈز کو مئولف کے نام، یا کتاب کے نام یا

موضوع کے اعتبار سے حروف تہجی کی ترتیب پر جوڑا جاتا ہے۔ یہ طریقہ اندراج ابھی تک کئی لائبریریوں میں رائج ہے۔

3۔ کمپیوٹرائزڈ فہرست:

یہ طریقہ فہرست سب سے زیادہ جدید اور زیادہ رائج ہے۔ اس میں لائبریری کا تمام ریکارڈ کمپیوٹر میں محفوظ کر کے بوقت ضرورت اس سے استفادہ کیا جاتا ہے۔

بعض لائبریریوں میں مؤلف، عنوانات اور موضوع کے کارڈز کو حروف تہجی کی ترتیب سے اکٹھا رکھ دیا جاتا ہے۔ جبکہ بعض لائبریریوں میں مؤلف اور عنوانات کے کارڈز کے لئے ایک طرح کے کارڈز اور موضوعات کے لئے الگ کارڈز بنائے جاتے ہیں۔

آپ لائبریری سے کتاب کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟

جب آپ کو کسی لائبریری کے نظام کا علم نہ ہو تو آپ لائبریرین کے پاس جائیں، اور اس کے سامنے اپنا مقصد واضح کریں، اسے آپ کی مدد کر کے خوشی ہوگی۔ وہ آپ کو مذکورہ فہارس میں سے کسی فہرست کے دیکھنے کا مشورہ دے گا۔ جب آپ کو اپنی مطلوبہ کتاب کا نمبر مل جائے تو وہ نمبر لائبریرین کو بتا دیجئے، وہ آپ کو کتاب فراہم کر دے گا۔

لائبریری سے کتاب حاصل کرنے کے دو طریقے ہوتے ہیں:

ا۔ استعارہ خارجیہ۔ کتاب کو لائبریری سے باہر لے جانے کے لئے حاصل کرنا۔

۲۔ استعارہ داخلیہ۔ کتاب کو حاصل کر کے لائبریری کے اندر ہی اس کا مطالعہ کیا جائے۔

بعض لائبریریوں میں محقق کو مکمل آزادی حاصل ہوتی ہے۔ وہ اپنی مرضی سے کتابوں کی الماری تک جا سکتا ہے، اور جو کتاب چاہے نکال بھی سکتا ہے۔ لیکن بعض لائبریریوں میں اس کی ممانعت ہوتی ہے، اور یہ کام لائبریری کے متعلقین کے ذمہ ہوتا ہے۔

کتاب کے اجزاء (Parts of Book)

کتاب مختلف مراحل سے گزر کر وجود پاتی ہے، اور اس کی تیاری میں مولف، ناشر اور مطبع وغیرہ کے لوگ حصہ لیتے ہیں۔ کتاب مندرجہ ذیل اجزاء اور معلومات پر مشتمل ہوتی ہے:

1۔ خارجی ٹائٹل:(External Title)

ٹائٹل پر ہمیشہ کتاب اور مصنف کا نام لکھا جاتا ہے، اور عام طور پر ناشر کا نام اور سن طباعت بھی یہاں درج ہوتا ہے۔

2۔ داخلی ٹائٹل:(Internal Title)

داخلی ٹائٹل پر کتاب، مصنف، ناشر کا نام، سن طباعت اور ایڈیشن نمبر درج کیا جاتا ہے۔ عام طور پر نئے ایڈیشن کو پرانے ایڈیشن سے، مشہور مؤلف کو گمنام مؤلف سے، مشہور ناشر کو غیر معروف ناشر سے اور جدید طباعت کو قدیم طباعت سے بہتر شمار کیا جاتا ہے۔ یہ تمام چیزیں کتاب کے انتخاب اور ترجیح میں آپ کی مدد کرتی ہیں۔

3۔ حق طباعت:(Copy Right)

داخلی ٹائٹل کی پچھلی طرف حق طباعت، تاریخ طباعت، اور ایڈیشنز کی تعداد اور کتاب کی قیمت کا ذکر ہوتا ہے۔ حق طباعت ایک قومی اور بین الاقوامی قانون ہے جس کے مطابق کسی شخص کے لئے اس کتاب کو چھاپنا، اور اس کی کاپی کرنا، اس کا ترجمہ کرنا، یا اسے کسی بھی طریقے سے قابل اشاعت بنانا، صاحب حق کی تحریری اجازت کے بغیر درست نہیں ہوتا۔ صاحب حق کبھی ناشر ہوتا ہے اور کبھی مؤلف۔

4۔ تقدیم/پیش لفظ:(Preface)

مولف کتاب کے شروع میں ایک تقدیم لکھتا ہے، جس میں وہ مقصد تالیف کو واضح کرتا ہے، اور یہ بتاتا ہے کہ اس کتاب میں اس کے مخاطب عام طلبہ ہیں، اہل علم و دانش ہیں یا عوام الناس۔ کتاب کا مقدمہ پڑھ لینے سے اس کتاب کے معیار اور مقصد کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

5۔ فہرست مضامین:(Contents)

تقدیم کے بعد کتاب میں ذکر کردہ مضامین کی فہرست ہوتی ہے۔ آج کل بعض عربی کتابوں کی فہرست آخر میں دی جاتی ہے، لیکن فہرست کو شروع میں ذکر کرنا زیادہ بہتر ہے۔ اس لئے کہ فہرست کے ذریعے قاری کتاب کے مضامین سے آگاہی حاصل کرتا ہے۔ فہرست کے اندر کتاب میں آنے والے تمام ابواب و فصول کے عنوانات ذکر کئے جاتے ہیں، اور بعض اوقات کتاب میں آنے والی تمام سرخیاں فہرست کا حصہ بنتی ہیں۔ نیز فہرستیں عام طور پر مضامین کے صفحہ نمبر پر بھی مشتمل ہوتی ہیں۔ بعض کتابوں میں فہرست کو مقدمہ سے پہلے رکھا جاتا ہے۔

6۔ توضیحات:(Illustrations)

فہرست مضامین کے بعد ایک فہرست ہوتی ہے جس کے اندر کتاب میں مذکور رموز و اختصارات، تصاویر، جداول اور نقشوں کی فہرست دی جاتی ہے۔ توضیحات کی فہرست کی وجہ سے کتاب میں آنے والے مضامین کو سمجھنے میں آسانی پیدا ہوتی ہے۔ موجودہ دور میں توضیحات بہت اہمیت اختیار کر چکی ہیں۔

7۔ مقدمہ:(Introduction)

عام طور پر مقدمہ اور تقدیم (Preface) کو ایک ہی چیز شمار کیا جاتا ہے، حالانکہ مقدمہ اور چیز ہے اور تقدیم ایک الگ چیز ہے۔ مقدمہ کتاب کی خشت اول کا کام دیتا ہے۔ اس وجہ سے یہ کتاب کا بنیادی جزء اور موضوع کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ جبکہ تقدیم عام طور پر کتاب کے موضوع سے ہٹ کر ایک طرح سے شخصی خیالات کی ترجمانی کرتی ہے۔ تمام کتابیں مقدمہ پر مشتمل نہیں ہوتیں اس لئے کہ بعض مؤلفین بلا تمہید موضوع کو شروع کرنا چاہتے ہیں۔ مقدمہ باب اول سے پہلے ذکر کیا جاتا ہے، تاکہ کتاب کی حدود، اس کے طریقہ استعمال اور اس کے اسلوب پر اس کے ذریعہ روشنی ڈالی جا سکے۔

8۔ کتاب کا متن:(Text)

کتاب کے اصل مضامین باب اول یا فصل اول سے شروع ہوتے ہیں، اور آخری باب یا آخری فصل تک چلتے ہیں۔ مختلف کتابوں میں اظہار ما فی الضمیر کے مختلف اسلوب اختیار کئے جاتے ہیں، لیکن موجودہ دور میں زیادہ تر کتابیں باب در باب یا فصل در فصل لکھی جاتی ہیں۔ پھر یہ فصول مختلف بغلی عنوانات میں تقسیم ہوتی ہیں۔ بعض اوقات یہ بغلی عنوانات مزید ذیلی شاخوں میں تقسیم کئے جاتے ہیں اور ان کی شناخت کے لئے نمبروں کا استعمال ہوتا ہے۔ طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ تمام ذیلی عنوانات کو بغور دیکھے اور ان کا باہمی تعلق دھیان سے سمجھنے کی کوشش کرے۔

9۔ ملحقات وضمیمہ جات:(Appendixes)

بعض اوقات کتاب کے متن کے بعد ملاحق وضیمہ جات کا اضافہ کیا جاتا ہے مثلا دستاویزات، تصاویر، خاکے، تعریفات، جداول، اور نقشے وغیرہ ملحقات میں ذکر کئے جاتے ہیں۔ مضمون کتاب کا مطالعہ کرنے سے پہلے ان ملحقات کو دیکھ لینا چاہیے۔ اس سے مضامین کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

10- فہرست مصادر و مراجع: (Bibliography)

ضمیمہ جات کے بعد فہرست مصادر و مراجع ذکر کی جاتی ہے۔اس فہرست میں ان کتابوں کا ذکر ہوتا ہے جن کا حوالہ اس کتاب میں آیا، یا مؤلف نے ان سے استفادہ کیا۔بعض کتابوں میں ہر فصل کے بعد مراجع کو ذکر کر دیا جاتا ہے۔محقق کے لیے کتاب کا مطالعہ کرنے سے پہلے مراجع کی فہرست دیکھنا بہت مفید ہے۔اس کی وجہ سے کتاب کا معیار و مرتبہ معلوم ہو جاتا ہے۔کیونکہ کسی بھی کتاب کے اعلیٰ اور ادنیٰ ہونے کا معیار مراجع کی عمدگی، تعداد اور انواع پر منحصر ہوتا ہے۔

11- اشاریہ جات/فہارس: (Indexes)

فہرست مصادر و مراجع کے بعد کتاب کا اشاریہ ذکر کیا جاتا ہے۔اس میں کتاب میں آنے والی اصطلاحات، اعلام، اماکن، آیات اور احادیث وغیرہ کی فہرست صفحہ نمبر کے اعتبار سے حروف تہجی کے مطابق دی جاتی ہے۔مثلاً اصطلاحات کے اشاریہ میں حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق یہ بتایا جاتا ہے کہ کون کون سی اصطلاح اس کتاب میں کس مقام پر استعمال ہوئی ہے۔

اعلام کے اشاریہ میں یہ بتایا جاتا ہے کہ اس کتاب میں کن کن شخصیات کا ذکر آیا ہے اور کس کس جگہ پر آیا ہے۔اسی طرح اماکن اور جغرافیائی مقامات کے اشاریہ میں یہ بتایا جاتا ہے کہ کس کس جگہ کا ذکر کس صفحہ نمبر پر آیا ہے۔موضوعات کے اشاریہ میں کتاب میں آنے والے مضامین اور موضوعات کی نشاندہی صفحہ نمبر کے اعتبار سے کر دی جاتی ہے۔بعض اوقات تمام اشاریہ جات کو ایک ہی اشاریہ میں ضم کر کے ایک ہی فہرست تیار کی جاتی ہے۔اشاریہ کو اگر درست طریقہ سے استعمال کیا جائے تو یہ انتہائی قابل قدر چیز ہے۔اس کی بدولت محقق پوری کتاب پڑھے بغیر اپنے مطالب کو حاصل کرسکتا ہے۔اس کے ذریعے بہت سا قیمتی وقت بچایا جا سکتا ہے(۱۴)

علوم اسلامیہ وعربیہ کی آن لائن اہم لائبریریز کا تعارف

Online Libraries of Arabic & Islamic Sciences

1-http://ahlehadith.wordpress.com/downloads/urdu-books/

2-http://books.ahlesunnat.net/

3-http://darulifta-deoband.org/showuserview.do?function=indexView

4-http://deen.com.pk/?tag=allah-per-tawakal

5-http://ghulamenabi786.blogspot.com/p/books.html

6-http://hasnain.wordpress.com/2010/01/23/download-shia-books-urdu/

7-http://islamicbookslibrary.wordpress.com/tag/ahle-hadith/

8-http://jamiabinoria.net/ebooks/index.html

9-http://jamiamanzoor.com/index-urdu.htm

10-http://library.lums.edu.pk/

11-http://pu.edu.pk/home/books/

12-http://shialibrary.blogspot.com/

13- http://store.dar-us-salam.com/main.mvc?Screen=CTGY&C
ategory_Code=Urd

14-http://www.ahadees.com/faizan-e-sunnat.html

15-http://www.ahlehadith.org/urdu/index.php

16-http://www.ahlehadith.org/urdu/urdu/Books/index.html

17-http://www.ahlesunnat.net/

18-http://www.alahazrat.net/

19-http://www.anwaar-e-madina.com/

20-http://www.binoria.org/index_ebooks.html

21-http://www.darululoom-deoband.com/english/index.htm

22-http://www.deoband.org/

23-http://www.emarkaz.com/shop/store/emarkazBooks.php?cat_id=264

24-http://www.farooqia.com/darul-iftha

25- http://www.hec.gov.pk/InsideHEC/Divisions/RND/HL
IB/Pages/HECLIBMAIN.aspx

26-http://www.iqbalcyberlibrary.net/node/15

27-http://www.ishaateislam.net/

28-http://www.islamhouse.com/pg/9358/books/1

29-http://www.islamicbooks-online.com/

30-http://www.jamiaashrafia.org/books.html

31-http://www.jamiah-hafsa.com/index.php

32-http://www.jantri.net/

33-http://www.kr-hcy.com/books.shtml(soo good web site)

34-http://www.kr-hcy.com/urdu-qadyani-kitab.shtml

35-http://www.linguix.com/urdu.htm

36-http://www.minhajbooks.com/english/index.html

37-http://www.quransunnah.com/

38-http://www.readislamicbooks.com/category/belief/modern/chapter07

39-http://www.shiamultimedia.com/books.html

40-http://www.shia-online.com/books.php

41-http://www.sunnitehreek.net/

42-http://www.sunnitehreek.net/

43-http://www.tauheed-sunnat.com/book/33/Ahle-Sunnat-aur
-Ahle-Bidat-Ki-Pechan/#chapter:12

44-http://www.tauheed-sunnat.com/sunnat/taxonomy/
vocabulary/urdu-islamic-books

45-http://www.web-books.com/eLibrary/

فصل خامس (5):

مقالہ نگاری کے مراحل

کسی بھی علمی تحقیق کو مکمل کرنے کے لئے درج ذیل مراحل کو طے کرنا ضروری ہے:

پہلا مرحلہ: انتخاب موضوع (Topic Selection)

دوسرا مرحلہ: خاکہ تحقیق کی تیاری (Synopsis / Research Proposal)

تیسرا مرحلہ: مصادر و مراجع کی تحدید (Specification of sources and references)

چوتھا مرحلہ: علمی مواد کی جمع آوری (Data Collection)

پانچواں مرحلہ: مقالے کی تسوید و تحریر (Drafting & Writing of Thesis)

چھٹا مرحلہ: مقالے کی حوالہ بندی (حواشی، حوالہ جات اور فہرست مصادر و مراجع کی تیاری)
(Documentation & Citation of Research)

پہلا مرحلہ: انتخابِ موضوع (Topic Selection)

تحقیق کا سب سے پہلا اور سب سے اہم مرحلہ انتخاب موضوع ہے۔ یہ مرحلہ اپنی اہمیت کے پیش نظر انتہائی مشکل بھی ہے، اس لحاظ سے کہ طالب علم خیال کرتا ہے کہ شاید اس کے تخصص (Specialization) سے متعلق تمام اہم موضوعات پر تحقیق ہو چکی ہے، یا سادہ اور آسان موضوعات پر پہلے ہی کام ہو چکا ہے، اور اب صرف گنجلک، پیچیدہ، غیر واضح اور مشکل موضوعات باقی رہ گئے ہیں، جن پر تحقیق کرنا اسے ممکن نظر نہیں آتا، حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ اساتذہ کو انتخاب موضوع کا بہترین ادراک ہوتا ہے۔ انہیں اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ کون سے موضوعات ابھی تک تشنۂ تحقیق ہیں اور انہیں تحقیق کا موضوع بنایا جا سکتا ہے۔ دراصل اساتذہ کرام طالب علم کی تربیت کے پیش نظر انتخاب موضوع کا معاملہ طالب علم پر چھوڑ دیتے ہیں، تا کہ وہ باقاعدگی سے لیکچر سنے اور ماہرین فن سے اور اپنے مضمون کے علماء سے ملاقاتیں کرے، ان کی مجالس میں بیٹھے، ان سے مذاکرات کرے، اور اپنی کوشش اور بساط کے مطابق موضوع تلاش کرے۔ یقیناً وہ اس طریقے سے ایسے موضوعات تک پہنچ جائے گا جن کا ابھی مطالعہ کرنا اور ان پر تحقیق کرنا باقی ہوگا، اور وہ ان کی

موضوعات سے اپنی طبیعت اور حالات کے مطابق ایک موضوع کا انتخاب کرلے گا جو واقعتاً قابل تحقیق اور قابل بحث ہوگا۔

موضوع کے انتخاب کے لئے عام طور پر دو طریقے رائج ہیں

1۔ محقق کی طرف سے موضوع کا انتخاب:

انتخاب موضوع کا یہ طریقہ زیادہ موزوں، زیادہ بہتر اور قابل قدر ہے۔ کیونکہ محقق ہی صاحب تحقیق ہوتا ہے اور اپنی ساری تحقیق کی ذمہ داری قبول کرتا ہے۔ اسی پر تحقیق کا دارومدار ہوتا ہے اور وہی اپنے موضوع پر مہارت اور تخصص (Authority) حاصل کرتا ہے۔ لہٰذا موضوع کا انتخاب محقق کی طرف سے اسی کی مرضی، میلان طبع اور اس کی صلاحیتوں اور امکانات کے مطابق ہونا چاہیے۔ محقق کے لئے مناسب یہ ہے کہ یونیورسٹی میں کلاس ورک کے دوران ہی اپنے موضوع کے بارے میں سوچ بچار کرے اور اساتذہ کے مشورے سے انتخاب کرے۔

2۔ نگران استاد کی طرف سے انتخاب موضوع:

عام طور پر نگران استاد کی طرف سے موضوع کے انتخاب کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب طالب علم کورس ورک کے دوران موضوع کا فیصلہ نہ کر سکے۔ بعض اوقات یہ طریقہ بہتر بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ نگران استاد کے پاس کئی اہم موضوعات ہوتے ہیں جو تحقیق کے لئے زیادہ بہتر اور مناسب ہوتے ہیں۔ اس صورت میں محقق کا صرف اتنا ہی کام رہ جاتا ہے کہ وہ اپنے نگران استاد کے ساتھ تجویز کردہ موضوع کے بارے میں تبادلہ خیال اور گفت وشنید کرتا رہے۔ نیز اپنے استاد سے اپنے موضوع کے تمام پہلوؤں سے متعلق سوال وجواب کا سلسلہ جاری رکھے۔ یہاں تک کہ اس موضوع کے متعلق اس کے تمام تصورات (Concepts) واضح ہو جائیں۔

انتخاب موضوع کے ذرائع ووسائل

موضوع کا انتخاب وتعین کرنے کے لئے مختلف وسائل، ذرائع اور طریقے استعمال کئے جاسکتے ہیں ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ ذاتی معلومات وتجربہ:

آپ کے ذہن میں موجود معلومات، افکار اور آپ کا ذاتی تجربہ موضوع کے انتخاب میں

معاون ہو سکتے ہیں۔ کیا آپ کے ذہن میں ہر وقت کھٹکنے والا کوئی سوال ہے جس کا ابھی تک جواب نہیں ملا؟ کیا کوئی ایسا معاملہ ہے جس میں اہل علم ودانش کا اختلاف ہو؟ کیا کوئی ایسی اہم بات ہے جس سے لوگ ابھی تک ناواقف ہیں؟ کیا کوئی ایسا مسئلہ ہے جو ہر وقت آپ کی توجہ مبذول رکھتا ہے لیکن ابھی تک اس کا کوئی حل تجویز نہیں کیا گیا؟ اس طرح کے تمام امور آپ کا موضوع تحقیق بن سکتے ہیں۔ آپ کا ذاتی تجربہ اور آپ کی ذاتی معلومات موضوع کے انتخاب میں آپ کے لئے انتہائی کارآمد ہو سکتی ہیں۔

۲۔ دوسروں سے گفتگو:

دوسروں کے ساتھ آپ کی گفت وشنید نئے نئے تحقیق طلب قضایا کے وجود میں آنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ نت نئے سوالات اور ان کے جوابات کی تلاش کا عمل اسی وقت شروع ہوتا ہے جب آپ دوسروں کے ساتھ علمی گفتگو میں حصہ لیتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی ایسا سوال نمودار ہو جائے جسے جواب کی ضرورت ہو، یا گفتگو کرنے والا آپ کے ذہن میں کوئی نئی سوچ پیدا کر دے، یا معاشرے کا کوئی ایسا مسئلہ سامنے لے آئے جس کا تفصیلی جائزہ لینے کی ضرورت ہو۔ درحقیقت ہر چیز تحقیق کے قابل ہوتی ہے، لیکن اس کے لئے ایک تحقیق وجستجو کرنے والی عقل ہونی چاہیے۔ ایسی عقل جو ہر وقت چیزوں کی حقیقت جاننے کی طالب ہو۔ ایسی عقل جو تحقیق سے لطف اندوز ہو۔ جب آپ دوسروں سے گفتگو کرتے ہیں تو آپ کے سامنے تحقیق کے کئی موضوعات کھلتے ہیں مثلاً: جسم کی زبان (Body Language) گفتگو کے مطابق ہاتھوں کی حرکات، چہرے کے تاثرات اور دوران کلام آنکھوں کی حرکات وغیرہ کو سامنے رکھتے ہوئے آپ گفتگو کے دوران دو شخصوں کی جسمانی لغت (Body Language) کا موازنہ کر سکتے ہیں۔ اسی موضوع کو وسیع کرتے ہوئے آپ دو قوموں کی جسمانی لغت کو موضوع تحقیق بنا سکتے ہیں۔ یہ تو ایک چھوٹی سی مثال ہے، یقیناً آپ دوسرے لوگوں سے گفتگو کے ذریعے اپنے لئے تحقیق کے ہزاروں موضوعات تلاش کر سکتے ہیں۔

۳۔ غور وفکر اور سوچ بچار:

جو کچھ آپ سنیں، اس کے بارے میں سوچیں، اور جو کچھ آپ جانتے ہیں، اس کے بارے میں غور وفکر کریں، اپنے اردگرد موجود کائنات کے بارے میں سوچیں۔ اپنے اردگرد کے لوگوں کے بارے میں سوچیں۔ نباتات، حیوانات، اور جمادات پر غور وفکر کریں۔ انسانی رویوں اور جانوروں کی حرکات وسکنات کے بارے میں سوچیں۔ واقعات کے پس منظر، اسباب اور نتائج کے بارے میں

سوچیں۔ ہر رویے کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے۔

ان اسباب کے بارے میں غوروفکر کریں۔ چیزوں میں فرق ضرور ہوتا ہے، اور اسی طرح ہر شخصیت دوسری سے جدا ہوتی ہے۔ ملتے جلتے واقعات میں بھی فرق موجود ہوتا ہے۔ شخصیات اور واقعات کے درمیان پائے جانے والے فروق (Differences) اور تشابہات (Similarities) کے بارے میں سوچیں۔

ان فروق و تشابہات کی بنا پر واقعات کے درمیان پائے جانے والے تقابل کو تلاش کریں۔

ان چیزوں کے بارے میں سوچیں جن کے بارے میں پہلے کبھی نہیں سوچا۔ گہری نظر ڈالیں۔ ماضی کی طرف لوٹ جائیں۔ ملکوں اور اقوام و ملل کے ماضی کا مطالعہ کریں۔ مختلف واقعات کا ماضی تلاش کریں۔ ماضی اور حال پر خوب غوروفکر کریں اور ان کی روشنی میں مستقبل کی پیش گوئی کریں۔ امکانات کیا ہیں؟ مشکلات کیا ہیں؟ جب آپ نگاہ بصیرت سے عہد رفتہ کی پیمائش کریں گے، اور روشن عقل کے ساتھ مستقبل کا کھوج لگائیں گے، حال کو گہری اور باریک نظر سے دیکھیں گے تو آپ کے سامنے سینکڑوں موضوعات نمودار ہونا شروع ہو جائیں گے، جن میں تحقیق کی ضرورت ہوگی، اور آپ ان پر تحقیق کر کے راحت واطمینان محسوس کریں گے۔

۴۔ ریڈیو اور ٹیلی وژن کی خبریں:

آپ دن میں کئی مرتبہ ریڈیو اور ٹیلی وژن پر خبریں سنتے ہیں۔ سیاسی، جنگی، اقتصادی، معاشرتی، تعلیمی، دینی اور ہر طرح کی خبریں آپ کی سماعت سے ٹکراتی رہتی ہیں۔ بس ضروری یہ ہے کہ آپ ان خبروں کو دھیان لگا کر سنیں۔ اپنی سماعت کو تیز کرلیں۔ کیا ان خبروں کو سن کر آپ کے ذہن میں کوئی سوال پیدا ہوتا ہے؟ کیا آپ کو کسی سوال کے جواب کی تلاش ہے؟ کیا آپ کے سامنے مختلف خیالات وامور گردش کر رہے ہیں؟ کیا آپ کا دل نہیں چاہتا کہ آپ ایک حالت کا دوسری حالت کے ساتھ، ایک جنگ کا دوسری جنگ کے ساتھ، ایک سیاست دان کا دوسرے سیاست دان کے ساتھ، ایک صدی کا دوسری صدی کے ساتھ، ایک واقعہ کا دوسرے واقعے کے ساتھ، ایک شہر کا دوسرے شہر کے ساتھ، ایک ملک کا دوسرے ملک کے ساتھ، ایک براعظم کا دوسرے براعظم کے ساتھ، ایک معاشرے کا دوسرے معاشرے کے ساتھ، ایک فلسفے کا دوسرے فلسفے کے ساتھ تقابل وموازنہ کریں۔

بلاشبہ خبریں آپ کے ذہن اور دل میں کئی تازہ سوالات (Current Issues) جنم دیتی

ہیں، جن کے جوابات مستقل موضوع کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بس اتنا ضروری ہے کہ آپ جو سنیں غور سے سنیں، اور جو غور سے سنیں اس میں غوروفکر کریں، اور جس میں غوروفکر کریں اس موضوع پر تحقیق کریں۔

۵۔ ریڈیو اور ٹیلی وژن کے پروگرام:

ریڈیو اور ٹیلی وژن سے روزانہ بہت سے دینی، علمی، ثقافتی اور ادبی پروگرام نشر ہوتے ہیں۔ ہر پروگرام میں کسی موضوع کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ پروگرام پیش کرنے والے معاشرے کے اہم امور کو اجاگر کرتے ہیں، اور وہ ان موضوعات کی طرف توجہ مبذول کراتے ہیں جن پر فوری اور مفصل تحقیق وجستجو کی ضرورت ہوتی ہے۔ ٹیلی وژن اور ریڈیو کے پروگرام انتہائی اہم اور معاصر موضوعات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ انہیں غور سے سنیے اور اپنی خواہش، حالات اور علمی و ادبی تخصص کے مطابق اپنے لئے موضوعات کا انتخاب کرنے میں رہنمائی حاصل کریں۔

۶۔ اخبارات اور عام مجلّات:

ہم ہر روز بہت سے اخبارات، رسائل اور ہفتہ وار، ماہوار مجلّات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ یہ تمام منشورات بہت اہم مسائل کو موضوع بناتے ہیں۔ اگر ہم ان میں پائے جانے والے فیچرز، کالمز، رپورٹوں، خبروں، اداریوں اور دیگر مندرجات کو نظر عمیق سے دیکھیں تو ہمارے سامنے تحقیق کے بہت سے موضوع وا شگاف ہوں گے۔ بس ضروری اور اہم یہ ہے کہ ہم باریک بینی سے دیکھیں اور خوب غوروفکر کریں۔ ہر واقعہ اور ہر منظر (Phenominun) کے بارے میں تحقیق وجستجو کا امکان موجود ہوتا ہے، اگر کوئی بحث وتحقیق اور غوروفکر کرنے والی عقل موجود ہو۔

لاکھوں لوگوں نے درخت سے سیب کو گرتا ہوا دیکھا مگر صرف ایک سائنس دان نیوٹن نے اس کے گرنے کا سبب دریافت کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ اس نے سوچنا شروع کر دیا، اسباب وعلل پر تحقیق شروع کر دی، اور پھر نتیجے کے طور پر کشش ثقل کا مشہور قانون دریافت کرلیا۔ پس آپ بھی جب کچھ پڑھیں یا کچھ سنیں تو ذرا ٹھہر کر اس کے بارے میں سوال کریں، سوچیں، تحقیق کریں، موازنہ و مقابلہ کریں، تجزیہ واستنباط کریں، اور پھر نتائج اخذ کریں۔ تمام اخبارات اور مجلّات و رسائل علمی، سیاسی، معاشرتی، فلسفی، اقتصادی اور دینی موضوعات سے لبریز ہوتے ہیں جن پر مزید تحقیق کی ضرورت ہوتی ہے۔

۷۔ **تحقیقی مجلات:**

مختلف جامعات اور تحقیقی ادارے اپنے تحقیقی مجلات شائع کرتے ہیں، جن میں شائع ہونے والے علمی مضامین مزید تحقیق کا تقاضا کرتے ہیں۔ نیز ان میں لکھنے والے بہت سارے محققین اپنے مضمون کے آخر میں بطور تجاویز و سفارشات اور نتائج وحاصلات کچھ نئے پہلوؤں کا ذکر کرتے ہیں۔ ان تجاویز کو غور سے پڑھیے اور ان کی روشنی میں مزید تحقیق کے لئے اپنے لئے موضوعات کا انتخاب کریں۔

۸۔ **محاضرات ودروس:**

اگر آپ اساتذہ کرام کی طرف سے دیئے جانے والے محاضرات (Lectures) کو غور سے سنیں تو وہ اپنے اپنے مضمون کے متعلق کئی موضوعات وعناوین بتاتے رہتے ہیں۔ جو قابل تحقیق ہوتے ہیں۔ اساتذہ کرام کے لیکچرز آپ کی سوچ کے افق کو وسعت بخشتے ہیں اور تحقیق کے میدان میں آپ کے لئے بہت سی راہیں کھول دیتے ہیں۔ اہل علم کی باتیں غور سے سننا تحقیق وجستجو کرنے والی عقل کو بے نیاز کردیتا ہے اور اس کے سامنے جدید ووسیع آفاق کھول دیتا ہے۔

اچھے موضوع کی شرائط

جب ہم موضوع تحقیق کی بات کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ہر موضوع مقصودہ علمی تحقیق کے قابل ہوتا ہے، بلکہ ایک اچھے موضوع کے لئے مندرجہ ذیل شرائط ضروری ہیں:

۱۔ **جدت وتخلیق: (Innovation & Creativity)**

موضوع کی جدت حسن انتخاب کی اولین شرط ہے۔ یہ ضروری ہے کہ اس موضوع پر پہلے نہ لکھا گیا ہو، نہ اس کی رجسٹریشن ہوئی ہو، اور نہ اس پر پہلے کسی نے تحقیق کی ہو۔ اگر پہلے سے تحقیق شدہ موضوع کو منتخب کیا گیا تو علمی اور ادبی سرقہ وخیانت کا اقدام ہوگا۔

۲۔ **دلچسپی ورغبت: (Interest)**

موضوع میں دلچسپی اور رغبت بہت ضروری شرط ہے، اور اسی پر تحقیق کی کامیابی کا دارومدار ہوتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ایسا موضوع انتخاب کیا جائے جس میں محقق کی ذاتی دلچسپی ورغبت ہو، کیونکہ اسی ذاتی شوق کی وجہ سے محقق ایک سنجیدہ، تخلیقی اور مفید تحقیق کرتا ہے۔ اس کی علمی شخصیت نمایاں

ہو کر سامنے آتی ہے اور وہ اپنی تحقیق کو زیادہ محنت اور سرگرمی اور کامیابی سے مکمل کر لیتا ہے۔

مشہور محقق ڈاکٹر احمد شلبی کہتے ہیں کہ محقق کو مقالے کا موضوع منتخب کرنے سے پہلے اپنے آپ سے مندرجہ ذیل سوالات کرنے چاہیں: (۱۵)

۱۔ کیا میں اپنے موضوع کو پسند کرتا ہوں؟ کیا اس میں میری رغبت ہے؟ کیا یہ میرے لئے اس قدر دلچسپ ہے کہ میں اس پر محنت کرسکوں؟

۲۔ کیا مجھ میں اس عمل تحقیق کو سرانجام دینے کی صلاحیت وطاقت ہے؟

۳۔ کیا اس موضوع پر تحقیقی مقالہ تیار کرنا ممکن بھی ہے؟

۴۔ کیا یہ موضوع اس قابل ہے کہ اس پر ذہنی وجسمانی اور مالی محنت صرف کی جائے؟

۵۔ کیا اس موضوع پر مقررہ مدت کے دوران مقالہ تیار کرنا ممکن ہے؟

۶۔ کیا اس موضوع کا پوری طرح استیعاب ممکن ہے؟ کیا اس موضوع پر مواد کی وافر فراہمی ممکن ہے؟

اس طرح کے دیگر سوالات تحقیق میں طالب علم کی رغبت ودلچسپی اور مقالہ نگاری کی صلاحیت کا جائزہ لینے کے لئے معاون ہوتے ہیں۔

۳۔ **جامعیت اور وضاحت:**

ضروری ہے کہ موضوع اپنے معنی کے اعتبار سے بالکل واضح اور اپنے مقصد ومراد پر دلالت کرنے والا ہو۔ اس میں افکار کی گہرائی پائی جائے۔ اسلوب وتعبیر اتنی پختہ، پائیدار، سلیس، واضح اور دلکش ہو کہ کسی قسم کا غموض، التباس اور پیچیدگی نہ پائی جائے۔

۴۔ **لفظی تحدید:**

عنوان تحقیق نہ اتنا لمبا ہو کہ بیزار کردے، اور نہ اتنا مختصر ہو کہ مفہوم واضح نہ ہوسکے۔ موضوع کو عنوان کی شکل دیتے ہوئے الفاظ کی تحدید اور کلمات کی جامعیت وقلت کو شرط قرار دیا گیا ہے۔ یہ عنوان اس صفت کا حامل ہونا چاہیے: "خیر الکلام ما قل و دل" "بہترین کلام وہ ہے جو کم الفاظ پر مشتمل ہو اور زیادہ معانی سمجھا دینے والا ہو"۔

۵۔ **مصادر ومراجع کی دستیابی:**

انتخاب موضوع سے پہلے اس موضوع کے مصادر (Sources) کی دستیابی کا یقین کر لینا چاہیے۔ محقق کو ایسے موضوع منتخب کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے جن کے مصادر ومراجع نادر الوجود اور

كم ياب ہوں، تا کہ اس کا وقت اور محنت ضائع نہ ہوں، بعض اوقات مصادر و مراجع کی قلت اور عدم فراہمی کے باعث موضوع بدلنا پڑتا ہے، اور اس وجہ سے محقق کی بہت سی محنت اور وقت ضائع ہو جاتا ہے۔

۶۔ **مدت تحقیق کا لحاظ:**

موضوع منتخب کرتے وقت اس بات کا لحاظ بھی ضروری ہے کہ مقالہ کی تیاری اور جمع کروانے کی مقررہ مدت کے اندر اس موضوع پر لکھنا اور تحقیق کرنا ممکن ہو۔ ایسا موضوع منتخب کرنا معقول نہیں ہوگا کہ جس کے بارے میں معلومات جمع کرنے میں ایک سال لگ جائے اور تحریر و تکمیل کے لئے دوسرا سال بھی درکار ہو جبکہ محقق کو اپنی تحقیق کے لئے صرف ایک سمسٹر یعنی چار ماہ کا عرصہ ملے۔

۷۔ **اخراجات:**

بعض تحقیقات اپنے موضوع کے اعتبار سے تو انتہائی پرکشش اور جاذب ہوتی ہیں، لیکن ان کی تکمیل کے لئے اتنا زیادہ سرمایہ درکار ہوتا ہے کہ ہر شخص اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ لہذا موضوع کا انتخاب کرنے سے پہلے اس پر خرچ آنے والی لاگت کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

۸۔ **معاشرتی مقبولیت:**

انتخاب موضوع کے لئے ایک بنیادی شرط یہ ہے کہ اسے معاشرتی مقبولیت بھی حاصل ہو۔ اس لئے کہ بہت سے موضوعات ایسے ہوتے ہیں کہ طالب علم ان پر تحقیق کرنا چاہتا ہے لیکن معاشرہ اس کی اجازت نہیں دیتا۔ لہٰذا ایسے موضوعات انتخاب کرنے اور ان پر تحقیق کرنے سے طالب علم کو دریغ کرنا چاہیے کیونکہ جب وہ اپنے معاشرے کو چیلنج کرے گا تو اسے بہت شدید حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کسی معاشرے میں ممنوع قرار دی جانے والی یا مقدس سمجھی جانے والی چیزوں کو موضوع تحقیق بناتے وقت شدت احتیاط کی ضرورت ہے۔

۹۔ **مقالے کی طوالت:**

موضوع کے انتخاب کے لئے یہ شرط ہے کہ جب وہ کمپوزنگ اور پرنٹنگ کے بعد کتابی شکل میں سامنے آئے تو اس کا حجم اور طوالت درجہ علمی کے مطابق معقول ہو۔ کیونکہ ہر درجہ علمی یعنی ایم اے، ایم فل، پی ایچ ڈی اور اسائنمنٹس (Assignments) کے لئے کم از کم اور زیادہ سے زیادہ صفحات کی حد مقرر ہے۔ موضوع مقالہ نہ تو اس قدر مختصر مواد والا ہو کہ اس پر صرف چند صفحات لکھے جا سکیں، اور

نہ ہی اتنی طویل معلومات والا ہو کہ اس پر ہزاروں صفحات لکھ دیئے جائیں اور وہ سمٹنے میں نہ آئے۔ ٹرم پیپر ہو یا ایم اے، ایم فل، پی ایچ ڈی کا مقالہ ہر ایک کے موضوع کا انتخاب اس کی طوالت اور اختصار کو دیکھ کر کیا جانا چاہیے۔

۱۰۔ **موضوع کی معرفت:**

ایسا موضوع کبھی انتخاب نہ کریں جس کے بارے میں آپ کچھ جانتے ہی نہ ہوں یا بہت تھوڑا جانتے ہوں۔ اگر آپ صرف تاریخ ادب میں مہارت رکھتے ہیں تو بلاغت کو اپنا موضوع تحقیق نہ بنائیں۔ اگر آپ صرف فقہ و تفسیر میں مطالعہ رکھتے ہیں تو علوم عقلیہ کو اپنا موضوع تحقیق نہ بنائیں۔ (۱۶)

نامناسب موضوعات

محقق کو مندرجہ ذیل موضوعات انتخاب کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے:

۱۔ **سوانح عمری:**

کسی شخص کی سیرت و سوانح کو موضوع تحقیق بنانے سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ یہ اصلی اور تخلیقی تحقیق نہ ہوگی، بلکہ ایک یا ایک سے زیادہ مصادر سے محض نقل کا ایک مجموعہ کہلائے گی۔ البتہ ایک شخص کی سیرت کا دوسرے شخص کی سیرت کے ساتھ موازنہ و تقابل کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح کسی شخصیت کے انسانی، سیاسی یا ادبی پہلو کو موضوع تحقیق بنایا جا سکتا ہے۔ یا کسی فرد کی شخصیت کے کسی ایک زاویے، معاشرے پر اس کے اثرات یا اس کے علمی کارناموں میں کسی ایک کارنامے یا اس کی تالیفات میں سے کسی ایک کو موضوع تحقیق بنایا جا سکتا ہے۔ سب سے اہم اور ضروری بات یہ ہے کہ آپ کی تحقیق میں کوئی منفرد اور نئی چیز سامنے آئے۔

۲۔ **انتہائی نئے موضوعات:**

محقق کو ایسے موضوعات کا انتخاب نہیں کرنا چاہیے جو بہت جدید ہوں یا جن کے بارے میں زیادہ معلومات میسر نہ ہوں یا جن کے بارے میں بہت کم لکھا گیا ہو۔ آپ ایسے موضوع کے بارے میں کیا مقالہ لکھ سکتے ہیں جس کے ماہرین بھی ابھی اس کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے۔ ''اکتب فیما تعرف وابتعد عمّا لا تعرف'' ''لکھو جس کے بارے میں جانتے ہو، دور رہو جس کے بارے میں نہیں جانتے ہو''۔

۳۔ انتہائی فنی موضوعات:

اگر آپ نے یونیورسٹی سے ادب، تعلیم یا معاشرتی علوم (Social Sciences) میں ایم اے کیا ہے، تو آپ ''جسم کی قوت مدافعت''، ''مریخ پر زندگی کے امکانات''، ''الیکٹرونک کمپیوٹرز کی جدید ڈیزائننگ'' جیسے دیگر سائنسی اور تکنیکی موضوعات کے بارے میں کیسے لکھ سکتے ہیں۔ ہزاروں موضوعات ایسے ہیں جن کے بارے میں تحقیق کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہوتی، کیونکہ وہ اس کی استعداد سے بالاتر اور اس کے تخصص سے خارج ہوتے ہیں۔

۴۔ جذباتی موضوعات:

کئی ایسے موضوعات ہیں جن کے بارے میں ہم انصاف اور غیر جانبداری کے ساتھ لکھ نہیں پاتے کیونکہ ہماری ان سے جذباتی وابستگی ہوتی ہے۔ اگر کوئی محقق ان موضوعات پر لکھنے اور تحقیق کرنے پر مجبور ہو جائے تو پھر اسے اپنے جذباتی پہلو پر مکمل کنٹرول کرنا ہوگا، اور انتہائی ممکنہ حد تک انصاف اور عقلی تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے تحقیق کرنا ہوگی، کیونکہ کسی بھی علمی تحقیق کے لئے غیر جانبداری اور انصاف پسندی بنیادی شرط ہے۔

۵۔ تلخیص:

ایسے موضوع کے انتخاب سے اجتناب کیجیے جو دوسروں کی تحریروں کا خلاصہ معلوم ہو۔ ایک تحقیق کا کئی مصادر و مراجع سے اخذ شدہ مکمل و مدلل مطالعے پر مشتمل ہونا ضروری ہے۔ جبکہ خلاصہ نویسی میں کوئی تحقیق نہیں ہوتی بلکہ ایک محقق طالب علم کے لئے کسی طرح مناسب نہیں کہ وہ براہ راست تلخیص نویسی کو مقالے کا موضوع بنائے، کیونکہ ٹرم پیپر میں بھی آپ کے مصادر و مراجع کی تعداد دس سے بیس کے درمیان ہونی چاہیے جبکہ خلاصہ نویسی کے مصادر و مراجع نہیں ہوتے۔

۶۔ تکرار:

ایسے موضوع کا انتخاب کرنے سے اجتناب کریں جس پر بار بار اور کئی بار تحقیق کی جا چکی ہو، کیونکہ آپ کے لئے کسی نئی چیز کا اضافہ مشکل ہوگا اور تکرار، اصلیت (Originality) کی صفت کو ختم کر دیتا ہے، جبکہ یہ صفت کسی بھی مقالے کی بنیادی شرط ہوتی ہے۔

۷۔ انتہائی وسیع موضوع:

تحقیق کے لئے کسی انتہائی وسیع موضوع کے انتخاب سے اجتناب کریں، کیونکہ آپ ایک

محدود و مقررہ مدت کے دوران اس کا پوری طرح ادراک، احاطہ اور استیعاب نہیں کر سکتے۔ نیز آپ موضوع کی وسعت کی وجہ سے سرسری و سطحی مطالعہ کی بنا پر کسی نئی چیز کا اضافہ نہیں کر پاتے۔ وسیع موضوع انتہائی زیادہ محنت کا تقاضا کرتا ہے، جبکہ اس کا کوئی تحقیقی و تخلیقی فائدہ بھی نہیں ہوتا۔ اس طرح محنت زیادہ درکار ہوتی ہے اور اس کے ثمرات بہت کم۔

۸۔ انتہائی محدود موضوع:

انتہائی محدود و تنگ موضوع پر بھی تحقیق کرنے سے گریز کیجیے، جیسے انتہائی وسیع موضوع آپ کا وقت ضائع کرے گا اسی طرح ایک تنگ موضوع آپ پر جمود طاری کر سکتا ہے، کہ آپ اس کے بارے تحقیق کرنے اور لکھنے کے لئے کچھ بھی نہ پا سکیں، لہٰذا ان دونوں حدوں کے درمیان رہ کر موضوع کا انتخاب کرنا ہوگا۔ (۱۷)

موضوع کی تحدید (Topic Limitation)

مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ موضوع منتخب کرنے کے بعد موضوع کی زمانی، مکانی اور نوعی حد بندی اس انداز میں ضروری ہے کہ اسے تحقیق کے قابل بنایا جا سکے۔ یعنی نہ تو وہ اتنا وسیع ہو جائے کہ محدود وقت میں اس پر تحقیق کرنا ممکن نہ ہو اور نہ ہی اتنا تنگ اور محدود ہو جائے کہ اس پر لکھنے کے لئے کچھ باقی ہی نہ بچے، اور نہ ہی تحقیق میں اس پر آگے بڑھا جا سکے، مثلاً: ایک موضوع ہے ''سائنس کی ترقی میں مسلمانوں کا کردار''۔ یہ بہت وسیع موضوع ہے، اس موضوع کو ہم مختلف معیارات اور اعتبارات سے محدود کر سکتے ہیں، مثلاً:

۱۔ سائنس کی ترقی میں مسلمانوں کا کردار

۲۔ طب کی ترقی میں مسلمانوں کا کردار

۳۔ طب کی ترقی میں عربوں کا کردار، نویں اور دسویں صدی عیسوی میں۔

پہلا عنوان لامحدود اور عام ہے جو سائنس کی تمام شاخوں (Branches) تک پھیلا ہوا ہے۔ دوسرا عنوان پہلے کی نسبت کچھ محدود ہے۔ کیونکہ اس میں سائنس کی صرف ایک شاخ طب کو موضوع تحقیق بنایا گیا ہے، یہاں پر نوعی تحدید کی گئی ہے۔ تیسرا عنوان دوسرے سے بھی زیادہ محدود ہے کیونکہ اس میں زمانی، مکانی اور نوعی تینوں طرح کی تحدید کی گئی ہے۔

ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ ادباء　　۲۔ عرب ادباء

۳۔ جدید عرب ادباء　　۴۔ جدید سعودی ادباء

۵۔ جدید سعودی شعراء　　۶۔ امیر عبداللہ الفیصل بحیثیت شاعر

۷۔ امیر عبداللہ الفیصل کی شاعری میں حب الوطنی

پہلا عنوان انتہائی لامحدود اور عام ہے جو تمام زمانوں اور تمام علاقوں کے ادباء کو شامل کئے ہوئے ہے۔ دوسرے عنوان میں ''عرب'' کی قید اور شرط کا اضافہ کر کے اسے کچھ محدود کیا گیا ہے۔ تیسرے عنوان میں ''جدید'' کی زمانی قید لگا کر مزید تحدید کی گئی ہے۔ چوتھے عنوان کو ایک مزید مکانی قید ''سعودی'' لگا کر محدود کیا گیا ہے۔ پانچویں عنوان میں ادب کی ایک نوع شعر کا اضافہ کر کے موضوع مزید محدود کیا گیا ہے۔ چھٹا عنوان پانچویں سے بھی زیادہ محدود ہے کیونکہ سعودی شعراء میں سے صرف ایک جدید سعودی شاعر کا انتخاب کیا گیا ہے۔ ساتواں عنوان مذکورہ بالا عنوانات سے زیادہ محدود ہے کیونکہ ایک شاعر کے کلام کے ایک پہلو ''حب الوطنی'' کو موضوع میں خاص کر دیا گیا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ مکانی، زمانی، جغرافیائی، تاریخی، سیاسی، وصفی، اور نوعی قیود و شرائط لگا کر موضوع کو زیادہ سے زیادہ محدود کرنا ضروری ہوتا ہے تاکہ تحقیق میں گہرائی، رسوخ، جدت، تخلیق اور اصلیت نمایاں ہو سکے۔ (۱۸)

دوسرا مرحلہ: خاکہ تحقیق کی تیاری: (Synopsis/Research Proposal)

خاکہ یا خُطّہ تحقیقی مقالہ کے لئے ایک بنیادی تعمیری ڈھانچے کی حیثیت رکھتا ہے، جیسے ایک انجینئر عمارت تعمیر کرنے سے پہلے مختلف حالات اور عمارت کے مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے اس کا خاکہ یا نقشہ تیار کرتا ہے۔ مسجد، سکول، اور گھر میں سے ہر ایک کا نقشہ اور ڈیزائن الگ الگ ہوتا ہے۔ اسی طرح مختلف موضوعات پر کی جانے والی تحقیقات کے خاکے بھی مختلف ہوتے ہیں۔ اس اختلاف کا دارومدار موضوع تحقیق، مواد تحقیق، درجہ تحقیق اور مدت تحقیق پر ہوتا ہے۔ اس مرحلے پر محقق طالب علم کو نصیحت کی جاتی ہے کہ وہ اپنے سے پہلے محققین کی کاوشوں سے فائدہ اٹھائے، کیونکہ یونیورسٹیوں کے کتب خانوں میں کامیابی سے ہمکنار ہونے والے مقالات موجود ہوتے ہیں، اور یہ تحقیقی مقالات طالب علم کے لئے بہت مددگار ثابت ہوتے ہیں، کیونکہ ان مقالات کے موضوعات میں کوئی نہ کوئی موضوع محقق طالب علم کے انتخاب کردہ موضوع سے مماثل ہوتا ہے، جو اس کے لئے تحقیق کا راستہ روشن کر دیتا ہے۔ اسی طرح خاکہ تحقیق کی تیاری میں نگران استاد بھی بہت معاون ہوتا ہے۔

عام طور پر خاکہ تحقیق مندرجہ ذیل عناصر پر مشتمل ہوتا ہے:

خاکہ تحقیق (Synopsis) کے عناصر

۱۔ صفحہ عنوان: (Title Page)

اس صفحہ عنوان پر مندرجہ ذیل معلومات ذکر کی جاتی ہیں:

۱۔ عنوانِ تحقیق

۲۔ اس کے نیچے (علمی درجہ کا نام جس کے لئے خاکہ پیش کیا جا رہا ہے مثلاً: ''خاکہ تحقیق برائے ایم۔اے، ایم۔فل، پی ایچ۔ڈی عربی/اسلامیات'' وغیرہ۔

۳۔ یونیورسٹی کا مونوگرام

۴۔ دائیں جانب ''مقالہ نگار'' لکھ کر اس کے نیچے محقق کا نام اور رول نمبر وغیرہ۔

۵۔ اس کے بالمقابل ''زیر نگرانی'' لکھ کر اس کے نیچے نگران استاد کا نام، علمی عہدہ اور پتہ وغیرہ۔

۶۔ ڈیپارٹمنٹ کا نام مثلاً: ''شعبہ عربی زبان و ادب''

۷۔ اس کے نیچے یونیورسٹی کا نام، شہر اور ملک کا نام، مثلاً: ''پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان''۔

۸۔ سب سے آخر میں تعلیمی سال لکھا جائے گا۔ مثلاً: ''تعلیمی سیشن 2011ء/1432ھ''

جہاں تک عنوان تحقیق کا تعلق ہے تو وہ موضوع کی نسبت زیادہ محدود ہوتا ہے، اور موضوع کا آئینہ دار ہوتا ہے، اور بعض اوقات عنوان ہی تحقیق کا موضوع ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں موضوع بہت وسیع اور کئی اصناف و انواع پر مشتمل ہوتا ہے۔ جبکہ عنوان اس موضوع کی کسی ایک صنف، نوع یا پہلو پر مشتمل ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ''پاکستان میں عربی زبان و ادب'' ایک موضوع ہے، لیکن اگر ہم پاکستان کے کسی عربی شاعر یا عربی نثر نگار پر تحقیق کرنا چاہیں مثلاً: ''فیض الحسن سہارنپوری بحیثیت

شاعر'' تو یہ عنوان تحقیق ہوگا۔

تحقیق کا عنوان دلچسپ، دلکش اور جاذب ہونا چاہیے، نیز اسے امکانی حد تک مختصر اور جامع ہونا چاہیے۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ وہ پوری طرح واضح ہو، اور اسے پڑھتے ہی اس کے تحت آنے والی تمام جزئیات وتفاصیل اور ابواب وفصول کا اندازہ ہو جائے۔

مشہور محقق ڈاکٹر ابراہیم سلامہ نے عنوان کی یہ تعریف کی ہے:

''إنّ العنوان يشبه اللافتة ذات السهم الموضوعة في مكان لترشد السائرين حتى يصلو إلى هدفهم'' (۱۹)

''عنوان ایک تیر (Arrow) والے بورڈ (Board) کی طرح ہوتا ہے جسے کسی جگہ نصب کیا جاتا ہے تاکہ راہگیر اس کی مدد سے اپنی منزل تک پہنچ سکیں''۔

۲۔ مقدمہ: (Preface)

صفحہ عنوان کے بعد اگلے صفحہ پر ''مقدمہ'' کی ہیڈنگ تحریر کی جاتی ہے۔ یہ مقدمہ مقالے (Thesis) کا مقدمہ نہیں بلکہ خاکہ تحقیق کا مقدمہ ہے، جس میں محقق اپنے موضوع اور عنوان کے حوالے سے مندرجہ ذیل اہم امور کے بارے میں جامع انداز میں معلومات فراہم کرتا ہے۔

☆۔ تعارف موضوع: (Introduction)

محقق مختصر الفاظ میں اپنے موضوع کا تعارف پیش کرتا ہے اور خاص طور پر فرضیہ تحقیق (Hypothesis) کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے۔

☆۔ فرضیہ تحقیق: (Hypothesis)

فرضیہ تحقیق سے مراد کسی مسئلے کے بارے میں محقق کی ابتدائی رائے، اندازہ اور دانشورانہ قیاس ہے جسے وہ موضوع کے انتخاب کے بعد وقتی طور پر اختیار کرتا ہے، خواہ تحقیق کے بعد وہ فرضیہ غلط ہی ثابت کیوں نہ ہو جائے۔ فرضیہ دراصل محقق کی پیشگوئی ہے جو قبل از مطالعہ مصادر ومراجع کی جاتی ہے۔ موضوع حل طلب سوالات سے عبارت ہوتا ہے جبکہ فرضیہ میں ان کے امکانی جوابات کی پیشگوئی ہوتی ہے۔ گویا موضوع سے اٹھنے والے اہم سوالات کے متوقع اور امکانی جوابات ہی فرضیہ کہلاتے ہیں۔ محقق ہمیشہ اس مواد کی تلاش کرتا ہے جو اس کے فرضیے کی تصدیق یا تردید کرتا ہو، لہٰذا فرضیہ کی بدولت محقق کی بھرپور توجہ موضوع کے چند خاص پہلوؤں اور جہتوں پر مرکوز رہتی ہے، اور مختلف مصادر ومراجع سے حقائق وخیالات

کے بہترین چناؤ میں فرضیہ اس کی معاونت کرتا ہے۔

فرضیہ تحقیق تمام لٹریچر کا طائرانہ جائزہ لینے کے بعد لکھنا چاہیے اور فرضیات لکھنے کا انداز بیانیہ ہونا چاہیے نہ کہ سوالیہ۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر قسم کی تحقیق میں فرضیہ کی ضرورت ہو۔ اگر محقق صرف معلومات وحقائق کو جمع کر رہا ہو، مثلاً کسی مکتبہ کے مخطوطات کی فہرست تیار کر رہا ہو یا کسی موضوع پر کتابیات مرتب کر رہا ہو، کوئی اشاریہ بنا رہا ہو یا اس قسم کی کوئی فہرست بنا رہا ہو تو کسی فرضیے کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن وہ تحقیق جو تنقیدی تشریح وتوضیح کا کام کرتی ہے، اس میں فرضیہ ضروری خیال کیا جاتا ہے۔ (۲۰)

☆۔ مقاصد تحقیق: (Objectives)

اس مقدمہ میں تحقیق کے بنیادی مقاصد اور اہداف کا ذکر کیا جاتا ہے۔

☆۔ اسباب انتخاب موضوع: (Justification & Likely Benefits)

مقدمہ میں اس موضوع کے انتخاب کرنے کی وجوہات اور اسباب کو بیان کیا جاتا ہے۔

☆۔ سابقہ تحقیقات کا جائزہ (Literature Review)

مقدمہ میں اس موضوع کا مختصر تاریخی جائزہ لیا جاتا ہے اور بتایا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ (موضوع) کب شروع ہوا؟ اس کا ارتقاء کیسے ہوا؟ کس کس پہلو سے اس پر تحقیق ہوئی؟ کن لوگوں نے اس پر تحقیق کی؟ اور ان محققین نے کس حد تک تحقیق کی؟ پھر وہ کونسا نکتہ ہے جہاں سے اس نئی تحقیق کا آغاز کیا جا رہا ہے؟ کیونکہ اس نکتے پر پہلے کسی نے تحقیق نہیں کی۔

☆۔ اہمیت موضوع (Importance of the Subject)

مقدمہ میں موضوع کی اہمیت کا تذکرہ کیا جاتا ہے اور تحقیق کی اہمیت کے حوالے سے پائے جانے والے تمام استفسارات کا جواب دیا جاتا ہے۔ نیز اس موضوع پر تحقیق کرنے کے محرکات اور جوازات بھی ذکر کیے جاتے ہیں۔

☆۔ منہج تحقیق (Research Methodology)

خاکہ تحقیق کے مقدمہ میں اپنے موضوع کی مناسبت سے منہج تحقیق کی وضاحت بھی کی جاتی ہے مثلاً: عام طور پر انسانی ونظریاتی علوم میں تحقیق کے لئے اختیار کیا جانے والا منہج عقلی، منطقی، استقرائی، وصفی، تحلیلی، استدلالی اور استنباطی نوعیت کا ہوتا ہے لہٰذا تحقیق کے تمام مراحل، طرق، اسالیب

معنویہ و مادیہ اور وسائل کا ذکر بھی یہاں کیا جاتا ہے۔

☆۔ **محنت وکاوش اور وسائل تحقیق (Research Sources & Aids)**

خاکۂ تحقیق کے مقدمے میں محقق یہ بھی وضاحت کرسکتا ہے کہ اسے اس موضوع پر تحقیق کرنے کے لئے کسی قسم کی ذہنی، فکری، جسمانی، اور مادی محنت درکار ہوگی اور کون کون سے وسائل تحقیق استعمال کیے جائیں گے۔ اس محنت وکاوش کا تذکرہ اس لئے ضروری ہے تا کہ اس موضوع اور تحقیق کی اہمیت سے آگاہی حاصل ہوسکے۔

☆۔ **بنیادی مصادر ومراجع (Basic Sources)**

مقدمہ میں طالب علم اپنے موضوع کے متعلق بنیادی مصادر ومراجع کا تعارف بھی درج کرے گا تا کہ اس موضوع کے اصلی مصادر (Original Sources) کا اندازہ ہوسکے۔

ابواب وفصول اور ان کے عنوانات: (Chapters, Sections & their titles)

یہ خاکہ تحقیق کا تیسرا حصہ ہے جسے مقدمہ تحریر کرنے کے بعد نئے صفحے پر درج کیا جاتا ہے۔ جدید اسلوب تحقیق کے مطابق مقالے کو ابواب، پھر فصول، پھر مباحث، پھر مطالب، پھر فروع اور پھر انواع میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اور ضروری ہے کہ موضوع کی تقسیم باب کے ساتھ شروع ہو نہ کہ فصل کے ساتھ، کیونکہ باب فصل سے زیادہ عام ہے یہ بھی درست ہے کہ مقالے کو صرف ابواب میں تقسیم کردیا جائے۔ ہر باب اور ہر فصل کا عنوان (Title) دینا ضروری ہے۔ ابواب کی تعداد اور ہر باب کے تحت آنے والی فصول کی تعداد کی تحدید ضروری نہیں، بلکہ محقق موضوع کی مناسبت سے اس کا فیصلہ خود کرسکتا ہے۔ البتہ ابواب وفصول کے عناوین اور مقالے کے عنوان کے درمیان ربط وتعلق اور مناسبت وتنسیق کا ہونا ضروری ہے۔

آج کل ملکی اور بین الاقوامی یونیورسٹیوں میں عام طور پر ایم۔ اے، ایم۔ فل اور پی ایچ۔ ڈی کے موضوع تحقیق کو ابواب وفصول میں اس طرح تقسیم کیا جاتا ہے کہ ایم۔ اے کے مقالے کے موضوع کو دو ابواب میں، اور پھر ہر باب کو دو دو فصلوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ کبھی موضوع کی مناسبت سے تیسرے باب کا اضافہ بھی کردیا جاتا ہے۔ ایم۔ فل کے مقالے کے تین ابواب ہوتے ہیں۔ اور ہر باب تین تین فصلوں پر مشتمل ہوتا ہے، اور کبھی موضوع اور مواد کی مناسبت سے چوتھے باب کا اضافہ کرلیا جاتا ہے۔ اسی طرح پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ عام طور پر چار ابواب پر مشتمل ہوتا ہے، اور ہر

باب میں تین یا چار فصلیں بنائی جاتی ہیں، اور کبھی موضوع کے مطابق پانچویں باب کا اضافہ کرلیا جاتا ہے۔

ابواب وفصول کے عنوانات نقل کرنے کے بعد آخر میں خلاصۂ تحقیق، (Summary) نتائج تحقیق (Findings)، تجاویز (Suggestions)، سفارشات (Recommendations)، اور فہارس فنیہ (Technical Indexes) کے عنوانات دیئے جاتے ہیں۔

4۔ **مجوزہ مصادر ومراجع کی فہرست: (Bibliography & References)**

ایک نئے صفحے پر اس عنوان کے تحت موضوع سے متعلق تمام اہم مصادر ومراجع کی فہرست (Biblio Graphy) علمی وتحقیقی طریقہ سے تیار کرکے لگائی جاتی ہے۔ اس فہرست کو (MLA Format) کے مطابق ہر صورت میں حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب ہونا چاہیے۔ نیز کتاب کا پورا نام، مولف کا پورا نام، ایڈیشن، مطبع، شہر، ملک اور سنِ طباعت وغیرہ کی تفصیلات درج کی جائیں۔ یہ فہرست مولفین کے مشہور ناموں کی ترتیب سے تیار کی جائے۔ ان ناموں کو الفبائی ترتیب دیتے وقت: ال۔ ابن۔ بنت۔ أم۔ أبو ۔ اور انگریزی میں A. An .The وغیرہ کو شمار نہیں کریں گے۔ مثلاً: البخاری کو (با) میں شمار کریں گے۔ ابن کثیر کو (ک) میں شمار کریں گے۔ أبو هريرة کو (ها) میں شمار کریں گے۔ أم كلثوم کو (ک) میں شمار کریں گے۔ (۲۱)

تیسرا مرحلہ: مصادر ومراجع کی تحدید:

(Specification of Sources and References)

مصادر ومراجع کے درمیان فرق:

مصادر ومراجع دو الگ الگ اصطلاحات ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا اطلاق کتابوں کے ایک مجموعے پر کیا جاتا ہے، جن سے محقق اپنی تحقیق کے دوران استفادہ کرتا ہے۔ البتہ ان دونوں مجموعوں کے درمیان بنیادی طور پر ان کی خصوصیات کی وجہ سے کچھ فرق ہے۔

مصدر سے مراد وہ کتاب ہے جو علوم میں سے کسی علم کے بارے میں ایسے طریقے سے تحقیق کرتی ہو جس میں جامعیت، وسعت اور ایسی گہرائی ہو جو اس کتاب کو ایسا اصلی ذریعہ (Original Source) بنا دے کہ محقق اس علم کے بارے میں تحقیق کرنے کے لئے اس کتاب سے بے نیاز نہ ہوسکے۔

دوسرے لفظوں میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ مصادر سے مراد ایسی دستاویزات اور مولفین کے اپنے ہاتھوں سے لکھی ہوئیں تحقیقات ہیں، یا کسی خاص واقعہ کے عینی شاہدین اور معاصرین کی لکھی ہوئی ایسی تحریریں ہیں جو واقعات و حادثات رونما ہوتے وقت موجود تھے اور دیکھ رہے تھے اور انہوں نے انہیں اپنے قلم سے مدوّن کرلیا، پس وہ اپنے بعد آنے والوں کے لئے مصادر تھے، یا وہ آنے والی نسلوں کے لئے گزشتہ علوم ومعارف کو جمع کرنے والے اور نقل کرنے کا بڑا واسطہ اور ذریعہ تھے۔ چنانچہ علامہ ابن جریر طبری کی تفسیر ''جامع البیان'' مصدر کا درجہ رکھتی ہے، کیونکہ یہ ایسا اصل الاصول ہے کہ علم تفسیر میں تحقیق کرنے والوں کے لئے اس سے استغنا ممکن نہیں۔ امام بخاری کی ''الجامع الصحیح'' اور امام مسلم کی ''صحیح مسلم'' علم حدیث میں مصادر اور اصول کا درجہ رکھتی ہیں۔ ابن اثیر کی ''الکامل فی التاریخ'' اور مسعودی کی ''مروج الذھب'' ایسے مصادر ہیں کہ تاریخ اسلامی کے محقق کے لئے ان کی طرف رجوع کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ ادب عربی میں مبرّد کی کتاب ''کتاب الکامل''، جاحظ کی ''البیان والتبیین''، ابن قتیبہ کی ''أدب الکاتب'' اور ''الشعر والشعراء'' اور قلقشندی کی ''صبح الأعشی'' مصادر کا درجہ رکھتی ہیں۔ اسی طرح ''سیرت ابن اسحاق''، ''سیرت ابن ھشام'' اور خلیل بن احمد فراہیدی کی ''معجم العین'' اپنے اپنے موضوعات میں مصدر اور اصول کا درجہ رکھتی ہیں۔ مراجع سے مراد وہ کتابیں ہیں جن کے علمی مواد کی بنیاد اصل مصادر پر رکھی جاتی ہے، چنانچہ ان کا مواد اصل کتابوں سے نقل کیا جاتا ہے، اور اس کی شرح و تحلیل، تنقید و تبصرہ یا تلخیص کی جاتی ہے۔ مراجع میں جس طرح کی کتابیں شامل ہوتی ہیں ان کی کچھ مثالیں درج ذیل ہیں:

امام نووی کی انتخاب کردہ احادیث ''اربعین نوویہ''، ابن اثیر کی ''جامع الاصول''، علامہ سیوطی کی ''الجامع الصغیر فی الحدیث''، علامہ زرکلی کی ''الاعلام''، عمر رضا کحّالہ کی ''معجم المولفین''، سید قطب کی ''مشاھد القیامۃ فی القرآن الکریم''، ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب کی ''اصول الحدیث'' اور لوئیس معلوف کی ڈکشنری ''المنجد'' وغیرہ۔ علاوہ ازیں ایسی بہت سی کتابیں مراجع کی فہرست میں آتی ہیں جو مصادر اصلیہ کے تابع اور ان سے ماخوذ و منقول ہوتی ہیں۔ مذکورہ بالا تفصیل کی بنا پر ہم مختصراً یہ کہہ سکتے ہیں کہ کسی علم میں لکھی گئی وہ بنیادی کتابیں کہ جن سے اس علم میں تحقیق کرنے والا مستغنی و بے نیاز نہ ہوسکے مصادر کہلاتی ہیں۔ اور وہ کتابیں جو مصادر کو بنیاد بنا کر اور ان میں موجود علوم و معارف کے کچھ پہلوؤں کو نئے انداز، حاشیہ، شرح، تحلیل، تنقید، تبصرہ اور تلخیص کے ساتھ پیش کی جائیں انہیں مراجع کہا

جاتا ہے۔ محقق کے لئے ضروری ہے کہ کسی موضوع پر تحقیق کرتے وقت ہمیشہ قدیم اور اصلی مصادر کی طرف رجوع کرے اور اپنی معلومات کو وہیں سے نقل کرے۔ اصلی مصادر کی دستیابی کے باوجود مراجع سے مواد و معلومات اخذ کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔ علماء و محققین نے اس بات کی صرف اس وقت اجازت دی ہے جب مصادر مفقود ہو جائیں اور مراجع سے معلومات لینے کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہے۔ بہر حال اصلی مصادر کی طرف رجوع کئے بغیر جو بھی مقالہ لکھا جائے گا وہ اصلیت اور متانت و پختگی سے عاری ہوگا۔ (۲۲) اصلی مصدر (Original Source) اور ثانوی مرجع (Secondary Source) کا مزید فرق سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ قرآن کریم کی کسی آیت کی تفسیر دیکھنے کے لئے ایسی بنیادی تفسیروں کی طرف رجوع کیجئے جن میں احادیث نبویہ، اقوال صحابہ، تابعین اور پہلے دور کے مفسرین کی آراء کو ذکر کیا گیا ہو جیسے تفسیر طبری (م310ھ)۔ ایسی بنیادی تفسیروں کو چھوڑ کر بعد کے ادوار میں لکھی گئی تفسیروں کی طرف رجوع کرنا درست نہیں ہوگا۔

۲۔ جب آپ کسی حدیث کی تخریج کرنا چاہیں تو ان بنیادی کتب حدیث کا انتخاب کیجئے جو پہلی صدی ہجری سے لے کر پانچویں صدی ہجری کے آخر تک لکھی گئی ہیں۔ جیسے صحیح بخاری (م256ھ) صحیح مسلم (م261ھ) سنن ابی داؤد (م275ھ) سنن ترمذی (م279) سنن نسائی (م303ھ) سنن ابن ماجہ (م273ھ) موطا امام مالک (م179ھ) مسند امام احمد (م 241ھ) اگر کوئی محقق ان کتابوں کی طرف رجوع کئے بغیر ابن اثیر (م606ھ) کی ''جامع الأصول'' یا علامہ سیوطی (م911ھ) کی ''الجامع الصغیر'' یا کسی ایسی کتاب کی طرف رجوع کرے جس کے مولف کا انتقال 500ھ کے بعد ہوا تو اس کا یہ عمل درست شمار نہ ہوگا۔ اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ مولف کی تاریخ وفات کا علم ہونا بھی ضروری ہے تا کہ یہ فیصلہ کیا جا سکے کہ زیر نظر کتاب مصدر ہے یا مرجع؟

بعض محققین کسی حدیث کی تخریج کرتے وقت حاشیے میں سیوطی (م911ھ) کی کتاب الجامع الصغیر کا حوالہ بھی درج کر دیتے ہیں، جو محقق علماء کی نظر میں بڑی غلطی ہے، کیونکہ یہ کتاب مرجع شمار ہوتی ہے جو اصلی مصادر میں وارد ہونے والی حدیث کے حوالے کی نشاندہی کرتی ہے، اور اس طرح یہ کتاب کسی حدیث کے اصلی مصادر سے آگاہی کے لئے بہت

مفید ہے۔ لہٰذا اس کتاب سے استفادہ کرنے کے بعد ہمیں ان اصلی مصادر کی طرف رجوع کرنا ہوگا جن کا اس کتاب میں حوالہ دیا گیا ہے، تاکہ ہم حدیث کی تخریج اصلی مصادر سے ہی کریں۔ اسی طرح کسی حدیث شریف کی وضاحت اور تشریح معلوم کرنے کے لئے ہمیں قدیم شروح حدیث کی طرف رجوع کرنا چاہیے، جیسے امام نووی (م676ھ) کی ''المنہاج فی شرح صحیح مسلم'' اور ابن حجر عسقلانی کی (م852ھ) کی ''فتح الباری شرح صحیح البخاری''۔

۳۔ جب آپ معاجم اور قوامیس میں کسی لفظ کا معنی ومفہوم دیکھنا چاہیں تو لغت کے قدیم اور اصلی مصادر کی طرف رجوع کریں، جیسے خلیل بن احمد فراہیدی (م170ھ) کی ''معجم العین'' اور یہ بہت بڑی غلطی ہوگی کہ آپ منجد، یا اس جیسے دوسرے ثانوی مراجع کا حوالہ درج کریں۔ ہاں البتہ اگر کوئی لفظ جدید یا مولد ہو اور اس کا معنی صرف اسی ثانوی مرجع میں ہی پایا جائے تو ایسی صورت میں یہ کتاب صرف اس لفظ کے لیئے مصدر شمار ہوگی۔

۴۔ کسی عظیم علمی شخصیت کے حالات اور سوانح عمری سے متعلق معلومات کے لئے مولف کے ہم عصر یا اس کی وفات کے بعد قریبی زمانے سے تعلق رکھنے والے مصادر کی طرف رجوع کیجیے۔ جیسے امام بخاری کے احوال حیات کے لئے أبو نعیم (م430ھ) کی ''حلیة الأولیاء'' علامہ خلیلی (م446ھ) کی ''الإرشاد إلی معرفة علماء الحدیث فی البلاد'' علامہ مزی (م742ھ) کی ''تھذیب الکمال'' اور علامہ ذہبی (م748ھ) کی ''تذکرۃ الحفاظ'' مصادر شمار ہوتے ہیں۔ متاخر دور میں تحریر کئے گئے مراجع کی طرف رجوع کرنا درست نہیں ہوگا۔ جیسے علامہ زرکلی (م1368ھ) کی ''الأعلام'' یا عمر رضا کحالہ (م1408ھ) کی ''معجم المولفین''۔ ہاں البتہ اگر اس شخصیت کا تعلق متاخر اور جدید دور سے ہو، اور صرف انہی دو کتابوں میں اس کا تذکرہ ہو تو پھر یہ دونوں کتابیں صرف اسی شخصیت کے حالات زندگی کے لئے مصدر شمار ہوں گی۔

۵۔ اگر کوئی محقق علم اصول فقہ میں امام غزالی (م505ھ) کی آراء پر تحقیق کرنا چاہے تو امام صاحب کی اصول فقہ پر لکھی ہوئی کتابوں کو اپنا مصدر بنائے گا، جیسے ان کی کتاب ''التحریر، المنخول، المستصفی، اور شفاء الغلیل''، جبکہ جن لوگوں نے ان کتابوں پر شروح وحواشی مختصرات، تنقیدات، تبصرے اور مقالے تحریر کئے ہیں، وہ سب مراجع شمار ہوں گے۔ (۲۳)

کیا مراجع سے نقل کرنا درست ہے؟:

بلا شبہ مراجع محقق کو بہت فائدہ دیتے ہیں، کیونکہ مراجع میں تمام معلومات کو جامعیت اور تفصیل کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ زمانہ مطالعات اور تحقیقات میں انتہائی اہم عامل ہے۔ جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے تحقیق کا میدان وسیع سے وسیع تر ہوتا جاتا ہے۔ جدید اور وسیع مطالعات سامنے آتے ہیں، جو ایک ایک موضوع کو پوری طرح احاطہ کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ خوبی قدیم اور اصلی مصادر میں نہیں پائی جاتی بلکہ یہ مراجع کا خاصہ ہے۔ منتشر اور متفرق معلومات کی جمع آوری، تنظیم نو، استیعاب واحاطہ اور ترتیب وتدوین ایسے کام ہیں جن کی اہمیت سے انکار نہیں۔ لیکن مصادر کی دستیابی کے باوجود اگر محقق مراجع پر اپنی تحقیق کی بنیاد رکھے تو یہ غلط ہوگا، کیونکہ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ عبارات میں کمی وزیادتی تحریف وتصحیف اور غلط فہمی کے احتمالات بڑھتے جاتے ہیں، لہٰذا مراجع کی افادیت کے باوجود تمام معلومات کی تصدیق وتوثیق کے لئے اصلی مصادر کی طرف رجوع کرنا اور وہیں سے نقل کرنا ضروری ہے۔ اس طرح مراجع کی حیثیت محقق کے لئے ایک اشاریہ اور رہنما (Guide) جیسی ہوتی ہے، جو اس کے لئے اس کی تحقیق کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں، اور اسے مصادر اصلیہ کی نشاندہی کرتے ہیں، تاکہ وہ وہاں سے حوالہ جات نقل کرلے۔

تعدّدِ مصادر:

اگر کسی ایک خبر (Information) کے بارے میں مصادر کی تعداد ایک سے زیادہ ہو تو سب سے پہلے قدیم ترین مصدر کو ترجیح دی جائے گی، اور اسی کا حوالہ دینا بہتر ہے۔ پھر حسب ضرورت زمانے کے اعتبار سے نئی معلومات کے لئے دیگر مصادر سے استفادہ کیا جائے گا، اور ہر خبر کو اس کے اصلی مصدر کی طرف منسوب کیا جائے گا۔ کیونکہ ہر آنے والا اپنے سے پہلے سے کچھ نہ کچھ حاصل کرتا ہے، اس لئے ایک فرض شناس محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر خبر کے لئے مصدر اوّل کا تعین کرے اور حواشی میں مصادر کا تکرار نہ کرے۔ بعض علماء ہر خبر کے لئے دو قدیم ترین مصادر کا حوالہ دینے کو ترجیح دیتے ہیں تاکہ اس خبر کی اچھی طرح توثیق ہوسکے۔

اختلافِ مصادر:

اگر کسی خبر (Information) مثلاً: کسی عالم کی وفات کے بارے میں قدیم مصادر کا اختلاف ہو تو محقق پر لازم ہے کہ وہ اس خبر کو اس وقت تک نقل کرنا موقوف کردے جب تک کہ اس کی

اچھی طرح تحقیق نہ کرلے اور باریک بینی سے اس کا جائزہ نہ لے لے۔ ایک قول کو دوسرے قول پر دلیل اور علمی برہان کے ساتھ اور تمام مصادر کی طرف رجوع کرنے کے بعد ترجیح دے تا کہ صحیح نتائج تک پہنچ سکے۔ (۲۴)

جدید مصادر کا تنوع:

پرانے دور میں مخطوطات (Manuscripts) ہی علماء اور محققین کے لئے یکتا مصدر کی حیثیت رکھتے تھے، لیکن مطبع (Printing Press) کے وجود میں آنے کے بعد معاملہ بہت مختلف ہو گیا، اور موجودہ دور میں معلومات (Informations) کی دنیا میں انقلاب برپا ہو گیا ہے۔ اب مصادر صرف مطبوعہ کتابیں ہی نہیں بلکہ وسائل اطلاعات (Communication Sources) کے متنوع ہونے کی وجہ سے مصادر بھی کئی شکلیں اختیار کر گئے ہیں، جن کی کچھ مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

''دوریات'' (Periodicals) (ہفت روزہ، ماہنامہ، سہ ماہی، شش ماہی، اور سالانہ شائع ہونے والے مجلّات) اخبارات، رسائل، میگزین، صبح، دوپہر، شام کے خصوصی اخبارات، مجلّات کے خاص ایڈیشن، ایم۔اے، ایم۔فل، پی ایچ۔ڈی کے مقالات، سرکاری رپورٹیں، دستاویزات، روئیدادیں (Proceeding) ویڈیو فلمیں، آڈیو کیسٹس، کمپیوٹر سی ڈیز، ڈی وی ڈیز، مائیکرو فلم، پن ڈرائیو، (USB) میموری کارڈز، ٹیلی وژن، سیٹ لائٹس، ریڈیو، انٹرنیٹ، الیکٹرونک کتب خانے (e Libraries) فیکس، کانفرنسیں، سیمینارز، لیکچرز، انٹرویوز، مکالمات، (Dialogue) اور مناظرے وغیرہ۔

جدید مصادر کے بارے میں احتیاط کا لزوم:

کیا مذکورہ بالا تمام وسائل معلومات کو مصادر شمار کیا جا سکتا ہے؟ کیا ان میں وارد ہونے والی تمام معلومات کو یقینی اور ثقہ قرار دیا جا سکتا ہے؟ کیا اخبارات، مجلّات، انٹرنیٹ کے صفحات پر شائع ہونے والی معلومات کو بغیر تحقیق و تصدیق کے نقل کیا جا سکتا ہے؟ کیا ریڈیو، ٹیلی وژن، اور سیٹ لائٹس جیسے ذرائع ابلاغ سے انسان جو سنتا یا دیکھتا ہے، سب درست اور مستند ہے؟ مذکورہ بالا ذرائع ابلاغ کے ذریعے حاصل ہونے والی معلومات کی صحت اور عدم صحت کا دارومدار ان ذرائع پر نہیں بلکہ اس فرد پر ہے جس نے انہیں جاری کیا۔ بعض دفعہ انٹرنیٹ پر کوئی صفحہ (Page) ایک ایسے عالم کی طرف سے شائع کیا جاتا ہے جو دروغ گوئی سے محفوظ، سچا اور ایماندار ہوتا ہے، جبکہ بازاروں میں عوام الناس کے

ہاتھ میں ایسی کتاب چھاپ کر تھما دی جاتی ہے جو جھوٹی، باطل اور غلط معلومات سے لبریز ہوتی ہے، لہٰذا معلومات کی صحت اور عدم صحت کا دارومدار کاتب کے نظریات، میلانات، رجحانات اور پس منظر پر ہوتا ہے، نہ کہ کتابت اور نشر و اشاعت کے ذرائع پر۔ یہاں محقق پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان معلومات کی صحت، صداقت، سلامتی اور حقائق کے مطابق ہونے کے بارے میں خوب تحقیق و تمحیص کرلے۔ اور کسی خبر کو یہ سمجھ کر قبول نہ کرلے کہ وہ پہلے ہی قطعی اور ثابت شدہ ہے۔ یہی وہ اہم خوبی ہے جس کے ساتھ دور حاضر کے محقق کو آراستہ اور متصف ہونا ضروری ہے۔ بعض دفعہ دنیا کے کسی کونے میں کوئی واقعہ رونما ہوتا ہے تو تمام عالمی ذرائع ابلاغ اس کو نقل کرتے ہیں۔ دنیا کے ہر کونے میں نقل کرنے والی ایجنسیوں کے افکار، آراء، رجحانات، میلانات، ارادوں اور تبصروں کے مطابق بہت ساری تبدیلیوں کے ساتھ اسے نشر کیا جاتا ہے۔ آج مسلمان محقق پر لازم ہے کہ وہ اپنی فکر کو فکری یلغار سے محفوظ رکھے، اور قرآن مجید کی اس آیت پر عمل کرتے ہوئے ہر سنی سنائی خبر کی خوب تحقیق کرلے:

﴿یاایھا الذین آمنوا إن جاء کم فاسق بنبأ فتبینوا﴾ (سورۃ الحجرات آیت 6) ''اے ایمان والو! جب کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی خوب تحقیق اور چھان بین کرلیا کرو''۔

عربی و اسلامی تحقیق کے جدید ذرائع

اس نئی ہزاری (New Millennium) میں کمپیوٹر ٹیکنالوجی اپنی ترقی کی انتہاؤں کو چھونے لگی ہے۔ کمپیوٹر کی نیٹ ورکنگ کا نظام موجودہ دور میں تعلیم و تعلم اور بحث و تحقیق کرنے والوں کے لئے آسان ترین اور تیز ترین ذریعہ ہے۔ ائمہ سلف ایک خبر (Information) کی تلاش کے لئے کئی کئی ماہ تک صحرانوردی کی صعوبتیں برداشت کرتے تھے۔ اور پھر جب علم کتابی شکل میں مدون بھی ہو گیا تو ایک خبر کی تلاش کے کئی کئی دن لگ جاتے تھے جبکہ آج ہزاروں کتابیں، لاکھوں علمی و تحقیقی مقالات اور نادر قلمی نسخے انٹرنیٹ (Internet) کی وجہ سے ایک ہی کلک (Click) سے سکرین (Screen) پر آپ کے سامنے آجاتے ہیں۔

وہ علماء اور سکالرز جن سے ملاقات و استفادہ کے لئے ہزاروں میل کا سفر مہینوں کا وقت اور لاکھوں روپے کا خرچ درکار ہے، انٹرنیٹ کے ذریعے تھوڑے سے وقت اور بہت کم اخراجات کے ساتھ

ان سے رابطہ قائم کرکے بھرپور استفادہ کیا جاسکتا ہے۔علاوہ ازیں ہزاروں عربی ویب سائٹس (Websites) اور سرچ انجن (Search Engines) علوم ومعارف کا ایک سمندر فراہم کرتے ہیں۔

اس وقت قرآن وعلوم قرآن، حدیث وعلوم حدیث، فقہ واصول فقہ، سیرت وتاریخ، اسلامی ثقافت، تصوف ومواعظ، شعروادب، عربی زبان، تراجم وسوانح اور دیگر لاتعداد موضوعات پر بے شمار سافٹ ویئرز (Softwares) وجود میں آچکے ہیں۔ یہ سافٹ ویئرز زیادہ تر عربی زبان میں ہیں، اس لئے عربی کا فہم رکھنے والوں کے لئے ان کے استعمال میں کوئی دقت نہیں، اور وہ اصل مصادر کی مدد سے بحث وتحقیق کا کام بہت آسانی اور تیزی سے سرانجام دے رہے ہیں، لیکن عربی زبان سے نابلد محققین زیادہ تر تراجم پر اکتفا کرتے ہیں یا صرف چند معروف مصادر ومراجع تک ہی ان کی رسائی ممکن ہوتی ہے۔

یہاں ہم چند اہم عربی واسلامی سافٹ ویئرز اور سرچ انجنز کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں (۲۵)

۱۔ المصحف الرقمی: (Digital Quran)

قرآن مجید میں تلاش کے متداول سافٹ ویئرز میں سائز اور کارکردگی کے اعتبار سے المصحف الرقمی بہترین سافٹ ویئر ہے اس کے پہلے ورژن (Version) کا کل سائز (1.32 MB) ہے، اس میں آیات تلاش کرنے کے دو طریقے ہیں۔ (۱) بـــحـــث (Search) (۲) تَصَفُّح (Browse)۔ اس میں کسی ایک سورت کو منتخب (Select) کرکے اس کی منتخب آیات تلاش کی جاسکتی ہیں۔ مثلاً۔ سورۃ الکہف کی چند آیات تلاش کرنا ہوں تو اس سورۃ کو سلیکٹ کرکے آیات کا نمبر یوں لکھیں گے۔:(1-10)(25-28) پھر بحث (Search) پر کلک کریں نتائج آپ کے سامنے ہوں گے۔

پورا قرآن مجید ''مصحف مدینہ منورہ'' کے مطابق (604) صفحات پر مشتمل ہے۔ صفحہ نمبر کے ذریعے بھی تلاش کی جاسکتی ہے۔ تلاش کردہ آیت کی تفسیر دیکھنے کے لئے ونڈو (Window) میں نیچے کی جانب دو تفاسیر، تفسیر جلالین، از جلال الدین سیوطی و محلی اور التفسیر المیسر از ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن دی گئی ہیں۔ علاوہ ازیں سورت کا مکی ومدنی ہونا اس کی کل آیات، کلمات، حروف اور ترتیب نزولی میں اس کا نمبر وغیرہ کے بارے میں ضروری معلومات درج ہوتی ہیں۔

نیز ایک آیت یا اس کی تفسیر یا تلاش کی گئی تمام آیات اور ان کی تفسیر کو کاپی کرکے کسی دوسرے سافٹ ویئر میں مطلوبہ مقام پر لے جانے کی سہولت بھی موجود ہے۔ المصحف الرقمی انٹرنیٹ سے مفت ڈاؤن لوڈ (Download) کیا جاسکتا ہے www.zulfiedu.gov.sa/

۲۔ مکتبة التفسیر و علوم القرآن:

التـراث کمپنی کا تیار کردہ یہ سافٹ ویئر قرآن مجید اور اس کی تفسیر سے متعلق اپنی نوعیت کا منفرد سافٹ ویئر ہے۔ اس میں تفسیر، علوم القرآن، ناسخ ومنسوخ، قرآن مجید کی مختلف قرأت، اعراب القرآن، مضامین القرآن مفسرین کے سوانح اور لغات القرآن کے موضوعات کے تحت پوری دنیا میں رائج اہم اور بنیادی مصادر جمع کردیئے گئے ہیں۔ اس کا تیسرا ورژن 1250 کمپیوٹر جلدوں پر مشتمل ہے۔

۳۔ موسوعة الحدیث الشریف:

یہ سافٹ ویئر مصر کی ایک کمپنی ''شرکة صخر لبرامج الحاسب'' نے تیار کیا ہے۔ اس کا فائنل ورژن بہترین سہولیات سے آراستہ ہونے کی وجہ سے حدیث کا بہت اہم سافٹ ویئر ہے۔ اس میں کل نو کتابیں دی گئی ہیں۔ صحاح ستہ کے علاوہ موطا امام مالک، مسند امام احمد اور سنن دارمی شامل ہیں۔ جن میں احادیث کی کل تعداد باسٹھ ہزار سے زائد ہے۔ اس پروگرام کی مندرجہ ذیل خصوصیات ہیں:

۱۔ کسی لفظ یا عبارت کی مختلف طریقوں سے تلاش۔
۲۔ شخصیات، راویوں اور آیات وغیرہ کی فہارس۔
۳۔ تمام احادیث کی موضوعاتی ترتیب۔
۴۔ مشکل، غریب اور نادر الفاظ کی وضاحت کے لئے لغات۔
۵۔ رواۃ پر جرح وتعدیل۔
۶۔ احادیث کی تخریج۔
۷۔ مختلف طرق روایت کی وضاحت۔
۸۔ اصول حدیث کا مکمل تعارف۔
۹۔ کتب حدیث کے مولفین کا مکمل تعارف۔
۱۰۔ مطلوبہ احادیث کو کاپی اور پرنٹ کرنے کی سہولت۔

۴۔ جامع الأحاديث:

یہ سافٹ ویئر مشہور ایرانی سافٹ ویئر کمپنی "مرکز البحوث الکمبیوترية للعلوم الإسلامية" کا تیار کردہ ہے۔ یہ پروگرام (442) جلدوں میں 90 مولفین کی 187 کتابیں پیش کرتا ہے۔ قرآن مجید کے مکمل متن کے علاوہ، نہج البلاغہ، صحیفہ سجادیہ، کتب اربعہ، وسائل شیعہ، مستدرک الوسائل۔ بحارالانوار، علم رجال کی کتب ثمانیہ اور اہل بیت سے متعلق مذہب شیعہ کے مستند مصادر شامل ہیں۔ ڈکشنریوں میں خلیل بن احمد فراہیدی کی کتاب العین اور ابن منظور کی لسان العرب بھی دی گئی ہیں۔ یہ سافٹ ویئر تین زبانوں عربی، انگریزی اور فارسی میں ہے۔

۵۔ المكتبة الألفية للسنة النبوية:

یہ سافٹ ویئر "التراث" کمپنی کا تیار کردہ ہے۔ اس کا تیسرا ورژن 3500 کمپیوٹرائزڈ جلدوں پر مشتمل ہے۔ کتب حدیث کو فنی اعتبار سے مختلف عنوانات کے تحت منظم انداز میں رکھا گیا ہے۔ سب سے پہلے "التفسیر بالماثور" کے عنوان کے تحت بنیادی تفاسیر دے دی گئی ہیں، پھر احادیث کو "الصحاح"، السنن، کتب المصنفات والآثار، المسانید والمعاجم، الاجزاء الموضوعية اور متفرقات کو "أخرى" کے عنوان کے تحت جمع کر دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں درج ذیل موضوعات بھی قائم کئے گئے ہیں: من كتب الفوائد، كتب ابن ابی الدنيا، الاربعينات، الامالی والمجالس، طرق الحديث، اخرى، كتب الشروح ۔ التراجم العامة، كتب الثقات، كتب الضعفاء، تراجم، كتب مخصوصة، كتب البلدان، كتب الطبقات اخرى، كتب العلل، كتب التخريج، السؤالات، مصطلح الحديث، الفقه واصوله، السيرة والتاريخ، الغريب والمعاجم، أسماء الكتب.

۶۔ مكتبة السيرة النبوية:

یہ سافٹ ویئر بھی التراث کمپنی نے تیار کیا ہے۔ اس سافٹ ویئر کے پہلے ورژن میں سیرت نبوی سے متعلق اہم مصادر کو 120 کمپیوٹرائزڈ جلدوں میں جمع کیا گیا ہے۔ تصفح (Browse) کے ذریعے کسی بھی کتاب کو صفحہ در صفحہ پڑھنے کی سہولت، کسی بھی مطلوبہ صفحہ تک آسان اور تیز منتقلی، کتاب کے ذیلی ابواب کی مکمل فہرست، لفظ یا عبارت کی سوابق ولواحق کے اعتبار سے تلاش، موضوعات کے اعتبار سے تلاش، کتابوں کے درمیان موازنہ، کسی جگہ اپنی یادداشت وتبصرہ (Footnote) محفوظ

کرنے جیسی سہولیات کی وجہ سے یہ سافٹ ویئر بہت اہم ہے۔

۷۔ مكتبة الأعلام والرجال:

یہ سافٹ ویئر اعلام وشخصیات، راویوں اور رجال حدیث کے سوانح واحوال حیات پر مشتمل "العریس" کمپنی کا بہت اہم کام ہے۔ اس میں: الأنبياء والرسل، الصحابة والتابعين، علماء الإسلام، مولفون، الأدباء والشعراء، المخترعون، سياسيون، آخرون، اور کتب تراثیہ کے عنوانات کے تحت پانچ ہزار شخصیات کا تعارف حروف تہجی کے اعتبار سے دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں کسی خاص لفظ کی تلاش، تلاش کے لئے کتب، عنوانات اور تلاش (Search) کی نوعیت، کسی نئے فرد کی شمولیت، کسی خاص شخصیت سے متعلق معلومات کو تعلیق (Comment) کی صورت میں محفوظ کرنا، متن کو کاپی اور پرنٹ کرنا، سافٹ ویئر کی ڈسپلے سیٹنگ (Display Setting) میں تبدیلی کرنے کی سہولت اس پروگرام کی اہم خصوصیت ہے۔

۸۔ مكتبة الفقه وأصوله:

یہ سافٹ ویئر بھی "التراث" کمپنی نے تیار کیا ہے۔ اس میں چاروں فقہی مذاہب کی امہات الکتب دی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ اہم فقہی تفاسیر، کتب حدیث میں سے فقہ سے متعلق تمام ابواب، اصول فقہ کے اہم مصادر، بنیادی فقہی مسائل پر لکھی جانے والی اہم عربی کتب، فقہائے اسلام کے تراجم وسوانح، 3250 کمپیوٹرائزڈ جلدوں میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔

۹۔ مكتبة التاريخ والحضارة الإسلامية:

اسلامی تاریخ وتمدن سے متعلق یہ سافٹ ویئر بھی "التراث" کمپنی نے تیار کیا ہے۔ اس میں عربی زبان میں لکھے گئے تمام اہم مصادر تاریخ کو جمع کر دیا گیا ہے۔ اس کے تیسرے ایڈیشن میں پندرہ سو کمپیوٹرائزڈ جلدیں شامل کی گئی ہیں جو مطبوعہ کتب کے بالکل مطابق ہیں۔ ان میں عمومی کتب تاریخ، تواریخ بلدان واماکن، اہم تاریخی موضوعات پر کتب، سوانح وتذکرے، سفرنامے، تاریخ سے متعلق متفرق کتب اور معاجم وفہارس شامل ہیں۔

۱۰۔ مكتبة الأخلاق والزهد:

یہ سافٹ ویئر تصوف واخلاق سے متعلق بنیادی مصادر کا عظیم انسائیکلوپیڈیا ہے جو ایک سو پچاس کمپیوٹرائزڈ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس میں شامل کتب کی نمبرنگ مطبوعہ کتب کے مطابق ہے۔ اس

میں مختلف عنوانات کے تحت تصوف کے اہم مباحث اور معمولات کے متعلق کتب دی گئی ہیں۔

۱۱۔ مکتبة النحو و الصرف:

اس سافٹ ویئر میں عربی زبان میں لکھی گئی اہم اور بنیادی کتب نحو و صرف کو 450 کمپیوٹرائیزڈ جلدوں میں جمع کیا گیا ہے۔ یہ سافٹ ویئر بھی ہر کتاب کو صفحہ در صفحہ پڑھنے، مطلوبہ صفحے تک آسان اور تیز منتقلی، کتاب کے ذیلی ابواب کی مکمل فہرست، کسی جگہ اپنی تعلیق کو محفوظ کرنے، لفظ یا جملے یا نص کی سوابق ولواحق کے اعتبار سے تلاش، موضوعاتی تلاش اور کتابوں کے درمیان موازنہ جیسی سہولیات سے آراستہ ہے۔

12۔ سبع معلقات:

جاہلی عرب شعراء کے طویل قصائد پر مشتمل ''المعلقات السبعہ'' کا یہ سافٹ ویئر قصائد کے مکمل متن اور آواز کے ساتھ تیار کیا گیا ہے۔ کسی بھی شاعر کے نام پر کلک کریں تو اس کا قصیدہ آپ کے سامنے آجائے گا۔ قصیدے کے کسی بھی شعر پر کلک کر کے آپ اسے سن بھی سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں حفظ کرنے کے لئے اشعار کی بالتکرار سماعت، کسی ایک لفظ کی تلاش، متن کی کاپی کرنے، کسی شعر کو محفوظ کرنے، مطلوبہ شعر تک تیزی سے پہنچنے، حفظ کردہ اشعار کو لکھنے، اپنی ادائیگی کو ریکارڈ کرنے اور پھر سننے، حفظ کئے گئے اشعار کا مکمل ریکارڈ رکھنے، شعراء کا مکمل تعارف حاصل کرنے کی سہولت اس پروگرام کی اہم خصوصیات ہیں۔

13۔ المترجم الکافی:

ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کا عمل انتہائی مشکل اور حساس معاملہ ہے۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی کے ماہرین نے ماہرین السنہ کے تعاون سے الیکٹرونک ٹرانسلیشن کے کئی سافٹ ویئر تیار کئے ہیں اور مختلف ویب سائٹس بھی یہ سہولت فراہم کرتی ہیں۔ گوگل مترجم (Google Translate) اور صخر کمپنی کی سائٹ ''ترجم'' (www.translate.sakhr.com) کے علاوہ ''المترجم الکافی'' عربی سے انگلش اور انگلش سے عربی ترجمہ کا بہترین سافٹ ویئر ہے۔ اگرچہ یہ ترجمہ آٹومیٹک (Automatic) ہوتا ہے لیکن پھر بھی تقریباً 80% صحیح ہوتا ہے۔ تھوڑی محنت اور سمجھ سے بالکل درست ترجمہ ہوسکتا ہے۔ اس سافٹ ویئر میں عام ڈکشنری کی طرز پر ایک لفظ کے ترجمہ کے ساتھ ساتھ پورے جملے کا ترجمہ کرنے کی سہولت موجود ہے۔ کوئی جملہ لکھ کر اس کا ترجمہ کرنا ہو تو اس کے لئے

فائل (File) میں جا کر جدید (New) پر کلک کریں۔ کھلنے والے باکس میں عبارت لکھ کر (Standard Tool Bar) سے ترجمہ (Translate) پر کلک کریں۔ دی گئی عبارت کا ترجمہ دوسرے باکس میں آپ کے سامنے آجائیگا۔

14۔ عربی زبان و ادب کے اہم سرچ انجنز، سائٹس اور سافٹ ویئرز:

(أ) محركات البحث العربية (Arabic Search Engines)

۱۔ أین (www.ayna.com)
۲۔ الخيمة العربية (www.khayma.com)
۳۔ عيون (www.eyoon.com)
۴۔ نسيج (www.naseej.con)
۵۔ دليل المواقع العربية (www.raddadi.com)
۶۔ دليل سلطان للمواقع الاسلامية العربية (www.sultan.org/a)
۷۔ موقع الابحاث (www.biblioislaminet/ar)

(ب) مكتبات اليكرونية (e-Libraries)

۱۔ المكتبة الوقفية (www.waqfeya.net)
۲۔ مكتبة مشكاة الاسلامية (www.almeshkat.net/books)
۳۔ مكتبة صيد الفوائد (www.said.net)
۴۔ مكتبة فرات (www.furat.com)
۵۔ مكتبة الملك فهد الوطنية (www.kfnl.org.sa)
۶۔ المكتبة العربية (www.abookstipsclub.com)

(ج) مواقع اللغة العربيه و آدابها

Websites of Arabic Language & Literature

۱۔ نادى اللغة العربية (www.arabicl.net)
۲۔ شبكة صوت العربية (www.voiceofarabic.com)

٣۔المجمع العلمی العراقی (www.acatap.htmlplanet.com)

٤۔مجمع اللغة العربية ،القاهره (www.arabicacademy.org.eg)

٥۔أدب (www.adab.com)

٦۔دیوان العرب (www.diwanalarab.com)

٧۔شبكة الشعر (www.alsh3r.com)

٨۔مشاهير العرب (www.mashaheer.com)

٩۔موقع القصة العربيه (www.arabicstory.net)

١٠۔ملتقی باکستان العربی (www.pakarabic.com)

(د) عربی زبان و ادب کے اہم سافٹ وئیرز

Softwares of Arabic Language & Literature

١۔مکتبة الادب العربی

٢۔مکتبة الشعر العربی

٣۔مکتبة النحو والصرف

٤۔مکتبة المعاجم والمصطلحات

٥۔اطلس النحو العربی

٦۔تعلیم الاملاء لطلاب المدارس

٧۔تعلیم العربیه للناطقین بالانجلیزیة

مندرجہ بالا سافٹ ویئرز ”التراث“ کمپنی کے تیار کردہ ہیں (http://www.turath.com)۔ اس کے علاوہ ”العریس“ کمپنی نے بہت اہم عربی واسلامی سافٹ ویئر تیار کئے ہیں۔ ملاحظہ کریں:

(http://www.elariss.com)

15۔المکتبة الشاملة:

المکتبة الشاملة ایک جامع لائبریری ہے۔ یہ صرف ایک جامد ذخیرہ کتب نہیں بلکہ آپ اس میں اپنی ضرورت کے مطابق اضافہ اور کمی بھی کر سکتے ہیں۔ اس خصوصیت کی وجہ سے یہ ایک محقق کی ذاتی لائبریری بھی بن سکتی ہے۔

☆۔ واجهة البرنامج: (home page)

المکتبة الشاملة انسٹال (Instal) کرنے کے بعد آپ جب اس کو اوپن کرتے ہیں تو اس کا ہوم پیج آپ کے سامنے کھلتا ہے۔ آپ اس کی ابتدائی سکرین پر ایک سے زیادہ (windows) بھی کھول سکتے ہیں۔ نئی کھلنے والی (windows) پر موجود آئیکونز موجودہ سکرین کے مطابق کام کرتے ہیں۔ مثلاً اگر آپ اس وقت (display screen) پر ہیں اور جو کتاب آپ نے کھولی ہوئی ہے، آپ اوپر کے آئیکونز کے ذریعے مندرجہ ذیل کام کر سکتے ہیں:

☆ آپ کتاب کو صفحہ درصفحہ پڑھ سکتے ہیں۔

☆ کتاب اور اس کے مؤلف کا مکمل تعارف معلوم کر سکتے ہیں۔

☆ کتاب کو سافٹ ویئر سے باہر text file میں منتقل کر سکتے ہیں۔

☆ کتاب کے اندر کسی لفظ کی تلاش کر سکتے ہیں۔

☆ کتاب میں ردوبدل کر سکتے ہیں۔

☆ متن اور شرح کو ملا کر پڑھ سکتے ہیں۔

☆ موجودہ سکرین میں اپنے مطلب کی عبارت تلاش کر سکتے ہیں۔

☆ اگر آپ (عرض) یا (تحریر) کتاب کی سکرین پر ہیں تو آپ تعلیقات اور شرح کے اندر سے اپنی ضرورت کا مواد تلاش کر سکتے ہیں۔

☆ آپ کتاب کے جس صفحہ پر بھی موجود ہیں، اس پورے صفحہ کو یا مخصوص مطلوبہ عبارت کو مکمل حوالے کے ساتھ کاپی کر کے ورڈ (Word) کی فائل میں لے جا سکتے ہیں۔

یہ تمام سہولیات ہر سکرین پر موجود ہوتی ہیں۔ اگر کچھ بالائی بٹن زیادہ واضح نہ ہوں تو اس کا مطلب ہے کہ موجودہ عمل کے دوران آپ کو ان کی ضرورت نہیں۔

☆۔ بحث فی القرآن الکریم وتفسیره:

(Search in Quran & Interpretation of the Quran)

مکتبہ شاملہ قرآن کریم اور تفاسیر میں تلاش کے اعتبار سے بھی اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ تلاش کے لیے دیا گیا قرآن پاک مصحف مدینہ منورہ ہے اور مکمل اعراب کے ساتھ ہے۔ اس میں باعتبار صفحہ نمبر،

آیت نمبر، سورت نمبر کے ذریعے تلاش کی سہولت موجود ہے اور صفحہ در صفحہ تلاوت اور مطلوبہ صفحہ تک براہ راست رسائی بھی ممکن ہے۔ جبکہ ایک ہی سکرین پر موجود رہتے ہوئے ایک آیت کا پچاس کے قریب مختلف تفاسیر سے مطالعہ اور موازنہ بھی ممکن ہے۔ اسی طرح آپ کسی آیت کو مع حوالہ کاپی کر کے ورڈ میں paste کر سکتے ہیں۔

طریق کار:

پہلی سکرین پر موجود بٹن (القرآن الکریم وتفسیرہ) پر کلک کریں، اب مطلوبہ سورت اور آیت پر کلک کریں اور پھر جس تفسیر کو پڑھنا ہو اس پر کلک کریں، اس آیت کی تفسیر آپ کے سامنے ہوگی۔ اس کے بعد جس تفسیر کو پڑھنا اور موازنہ کرنا ہو صرف اس کے نام پر کلک کریں، وہ کھل کر آپ کے سامنے آجائے گی۔ دورانِ مطالعہ تفسیر سے آپ قرآن کریم کے متن پر آنا چاہیں تو سکرین کے دائیں طرف صفحہ نمبر کے آگے دیئے گئے بٹن پر کلک کریں، جس صفحہ پر وہ آیت ہوگی وہ صفحہ کھل کر آپ کے سامنے آجائے گا۔ اسی طرح آپ دوران مطالعہ اوپر دائیں جانب (اخفاء الآیات) کے بٹن کی مدد سے آیت کو سکرین پر رکھ بھی سکتے ہیں اور اسے ہٹا بھی سکتے ہیں۔ اسی طرح (عرض کامل) کے بٹن کی مدد سے اس تفسیر کو آپ الگ window کے اندر بھی کھول سکتے ہیں۔

قرآن کریم میں تلاش(Search in Quran):

ابتدائی سکرین (بحث فی القرآن الکریم) یا (بحث فی الکتاب الحالی) جبکہ کوئی اور کتاب نہ کھلی ہو، کے بٹن پر کلک کریں، قرآن کریم میں تلاش کا باکس کھل جائے گا۔ یہ box وہی ہوگا جو کسی بھی زیر مطالعہ کتاب میں تلاش کے لیے کھلتا ہے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ اس میں تلاش کا عمل زیادہ تیز ہوتا ہے۔ آپ search box میں کوئی بھی لفظ لکھیں، وہ لفظ قرآن کریم میں جتنی دفعہ اور جن جن آیات میں آیا ہو وہ سب کچھ آپ کے سامنے آجائے گا۔ یہ چیز حفاظ کے لئے متشابہات یاد کرنے کے حوالے سے بہت ممد ومعاون ہے۔ اب یہاں سے اگر آپ چاہیں تو آیت کی تفسیر کے لیے مختلف تفاسیر کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ اس کے لیے آپ کو اس آیت پر صرف کلک کرنا ہوگا اور تفاسیر آپ کے سامنے آجائیں گے۔

۳۔ شاشۃ اختیار کتاب(Book selection screen):

کسی بھی کتاب تک فوری رسائی کے لیے ابتدائی سکرین پر موجود (اختیار کتاب) کے بٹن پر

کلک کریں، یا ابتدائی سکرین پر کسی بھی جگہ کلک کریں، مکتبے میں شامل تمام کتب کی فہرست آپ کے سامنے آجائے گی۔ طویل فہرست میں سے اپنی مطلوبہ کتاب تک جلد رسائی کے لیے فہرست کی زیریں جانب دیئے گئے خانے میں کتاب کا نام لکھ کر تلاش کریں، وہ کتاب کھل کر آپ کے سامنے آجائے گی۔

سکرین پر موجود بٹنوں کا تعارف(Introduction to screen buttons):

اب سرچ کی سکرین کھل جانے کے بعد آپ اپنی مطلوبہ کتاب موضوعاتی ترتیب یا ہجائی ترتیب سے نکال سکتے ہیں۔ آپ اس باکس میں اوپر دائیں جانب (اخراج تقریر بالکتب الموجودۃ) کے بٹن پر کلک کریں تو آپ کے سامنے چار آپشنز آئیں گے:

☆۔ (تقریر بالکتب، حسب المجموعات) اس صورت میں آپ مکتبے میں شامل تمام کتب کا مکمل تعارف موضوعاتی ترتیب سے جان سکیں گے۔

☆۔ (تقریر بالکتب، حسب الحروف) اس صورت میں آپ مکتبے میں شامل تمام کتب کا مکمل تعارف ہجائی ترتیب سے جان سکیں گے۔

مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں آپ کو اس کتاب کا مکمل تعارف ملے گا۔

☆۔ (قائمۃ سریعۃ بالکتب، حسب المجموعات) موضوعاتی ترتیب سے کتابوں کا مکمل تعارف۔

☆۔ (قائمۃ سریعۃ بالکتب، حسب الحروف) ہجائی ترتیب سے کتابوں کا مکمل تعارف۔

ان دونوں صورتوں میں آپ کو اس کتاب کا مختصر تعارف ملے گا۔

آپ سامنے آنے والے کتابوں کے اس مجموعے کو کاپی کر کے ورڈ کی فائل میں لے جا سکتے ہیں یا آپ کھلنے والے باکس میں کسی بھی مجموعے پر ڈبل کلک کر کے وہاں سے اپنی مطلوبہ کتاب کو کھول کر پڑھ سکتے ہیں۔ نیز اس کتاب کا مکمل تعارف، مصنف کا تعارف، ضرورت کے مطابق رد وبدل، کتاب پر لکھی گئی شروحات کا مطالعہ، کتاب کے متن میں سے کسی حصہ کی تلاش، کتاب کو text فائل میں convert کرنا اور کسی کو e-mail کرنا، یہ تمام سہولیات بھی اس ایک window پر آپ کو مل جائیں گی۔

۴۔ شاشۃ تحریر کتاب:(Book editing screen):

اس آپشن کی مدد سے آپ کتاب میں کسی عبارت کا اضافہ، کمی، عنوانات میں تبدیلی، صفحات کی نمبرنگ میں تبدیلی اور اس جیسے دوسرے کام کر سکتے ہیں۔

طریق کار:

فرسٹ سکرین پر (ملف) (file) میں جائیں، وہاں سے (تحریر کتاب) کے آپشن پر یا اگر آپ پہلے سے کوئی کتاب پڑھ رہے ہیں تو اسی سکرین پہ اوپر کے بٹنوں میں (تحریر الکتاب الحالی) پر کلک کریں، یا (اختیار کتاب) کی سکرین یا (غرفۃ التحکم) میں دائیں طرف کتابوں کی لسٹ میں سے اس عمل کے لیے آپ کوئی کتاب سلیکٹ کر کے آپ اپنا مطلوبہ کام کر سکتے ہیں۔ آپ جو بھی تبدیلیاں کریں گے وہ خود بخود محفوظ ہوتی جائیں گی۔ اس کے لیے Save کے بٹن کو پریس کرنے کی ضرورت نہیں، سوائے صفحات کی نمبرنگ اور احادیث کے، ان میں آپ کو یہ تبدیلیاں خود Save کرنا ہوں گی۔

سکرین کے دائیں طرف کتاب کے عناوین کی لسٹ ہوتی ہے، آپ اس کی مدد سے کتاب میں کسی بھی جگہ منتقل ہو سکتے ہیں۔ عناوین ایک تو مجموعی ہوں گے جبکہ آگے ان کی فروع بھی ہوں گی۔ نیچے دیئے گئے تیر کے نشانات کی مدد سے آپ عناوین میں اضافہ، کمی، یا تمام عناوین حذف کرنا، عنوانات کے نام تبدیل کرنا، ان کی از سر نو ترتیب لگانا، موجودہ صفحہ میں تلاش، موجودہ صفحے سے آگے یا پیچھے مزید مطلوبہ خالی صفحات کا اضافہ، کسی اور فائل سے لائی گئی عبارت مفتوحہ کتاب میں شامل (Add)، تلاش (Find) اور تبدیل کرنے (Replace) کی سہولت، موجودہ صفحہ حذف کرنا، کتاب کی کسی اور جلد یا صفحے پر منتقل ہونا۔ حدیث کی یا کوئی اور کتاب کہ جس میں عبارت کی نمبرنگ کی گئی ہو، آپ اس میں تبدیلی اور کتاب کو اپنی مرضی کے مطابق جلدوں اور صفحات میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

اس سلسلے میں کھلنے والے باکس میں آپ کو موجود صفحے اور جلد کا نمبر دینا ہوگا اور جلدوں کی تعداد اور ایک جلد میں کل صفحات اور صفحے میں کل حروف کی تعداد لکھ کر انٹر کریں، کتاب کو آپ کی مطلوبہ ترتیب لگ جائے گی۔ اسی طرح سکرین میں اوپر دائیں طرف (اظہار/ اخفاء التعلیق) کے بٹن پر کلک کرنے سے کتاب میں تعلیق/ حاشیے کا باکس کھولا اور بند کیا جا سکتا ہے۔ اس کھلے صفحے میں ماؤس کا دائیں بٹن پر کلک کر کے ٹیکسٹ کو Undo, Paste, Copy, Cut, Select اور اختیار شدہ عبارت کو اساسی یا ذیلی عنوان دے سکتے ہیں، اس عبارت کو اگلے یا پچھلے صفحہ پر منتقل کر سکتے ہیں یا عبارت میں کسی علامت کا اضافہ یا کسی عبارت کو حاشیے یا فٹ نوٹ میں تبدیل کر سکتے ہیں۔

سکرین کے اوپر کے بٹن عمومی طریقے سے ہی کام کرتے ہیں۔

۵۔ شاشۃ خیارات البحث (Search options screen):

مکتبہ شاملہ آپ کو تین طرح کی search کا اختیار دیتا ہے: آپ کتاب کے عنوانات، متن اور تعلیقات تینوں میں سرچ کر سکتے ہیں۔ آپ ایک ہی وقت میں دس عبارتوں کی تلاش کر سکتے ہیں۔ آپ اس کے لیے (و) اور (أو) کا علیحدہ علیحدہ یا اکٹھا استعمال کر سکتے ہیں، مثلاً: آپ اس حدیث کی تلاش کرنا چاہیں:

"وإن العبد ليتكلم بالكلمة من سخط الله لا يلقي لها بالا يهوي بها في جهنم" وفي رواية "لا يرى بها بأسا".

آپ پہلے سرچ باکس (First Search Box) میں (يتكلم بالكلمة) دوسرے میں (سخط الله) لکھیں اور اوپر سے (و) پر کلک کر کے انٹر کریں، اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ مطلوبہ نتیجہ میں ان دونوں عبارتوں کو دیکھنا چاہتے ہیں۔

اگر آپ (أو) کے تحت سرچ کریں تو سرچ باکس کی پہلی بار لائن (Bar Line) میں (لا يلقي لها بالا) اور دوسری میں (لا يرى بها بأسا) لکھیں اور انٹر کردیں یا نیچے (تنفيذ البحث) کے بٹن پر کلک کردیں۔

آپ ایک سے زیادہ الفاظ یا عبارات لکھ کر سرچ کر سکتے ہیں۔ لیکن جب آپ (و) (and) کے ساتھ تلاش کر رہے ہوں تو سرچ بار کے آگے (م) (مرتبہ) پر چیک لگائیں تو آپ کے سامنے صرف وہی عبارت آئے گی جس کی ترتیب بھی وہی ہوگی جو آپ نے دی، اور اگر (م) (مرتبة) پر چیک نہ لگائیں گے تو ہر وہ عبارت جس میں یہ سارے الفاظ ہوں، چاہے دی گئی ترتیب کے موافق یا مخالف، وہ آپ کے سامنے آجائے گی۔ اس کے علاوہ اگر آپ (م) (مرتبة) پر چیک نہیں لگاتے اور آپ لفظ (صلاۃ) کی سرچ کرنا چاہتے ہیں، اب جہاں کہیں بھی یہ لفظ ہوگا، آپ کے سامنے آجائے گا۔ مثلاً (صلاة العبد، الصلاة، وما كان صلاتهم عند البيت) لیکن تیز ترین سرچ کے لیے چیک لگا دینا بہتر ہے۔

سرچ بار کے نیچے "تجاهل الفروق بين الهمزات ونحوها" کو پہلے سے چیک لگا ہوتا ہے، اس کو ایسے ہی رکھنا بہتر ہے کیونکہ عربی میں (ا،أ،آ) ہر ایک الگ الگ حیثیت رکھتا ہے، اگر آپ اس چیز کا خیال نہ رکھیں گے تو اوپر کی چار صورتوں میں سے جو بھی صورت ملے گی وہ آپ کے سامنے

آجائے گی۔ لیکن اگر چیک کو ختم کر دیں تو صرف لکھی گئی عبارت ہی جہاں ہوگی وہ سامنے آجائے گی۔

اسی طرح (ۃ۔ہ) اور (ي۔ی) کا معاملہ ہے۔ اگرچہ مکتبہ کے اندر رموز اوقاف کا اہتمام کیا گیا ہے لیکن سرچ کے وقت وقفے اور نمبرنگ وغیرہ کی وجہ سے کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوتا۔

سرچ باکس میں بائیں طرف اوپر کی جانب دی گئی خالی جگہ میں آپ تلاش کے لیے اختیار کردہ مجموعہ کتب میں سے کسی خاص کتاب کو تلاش کر سکتے ہیں۔

۶۔ شاشۃ نتائج البحث (Search result screen):

تلاش (Search) کے لیے ہوم پیج میں مینو بار سے (بحث) کو اختیار کریں۔ جب آپ تلاش کے لیے کوئی عبارت دیں گے تو اس کے نتائج ایک علیحدہ ونڈو میں آپ کے سامنے آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اوپر کی جانب کتاب کا وہ صفحہ ہوتا ہے جس میں آپ کی مطلوبہ عبارت ہوتی ہے، جبکہ نیچے کی جانب ایک ٹیبل بنا ہوتا ہے جس میں تلاش کے تمام نتائج سامنے ہوتے ہیں۔ آپ صفحے کو سکرول کر کے پوری عبارت پڑھ سکتے ہیں اور ماؤس یا نیچے دیئے گئے نشانات کی مدد سے کسی اور نتیجے پر منتقل ہو سکتے ہیں۔ اگر بحث (Search) جاری ہو لیکن آپ کا مطلوبہ نتیجہ سامنے آجائے تو آپ (إيقاف البحث) (Stop Research) کے بٹن پر کلک کر کے تلاش کچھ وقت کے لیے روک سکتے ہیں اور (متابعة البحث) کے بٹن سے پھر چلا بھی سکتے ہیں، جبکہ (إيقاف البحث نهائيا) کے بٹن سے تلاش مکمل روک سکتے ہیں۔ اس سے اپنے مطلوبہ نتائج میں جلد پہنچنے میں آسانی ہوگی۔ حاصل کردہ نتائج کو آپ کوئی بھی نام دے کر Save کر لیں تاکہ بعد میں کسی بھی وقت ضرورت پڑنے پر آپ باآسانی ان نتائج کو دیکھ سکیں۔

سابقہ تلاش کے نتائج دوبارہ دیکھنے کے لئے اساسی سکرین میں بالائی جانب (فتح نتائج) آخر کے آئیکون پر کلک کریں اور محفوظ کردہ نتائج کو کھولنے کے لئے (نتائج بحث محفوظة) کے آئیکون پر کلک کریں۔ اگر محفوظ کردہ نتائج بھی زیادہ ہوں تو ان میں سے مطلوبہ نتیجہ تک تیز ترین رسائی کے لئے آخر میں (بحث في النتائج) کے آئیکون پر کلک کریں اور کھلنے والے باکس میں مطلوبہ نام لکھ کر انٹر کریں، آپ کا مقصود سامنے ہوگا۔

۷. البحث فی التراجم (Search in bibliographies):

مؤلفین، مصنفین اور رواۃ کے حالاتِ زندگی اور ان پر جرح وتعدیل کی معلومات کے حوالے سے یہ مکتبہ اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ آپ کسی بھی راوی کے بارے میں آئمہ کی رائے جان سکتے ہیں۔ نیز اس

پر اپنے تاثرات اور دیگر کتب سے اس میں (تعلیقات) کی صورت میں اضافہ بھی کر سکتے ہیں۔

طریق کار:

اساسی سکرین میں (ترجمة) کے آئیکون پر کلک کریں تو تراجم میں تلاش کی سکرین کھل جائے گی۔ آپ کو اگر راوی کا نام، کنیت اور لقب میں سے کچھ بھی یاد ہو تو اس کے مخصوص خانے میں لکھیں اور انٹر کر دیں۔

مثلاً آپ دیکھنا چاہیں کہ امام ذہبی نے کن کن رواۃ کو (ثقة) کہا، یا ابن حجر عسقلانی نے کن کن رواۃ کو (مقبول) کہا، آپ سرچ باکس میں (رتبة) کے خانے میں یہ دو لفظ لکھ کر انٹر کر دیں، باقی خانے خالی ہی رکھیں، تمام نتائج آپ کے سامنے آجائیں گے۔ یاد رہے کہ یہاں بھی (و)، (أو)، (أول الأسم) اور (مطابق) کے آپشنز بالکل اسی طرح ہی کام کرتے ہیں جس طرح عام سرچ باکس میں تھے۔ آپ اپنے مطلوبہ راوی کے بارے میں کامل معلومات کے لیے اس پر ڈبل کلک کریں، اس کے بارے میں پہلے باکس میں (خلاصة)، (تعارف)، اس پر (جرح وتعدیل) اور (تلامذہ) کے بارے میں جاننے کے لیے متعلقہ آپشنز پر کلک کریں۔ اس راوی کے شیوخ اور تلامذہ کے بارے میں بالتفصیل جاننے کے لیے اس کے نام پر کلک کریں، اس کی مکمل تفصیل علیحدہ باکس میں آپ کے سامنے ہوگی۔ اگر نتیجہ میں ایک نام بہت زیادہ بار آجائے تو آپ نتائج میں تلاش کے لیے دی گئی سرچ بار میں دوبارہ اپنے مطلوبہ راوی کا نام یا متعلقہ معلومات لکھیں، وہ آپ کے سامنے ہوگا۔ یہاں بھی ونڈو کے اوپر کے بٹن بدستور کام کرتے ہیں۔

مخصوص تلاش کے لیے ونڈو کے دائیں طرف (بحث مركب عن رواة التهذيبين خاصة) پر چیک لگائیں اور جس قدر آپ کو راوی کے بارے میں معلومات ہوں وہ لکھ کر انٹر کریں، مطلوبہ نتائج آپ کے سامنے ہونگے۔ اس باکس میں نیچے امام مزی کی (تہذیب الکمال) اور ابن حجر عسقلانی کی (التقریب) میں مستعمل کی گئی بعض اصطلاحات کا مختصر تعارف دیا گیا ہے۔

اس طرح حدیث کی کتب کا مطالعہ کرتے ہوئے آپ کسی راوی کے بارے میں جاننا چاہیں تو اس کے نام کو سلیکٹ کریں اور اوپر کے آئیکونز میں سے (بحث فی التراجم) پر کلک کریں، اس کی مکمل تفصیلات آپ کے سامنے ہوں گی۔ اس طرح سے کسی راوی کے بارے میں آئمہ کی رائے جاننے میں یہ مکتبہ ممد ومعاون ثابت ہوتا ہے۔

۸. غرفۃ التحکم (Control room):

مکتبۃ شاملۃ ایک ایسی لائبریری ہے جس کا مکمل ڈھانچہ آپ اپنی مرضی کے مطابق تبدیل کرسکتے ہیں۔ مثلاً نئی کتابوں کی شمولیت، پرانی کتابوں کے نام، اقسام اور بطاقات (Cards) وغیرہ میں تبدیلی کرسکتے ہیں۔ ان تمام امور کے لیے (غرفة التحكم) کا آپشن موجود ہے۔

طریق کار:

مینو بار سے (شاشات خاصة..غرفۃ التحکم) یا پروگرام کے مستقل بالائی آئیکونز میں سے (غرفۃ التحکم) پر کلک کریں۔ آپ کے سامنے آنے والے باکس میں دائیں جانب اقسام کتب کی فہرست ہوگی، اس میں سے کسی ایک قسم کو سلیکٹ کریں، درمیان والی فہرست سے اس مجموعے کی ذیلی کتاب سلیکٹ کریں۔ اس کتاب سے متعلق معلومات تیسرے باکس میں سامنے آئیں گی۔

اگر آپ مجموعی عنوانات کے برخلاف کتابوں کو تہجی ترتیب سے کھولنا چاہیں تو اسی سکرین پر اقسام کتب کی بالائی جانب (ا ب ت) پر کلک کریں۔ اور اگر کسی خاص قسم کی کتب کو تہجی ترتیب سے دیکھنا ہو تو پہلے صرف ایک (قسم) سلیکٹ کریں اس کے بعد ذیلی کتب کی فہرست میں بالائی جانب (ابجدیا) پر چیک لگائیں۔

ذیلی اختیارات:

کسی اساسی مجموعے کے نام میں تبدیلی کے لیے فہرست کے نیچے دیئے گئے باکس میں نام لکھ کر (تغییر اسم) پر کلک کردیں:

☆ نیا نام شامل کرنا ہو تو اسی باکس میں نام لکھ کر (إضافة قسم جديد) پر کلک کریں۔

☆ مجموعے کا نام اوپر کی جانب منتقل کرنے کے لیے (تحريك القسم لأعلى) پر کلک کریں۔

☆ مجموعے کا نام نیچے کی طرف منتقل کرنے کے لیے (تحريك القسم لأسفل) پر کلک کریں۔

☆ جبکہ ختم کرنے کے لیے (حذف القسم) پر کلک کریں۔

☆ کسی نئی شامل کی گئی کتاب کو فہرست میں شامل کرنے کے لیے قریبی آئیکون (فهرسة في كتاب) پر کلک کریں۔

☆ مجموعے کی تمام کتب کو حذف کرنے کے لیے (حذف فهارس جميع كتب) کے آئیکون کو

استعمال کریں۔

☆ مجموعے کی ذیلی فہرست طویل ہونے کی صورت میں خاص خانے میں نام لکھ کر (بحث عن إسم كتاب في المجموعة الحالية) پر کلک کریں۔

☆ تمام کتب میں تلاش کے لئے (بحث في كل الكتب) پر کلک کریں۔

مجموعے کی ذیلی کتب کے نام یا ترتیب میں تبدیلی، حذف، نئی کتاب کی شمولیت کا طریق کار اساسی مجموعات کی طرح ہی ہے۔

☆ اختیار کردہ کتاب کو کسی اور مجموعے میں منتقل کرنے کے لئے فہرست کی زیریں جانب مطلوبہ مجموعے کو سلیکٹ کرکے (نقل الکتاب الی قسم آخر) پر کلک کریں۔ اختیار کردہ کتاب مطلوبہ مجموعے میں منتقل ہوجائے گی۔

☆ اس طرح اگر آپ تین چار کتابوں کو کسی ایک کتاب میں جمع کرنا چاہیں تو (Ctrl+Shift+Arrow keys) کے ذریعے کتابوں کو سلیکٹ کرکے (دمج الكتب المحددة) پر کلک کریں، یہ آپشن اس وقت مفید ہوتا ہے کہ جب آپ ورڈ کی مختلف فائلیں مکتبہ میں Import کریں یا ایک مؤلف کی بہت سے چھوٹی چھوٹی کتب ہوں تو آپ کتابوں کے زیادہ پھیلاؤ سے بچنے کے لئے ان سب کو ایک مستقل کتاب میں جمع کرسکتے ہیں۔

سکرین میں بائیں جانب (بيانات الكتاب) کے خانے میں دو اختیارات ہوتے ہیں:

۱۔ المؤلف کو سلیکٹ کرنے سے یہ مولف صرف اس کتاب کے ساتھ خاص ہوجائے گا۔ اس صورت میں آپ مولف اور کتاب کے بارے میں حسب ضرورت معلومات میں اضافہ یا تبدیلی کرکے Save کے بٹن پر کلک کردیں تو یہ اضافہ جات Save ہوجائیں گے۔

۲۔ لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ دوسرے آپشن کو اختیار کیا جائے یعنی مولفین کی دی گئی فہرست میں سے ایک نام کو سلیکٹ کریں (جو عموماً پہلے سے موجود ہوتا ہے) مثلاً: تفسیر طبری کھولیں گے تو (الطبری، ابوجعفر) پہلے سے موجود ہوگا، اس صورت میں مولف کا تعارف (غرفة التحكم) میں پہلے سے موجود ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں کتاب مولف کے ساتھ مربوط ہوتی ہے، مولف کا یہ تعارف مولف کی دیگر تمام کتب کے ساتھ add کرسکتے ہیں۔

مؤلفین کی فہرست میں نئے مولف کا اضافہ، اس کے تعارف میں تغیر وتبدیل وغیرہ کے لئے نام کے خانے کے سامنے (الانتقال لجدول المؤلفين) پر کلک کریں، کھلنے والی ونڈو میں مطلوبہ تبدیلیاں کرنے کے بعد آپ واپس سابقہ ونڈو میں آسکتے ہیں۔

☆ آپ اختیار کردہ کتاب کو کسی بھی وقت پروگرام میں تلاش کے لئے اختیار کردہ کتب کی فہرست سے مستقلاً نکالنا چاہیں تو (اخفاء الكتاب من قائمة البحث) پر چیک لگا دیں۔ اب اگر آپ پروگرام کی تمام کتابیں تلاش کے لئے سلیکٹ کرلیں پھر بھی یہ کتاب ان میں شامل نہ ہوگی۔ اس آپشن کا فائدہ یہ ہے کہ چونکہ مکتبہ شاملہ نئی کتابوں کے اضافے کا اختیار بھی دیتا ہے، تو اگر آپ کے پاس ایک کتاب کے دو نسخے موجود ہوں، ایک کی ترقیم مطبوعہ کے موافق اور دوسری ناموافق، ایک اعراب کے ساتھ اور دوسری بغیر اعراب کے ہو، لیکن ان دونوں میں تلاش سے وقت کا ضیاع اور الجھن پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے آپ ان میں سے کسی ایک نسخہ کو، جو زیادہ بہتر ہو، سلیکٹ کرلیں اور دوسرے کو تلاش کے دائرے سے باہر رکھیں۔ اس کو سلیکٹ کرنے کے بعد (حفظ بيانات الكتاب) (Save) پر ضرور کلک کریں۔

☆ کتاب کو مکتبے کے اندر ہی compress کرنے کے لیے (مضغوط) کے آئیکون پر کلک کریں، اس صورت میں کتاب غیر مفہرس صورت میں ہوگی، جبکہ دوبارہ اسی صورت میں لانے کے لئے (عمل الفهرس) پر کلک کریں۔ اور فہرست کو ختم کرنے کے لئے (حذف الفهرس) پر کلک کریں۔

☆ کتاب کے (بطاقہ) (تعارفی کارڈ) میں کتاب، مولف، موجودہ نسخہ، آیا کہ اعراب کے ساتھ ہے یا نہیں، مطبوعہ کے مطابق ہے یا نہیں، کتاب کا مصدر اور دیگر معلومات شامل ہوتی ہیں۔ بطاقہ کے قریب تیر کے نشان کی مدد سے (عن الكتاب) میں آپ کتاب سے متعلق جبکہ (عن المؤلف) میں مؤلف سے متعلق معلومات میں تبدیلی واضافہ کرکے (حفظ بيانات الكتاب) کی مدد سے Save کرسکتے ہیں۔ کتاب جس مجموعے میں شامل ہے، ونڈو میں بائیں جانب آخری خانے میں اس کا نام دیا گیا ہوتا ہے۔
ونڈو کے دیگر تمام آئیکونز ویسے ہی کام کرتے ہیں۔

☆ مذکورہ تمام تبدیلیاں اور اضافہ جات اسی صورت میں ممکن ہیں کہ جب پروگرام Writeable CD میں یا Hard Disk میں ہو اور اگر یہ پروگرام صرف Readable سی ڈی میں ہو تو تحریر (Editing) وغیرہ کا کام ممکن نہ ہوگا۔

۹۔ شاشۃ المؤلفین (Authors' screen):

جس طرح پہلے وضاحت کی گئی ہے کہ (المكتبة الشاملة) صرف کتابوں کا جامد ذخیرہ نہیں بلکہ اس میں نئی کتاب شامل کرنے اور پہلے سے موجود کسی کتاب کو ختم یا تبدیل کرنے کی سہولت بھی موجود ہے۔ اسی طرح کس مولف کا تعارف شامل، ختم یا تبدیل کرنے کی سہولت بھی موجود ہے۔
شاشۃ المؤلفین میں جانے کے لئے مینو بار سے (شاشات خاصة..... شاشة المؤلفين) پر کلک کریں۔ آپ کے سامنے کھلنے والی نئی ونڈو میں دائیں جانب مؤلفین کی ایک طویل فہرست ہوگی، اس میں سے اپنے مطلوبہ مولف تک پہنچنے کے لیے فہرست کے نیچے دیئے گئے خانے میں اس کا نام لکھ کر (بحث في القائمة) پر کلک کریں۔ اگر مطلوبہ مولف پروگرام میں موجود ہوا تو نیلے رنگ میں اس کا نام فہرست میں واضح ہوجائے گا۔ جبکہ فہرست کے سامنے (ترجمۃ المؤلف) کے عنوان سے مولف کا تعارف ہوگا۔ آپ چاہیں تو مولف کے نام اور تعارف میں تبدیلی بھی کرسکتے ہیں۔

☆۔ نام میں تبدیلی:

اگر مولف کا نام بدلنا ہو تو اس کو سلیکٹ کرکے مؤلفین کی فہرست کے نیچے پہلے دیئے گئے خانے میں مولف کا نا نام لکھیں پھر (تغيير إسم المؤلف المحدد) پر کلک کریں، نام تبدیل ہوجائے گا۔

☆۔ نیا نام شامل کرنا:

دیئے گئے خانے میں مؤلف کا نام لکھ کر (إضافة مؤلف جديد) پر کلک کریں، آپ کا دیا گیا نام خود بخود ہجی ترتیب سے فہرست میں شامل ہوجائے گا۔

☆۔ کوئی نام حذف کرنا:

اگر کسی مؤلف کا نام حذف کرنا ہو تو اس کو سلیکٹ کرکے فہرست کے نیچے (حذف المؤلف المحدد) پر کلک کریں۔

☆۔ ترجمۃ المؤلف میں تبدیلی:

اس آپشن کی مدد سے آپ مؤلف کے تعارف میں اضافہ یا ردوبدل کرسکتے ہیں۔ اس کے

لئے دیئے گئے خانے میں تبدیلی کریں اور پھر (ترجمۃ المؤلف) کے سامنے (حفظ بیانات الکتاب) پر کلک کرکے کی گئی تبدیلی کو Save کریں۔

ونڈو کے دیگر آپشنز میں (بطاقۃ الکتاب) (کتاب کا مختصر تعارف)، (تصفح سریع) اور مؤلف کی دیگر تصانیف کی فہرست شامل ہے۔ (کسی کتاب کو اس مؤلف کی تصانیف میں شامل کرنے کے لیے (غرفۃ التحکم) کا استعمال ہوگا) یہ سب کچھ آپ اسی سکرین پر ملاحظہ کرسکتے ہیں۔ ونڈو کے بالائی تمام بٹن یہاں بھی حسب دستور کام کرتے ہیں۔

۱۰۔ شاشۃ ربط متن بشرحہ:(Screen for text, linked with explaination)

یہ مکتبہ متن قرآن کے ساتھ تفاسیر اور حدیث کے ساتھ ان کی شروح کا مطالعہ یا کسی ایک متن کی کئی دیگر شروح کے بیک وقت مطالعے کی سہولت بھی دیتا ہے۔

طریق کار:

مندرجہ ذیل مثال کے ذریعے اس کی وضاحت کی جاتی ہے:

پروگرام کے ہوم پیج پر ایک بار کلک کریں، (کتب المتون ... صحیح بخاری) حدیث نمبر ایک نکالیں، پروگرام کے مین پیج سے (شاشات خاصة .... ربط متن بشرحه) سلیکٹ کریں، آپ کے سامنے ایک نئی ونڈو کھلے گی جس میں دائیں جانب ایک لائن میں پروگرام میں شامل کتابوں کے مجموعات کے نام ہوں گے، یہاں سے (شروح الحدیث) کو سلیکٹ کریں، اس مجموعے میں شامل تمام کتب کی فہرست نیچے خانے میں کھل جائے گی۔ یہاں سے (فتح الباری لابن حجر) کو سلیکٹ کرکے نیچے رخ کیے ہوئے تیر (أضف الکتاب إلی قائمة الشروح) پر کلک کریں۔ اس طرح (فتح الباری لابن حجر) کو بھی اس فہرست میں لے آئیں۔ اس زیریں فہرست سے جو آپ نے تیار کی، (فتح الباری لابن حجر) پر کلک کریں، (الشرح: فتح الباری لابن حجر) کے عنوان سے یہ کتاب مقابل خانے میں کھل جائے گی اور اس میں بخاری شریف کی پہلی حدیث کی شرح ہوگی۔ اور ونڈو کی زیریں جانب (الحالة: المتن مرتبط بالشرح المعروض) یعنی متن اور شرح ہم آہنگ ہیں۔ اس عبارت کے سامنے دوران مطالعہ دیگر صفحات کی طرف منتقلی کے نشانات اور کسی خاص جلد، صفحہ یا حدیث نمبر کا خانہ دیا گیا ہے، اس میں نمبر کے ذریعے آپ مطلوبہ مقام تک رسائی حاصل کرلیں گے۔

متن اور شرح کے خانوں کے درمیان آئیکون کی مدد سے متن اور شرح کے مابین ربط ختم، جبکہ (اربط المتن بالشرح) کی مدد سے دوبارہ ربط قائم کیا جاسکتا ہے۔ اگر مفتوحہ متن سے متعلق شرح تک پہنچنا ہو تو (عرض الشرح المرتبط بالمتن) پر کلک کریں۔

اب شروحات کی فہرست میں سے (فتح الباری لابن حجر) پر کلک کریں۔ آپ دیکھیں گے کہ Status bar میں متن اور شرح غیر مرتبط ہونگے۔ اب صحیح بخاری میں دیئے گئے خانوں کی مدد سے جز ۳، صفحہ ۱۱۴، کھولیں، یہاں آپ کے سامنے یہ حدیث ہوگی:

"إن معاذ بن جبل کان یصلي مع النبي ﷺ ثم یرجع فیؤم قومه"

اب (فتح الباري لابن حجر) میں جز ۳، صفحہ ۱۱۰ کھولیں۔ Status bar ابھی متن اور شرح کو غیر مربوط ظاہر کررہی ہوگی۔ اب (ربط المتن بالشرح) پر کلک کریں تو ربط قائم ہوجائے گا۔

اس طرح اگر موجود متن اور شرح میں تو ربط نہ ہو لیکن کسی اور مقام پر اس متن کی شرح مفتوحہ کتاب میں موجود ہو۔ اس کو پڑھنے کے لیے متن کی بالائی جانب (الإنتقال إلی موضع) آخر پر کلک کریں۔

المکتبة الشاملة کے (الإصدار الثاني) میں ابھی تک صحاح ستہ اور موطا کی متن سے مربوط شروحات دی گئی ہیں۔ یہی سہولت انٹرنیٹ پر بھی مفت حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس کے لیے درج ذیل ویب سائٹ استعمال کریں:(http://www.al-islam.com)

۱۱۔ شاشة استیراد وتصدیر کتب الکترونیة:

(Screen import and export of electronic books)

المکتبة الشاملة کے دیگر بہت سے امتیازات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ اس میں نئی کتابیں شامل بھی کرسکتے ہیں اور مکتبہ میں سے کوئی خاص کتاب نکال کر علیحدہ بھی کرسکتے ہیں۔ علیحدہ کی گئی کتاب میں صفحہ در صفحہ مطالعہ، تلاش اور دیگر سہولیات موجود ہوتی ہیں۔ اس طرح اگر آپ کے پاس موجود کتاب کسی دوسرے دوست کے المکتبة الشاملہ میں موجود نہیں۔ آپ کے ذریعے وہ یہ کتاب اپنے مکتبے میں شامل کرسکتا ہے۔

یہ عمل ورڈ سے ذرا مختلف ہوتا ہے یعنی Export کی جانے والی مکتبہ شاملہ کی تمام خصوصیات کی حامل ہوگی۔ اس میں صفحات کے نمبر اور موضوعات کی ترتیب، حدیث اور اس کی شرح کے مابین

ربط، آیات اور تفسیر کے مابین ربط، مؤلف کے ترجمہ میں تبدیلی کا اختیار اور کتاب اور مؤلف کا مختصر تعارف، یہ تمام سہولیات اس میں شامل ہوتی ہیں۔ آپ اگر کتاب کو کھول کر پڑھنا چاہیں تو وہ سکرین پر ایسے ہی کھلے گی جیسے مکتبہ شاملہ کے اندر کھلی ہو۔ مزید برآں Export اور Import کا یہ عمل ورڈ کی نسبت زیادہ تیز رفتار ہوگا۔

عملی طریق کار:

آپ ایک مکتبہ میں شامل کسی کتاب میں کوئی تبدیلی کرنا چاہتے ہیں، لیکن آپ کو خدشہ ہے کہ آپ کی طرف سے کی گئی تبدیلی سے کتاب میں کوئی نقص پیدا نہ ہوجائے، تو آپ اس کتاب کو مکتبہ سے باہر نکال لیں، اس میں مطلوبہ تبدیلی کے بعد دوبارہ مکتبے میں شامل کر دیں۔

Export کرنے کا طریقہ:

اس طرح آپ مختلف کتابوں کو مکتبہ شاملہ سے Export کر کے ایک الگ چھوٹی لائبریری بھی بنا سکتے ہیں۔

پروگرام کے ہوم پیج پر موجود آئیکونز میں سے (إخراج الكتاب بصيغة الكترونية) پر کلک کریں، یا مینو بار میں (خدمات... تصدير كتب الكترونية) پر کلک کریں آپ کے سامنے ایک باکس کھلے گا جس میں دائیں جانب کتابوں کی فہرست ہوگی، فہرست میں سب سے اوپر مجموعات کا نام ہوگا۔ مثلاً تفسیر، عقیدہ، علوم القرآن اور پھر اسی عنوان کے تحت آنے والی تمام کتب/کتاب سلیکٹ کرنے کے بعد سامنے تیر کے نشان (إدراج الكتب المحددة) پر کلک کریں، وہ کتاب سامنے والے باکس میں چلی جائے گی۔ اگر اس کی تمام کتابیں Export کرنا چاہیں تو (إدراج جميع الكتب) پر کلک کریں، کسی کتاب کو Deselect کرنے کے لیے (استعاد الكتب المحددة) اور پورے مجموعے کو واپسی کرنے کے لیے (استعاد جميع الكتب) (دو تیروں) پر کلک کریں، اختیار کردہ کتاب کا تعارف دیکھنے کے لئے (بطاقة الكتاب) پر کلک کریں۔ جب آپ کتابیں سلیکٹ کرلیں تو آپ کتاب کو Export کرنے کے بعد محفوظ کرنے کی جگہ سلیکٹ کرنے کے لیے (أختر المكان الذي تريد التصدير إليه) پر کلک کر کے اس جگہ کا تعین کریں۔ جگہ کے تعین کے بعد (أختر المكان) کے سامنے والے آئیکون پر کلک کریں۔ Export کا عمل شروع ہوجائے گا۔ اس عمل کی تکمیل کے بعد کتاب کا آئیکون ایک نئی ونڈو میں سامنے آئے گا۔ یہاں سے آپ کتاب کو کھول کر استعمال کر سکتے ہیں۔

Import کرنے کا طریقہ:

اگر آپ وہی کتاب تبدیلی کے بعد دوبارہ واپس مکتبے میں رکھنا چاہیں، یا نئی کتاب شامل کرنا چاہیں تو پروگرام کے مینو بار میں (خدمات.... استیراد کتب الکترونیۃ) پر کلک کریں۔ آپ کے سامنے ایک باکس کھلے گا۔ اس میں مکتبہ شاملہ کے جس مجموعہ میں آپ حالیہ کتاب کو رکھنا چاہتے ہیں، اس کا انتخاب کریں، مطلوبہ کتاب تک پہنچنے کے لئے کمپیوٹر نما آئیکون (استعراض مجلدات وملفات الجهاز) پر کلک کریں۔

وہ کتاب گزشتہ باکس میں آجائے گی۔ اس طریقے سے آپ جتنی کتابیں چاہیں اس فہرست میں شامل کر سکتے ہیں۔ کسی کتاب کو فہرست سے خارج کرنے کے لیے (حذف الكتاب) اور پوری فہرست کو ختم کرنے کے لیے (تفريغ القائمة) پر کلک کریں۔ اختیار کردہ کتاب کو امپورٹ کرنے کے لیے (استيراد الكتب إلى البرنامج) پر کلک کریں، اختیار کردہ کتاب مکتبہ شاملہ میں آجائے گی۔

۱۲۔ شاشة إخراج الكتاب للملف النصي (Import text file screen):

آپ مکتبہ شاملہ سے کوئی بھی کتاب پوری کی پوری جلد اور صفحہ نمبر کے ساتھ ٹیکسٹ فائل میں منتقل کر سکتے۔ اگر کتاب کی شرح بھی ساتھ ہو تو آپ کو اختیار ہوگا کہ آپ اصل متن کو شرح سے اوپر ظاہر کریں یا چھپائیں۔ اسی طرح تفاسیر پڑھتے وقت چاہیں تو آیات کا متن سامنے رکھیں یا صرف تفسیر کا مطالعہ کریں۔ اس کے لیے آپ کے سامنے جو باکس کھلے گا اس میں فائل کے لیے صفحات میں مطلوبہ فاصلہ (Space) جلد اور صفحہ نمبر لگانے کا اختیار، کتاب پر لگی تعلیقات کی منتقلی، مکمل کتاب یا کتاب کے کسی خاص جزء یا صفحات کا حصول اور اعراب کے ساتھ یا اعراب کے بغیر کتاب کی منتقلی کے آپشن ہوتے ہیں۔ اس کے بعد آپ کتاب کو جہاں رکھنا چاہیں وہ Location سلیکٹ کریں اور (تحويل الكتاب) کے آئیکون پر کلک کریں، کتاب مطلوبہ جگہ پر علیحدہ فولڈر میں آجائے گی۔ مکتبہ شاملہ کے چوتھے ورژن (Fourth Version) میں مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت کتب کو درج کیا گیا ہے:

التفاسير، علوم القرآن، متون الحديث، الاجزاء الحديثية، كتب ابن ابى الدنيا، شروح الحديث، كتب العلل والسئوالات، كتب التخريج، كتب الالباني، مصطلح وعلوم الحديث، الرجال والتراجم والطبقات، العقيده، العقيده المسندة، كتب الانساب، اصول و قواعد الفقه، فقه حنفى، فقه مالكى، فقه شافعى، فقه حنبلى، فقه عام، السياسة

الشرعية و القضاء، الفتاوى، بحوث و مسائل مالية و اقتصادية، كتب ابن تيمية ، كتب ابن
قيم، الاخلاق و الآداب و الرقائق، السيرة و الشمائل الشريفة، كتب التاريخ، كتب البلدان،
علوم اللغة و المعاجم، كتب الادب، دواوين الشعر، فهارس الكتب، الطب، الرقى
الشرعية، شروح اخرى، الفقه العام، معاجم اللغات الاخرى، علوم القرآن، اخرى،
التفسير، اخرى، متون، اخرى، المجلات و البحوث و الدوريات، كتب عامة خارج
نطاق التحقيق، طبعات اخرى للكتب۔ الاجزاء الحديثية، النحو و الصرف، مصطلح
الحديث ،اصول الفقه و القواعدالفقهية ، السيرة و الشمائل، التراجم و الطبقات، كتب
التخريج و الزوائد، الاخلاق و الرقائق و الاذكار،الجوامع و المجلات و نحوها.

یہ سافٹ ویئر بالکل مفت دستیاب ہے۔آپ انٹرنیٹ سے اسے اپنے کمپیوٹر میں مفت تحمیل (Free Download) کر سکتے ہیں۔اس کے لیے ویب سائٹ یہ ہے۔ http://www.shamela.ws/

اس کے علاوہ اس ویب سائٹ سے آپ مکتبہ شاملہ میں شامل ہونے والی نئی کتابوں اور نئے اضافہ جات کو بھی Download کر سکتے ہیں۔

16۔ آسان قرآن وحدیث: (Easy Quran wa Hadees)

یہ سافٹ ویئر مشہور ادارہ A.Q.F.S (Al Quran Facts and Statistics) برکت مارکیٹ، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور کا تیار کردہ ہے۔اس پروگرام کا ورژن (3.1) قرآن مجید کے دس اردو تراجم، گیارہ انگریزی تراجم، گیارہ کتب احادیث کے اردو تراجم اور چھ کتب احادیث کے انگریزی تراجم پر مشتمل ہے۔اس پروگرام میں مکمل عربی اور اردو متن کے ساتھ ڈیٹا بیس، الفاظ اور موضوعات کے حساب سے تلاش کی سہولت موجود ہے۔

ترجمہ وتفسیر مکی۔ترجمہ وتفسیر مدنی۔ترجمہ وتفسیر عثمانی۔ترجمہ وتفسیر ابن کثیر۔ترجمہ وتفسیر کنز الایمان۔ترجمہ وتفسیر ڈاکٹر محمد عثمان (الکتاب) ترجمہ وتفسیر تیسیر القرآن۔ترجمہ مولانا احمد علی۔ترجمہ عرفان القرآن۔باآواز ترجمہ فتح محمد جالندھری۔قرآن مجید کی تلاوت۔

English Translrations: Maulana Abdul Majid Daryabadi- Abdullah Yusu Ali-Dr Muhammad Taqi-ud-Din Al-Hilali- Dr. Muhammad Muhsin Khan- M.Pickthal- Shakir- Irfan-ul-Quran (Dr. M.

Tahir-ul-Qadri)- Mufti Taqi Usmani- Tarjuma and Tafseer Tafheem-ul-Quran- Tafseer Jalalain- Tarjuma Sindhi.

کتب احادیث کے اردو اور انگریزی تراجم کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ جامع ترمذی۔ سنن ابو داؤد۔ سنن نسائی۔ سنن ابن ماجہ۔ شمائل ترمذی۔موطا امام مالک۔مشکوۃ المصابیح۔سنن دارمی۔مسند امام احمد۔

Sahih Bukhari- Sahih Muslim- Sunan Abu Dawood- Muta Imam Malik- Jame Tirmazi- Shamail Tirmizi.

آسان قرآن وحدیث کا سافٹ ویئر حاصل کرنے کے لئے مندرجہ ذیل e-mail پر رابطہ کیا جاسکتا ہے: easyquranwahadees@gmail.com

چوتھا مرحلہ: علمی مواد کی جمع آوری
(Data Collection)

یہ مقالے کی تیاری کا ایک اہم مرحلہ ہے، اور مقالہ لکھنے کے لئے محقق کے پاس ایسے مصادر ہونا ضروری ہیں، جن کی مدد سے وہ اپنے موضوع کے بارے میں معلومات جمع کر سکے۔معلومات اور علمی مواد کے مصادر مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں جن میں سے چند اہم یہ ہیں:

کتابیں، انسائیکلوپیڈیاز، مجلات ورسائل، لیکچرز، دستاویزات، انٹرویوز، سوال نامے، مشاہدہ، تجربہ، آزمائش (Test)۔

معلومات وبیانات جمع کرنے کے ان دس مصادر کو دو بڑی قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

1۔ پہلی قسم: پانچ مصادر پر مشتمل ہے۔

(کتابیں، انسائیکلوپیڈیاز، مجلات ورسائل، لیکچرز اور دستاویزات) مصادر کی یہ قسم محقق کے لئے سابق محققین کے تیار کردہ بیانات (Ready Data) فراہم کرتی ہے، اور یہ مصادر لائبریری میں موجود ہوتے ہیں۔

2۔ دوسری قسم: دیگر پانچ مصادر پر مشتمل ہوتی ہے۔

(انٹرویوز، سوال نامے (Questionnaire)، مشاہدہ (Observation)، تجربہ (Experiment) اور آزمائش (Test)) ان مصادر میں معلومات اور مواد تیار شدہ حالت میں

6۔ اگر اقتباس ایک صفحے سے زائد ہو تو نقل حرفی یعنی من وعن نقل کرنا درست نہیں بلکہ اسے معنوی یعنی مفہومی اعتبار سے نقل کیا جائے گا۔ محقق اسے اپنے اسلوب اور اپنے الفاظ میں تمام مندرجات کا خلاصہ کرتے ہوئے لکھے گا، لیکن جن مصادر و مراجع سے نقل کر رہا ہے ان کا حوالہ ضرور درج کرے گا۔

7۔ جب نصی اقتباس کے اندر کسی چیز کا اضافہ کرنا ہو تو اس لفظ یا جملے کو قوسین (Braces) کے اندر نقل کیا جائے گا، تاکہ وہ اقتباس کی اصلی عبارت سے جدا رہے۔

8۔ اگر اقتباس کے اندر کسی حصے کو حذف کرنا ہو تو محذوف کی جگہ تین مسلسل افقی (Horizontal) نقطے لگا دیئے جائیں گے۔

9۔ اقتباس شدہ عبارت کے اپنے سے ماقبل اور اپنے سے مابعد کے کلام کے ساتھ باہمی ربط اور حسن ترتیب کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے، تاکہ سلاست اور سیاق کلام میں کسی قسم کا تنافر محسوس نہ ہو۔

10۔ اقتباسات اور نقل کی گئی عبارات کی کثرت میں محقق کا اپنا تشخص برقرار رکھنا ضروری ہے، اور وہ اس طرح کہ نقل کئے گئے اقتباس سے پہلے تمہید، تعارف اور مقدمہ (Intro) تحریر کرے اور اس اقتباس کے نقل کرنے کے بعد اس پر تبصرہ (Commentary) کرے، مشکل الفاظ و عبارات کی وضاحت کرے اور مختلف عبارتوں کا ایک دوسرے سے موازنہ کرے۔

11۔ حاشیے میں اقتباس کے مصدر و مرجع کا حوالہ دینا ضروری ہے، اور وہ اس طرح کہ اقتباس کو ترتیب کے لحاظ سے کوئی نمبر دیا جائے، اور وہی نمبر صفحے کے آخر میں حاشیے کی لائن لگا کر لکھا جائے، اور اس نمبر کے آگے اقتباس کے مصدر کے بارے میں معلومات دی جائیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

''مولف کا نام، کتاب کا نام اور اس کے نیچے لائن لگائی جائے، مقام اشاعت، ناشر کا نام، ایڈیشن نمبر، تاریخ طباعت، جلد نمبر اور صفحہ نمبر''۔

اگر کسی مجلّہ میں چھپنے والے مقالے سے اقتباس نقل کیا گیا ہے تو حاشیے میں مندرجہ ذیل معلومات لکھنا ضروری ہوگا: ''مقالہ نگار کا نام، مقالے کا عنوان، واوین میں مجلّے کا نام، اور اس کے

نیچے لائن لگائی جائے گی۔ مقام اشاعت، شمارہ نمبر، تاریخ اجرا، اقتباس کردہ مقالے کے پہلے اور آخری صفحے کا نمبر''۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجئے صفحہ نمبر......)

2۔ تلخیصی اقتباس: (Summary/Abstracted Quotation)

محقق اپنی تحقیق میں ان چیزوں پر انحصار کرتا ہے جو اس سے پہلے لوگوں نے تحریر کی ہیں۔ پھر وہ اس میں کچھ نہ کچھ نئی چیزوں کا اضافہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن اگر محقق اپنی تحقیق میں سابقین کی ذکر کردہ آراء اور ان سے حاصل شدہ نتائج کو من وعن نقل کرنا شروع کردے تو اس کی تحقیق کا حجم غیر ضروری طور پر بہت بڑھ جائے گا، چنانچہ اس عیب سے بچنے کے لئے محقق تلخیص کا طریقہ اختیار کرتا ہے، اور اس طریقہ کے ذریعے بہت سے صفحات کا خلاصہ چند سطور میں بیان کردیتا ہے، اور آخر میں مرجع کا حوالہ ذکر کردیتا ہے۔

3۔ مفہومی اقتباس: (Reproduced/ Redrafted Quotation)

بعض اوقات جب کسی عبارت کو سمجھنا قاری کے لئے مشکل ہو تو محقق اس کے مفہوم کو اپنے الفاظ اور اپنے اسلوب میں ڈھال دیتا ہے، اور اس طرح اس عبارت کی تمام پیچیدگیوں اور الجھنوں کو ختم کردیتا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ اس عبارت کو اچھی طرح سمجھنے اور ادراک کرنے کے بعد ہی ہوتا ہے۔

اس طریقہ کو استعمال کرنے کے درج ذیل مقاصد ہیں:

(أ) مقالے میں نقل شدہ عبارتوں کو کم سے کم رکھا جائے اور بلاضرورت ان سے اجتناب کیا جائے۔

(ب) عبارتوں کے سمجھنے اور انہیں عمدگی سے استعمال کرنے میں طالب علم کی صلاحیتوں کی نشوونما کرنا۔

(ج) جہاں جہاں ضرورت ہو وہاں تبصرہ و تعلیق اور تنقید کی جائے۔

یہ چیز ذہن میں رہنی چاہیے کہ اقتباسات کو نقل کرنے سے مقصود ہرگز مقالے کا حجم بڑھانا نہیں، بلکہ اس سے مقصود مقالے کو مستند بنانا اور زیادہ سے زیادہ نتائج کا حصول ہوتا ہے، اور آخر میں ان اقتباسات کے ذریعے کسی جدید فکر و غایت تک پہنچنا ہوتا ہے۔

مقالہ ہمیشہ فکری اصلیت سے آراستہ ہوتا ہے، اور مقالہ نگار صرف معلومات اور مواد کو جمع کرنے والا یا متفرق اشیاء کو اکٹھا کرنے والا نہیں ہوتا، بلکہ وہ ایک اصلی محقق ہوتا ہے جو افکار کو ان کے

اسباب وعلل کے ساتھ ہی قبول نہیں کر لیتا، بلکہ ان افکار پر اپنی تحقیق کی چھانی (Stainer) لگاتا ہے اور صرف اسی کا انتخاب کرتا ہے جو اس کی تحقیق کے لئے درست اور مفید ہو۔(۲۷)

3۔ مواد کی تدوین:(Editing of Data)

مصادر ومراجع کو جمع کرنے اور ان پر مطلع ہونے کے بعد محقق اپنے مقالے سے متعلق موضوعات کا مطالعہ کرتا ہے۔ پھر اس مواد کو مدون کرتا ہے۔ یہ تدوین بعض اوقات کتابت کے ذریعے ہوتی ہے، اور بعض اوقات فوٹو کاپی یا کمپیوٹر ڈاؤن لوڈنگ کے ذریعے ہوتی ہے۔ پھر اس مواد کو نقل حرفی یا تلخیص یا مفہومی انداز میں درج کیا جاتا ہے نیز اس مواد کی تدوین یا تو خاص کارڈز پر یا مختلف فائلوں میں کی جاتی ہے۔ کارڈز پر تدوین کی صورت میں ان کارڈز کو ابواب کی تعداد کے مطابق مختلف مجموعوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، اور ہر مجموعہ میں اس باب سے متعلقہ معلومات کو مدون کیا جاتا ہے، اور ہر کارڈ کے اوپر ایک جانب میں مصدر ومرجع کے بارے میں درج ذیل معلومات لکھی جاتی ہیں۔

☆ مولف کا پورا نام

☆ کتاب کا پورا نام

☆ ناشر، مقام اشاعت اور تاریخ اشاعت

☆ جلدوں، اجزاء اور صفحات کی تعداد

☆ اگر مجلات اور اخبارات کا مواد ہو تو سال، مہینہ، دن اور صفحہ لکھا جاتا ہے۔

جب محقق اپنے موضوع تحقیق سے مناسبت رکھنے والے مواد کا مطالعہ کرے تو اسے فوراً متعلقہ باب کے کارڈز میں تدوین کر لے۔ اگر فائلوں میں تدوین کا کام کیا جائے تو وہاں بھی کارڈز والا طریقہ اپنایا جائے گا، اور ہر باب کی فائلیں الگ کر لی جائیں گی، اور پھر انہیں فصلوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

مواد کی جمع آوری اور کارڈز اور فائلوں میں تدوین کے بعد محقق اس تمام مواد کی کانٹ چھانٹ (Sorting) کرتا ہے، اور صرف اس مواد کو الگ کر لیتا ہے جس کا موضوع تحقیق کے ساتھ گہرا اور براہ راست تعلق ہو، اور پھر اس کانٹ چھانٹ کئے گئے مواد کو ابواب وفصول میں تقسیم کر دیتا ہے (۲۸)۔

اب ہم آپ کے سامنے کارڈز پر معلومات کی تدوین کے کچھ اصول وقواعد پیش کرتے ہیں

جنہیں اطلاقی لسانیات کے ماہر تحقیق ہمارے استاد گرامی فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن الفوزان، (مدیر معهد اللغة العربية، جامعة الملك سعود، رياض، سعودی عرب) نے مرتب کیا اور دوران لیکچر ہمیں تحریر کروائے۔

کارڈز پر معلومات کی تدوین:

1۔ ہر مرجع کے لئے ایک کارڈ مخصوص کرے جس میں اس سے متعلق مکمل معلومات موجود ہوں۔

2۔ مقالے کی ہر فصل کے لئے کارڈز کا ایک مجموعہ خاص کرے۔

3۔ ہر فصل کے کارڈز کے لئے ایک خاص لفافہ تیار کرے۔

4۔ کانٹ چھانٹ کے عمل کو آسان بنانے کے لئے خاص رنگ یا خاص نمبر کے ذریعے ہر فصل کے کارڈز کو نمایاں کرے۔

5۔ محقق کو چاہیے کہ ایک کارڈ پر صرف ایک مکمل خبر (Information) بمع حوالہ مصدر ومرجع تحریر کرے۔

6۔ اگر مرجع ومصدر محقق کی اپنی ذاتی لائبریری میں موجود ہو تو کارڈ پر صرف انفریمیشن یا اقتباس کا موضوع اور مرجع کے بارے میں معلومات درج کرے۔

7۔ محقق کے لئے بہتر یہ ہے کہ اپنے موضوع کے متعلق ہر قسم کی معلومات کو ریکارڈ کرتا چلا جائے، کیونکہ اگر ضرورت پڑ جائے تو دوبارہ تلاش کرنا اور ان مراجع تک پہنچنا مشکل ہو جاتا ہے۔

8۔ بہتر یہ ہے کہ ہر کارڈ کے لئے ایک عنوان وضع کرے تاکہ کارڈز کی کانٹ چھانٹ کا کام آسان ہو جائے۔

9۔ کسی عبارت کو ریکارڈ کرنے میں بڑی احتیاط اور باریک بینی سے کام لے اور اس بات کی تاکید وتسلی کرلے کہ وہ عبارت مقالے کے موضوع کے لئے کارآمد ہوگی اور محض تکرار ثابت نہ ہوگی۔

10۔ جب کوئی عبارت ریکارڈ ہو چکی ہو اور پھر اس سے ملتی جلتی عبارت کسی اور مرجع سے لکھنا مقصود ہو تو دوسرے مرجع کے لئے موضوع سے مشابہت کا اشارہ ہی کافی ہوگا۔

11۔ کارڈز پر معلومات کی تدوین کے بعد محقق ان کارڈز کی بغور چھان بین کرے، اور باقی

معلومات کوضرورت کے وقت کے لئے محفوظ رکھے۔

12۔ مقالہ مکمل کرنے کے بعد بھی محقق ان کارڈز کوسنبھال کر رکھے، تاکہ مستقبل میں اس موضوع سے متعلق مزید معلومات کے حصول میں اسے آسانی رہے۔

خود تیار کردہ مواد کے مصادر(Initiated Data Sources):

جیسا کہ ابھی ذکر ہوا مواد کی جمع آوری کے 10اہم ذرائع ہیں، جن میں سے پانچ کو (Ready Data Sources) کا نام دیا گیا، یہاں ہم دیگر پانچ مصادر کاذکر کر رہے ہیں جن کی مدد سے محقق اپنی تحقیق کے لئے خود مواد تیار کرتا ہے:

1۔انٹرویو:(Interview)

بعض اوقات کسی موضوع پر معلومات اکٹھی کرنے کے لئے محقق کولوگوں سے انٹرویو کرنا پڑتا ہے، پھر یہ انٹرویو کبھی انفرادی ہوتا ہے کہ جب محقق متعین کئے گئے افراد میں سے ایک ایک کا الگ الگ انٹرویو کرتا ہے، اور کبھی یہ اجتماعی نوعیت کا ہوتا ہے کہ جب محقق ایک جماعت یا گروپ کے ردِّعمل کو انٹرویو کے ذریعے ریکارڈ کرتا ہے۔ کچھ انٹرویو باقاعدہ اور منظم انداز میں لئے جاتے ہیں، ایسے انٹرویو کے لئے محقق پہلے سے سوالات کی ایک فہرست تیار کر لیتا ہے، اور پھر متعین مخصوص لوگوں سے ان سوالات کے جوابات حاصل کر کے لکھ لیتا ہے، جبکہ بعض انٹرویو غیر منظم اور غیر رسمی ہوتے ہیں، ان میں سوالات پہلے سے تیار نہیں کئے جاتے بلکہ عام مکالمہ کے انداز میں معلومات حاصل کی جاتی ہیں۔

2۔سوال نامہ:(Questionnaire)

مواد و معلومات جمع کرنے کے لئے محقق بعض اوقات سوال نامہ تیار کرتا ہے، پھر اسے مطلوبہ افراد میں تقسیم کر دیتا ہے، اور ان کے جوابات اور آراء اکٹھی کرتا ہے، پھر ان کا تجزیہ وتحلیل اور ان پر تبصرہ وتنقید کرتا ہے۔ یہ سوال نامہ کبھی آزاد ہوتا ہے اور کبھی مقید ہوتا ہے۔ آزاد سوال نامے میں صرف سوالات لکھے جاتے ہیں، اور مختصر جوابات کے لئے جگہ خالی چھوڑ دی جاتی ہے، جبکہ مقید سوال نامے میں سوال کے ساتھ مختلف جوابات بھی لکھ دیئے جاتے ہیں، جن میں سے مسئول نے ایک کا انتخاب کرنا ہوتا ہے۔ مقید سوال نامے کی کئی شکلیں ہوتی ہیں، بعض اوقات جواب ہاں یا نہیں میں ہوتا

ہے، بعض اوقات ا، ب، ج، د کے ساتھ چار انتخابات(Multiple Choice) دیئے جاتے ہیں، اور جواب دینے والا ان میں سے ایک کا انتخاب کرتا ہے۔ بعض اوقات جواب الفاظ کی شکل میں بھی ہو تا ہے۔ مثلاً: جواب دینے والا یہ کہے: ''میں ان سب سے اتفاق کرتا ہوں۔ یا میں ان میں سے صرف ایک سے اتفاق کرتا ہوں یا میں نہیں جانتا یا میں اس سے اختلاف کرتا ہوں''۔

مقید سوال نامے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں جواب دینا آسان ہوتا ہے، جبکہ آزاد سوال نامے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اظہار رائے کی آزادی ہوتی ہے۔ کسی بھی سوال نامے کی کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ اس میں ذکر کردہ سوال اپنی بناوٹ اور اہداف میں واضح اور بے غبار ہوں۔

عام طور پر محقق سوال نامے کے ساتھ ایک خط (Covering Letter) بھی تحریر کرتا ہے، جس میں جواب دینے والے کو تحقیق کے مقاصد اور سوال نامے کو حل کرنے کے بعد واپس لوٹانے کا طریقہ ذکر کیا جاتا ہے۔ اسی طرح سوال نامہ اتنا طویل بھی نہ ہو کہ جواب دینے والا اکتا جائے۔ نیز سوال نامہ تیار کرنے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ وہ معاشرے کی اقدار کے منافی بھی نہ ہو، اور کسی کے لئے تکلیف(Hurt) کا باعث نہ بنے۔(٢٩)

3۔مشاہدہ:(Observation)

محقق موضوع تحقیق سے متعلق اشیاء اور افراد کے نمونہ جات (Samples) کا بذات خود مشاہدہ کرتا ہے۔ کبھی وہ سڑک پر ٹریفک کے گزرنے کا، کبھی کلاس روم میں طلبہ کی حرکات وسکنات کا، کبھی سڑک عبور کرتے ہوئے لوگوں کے تصرفات، کبھی گفتگو کے دوران متکلم کے اشارات اور کبھی سلام کرنے کے مختلف طریقوں یا لوگوں کے مختلف انداز گفتگو کا مشاہدہ کرتا ہے۔ چنانچہ بعض اوقات یہ مشاہدہ آزاد ہوتا ہے، جب محقق اس کے لئے کوئی پہلے سے خاکہ تیار نہیں کرتا، اور بعض اوقات یہ مشاہدہ مقید ہوتا ہے جب محقق پہلے سے طے شدہ چند اہم نکات (Points) کا مشاہدہ کرتا ہے جو موضوع کے ساتھ خاص ہوتے ہیں۔ مشاہدہ معلومات جمع کرنے کا سب سے اعلی مصدر (Source) ہے، کیونکہ اس میں محقق بذات خود اور بچشم خود دیکھتا ہے، اور بذات خود مشاہدات کو مدوّن کرتا ہے، اور پھر وہی ان کا تجزیہ کرتا ہے، اور وہی ان کی تفسیر و وضاحت کرتا ہے، اور وہی ان سے استخراج واستنتاج کرتا ہے۔

4۔ آزمائش:(Testing)

محقق ایک آزمائش (Testing) تیار کرتا ہے جس سے نمونے کے افراد کو گزارا جاتا ہے، تاکہ کسی مہارت یا عمل معرفت میں ان کی صلاحیت وقدرت کو پرکھا جائے، یا ان کی سابقہ اور لاحقہ استعداد کا موازنہ کیا جائے، اور پھر نتائج اخذ کیے جائیں۔ اس مقصد کے لئے محقق دو طرح کی آزمائش (Testing) تیار کرتا ہے جن میں ان کی سابقہ صلاحیت اور بعد میں حاصل ہونے والی صلاحیت کی آزمائش کی جاتی ہے پہلی آزمائش کو آزمائش قبلی (Entry Test) اور دوسری آزمائش کو آزمائش تحصیلی (Qualification Test) یا (Competition Test) کہتے ہیں۔

آزمائش کی تیاری میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ سوالات کی تعداد اس قدر ہو کہ ان کی وجہ سے صلاحیت پرکھنے اور نتائج نکالنے میں دشواری نہ ہو، نیز سوالات صداقت پر مبنی ہوں یعنی جس صلاحیت کو پرکھنے کے لئے تیار کیے گئے ہیں اس کے ساتھ ان کا عملی تعلق ہو، اور یہ بھی ضروری ہے کہ تمام سوالات واضح ہوں اور نقل کی اجازت نہ دی جائے، تاکہ ٹیسٹ کے ذریعے معیار وصلاحیت (Merit) کو پرکھا جاسکے۔ اسی طرح یہ بھی لازم ہے کہ ٹیسٹ کی مارکنگ ایک ہی معیار کے مطابق مضبوط طریقے سے ہو۔

5۔ تجربہ:(Experiment)

بعض اوقات محقق معلومات کے حصول کے لئے عملی تجربہ کو اپنا مصدر بناتا ہے۔ عام طور پر تجربات میں دو مجموعے ہوتے ہیں (۱) مجموعہ ضابطہ (۲) مجموعہ تجربیہ۔ محقق کو اس بات کی کوشش کرنی چاہیے کہ دونوں مجموعے تمام عوامل میں ہم مثل اور باہمی تعلق کے حامل ہوں، اور دونوں کا باہمی اختلاف صرف ایک عامل یعنی عامل تجربی میں محصور ہو۔ مثال کے طور پر اگر ہم ''شہد کے انسانی صحت پر اثرات'' کا تجربہ کرنا چاہیں تو ہمیں انسانوں کے دو مجموعوں پر تجربہ کرنا ہے، اور یہ ضروری ہے کہ یہ دونوں مجموعے عمر، وزن، کام اور غذا میں کیفیت، کمیت اور نوعیت کے لحاظ سے برابر ہوں۔ نیز ان کی غذا کھانے، کھیل کود، سونے اور آرام کرنے کے اوقات بھی یکساں ہوں۔ عامل تجربی ہی صرف مختلف عامل ہوگا اور وہ ہے شہد۔ مجموعہ ضابطہ کو غذا کے دوران شہد نہیں دیا جائے گا اور مجموعہ تجربیہ کو غذا کے اندر شہد دیا جائے گا۔

یہ تجربہ اور بقیہ تمام تجربات عمل تجربی کے علاوہ تمام عوامل کو الگ کردینے کی اساس پر قائم

ہوتے ہیں۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد ہر مجموعہ کی صحت کی حالت کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ دونوں مجموعوں کے افراد کے وزن اور انہیں لاحق ہونے والے امراض کو ریکارڈ کیا جاتا ہے۔ پھر معلومات کا تجزیہ وتحلیل کرکے مناسب نتائج کا استنباط کیا جاتا ہے۔ اکثر وبیشتر ایسا ہوتا ہے کہ ایک تجربہ اپنی تکمیل کے لئے بہت سا وقت بلکہ کئی سال لے جاتا ہے، پھر جاکر دونوں مجموعوں کے درمیان فرق ظاہر ونمایاں ہوتا ہے، کیونکہ عامل تجربی چند دنوں، ہفتوں یا مہینوں میں واضح نہیں ہو پاتا۔ (۳۰)

خود تیار کردہ مواد کو زیر عمل لانا(Initiated Data Processing):

مذکورہ بالا خود تیار کردہ مصادر (Initiated Data Sources) ہمیں خام مواد فراہم کرتے ہیں، لہذا اس مواد کو زیر عمل لاکر کانٹ چھانٹ اور نوک پلک درست کرکے انہیں مستند معلومات کی شکل دینا ضروری ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر ہم کسی امتحان میں ہر طالب علم کا درجہ ذکر کردیں تو یہ خام مواد ہے۔ لیکن جب ہم اس امتحان میں تمام طلبہ کا اوسط (Average) درجہ نکالیں تو یہ اوسط ایک انفرمیشن بن جائے گی۔ اور یہ بھی ذہن میں رہنا چاہیے کہ خام مواد اس وقت تک زیادہ فائدہ نہیں دیتا جب تک کہ اسے بامعنی معلومات میں تبدیل نہ کردیا جائے۔ مواد (Data) اور معلومات (Information) کی اصطلاحات میں فرق کو پیش نظر رکھنا بھی ضروری ہے۔ مواد درحقیقت ابتدائی خام شکل ہوتا ہے اور جب اسے تحلیل وتجزیہ اور شماریاتی (Statistical) لحاظ سے عمل میں لایا جائے تو وہ نئی معلومات (information) کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔

نمونے:(Samples)

ان تحقیقات میں کہ جن کا انحصار خود تیار کردہ مواد کے مصادر (Initiated Data Source) پر ہوتا ہے۔ مثلا: انٹرویو، سوال نامہ اور آزمائش وغیرہ۔ ان مصادر کے ذریعے یا تو معاشرے کے تمام افراد کے بیانات جمع کیے جاتے ہیں، اور یہ اسی صورت میں ممکن ہوتا ہے کہ جب افراد کی تعداد محدود ہو۔ اور اگر یہ تعداد لامحدود ہو تو پھر محقق گنے چنے افراد کو بطور نمونہ (Sample) منتخب کرتا ہے، جو اپنے معاشرے کی نمائندگی کرتے ہیں اور صرف انہی افراد کے بیانات اور آراء و نظریات کے حصول پر اکتفا کیا جاتا ہے، کیونکہ وقت اور محنت اس کی اجازت نہیں دیتے کہ کسی معاشرے کے تمام افراد یا کسی چیز کا کلی طور پر احاطہ کیا جائے۔ مثلا اگر محقق دریاؤں میں سے کسی دریا

کے پانی کا معائنہ کرنا چاہتا ہے تو واضح ہے کہ وہ دریا کے سارے پانی کا تجزیہ و معائنہ نہیں کر سکتا، بلکہ اس کے مختلف نمونوں (Samples) کو زیرِ غور لائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی محقق کسی مسئلہ میں لوگوں کی آراء پرکھنا چاہتا ہے تو ضروری نہیں وہ لاکھوں انسانوں کی رائے (Opinion) حاصل کرے، بلکہ اتنا کافی ہے چند سو افراد کی بطورِ نمونہ رائے لے لی جائے۔ البتہ یہ نمونہ معاشرے کے تمام افراد کی نمائندگی کرنے والا ہو۔ اسی طرح اگر کسی تعلیمی معاملے کے بارے میں طلبہ کی رائے درکار ہو تو ہزاروں طلبہ کا انٹرویو کرنا ضروری نہیں، بلکہ چند مخصوص طلبہ کا بطورِ نمونہ سروے (Survey) کرنا کافی ہے۔ نمونہ جات (Samples) کا انتخاب اور حصول کے مختلف اسالیب ہیں جن میں سے چند کو ہم اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں:

☆ ۔ بے سوچے سمجھے منتخب کیا گیا نمونہ: (Random Sample)

اس نمونے کی بنیاد اس مفروضے پر رکھی جاتی ہے کہ شماریاتی معاشرے کے ہر فرد کو نمونے میں نمائندگی کا مساوی موقعہ حاصل ہو۔ اس کے لئے بعض اوقات قرعہ اندازی کے ذریعے غیر ارادی انتخاب کیا جاتا ہے، اور بعض اوقات غیر ارادی شماریاتی فہرستیں (Random Tables) بنائی جاتی ہیں۔

☆ ۔ طبقاتی نمونہ: (Stratified Sample)

اس نمونے میں معاشرے کو عمر، تعلیم اور جنس کے اعتبار سے مختلف طبقات میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پھر ہر طبقے سے رینڈم سیمپل (Random Sample) حاصل کیا جاتا ہے۔ اس طرح طبقاتی نمونہ غیر ارادی نمونے (Random Samples) سے بہتر ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر ہم نے پیشہ ور لوگوں کے طبقاتی نمونے حاصل کرنا ہوں تو ہم پہلے انہیں ڈاکٹرز، انجینئرز، وکلاء اور اساتذہ کے مختلف طبقات میں تقسیم کریں گے، پھر ہر پیشے میں سے الگ الگ رینڈم نمونہ حاصل کریں گے۔

☆ ۔ دوہرا نمونہ: (Doubled Sample)

اس طریقۂ کار میں پہلے افراد کے ایک غیر ارادی نمونہ (Random Sample) کا انتخاب کیا جاتا ہے، پھر ان کی طرف ڈاک کے ذریعے سوال نامہ بھیجا جاتا ہے، لیکن اس نمونے کے بعض افراد سوالنامے کا جواب نہیں دیتے اور نہ ہی سوال نامہ واپس کرتے ہیں۔ ان جواب نہ دینے والوں کی ایک مستقل نوع وجود میں آتی ہے جسے جواب نہ دینے والے طبقے کا نام دیا جاتا ہے، اور یہ

لوگ نتائج تحقیق پر اثر انداز ہوتے ہیں، لہٰذا اس صورت حال کے پیش نظر جواب نہ دینے والے طبقہ میں سے پھر ایک غیر ارادی نمونہ (Random Sample) کا انتخاب کیا جاتا ہے، اور مطلوبہ بیانات حاصل کرنے کے لئے ان کے ساتھ انٹرویو کیا جاتا ہے۔

☆ ۔ منظم نمونہ: (Systematic Sample)

اگر آپ کسی یونیورسٹی کے طلبہ کا نمونہ تیار کرنا چاہتے ہیں تو پہلے ان کے رجسٹریشن نمبر حاصل کیجئے۔ مثال کے طور پر پہلے ان طلبہ کو لیجئے جن کے رجسٹریشن نمبر صفر یا پانچ یا سات کے عدد سے شروع ہوتے ہیں۔ اس طرح آپ کو تمام طلبہ میں تقریباً دس فیصد کا مجموعہ حاصل ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر آپ طاق اور جفت رجسٹریشن نمبر کے اعتبار سے طبقات بنائیں گے تو آپ کو کل تعداد میں سے 50 فیصد طلبہ کا مجموعہ حاصل ہو جائے گا۔ کسی بھی نمونے کے بارے میں یہ بہت ضروری ہے کہ وہ بڑا ہو یعنی اس میں موجود افراد کی تعداد 50 فیصد سے زیادہ ہو۔ نیز غیر جانبدارانہ اور شفاف ہو، اور جس معاشرے سے لیا جا رہا ہو اس کا پوری طرح آئینہ دار اور نمائندہ ہو۔ (۳۱)

پانچواں مرحلہ: مقالے کی تسوید و تحریر

(Drafting & Writing of Thesis)

جب محقق اپنی تحقیق کے مصادر کی تحدید کرنے کے بعد ان کا مطالعہ کر لیتا ہے اور ان میں سے مطلوبہ مواد کو کارڈز پر درج کر لیتا ہے، یا مطلوبہ معلومات کی فوٹو کاپی لے لیتا ہے، اور پھر تحقیق کے لئے تیار کئے گئے خاکہ کے مطابق اس مواد کو ابواب و فصول میں تقسیم کر لیتا ہے، اور اس کے پاس ہر باب و فصل میں معلومات کی بڑی مقدار جمع ہو جاتی ہے، اور پھر وہ ان میں سے مکررات کو حذف کر کے موضوع سے براہ راست تعلق رکھنے والی معلومات کا انتخاب کر لیتا ہے تو یہاں سے اب مقالے کی بناوٹ، کتابت اور تسوید کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ یقیناً مقالے کی تیاری میں یہ ایک اہم ترین مرحلہ ہے، اس لئے کہ گذشتہ تمام محنت اسی آخری مرحلے تک رسائی کے لئے کی جاتی ہے۔ یہ مرحلہ فنی نوعیت کا ہوتا ہے جس میں معلومات کے درمیان تنظیم و تالیف درکار ہوتی ہے۔ مقالے کی تحریر کو جاندار اور قابل قدر بنانے کے لئے درج ذیل دو باتوں کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے:

1۔ حسنِ تالیف

2۔ حقائق پر بحث و تمحیص کرنے اور معلومات کے پیش کرنے میں خالص علمی منہج کا التزام

کسی مقالے میں جس قدر یہ دو عناصر عمدگی کے ساتھ جمع ہو جائیں تو اس کی عمدگی کے
اسباب میں اسی قدر اضافہ ہو جاتا ہے۔ ایک مایہ ناز ادیب امام ابوالقاسم حسن بن بشر بن یحیی الآمدی
(م370ھ) اپنی کتاب "المؤتلف والمختلف فی أسماء الشعراء و كناهم و ألقابهم
و أنسابهم" میں لکھتے ہیں:

"حسن تالیف اور الفاظ کی عمدگی، بیان کئے جانے والے معانی کے حسن و جمال، خوبصورتی
اور رونق کو بڑھا دیتے ہیں، یہاں تک کہ ایسا لگتا ہے کہ ان معانی میں ایسی ندرت آگئی ہے جو پہلے نہ
تھی، اور ایسا زور پیدا ہو گیا ہے جو پہلے موجود نہ تھا"۔ (۳۲)

(ا) مقالے کے ارکان:

علماء اور محققین نے مقالے کے تین ارکان ذکر کیے ہیں۔

1۔اسلوب 2۔منہج 3۔مواد

ا۔ اسلوب:

اسلوب سے مراد وہ تعبیری سانچہ ہے جو دوسرے عناصر پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ محقق کے اندر
موجود گہرائی اور ادراک کی عکاسی کرتا ہے۔ محقق کے ذہن میں مقالے کے معانی اور اس کے افکار جس
قدر واضح اور صاف ہوں گے، اس کی تعبیر بھی اسی قدر واضح اور روشن اسلوب میں ممکن ہوگی۔ مقالات
کے موضوع اور مزاج کی مناسبت سے اسالیب بھی مختلف ہوتے جاتے ہیں۔

☆۔ علمی اسلوب: (Thesis Writing Style)

بے شک علمی حقائق کی تدوین کے لئے علمی اسلوب ہی درکار ہوتا ہے۔ علمی اسلوب تعبیر و
تفکر اور بحث و تمحیص میں نمایاں خصوصیات کا حامل ہوتا ہے۔ یہ سب سے زیادہ پرسکون اور سوچ بچار
اور منطق کا سب سے زیادہ محتاج ہوتا ہے۔ قوت فکر سے سرگوشیاں کرتا ہے اور ان حقائق علمیہ کی شرح
کرتا ہے جو کسی قسم کی پیچیدگی اور پوشیدگی سے خالی ہوں۔

اس اسلوب کی نمایاں اور روشن خوبی 'وضاحت' ہے لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں قوت
و جمال کا اثر بھی ظاہر ہو، اور اس کی اصل قوت اس کے بیان کے روشن ہونے اور حجت و دلیل کے پختہ
ہونے میں پنہاں ہے، جبکہ اس کا جمال اس کی عبارتوں کے آسان ہونے میں، اور اس کے الفاظ کے
انتخاب میں ذوق سلیم میں پنہاں ہوتا ہے۔ عمدہ تحریر کا ایک سنہری اصول یہ ہے کہ معلومات کے پیش

کرنے کے لئے الفاظ کا استعمال عمدہ اور براہ راست ہو۔ علمی اسلوب کے اندر رہتے ہوئے تعبیر اور
اظہار مافی الضمیر کو دلکش بنانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ جملوں کو چھوٹا رکھا جائے اور ایک متنوع اسلوب
اختیار کیا جائے، اس لئے کہ اگر جملوں کو ایک دوسرے کے مشابہ اور ایک ہی طرز میں مکرر انداز میں پیش
کیا گیا تو کلام کی تاثیر ختم ہو جائے گی اور اس کا حسن ماند پڑ جائے گا۔

کامیاب محقق وہ ہے جو اپنے اسلوب میں تنوع پیدا کرے۔ الفاظ و معانی میں
مناسبت رکھے، اگرچہ یہ اتنا آسان کام نہیں ہے۔ واضح رہے کہ علمی تحریر کو عمدہ اور جاندار
بنانے کے لئے وسیع مطالعہ، لغوی و نحوی، صرفی اور بلاغی قوانین کو سیکھنا، مختلف موضوعات پر
انشاء و تحریر کی طویل مشق اور بڑے بڑے انشاء پردازوں کی تحریروں کا مطالعہ بہت ضروری
ہے۔ نیز عمدہ افکار و تعبیرات کا مطالعہ محقق کی علمی اور فکری سطح کو پروان چڑھانے میں انتہائی
مؤثر کردار ادا کرتا ہے۔

۲۔ منہج: (Method of Presentaion)

☆۔ منظم و مدلل پیشکش:

منہج سے مراد معلومات کے استعمال کا وہ طریقہ ہے جو کسی فکر کی تشکیل اور حکم لگانے کے لئے
دوسروں کی تقلید کے بغیر اختیار کیا گیا ہو۔ اس کا ہدف اور غرض و غایت قاری کو قائل کرنا اور اس پر
اثر انداز ہونا ہے، اور یہ ہدف اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک محقق معلومات کی پیشکش کو منظم
بنانے، اپنے تحلیل و تجزیہ میں اصول منطق کا التزام کرنے، اور اپنے دلائل و براہین کو جاندار بنانے کی
سر توڑ کوشش نہ کرے۔

☆۔ مقدمات کی اہمیت:

مقالے کی کسی فصل یا کسی موضوع کے متعلق آراء و نظریات، اختلاف اور ان کی جرح و تحلیل
کے شروع کرنے سے پہلے ایک مقدمہ یا تمہید (Intro) لکھنا ضروری ہوتا ہے، جس میں آنے والے
موضوع کا مختصر جامع اور قائل کرنے والے اور توجہ مبذول کرانے والے انداز میں تعارف کروایا جاتا
ہے۔ ان چھوٹے چھوٹے مقدمات کا اسلوب بہت آسان اور ان میں پیش کی جانے والی فکر بہت واضح
اور عیاں ہوتی ہے۔

☆۔ علمی تجزیہ:

قارئین کو قائل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ موضوع کا منطقی شکل میں پوری طرح تحلیل وتجزیہ کیا جائے کہ جس سے اس کے تمام پوشیدہ پہلو اور پیچیدہ جہات کی وضاحت اور تشریح ہو جائے۔ لیکن اس کے لئے ایک معتدل اسلوب اختیار کرنا ہوتا ہے، جو نہ تو اتنا طویل ہو کہ قاری کو بیزار کردے، اور نہ اتنا مختصر ہو کہ قاری کی پیاس اور جستجو کو سیراب نہ کر سکے۔ پھر یہ بھی ضروری ہے کہ ایک موضوع کے متعلق تمام آراء کو پیش کیا جائے اور ان کا تجزیہ وتحلیل کیا جائے۔

☆۔ موازنہ کی اہمیت:

افکار کی وضاحت اور معانی کی تشریح میں موازنہ (Comparison) کا بڑا اہم کردار ہوتا ہے، خاص طور پر کہ جب موازنہ غیر جانب دارانہ اور انصاف پر مبنی ہو۔ نیز موازنہ کی وجہ سے قاری ذہنی اور نفسیاتی طور پر موضوع کی پیروی اور تفہیم کے لئے بڑی توجہ اور اہتمام کے ساتھ تیار ہو جاتا ہے۔

☆۔ عنوانات کی اہمیت:

افراط وتفریط سے بچتے ہوئے بڑے اور ذیلی عنوانات (Titles & Subtitles) کی وجہ سے مقالہ زندہ، ناطق، جاندار اور پراثر بن جاتا ہے۔ بلاشبہ علمی تحقیق ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی یا یونیورسٹی تعلیم کے کسی بھی مرحلے میں ہو، یہ قیمتی موقع ہوتی ہے جو فکر ونظر کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

۳۔ علمی مواد: (Thesis Data)

علمی مواد مقالے (Thesis) کا اہم ترین رکن ہے۔ علمی مواد ہی کسی مقالے کو لوگوں کے لئے جدید اور مفید بناتا ہے، اور کسی بھی مقالے کی قیمت (Value)، عمدگی اور اہمیت کا دارومدار اس کے علمی مواد کی کثرت، صحت، پختگی، استناد، جدت اور جانداری پر ہوتا ہے۔ بہت سارے مقالات علمی مواد کی کمزوری کی وجہ سے اپنی اہمیت کھودیتے ہیں، کیونکہ لوگ ہمیشہ نئی چیز کا انتظار کرتے ہیں، اور جدت وتخلیق پر مشتمل مواد ہی ان کے نزدیک مفید، اہم اور قابل قدر ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر غلط اور ناقابل اعتبار مواد مقالے میں پیش کیا جائے، یا بغیر تحقیق کے کچھ نقل کیا جائے، یا دوسروں کے اقوال کو بلاتحقیق اس میں شامل کردیا جائے تو یہ بہت بڑی غلطی ہوگی۔

''اور آدمی کے کاذب ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو آگے بیان کردے''۔

اسی طرح اگر محقق اپنے مقالے میں پہلے سے تحقیق شدہ معلومات کا تکرار کردے جنہیں لوگ پہلے جانتے ہوں تو اس کا یہ عمل نقالی، حشو وزوائد اور تطویل کے زمرے میں آئے گا۔

بہترین مقالہ وہ ہے جس کے مذکورہ بالا تینوں ارکان مکمل شرائط کے مطابق پورے ہوں۔ چنانچہ اس کا علمی مواد زرخیز (Rich) عمدہ اور مستند ہو، اور محقق نے اس کی پیش کش دلکش اسلوب میں علمی، منطقی اور ذوق سلیم کی عکاسی کرنے والے منہج کے ساتھ کی ہو۔ (۳۳)

یہاں ہم تحقیق میں اسلوب بیان کی اہمیت کے حوالے سے پروفیسر محمد عارف کی کتاب ''تحقیقی مقالہ نگاری'' (مطبوعہ ادارہ تالیف وترجمہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔ 1999ء)، گیان چند کی کتاب ''تحقیق کا فن'' (مطبوعہ مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد 1994) اور دیگر محققین کی آراء کا خلاصہ نقل کرتے ہیں:

(ب) اسلوب بیان اور زبان محققین کی نظر میں:

☆۔ تحقیقی مقالہ تفنن کے لئے نہیں ہوتا اور نہ ہی اسے خشک، بے جان اور مشینی طرز تحریر کا نمونہ بنانا چاہیے۔ تحریر کو بہر حال پڑھنے کے قابل (Readable) یعنی دلچسپ اور شگفتہ ہونا چاہیے۔ ماڈرن لینگویج ایسوسی ایشن کی ہدایات (MLA Style) کے مطابق صحت اور استدلال کو قربان کئے بغیر شگفتگی تحریر کی خوبی ہے خامی نہیں۔ نیز موضوع اور اسلوب میں ہم آہنگی ضروری شرط ہے۔

☆۔ جو مقالہ ادبی موضوع پر لکھا گیا ہو اس کا طرز نگارش خوبصورت اور ادبی ہونا چاہیے۔ طرز نگارش کی خوبصورتی کا یہ مطلب نہیں کہ عبارت رنگین ہو یا قافیہ پیمائی کی جائے یا نامانوس الفاظ لائے جائیں، اس طرح کا اسلوب تحقیقی نہیں بلکہ تخلیقی ہوتا ہے۔ تخلیقی اسلوب میں صنائع لفظی ومعنوی کا استعمال، علامتی اظہار، جذباتی طرز استدلال، اوصاف میں مبالغہ، شاعرانہ صداقت، ابہام، موضوعیت اور غیر منطقی انداز اہم خصوصیات ہیں۔ جبکہ محقق کے اسلوب کی شگفتگی اور خوبصورتی ثانوی اہمیت رکھتی ہے۔ اصل اہمیت اس بات کی ہے کہ محقق، حقائق شماری کے وقت انتہائی غیر جانبداری، واقعیت، قطعیت اور معروضیت کو پیش نظر رکھے۔

☆۔ واقعیت سے مراد یہ ہے کہ محقق، حقیقت کا بیان چشمِ تصور کے ذریعے نہیں کرتا بلکہ امر واقعہ ہی اس کا موضوع ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کے اسلوب میں علامات، اشارات اور کنایات کی قطعاً گنجائش نہیں ہوتی بلکہ وہ مشاہدے، تجربے، منطق اور استدلال کی زبان استعمال کرتا ہے۔

☆۔ قطعیت سے مراد یہ ہے کہ محقق قطعیت کے ساتھ بات کرتا ہے۔ وہ کوئی ایسا لفظ یا کوئی ایسی عبارت استعمال نہیں کرتا جو ذومعنی ہو کہ اس سے ابہام والتباس پیدا ہو جائے۔ محقق کا ہر لفظ ایک ہی معنی ومفہوم رکھتا ہے اور پورے مقالہ میں یہ معنی ومفہوم بدلتا نہیں۔

☆۔ معروضیت کا مطلب یہ ہے کہ محقق جذبات، وجدان، جانبداری اور تعصب سے کام نہیں لیتا بلکہ حقائق کو اصل شکل میں دیکھنے اور پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ محبت نفرت، عداوت، عناد، جذبہ، ہمدردی، احساس، برتری، جبلت، تخیل اور تصور سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ وہ عقل، منطق، تجربہ، مشاہدہ، دستاویزی مواد، تحلیل، تقابل، استدلال اور استنتاج واستنباط کو بنیادی اہمیت دیتا ہے۔

☆۔ زبان واسلوب کے معیاری ہونے کی پہچان یہ ہے کہ محقق کے نزدیک اظہار اور ابلاغ میں کوئی فاصلہ نہ رہے۔ اظہاریت پسند تخلیق کار اپنا مقالہ لکھ کر مطمئن ہو جاتا ہے کہ اس نے جو کہنا تھا کہہ دیا، قاری سمجھتا ہے یا نہیں، تخلیق کار کو اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ لیکن محقق کو اس طرح کا رویہ، موقف اور دعوی زیب نہیں دیتا۔ محقق تو لکھتا ہی اس لئے ہے کہ سچ اور حقیقت دوسروں تک پہنچائے۔ محقق کو یقین کر لینا چاہیے کہ اس کے مقالہ کا ایک ایک لفظ قاری تک اپنے قطعی مفہوم کے ساتھ پہنچ رہا ہے۔

(ج) تحقیقی مقالہ واقعات وحقائق پر مبنی دستاویز ہے اس لئے اس میں:

☆۔ لفاظی، خطابت اور شاعرانہ رنگین بیانی سے کام نہیں لینا چاہیے۔

☆۔ جذباتی طرز استدلال اور ناصحانہ انداز بیان سے گریز کرنا چاہیے۔

☆۔ صفاتی الفاظ مثلاً: نہایت ہی عمدہ، بے انتہا دلچسپ یا بالکل بے کار کے استعمال سے بچنا چاہیے۔

☆۔ مبالغہ آمیز مدح سرائی، اور دل آزار تنقید سے پرہیز کرنا چاہیے۔

☆۔ غیر متعلق باتوں، فرسودہ ادبی مثالوں، عامیانہ محاوروں اور غیر ضروری تفاصیل سے اجتناب بہتر ہے، کیونکہ اس سے مقالے کا حجم بڑھ سکتا ہے۔

☆۔ تحقیق کی زبان میں تخیل کی بجائے، واقعیت، ابہام کی بجائے قطعیت اور کیفیت کی بجائے حقیقت کا عنصر غالب ہونا چاہیے۔

(ج) تحریر میں حسن وخوبی اور فنی محاسن پیدا کرنے کے لئے:

☆۔ مواد اور اسلوب پر وقفے وقفے سے نظر ثانی کیجئے، صاحب الرائے احباب کو دکھایئے جو سخت قسم کے نقاد ہوں۔

☆۔ میکالے کا جو مسودہ برٹش میوزیم میں ہے اس میں بعض فقرے دس دس دفعہ کاٹے گئے ہیں، اسی طرح ٹالسٹائی نے اپنا ناول وار اینڈ پیس (War and Peace) سات مرتبہ نقل کروایا۔ لہٰذا کانٹ چھانٹ سے گھبرانا نہیں چاہیے

☆۔ مختلف موضوعات پر خود قلم برداشتہ لکھنے کی عادت ڈالئے اور اپنی تحریر کو بار بار پڑھیے۔

☆۔ بزرگ معلموں اور صاحب طرز ادیبوں کی تحریروں سے استفادہ کریں۔ (۳۴)

چھٹا مرحلہ: مقالے کی حوالہ بندی:

(Documentation & Citation of Research)

(حاشیہ نگاری اور مراجع ومصادر کی فہرست کی تیاری)

(الف) حاشیہ نگاری: (Writing of Footnotes / Endnotes)

حاشیہ کی تعریف اور اہمیت:

حاشیہ سے مراد وہ ثانوی افکار ہیں جنہیں محقق اپنی کتاب میں یا کسی دوسرے کی کتاب میں تحریر کرتا ہے۔ اس کا مقصد پیچیدہ امور کی تشریح کرنا، کسی نظریے اور سوچ کی وضاحت کرنا، یا اُس کی مزید شرح کرنا، یا کسی معلوم چیز کے مصدر کو ذکر کر کے اس کی توثیق وتائید کرنا، کسی آیت قرآنی یا حدیث نبوی کی تخریج کرنا، کسی شخصیت یا کسی جگہ ومقام کا تعارف کروانا، کسی رائے کی تحقیق کرنا، یا کسی رائے پر تبصرہ کرنا ہوتا ہے۔ آج کل اسے ہوامش (Footnote) کا نام بھی دیا جاتا ہے، کیونکہ موجودہ دور میں اسے ہر صفحے کے نیچے (دامن صفحہ میں) لکھا جاتا ہے، اور اس کے مقابلے میں ''متن'' (Text) کا لفظ آتا ہے، جسے محقق صفحے کے اوپر والے حصے میں تحریر کرتا ہے یہ دونوں لفظ یعنی متن اور ہامش لغوی اعتبار سے، تحریر کی جانے والی اپنی جگہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ اسی طرح اگر حوالہ جات کو باب یا فصل یا

پورے مقالے کے آخر پر درج کیا جائے تو انہیں (Endnotes) کہا جاتا ہے۔

ہوامش جمع ہے، اور اس کا واحد ''ہامش'' آتا ہے، اور بعض محققین اسے ''حاشیہ'' اور ''تعلیق'' کا نام بھی دیتے ہیں، البتہ ان تینوں میں لغوی اور اصطلاحی فرق ضرور ہے۔ قدیم دور میں ''حاشیہ'' (Abridgement)، متن (Text) کے چاروں اطراف میں لکھا جاتا تھا، لیکن جب محققین نے موجودہ دور میں اسے صفحے کے نیچے (ذیل صفحہ میں) لکھنا شروع کیا تو ان کے اس طریقے کو ہامش (Footnote) کا نام دیا گیا۔ البتہ تعلیق (Commentary) سے مراد متن کے بارے میں وہ تبصرہ ہے جسے محقق حاشیہ یا ہامش میں نقل کرتا ہے۔ مسلمان علماء میں آٹھویں صدی ہجری میں حواشی اور تعلیقات کا رواج پڑا، انہوں نے اہم کتابوں پر حواشی اور تعلیقات لکھنا شروع کیں، جن میں متن میں موجود تمام مشکل و پیچیدہ مقامات کی تشریح و توضیح کی جاتی تھی، اور یہی چیز حاشیہ لکھنے کا سب سے بڑا اور اہم مقصد قرار پایا۔ فقہ اسلامی میں مشہور ترین حاشیہ ''حاشیہ ابن عابدین'' ہے۔

شروحات، حواشی اور ہوامش میں فرق:

مسلمان علماء نے اپنے اسلاف کی کتابوں پر شروحات لکھنا چوتھی صدی ہجری میں شروع کیا۔ اس ضمن میں ابو سلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم خطابی (م388ھ) کی صحیح البخاری کی شرح مسمی ''اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری'' مشہور و معروف ہے۔ واضح رہے کہ شروح اور حواشی میں فرق ہے۔ شرح میں متن کے ہر ہر لفظ کی وضاحت کی جاتی ہے، اور ہر لفظ کے لغوی معنی اور اس سے مستنبط ہونے والے احکام و فوائد کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ نیز اس میں احکام و فوائد کے دلائل بھی ذکر کئے جاتے ہیں، اور ان پر تبصرہ بھی کیا جاتا ہے، جبکہ حواشی میں کتاب کی عبارت کے ہر ہر لفظ کی وضاحت نہیں کی جاتی، بلکہ صرف ان الفاظ کو زیر غور لایا جاتا ہے جن کی شرح تعلیق کی ضرورت ہو۔ یہ الفاظ مختلف جگہوں سے منتخب کئے جاتے ہیں، کبھی ایک دوسرے کے قریب بھی ہوتے ہیں اور کبھی بہت فاصلے پر بھی ہوتے ہیں۔

مؤلفین حضرات کبھی تو اصل کتاب پر حاشیہ لکھتے ہیں، اور کبھی اصل کتاب کی شرح پر بھی حاشیہ لکھا جاتا ہے۔ دوسری صورت میں حاشیہ کے اندر ان الفاظ کو زیر بحث لایا جاتا ہے جنہیں شارح نے نظر انداز کر دیا ہو جبکہ ان کی وضاحت ناگزیر ہو، ایسے حاشیے کو صفحے کے کناروں میں سے کسی

کنارے پر یا صفحے کی نچلی جانب لکھا جاتا ہے، اور اسے ایک لکیر (Line) کھینچ کر متن سے جدا کر دیا جاتا ہے۔ کبھی ایسے حواشی متن کے صفحات میں بھی لکھے جاتے ہیں، لیکن اس صورت میں متن کی عبارت کو قوسین (Brackets) کے اندر رکھ کر حاشیے سے جدا کر دیا جاتا ہے۔

جہاں تک ہوامش (Footnotes) کا تعلق ہے تو موجودہ دور میں اس سے مراد وہ تعلیقات و شروحات ہیں جنہیں محقق صفحات کے نچلی جانب لکھتا ہے، اور متن اور ان کے درمیان میں ایک لائن لگا کر فاصلہ کر دیتا ہے۔ متن میں وارد ہونے والے جس لفظ پر ہامش (Footnote) میں تبصرہ کرنا مقصود ہو اس کے اوپر متن میں ہی قوسین کے درمیان ایک نمبر دے دیا جاتا ہے، پھر وہی نمبر ہامش میں درج کئے جانے والے تبصرے کو دے دیا جاتا ہے۔ ایک صفحے کے اندر جن الفاظ پر تعلیقات لگانا مقصود ہو انہیں ترتیب کے لحاظ سے مسلسل نمبر دیئے جاتے ہیں، اور یہی مسلسل نمبر اور ان کی ترتیب صفحے کے نیچے ہامش میں بھی برقرار رہتی ہے۔ نیز ہر نئے صفحے پر دوبارہ سے نئے نمبرز لگائے جاتے ہیں۔ البتہ اگر ہر صفحے پر ہوامش لکھنے کا اہتمام نہ کیا جائے بلکہ حواشی و حوالہ جات کو فصل کے آخر تک یا باب کے آخر تک یا پورے مقالے کے آخر تک مؤخر کر دیا جائے، جنہیں اصطلاح میں (Endnotes) کہا جاتا ہے، تو پھر حواشی کو شروع سے آخر تک مسلسل نمبر لگانے پڑیں گے جو ہزاروں کی تعداد تک پہنچ سکتے ہیں، لیکن پہلا طریقہ یعنی ہر صفحے کے الگ الگ ہوامش لگانا زیادہ بہتر اور متداول ہے۔

حاشیے میں کن امور کا تذکرہ کرنا چاہیے؟:

اس بارے میں اہل علم و دانش کا اختلاف ہے کہ حاشیے میں کن چیزوں کا تذکرہ کرنا چاہیے اور کن چیزوں کا تذکرہ غیر مفید ہے؟ اس سلسلے میں محققین کا ایک گروہ جس میں چودھویں صدی ہجری کے شیخ المحققین عبد السلام ہارون (م1408ھ) بھی شامل ہیں، کا کہنا ہے کہ کتابوں پر ہوامش و حواشی لکھنا درست نہیں، بلکہ صرف متن (Text) کو ضبط کیا جائے، اس کی وضاحت کی جائے اور اس کی عبارات پر تحقیق کی جائے۔ موصوف نے بہت سے مصادر عربیہ پر تخریج کا کام کیا ہے، جس میں ان کی زیادہ تر توجہ متن کی تدوین اور اسے تصحیف و تحریف اور اضافہ و نقصان سے محفوظ رکھنے پر مرکوز رہی۔ دوسری جانب محققین کا ایک گروہ مصادر کو حواشی، شروح، تعلیقات اور وضاحتی فوائد کے ذریعے

قاری کے لئے مفید بنانا ضروری سمجھتے ہیں۔ بلکہ بعض متاخرین تو اس سلسلے میں اتنا آگے بڑھے کہ انہوں نے متون (Texts) کو اپنے حواشی اور تعلیقات سے اس قدر بوجھل بنادیا کہ وہ قارئین کو کتاب کے اصل موضوع کی طرف متوجہ کرنے کی بجائے حواشی میں درج کئے گئے فروعی موضوعات کی طرف لے گئے، جو قارئین کے لئے کسی طرح بھی اہم نہ تھے۔ مذکورہ بالا دونوں گروہوں کے محققین کے اقوال میں تطبیق کی صورت یہ کہ کہ صرف ایسے حواشی درج کئے جائیں جو متن کی الجھنوں کو حل کریں، اور قاری کی توجہ کو متن کی تفہیم تک مرکوز رکھیں، اور جو تعلیقات ایسی نہ ہوں انہیں حواشی میں درج کرنے سے اجتناب کیا جائے۔ اہل علم وتحقیق کا حاشیے میں درج کئے جانے والے جن امور پر اتفاق ہے، ان کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

1۔ قرآنی آیات کی تخریج اور قرآن مجید کے غریب ومشکل اور نادر الفاظ کی تفسیر۔

2۔ احادیث نبویہ، آثار صحابہ، اور اقوال تابعین کی تخریج اور ان میں وارد ہونے والے غریب الفاظ کی وضاحت اور صحیح وغیر صحیح کا درجہ بیان کرنا۔

3۔ متن میں وارد ہونے والے غریب الفاظ، نادر اصطلاحات کی لغوی واصطلاحی وضاحت اور ان کے تلفظ (Pronunciation) کو حروف کے ذریعے ضبط کرنا۔

4۔ غیر معروف شخصیات کا تعارف۔

5۔ غیر معروف مقامات، شہروں، ملکوں، حادثات وواقعات وادوار کا تعارف۔

6۔ ضرب الامثال اور اشعار کی تخریج، شعروں کے اوزان وبحور، شعراء کے نام اور قصائد کا پس منظر ضبط کرنا۔

7۔ عبارات واقتباسات کی تحقیق کر کے اصل مصادر کا حوالہ دینا۔

8۔ مختلف آراء کا تجزیہ وموازنہ اور موافقت ومخالفت کی وجوہات بیان کرنا۔

9۔ متن میں ذکر کردہ مسائل کے دلائل اور ان کی وضاحت کے لئے مثالیں دینا۔

10۔ متن پر ایسا تبصرہ جو اس کے کسی مشکل مقام کی وضاحت کرے یا کسی رائے پر تنقید کرے۔

11۔ داخلی حوالہ جات یعنی قارئین کی ایک ہی موضوع کے بارے میں مقالے میں وارد ہونے والی مختلف معلومات کے مقامات کی طرف رہنمائی کرنا۔

حاشیہ لکھنے کی جگہ:

حاشیہ لکھنے کے لئے مندرجہ ذیل تین مقامات میں سے کسی ایک کا انتخاب کیا جاسکتا ہے:

1۔ صفحے کے دامن میں (At the bottom of each page)

2۔ ہر باب یا فصل کے اختتام پر (At the end of each chapter)

3۔ مقالے کے اختتام پر (At the end of the entire thesis)

مذکورہ بالا مقامات میں سے کسی مقام کی ترجیح کے بارے میں محققین میں اتفاق نہیں ہے، البتہ تجربات کی روشنی میں اور یونیورسٹیوں میں زیادہ تر رائج طریقہ کار کے مطابق حاشیے کے لئے قابل ترجیح جگہ ہر صفحے کا دامن ہے۔ کیونکہ اس طرح متن اور حاشیہ دونوں بیک وقت نظر میں ہوتے ہیں اور ان کا مطالعہ وموازنہ آسان ہوتا ہے۔ جہاں تک دوسرے دونوں طریقوں کا تعلق ہے تو ان میں متن اور حاشیے میں دوری کی وجہ سے قارئین کو بار بار صفحات پلٹنے کی زحمت کرنا پڑتی ہے۔ اسی وجہ سے ان کا ذہن متن میں موجود مضامین، آراء، نظریات اور افکار کی طرف پوری طرح متوجہ نہیں ہوسکتا۔ نیز دوسرا اور تیسرا طریقہ اگر ایک چھوٹے سے مضمون کے لئے، یا زیادہ سے زیادہ ایم اے کے مقالہ کے لئے اپنایا جائے تو حجم کم ہونے کی وجہ سے، چونکہ حواشی کی تعداد زیادہ نہیں ہوتی، اس لئے کسی حرج اور غلطی کا امکان کم ہوتا ہے، لیکن چونکہ ایم۔ فل اور پی ایچ۔ ڈی کے مقالات حجم میں بڑے ہوتے ہیں، اور ان کے حواشی کی تعداد ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے، اس صورت میں اگر پہلے طریقہ کو چھوڑ کر دوسرا یا تیسرا طریقہ اختیار کیا جائے تو حواشی کی مسلسل ترقیم (Numbering) کی وجہ سے کسی ایک جگہ غلطی ہونے پر تمام حواشی متاثر ہوں گے۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ ہر صفحے کے حواشی اسی صفحے کے دامن میں تحریر کئے جائیں۔

حوالہ دینے کا طریقہ:

قارئین کو متن (Text) سے ہوامش (Footnotes) میں حوالے کی طرف لے جانے کے لئے مختلف طریقے استعمال کئے جاتے ہیں، مثلا: نمبرز، سٹارز، اور حروف ابجد۔ (۳۵)

ان تمام طریقوں میں سب سے آسان اور زیادہ متداول طریقہ نمبروں کے استعمال کا ہے۔ اکثر محققین یہی طریقہ استعمال کرتے ہیں لیکن ریاضی (Mathematic) اور شماریات (Statistic) سے متعلق تحقیق میں حروف ابجد کا استعمال زیادہ بہتر ہے، تا کہ متن میں وارد ہونے

والے اصل اعداد اور حواشی کے نمبرز میں فرق ہو سکے۔

حوالہ جات کی ترقیم (Numbering) کا طریقہ:

حوالہ جات کے لئے جب ترقیم کا طریقہ استعمال کیا جائے تو اس کے لئے تین مختلف طریقے ہیں:

1۔ ہر صفحے کے حوالہ جات میں الگ ترقیم:

اس طریقے کے مطابق ہر صفحے کے حوالہ جات کی الگ الگ ترقیم کی جاتی ہے۔ ہر صفحے کی ترقیم اسی صفحے پر ختم ہو جاتی ہے اور نئے صفحے سے نئی ترقیم شروع ہوتی ہے۔

2۔ فصل کے حوالہ جات کی مسلسل ترقیم:

اس طریقے کے مطابق محقق ایک فصل یا باب کے تمام حوالہ جات کی ابتدا سے انتہا تک مسلسل ترقیم (Numbering) کرتا ہے اور فصل یا باب کے اختتام پر تمام حوالہ جات درج کئے جاتے ہیں۔

3۔ مقالے کے تمام حوالہ جات کی مسلسل ترقیم:

اس طریقے کے مطابق محقق اپنے پورے مقالے (Thesis) کے حوالہ جات کی ابتداء سے انتہا تک مسلسل ترقیم کرتا ہے، اور مقالے کے اختتام پر تمام حوالہ جات اکٹھے ذکر کر دیئے جاتے ہیں۔

ترقیم (Numbering) کا پہلا طریقہ سب سے بہتر ہے، کیونکہ اس میں زیادہ آسانی اور زیادہ احتیاط ہوتی ہے، کیونکہ بعض اوقات محقق کو کسی حوالے کو حذف کرنا یا اضافہ کرنا پڑتا ہے، تو اس پہلے طریقے میں کسی قسم کی بھی تبدیلی کرنے میں زیادہ سہولت ہے۔ اگر دوسرا یا تیسرا طریقہ اختیا کیا جائے تو کسی ایک حوالے کی تبدیلی پورے باب، فصل یا مقالے کے حوالہ جات کی تبدیلی پر منتج ہوگی۔ البتہ چھوٹے چھوٹے مقالات ومضامین میں آخری دونوں طریقے اختیار کئے جاسکتے ہیں۔

حاشیے میں مرجع ذکر کرنے کے عملی نمونے

حوالہ دینے کے عملی نمونے (٣٦):

جب حاشیے میں مرجع یا مصدر پہلی دفعہ لکھا جائے تو اس کے بارے میں مکمل معلومات دینا ضروری ہے۔ مثلاً مؤلفین کے ناموں کے اعتبار سے اگر حوالہ دینا ہو تو مولف کا نام، کتاب کا نام، جلد، ایڈیشن مقام طباعت، شہر کا نام، ملک کا نام، سال، اور جلد وصفحہ نمبر کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ اسی

طرح اگر اسمائے کتب کے اعتبار سے حوالہ دینا ہو تو پہلے کتاب کا مکمل نام، پھر مؤلف کا مکمل نام اور مذکورہ بالا طریقے کے مطابق بقیہ معلومات ذکر کی جائیں گی۔ البتہ جب مرجع یا مصدر کا ذکر دوبارہ آئے تو پھر صرف مولف کا نام کتاب کا نام اور جلد اور صفحہ نمبر ذکر کرنا کافی ہوتا ہے۔ مراجع کو ذکر کرنے کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں جو مختلف حالات کے تحت بدلتی رہتی ہیں۔ مندرجہ ذیل سطور میں ہم ان میں سے اکثر حالتوں کو عملی مثالوں کے ساتھ واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں:

(ا) جب کتاب کا مولف صرف ایک شخص ہو تو اس کا حوالہ اس طرح لکھا جائے گا:

عربی مرجع کی مثال:

ملک، خالق داد (الدکتور). منهج البحث والتحقيق. (لاہور: آزاد بکڈپو، 1999م). ص58.

انگریزی مرجع کی مثال:

Whitney, F.I. Elements of Research .(New York: Prentic -Hall,1937).P.40.

(ب) اگر کسی کتاب کے دو مولف ہوں تو حوالہ یوں لکھا جائے گا:

عربی مرجع کی مثال:

ریمون طحان ودنیز بیطار طحان. مصطلح الادب الانتقادی المعاصر. (بیروت: دار الکتاب اللبنانی، 1984م). ص32.

انگریزی مرجع کی مثال:

Albert Einstein and Leapolf infelf . The Revolution of Physics. (New York:simon & Schuster,1938).P.313.

(ج) اگر کسی کتاب کے تین یا تین سے زیادہ مولف ہوں تو صرف مولف اول کا نام لکھا جائے اور اس کے ساتھ عربی مرجع کے لئے (وآخرون) یا (وزملاؤه) اضافہ کیا جائے گا۔ اگر مرجع انگریزی ہو تو مولف اول لکھ کر ساتھ (And Others) یا اختصار کے ساتھ (et al) کو بولڈ (Bold) حروف کے ساتھ اضافہ کیا جائے گا۔

عربی مرجع کی مثال:

زکی سلیمان، وآخرون. مبادئ الانثر بولوجية. (بیروت: دارالغد، 1967م). ص 557 .

انگریزی مرجع کی مثال:

Richard Feynman, et al . The Charachter of Physical Law. (Cambridge: M.I.T .Press , 1965). P.171.

(د) اگر کسی کتاب کا عربی میں ترجمہ کیا گیا ہو اور اس پر کسی نے نظر ثانی بھی کی ہو تو اس کا حوالہ اس طرح لکھا جائے گا:

جان سورون. الموت في الفكر الغربي . ترجمہ کامل یوسف حسین، مراجعة وتقديم عبدالفتاح امام . (دارالکویت: عالم المعرفة، 1983م). ص 136.

مجلّات وجرائد کا حوالہ دینے کا طریقہ:

(أ) مجلّات کا حوالہ یوں دیا جائے گا:

ملک، خالق داد (الدکتور). ”تعليم اللغة العربية في باكستان، مشاكل و حلول“. مجلة الكلية الشرقية. (ع 64، اغسطس 2004م). ص 105.

P.A.M., Dirac . "The Evolution of the Physicit's Picture of nature." Scientific American. (May 1963). P.47.

(ب) جرائد واخبارات کا حوالہ یوں دیا جائے گا:

جريدة الاهرام ، 4 من ديسمبر 1998م. ص 4.

The Nation, December 4, 2010 . P.4

مقالات (Theses) سے حوالہ دینے کا طریقہ:

اگر ایم۔اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے غیر مطبوعہ مقالہ سے کوئی اقتباس لیا گیا ہو تو حاشیے میں اس کا حوالہ درج ذیل طریقے سے دیا جائے گا:

ملک، خالق داد . دراسة وتحقيق المخطوط: أشرف الوسائل إلي فهم الشمائل لابن حجر الهيتمي المكي .(رسالة الدكتوراه غير منشورة، جامعة

بنجاب، 1991م). ص 206.

انسائیکلوپیڈیا کا حوالہ دینے کا طریقہ:

1۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، طبعہ . 2 ۔زیر مقالہ ”تفسیر“ .

2. Encyclopedia Britannica, 11th ed., S.V. "cold war".

S.V مخفف ہے (Sub Verbo) کا، جس کا معنی ہے ”Under the Word“

آن لائن ڈیٹا بیس (Online Database) مجلّات کے مضامین کا حوالہ:

☆ مضمون نگار کا نام — Name of The Article's Author.

☆ عنوان مضمون واوین کے اندر — Title of Article in "Quotation marks".

☆ مجلّہ کا نام خط کشیدہ — Journal Title Underlined.

☆ شمارہ نمبر اور جلد نمبر — Volume number and issue number.

☆ تاریخ اشاعت مضمون — Date of Article's publication .(Year Only)

☆ مضمون کا صفحہ نمبر — Page number of the article .

☆ ڈیٹا بیس کا نام خط کشیدہ — Database name Underlined.

☆ لوکیشن کا نام جہاں سے ڈیٹا بیس تک رسائی ہوئی۔

Name of location through which

جیسے کیلی فورنیا سٹیٹ یونیورسٹی،

database was accessed, e.g. California State

لاس اینجلس، کینڈی لائبریری۔

University,Los Angeles Kennedy Library.

☆ مخفف یوآرایل (ویب ایڈریس)

Abbreviated URL(Web Address), e.g.

<http://search.abscohost.com>

مندرجہ بالا تفصیلات کو حاشیہ میں اس طرح درج کیا جائے گا:

Thomas, Calvin. " Last Laughts:Batman,Masculinity, and the Technology of Abjection". Men and Masculinities. 2.1 (1999):26-46. Sociology: ASAGE FULL-TEXT Collection. California State University , LOS Angeles, Kennedy Library. 5 Nov.2008 (www.sagefulltext.com/sociology/7).

ویب سائٹس (websites) کا حوالہ:

عام طور پر ویب سائٹ پر اشاعت کی معلومات مکمل طور پر درج نہیں ہوتیں، اس لئے مندرجہ ذیل میں سے جو معلومات دستیاب ہوں انہیں درج کیا جائے:

☆۔ مصنف کا نام (اگر موجود ہو)

Name of Author or Editor (if given)

☆۔ ویب مضمون کا عنوان، ''واوین'' کے اندر

Title of web article or web content in"Quotation Marks"

☆۔ میزبان ویب سائٹ کا عنوان خط کشیدہ

Title of Host website Underlined.

☆۔ ایڈیٹر کا نام

Name of Editor

☆۔ ویب کے مندرجات کی تاریخ تجدید / ورژن نمبر

Date of Lastest update to web content / version number.

☆۔ سپانسر کرنے والے ادارے کا نام

Name of Sponsoring institution.

☆۔ تاریخ رسائی

Date Accessed, e.g. 21 March .2011.

☆۔ مکمل یو آر ایل (ویب ایڈریس)

Full URL(web address)

مذکورہ بالا مندرجات کو حاشیے میں درج کرنے کی مثال ملاحظہ کیجئے:

Sherman, Chris." Everything you ever wanted to know about URL". SearchEngineWatch. Ed.Danny Sullivan. 24 Aug.2004. 4.Sep.2004

<http://searchenginewatch.com/searchday/article.php/3398511>.

دوبارہ ذکر ہونے والے مراجع کا حوالہ:

اگر کسی مرجع کو دوسری یا تیسری مرتبہ ذکر کیا جائے تو ہر مرتبہ اس کے درج کرنے کا طریقہ مختلف ہوگا۔

(ا) اگر ایک مرجع کا ذکر دو مرتبہ لگاتار بغیر کسی فاصلے کے آرہا ہو تو اس صورت میں پہلی مرتبہ مرجع کا ذکر تفصیل سے کیا جائے گا اور دوسری مرتبہ عربی مرجع کی صورت میں یوں لکھا جائے گا:

المرجع نفسه یا المرجع السابق ،ص63.

جبکہ انگریزی مرجع کی صورت میں یوں لکھا جائے گا:

Ibid. , P.63

لفظ ''Ibid'' دراصل لفظ ''ibidem'' کا مخفف ہے، جس کا معنی ہے: ''سابقہ حوالہ'' یا محولہ بالا'' یا ''حوالہ مذکور''۔

(ب) اگر کسی مرجع کا ذکر دوبارہ آرہا ہو لیکن دونوں کے درمیان ایک یا ایک سے زیادہ حوالے پائے جاتے ہوں، البتہ اس مقالے میں اس مولف کے صرف ایک ہی مرجع کا ذکر ہو تو اسے عربی مرجع کی صورت میں یوں لکھا جائے گا:

ملک، خالق داد، مرجع سبق ذکرہ، ص 63

انگریزی مرجع کی صورت میں اسے یوں لکھا جائے گا:

Huxley , Op . Cit . P.23

"Op.Cit'' کا لفظ لاطینی زبان کے لفظ "Oper Citato" کا مخفف ہے۔جس کا معنی ہے: ''ایسا مرجع جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے''۔

اگر سابقہ ذکر ہونے والے مرجع کا صفحہ نمبر بھی وہی ہو تو عربی مرجع کی صورت میں اسکا حوالہ یوں دیا جائے گا:

ملک، خالق داد، مرجع سبق ذکرہ ،نفس الموضع أو نفس الصفحة.

انگریزی مرجع کی صورت میں اسے یوں لکھا جائے گا:

Huxley , Loc.Cit

"Loc.Cit'' کا لفظ لاطینی زبان کے لفظ ''Loco Citato'' کا مخفف ہے جسکا معنی ہے: ''وہی جگہ یا وہی صفحہ''۔

(ج) اگر کسی مقالہ میں ایک ہی مولف کے دو یا دو سے زیادہ مراجع کا ذکر ہو تو پھر ان میں سے ایک کا دوسری مرتبہ ذکر آئے تو ایسی صورت میں محقق پر لازم ہے کہ مولف کے نام کے بعد مرجع کا نام بھی لکھے۔عربی مرجع کی صورت میں اس طرح لکھے گا:

ملک، خالق داد ،منهج البحث و التحقيق ،مرجع سابق، ص92۔

انگریزی مرجع کی صورت میں اسے یوں لکھا جائے گا:

Hillway . Introduction of research , Op, cit , P.10 (37)

(ب) مصادر و مراجع کی فہرست بنانے کا طریقہ:

(Method of Preparing Bibliography / the works cited list)

مصادر و مراجع کی فہرست مقالے میں ایک اساسی سند کا درجہ رکھتی ہے، جس پر پورے تحقیقی عمل کی توثیق و تصدیق موقوف ہوتی ہے۔ بلاشبہ قاری سب سے پہلے مقالے کے مقدمہ اور فہرست مضامین کے ساتھ ساتھ مصادر و مراجع کی فہرست پر نظر ڈالتا ہے، اس لئے کسی مقالے کے بارے میں سب سے پہلے تاثر (First impression) کی تشکیل کے سلسلے میں فہرست مصادر و مراجع (Bibliography) کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔

مصادر و مراجع کی فہرست میں کن امور کا ذکر کیا جائے؟

(ا) اس فہرست میں ان تمام مصادر و مراجع کا ذکر آنا چاہیے جن سے مقالہ نگار نے مقالے کی تیاری میں مدد لی ہو۔ اپنا مواد نقل کیا اور مقالے کے ہوامش و حواشی میں ان کا باقاعدہ حوالہ دیا ہو۔

(ب) وہ تمام مراجع جن سے محقق نے استفادہ تو کیا ہو لیکن حواشی میں ان کا ذکر نہیں۔

ایک امانت دار محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ صرف انہی مصادر و مراجع کا ذکر کرے جن سے اس نے واقعی استفادہ کیا ہو، اسے اسلوب تضلیل سے اجتناب کرنا چاہیے کہ وہ ایسے مصادر و مراجع کا ذکر کرے جن سے اس نے استفادہ نہ کیا ہو، بلکہ انہیں دیکھا تک نہ ہو، اور قاری کو محض تاثر دینا چاہتا ہے کہ اس کا بڑا وسیع مطالعہ ہے۔

مصادر و مراجع کی فہرست کہاں آنی چاہیے؟

مصادر و مراجع کی فہرست کو درج کرنے کے دو طریقے ہیں:

1۔ ہر باب یا ہر فصل کے آخر پر

2۔ مقالے کے آخر پر

پہلا طریقہ صرف اس وقت اپنایا جائے گا جب ہوامش و حواشی بھی ہر صفحے کے ذیل کی بجائے باب یا فصل کے اختتام پر درج کئے جائیں۔ اس صورت میں حواشی و ہوامش کے بعد ان کے مصادر و مراجع کی تفصیلی فہرست بھی ساتھ ہی درج کر دی جائے گی، لیکن دوسرا طریقہ زیادہ بہتر ہے، کیونکہ اس میں تمام مراجع کی فہرست آخر پر ایک ہی جگہ ہونے کی وجہ سے تلاش میں سہولت رہتی ہے۔(۳۷)

مصادر و مراجع کی ترتیب اور درجہ بندی:

مختلف تحقیقی اداروں، مراکز اور جامعات میں مصادر و مراجع کی ترتیب اور درجہ بندی کا کوئی متفق علیہ طریقہ رائج نہیں ہے، بلکہ ہر یونیورسٹی اور ہر تحقیقی ادارہ اپنا ایک خاص طریقہ اپناتا ہے اس سلسلے میں چند اہم طریقے درج ذیل ہیں:

1۔ مولفین کے اسماء کے لحاظ سے مصادر و مراجع کو حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دینا۔

2۔ مصادر و مراجع کو اَوّلویّت، اہمیت اور خاص و عام ہونے کے لحاظ سے حروف تہجی کے

لحاظ سے ترتیب دینا مثلا:

☆ پہلے تفسیر کی کتابوں کو ذکر کیا جائے

☆ پھر حدیث کی کتابوں کو ذکر کیا جائے

3۔فہرست مراجع کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے ، پہلے حصے میں مصادر (Original Sources) کو مولفین کے ناموں کے لحاظ سے حروف تہجی کے اعتبار سے ذکر کیا جائے ،اور دوسرے حصے میں مراجع (Secondary Sources) کو مولفین کے ناموں کے لحاظ سے حروف تہجی کے اعتبار سے ذکر کیا جائے۔

4۔حروف تہجی کی ترتیب پر پہلے پرانی کتابوں کو اور پھر نئی کتابوں کو ذکر کیا جائے۔

5 ۔مصادر و مراجع کو موضوعات کے لحاظ سے تقسیم کر کے ہر موضوع کی کتابوں کو حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دے کر ذکر کیا جائے ۔مثلا: علوم قرآن ،علوم حدیث ،علوم فقہ، سیرت، تراجم وغیرہ۔

6۔مصادر و مراجع کی انواع کے لحاظ سے انہیں مولفین کے ناموں کے اعتبار سے حروف تہجی کی ترتیب پر درج کیا جائے ،اس طریقے کے بہت سے اسالیب ہیں جن میں سے دو اہم درج ذیل ہیں:

(أ)

1۔سب سے پہلے عربی مخطوطات

2۔عربی کتابیں

3۔غیر عربی کتابیں

4۔عربی مجلات و رسائل

5۔غیر عربی مجلات و رسائل

6۔آخر میں ان کتابوں کا ذکر جن کا مولف کوئی شخص نہ ہو بلکہ ادارے ہوں جیسے: عدالتی فیصلے، انسائیکلوپیڈیاز، سرکاری دستاویزات اور اخبارات وغیرہ، لیکن ان سب کی ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے ہوگی۔

(ب)

جب مصادر و مراجع مختلف زبانوں میں ہوں تو ہر مجموعے کو دوسرے سے الگ کر کے حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دے کر لکھا جائے مثلا:

عربی مصادر و مراجع.

انگریزی مصادر و مراجع.

اردو مصادر و مراجع.

فارسی مصادر و مراجع.(۳۸)

فہرست مصادر و مراجع کی ترتیب کا بہترین طریقہ:

مصادر و مراجع کی فہرست ترتیب دینے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ تمام مصادر و مراجع کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

1۔عربی مصادر و مراجع

2۔غیر عربی مصادر و مراجع

خواہ مصادر و مراجع کتابیں ہوں یا رسائل و مجلات یا انسائیکلوپیڈیاز یا انٹرویوز یا ریکارڈ شدہ کیسٹس اور سی ڈیز وغیرہ۔ان تمام مصادر و مراجع کو ان کے مولفین کے لحاظ سے یا اشاعتی اداروں (اگر کوئی مولف نہ ہو) کے لحاظ سے حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا جائے۔عربی مصادر و مراجع کو پہلے حصے میں اور غیر عربی مصادر و مراجع کو دوسرے حصے میں درج کیا جائے (۳۹)

فہرست مصادر و مراجع (Bibliography) میں مراجع کو لکھنے کا طریقہ:

1۔ جب مرجع و مصدر کوئی کتاب ہو تو اس کی معلومات کو درج ذیل طریقے سے درج کیا جائے گا: مولف کا مشہور نام و لقب یا اس کے دادا کا نام یا قبیلے کا نام یا مشہور نسبت، اس کے بعد قومہ (،) آئے گا۔

2۔ مولف کا ذاتی نام پھر اس کے والد کا نام ،اگر وفات پا گیا ہو تو بریکٹ میں اس کی تاریخ وفات اور اس کے بعد نقطہ (.) آئے گا۔

3۔ کتاب کا نام خط کشیدہ (Underline) اور آخر میں نقطہ (.) آئے گا۔

4۔ ایڈیشن نمبر، اور اس کے بعد نقطہ (.) آئے گا۔

5۔ مقام اشاعت اور اس کے بعد دو نقطے (:)

6۔ ناشر کا نام اور اس کے بعد قومہ (،) آئے گا۔

7۔ سال اشاعت اور اس کے بعد نقطہ (.)

8۔ اگر ناشر کا نام ذکر نہ کیا گیا ہو تو قوسین میں ( ) (بدون ناشر) لکھا جائے گا۔

9۔ اگر سال اشاعت مذکور نہ ہو تو قوسین میں (بدون تاريخ أو سنة) لکھا جائے گا۔

10۔ اگر کتاب ترجمہ شدہ ہے تو مولف کا نام، پھر کتاب کا نام، پھر مترجم کا نام اور پھر بقیہ معلومات ذکر کی جائیں۔

11۔ اگر ایک کتاب کے مولفین ایک سے زیادہ ہوں تو ان کے اسماء اسی ترتیب کے مطابق ہوں گے جو کتاب کے ٹائٹل پر درج ہیں۔

12۔ مولف کا علمی لقب جیسے ڈاکٹر، استاذ، پروفیسر، شیخ، امام، مولانا، حافظ وغیرہ (اگر لکھنا ضروری ہو تو) مولف کے نام کے بعد قوسین میں لکھا جائے۔

13۔ اگر کتاب کا مولف نامعلوم ہو تو نام کی جگہ "مجہول" لکھا جائے۔

14۔ اگر ایک مولف کی ایک سے زیادہ کتابیں ہوں تو وہ تمام کتابیں اکٹھی اس کے نام کے بعد حروف تہجی کے اعتبار سے درج کی جائیں اور ہر کتاب کو تہجی ترتیب کے مطابق نمبر دیا جائے۔

15۔ جو کتاب جس زبان میں ہو اسی میں اس کا نام تحریر کیا جائے، البتہ اگر مقالہ عربی میں ہے تو کتاب کا اصل نام درج کرنے کے بعد بریکٹ میں اس کا عربی ترجمہ ذکر کیا جائے گا۔

16۔ اگر کتاب انگریزی زبان میں ہے تو اس کے متعلق تمام معلومات بھی انگریزی میں دی جائیں۔ نیز اسے بائیں جانب سے لکھا جائے۔ سب سے پہلے مولف کا نام، پھر کتاب کا نام، اور پھر باقی معلومات درج کی جائیں۔ (۴۰)

عملی مثالیں

عربی مرجع کی مثال:

مولف کا مشہور نام، ذاتی نام. کتاب کا نام. ایڈیشن نمبر. مقام اشاعت: ناشر کا نام، سال اشاعت.

ملک، خالق داد (الدکتور). منهج البحث والتحقيق. الطبعة الأولى. لاہور: آزاد بکڈپو، 2003م.

انگریزی مرجع کی مثال:

Whitney, F.I. Elements of Research . New York :Prentic - Hall, 1937.

☆۔ اگر مرجع کسی مجلّہ میں شائع ہونے والا مضمون ہو تو اس کو فہرست مراجع میں مندرجہ ذیل طریقے سے درج کیا جائے گا:

1۔ مضمون نگار کا نام مذکورہ طریقہ کے مطابق لکھیں۔

2۔ واوین (" ") کے درمیان مضمون کا عنوان (Title) تحریر کریں۔

3۔ مجلّے کا نام خط کشیدہ.

4۔ مجلّے کا شمارہ نمبر یا جلد نمبر لکھیں۔

5۔ قوسین ( ) کے درمیان شمارے کی تاریخ اشاعت اور اس کے بعد قومہ (،) آئے گا۔

6۔ مضمون کے آغاز کا صفحہ اور انتہاء کا صفحہ نمبر درج کریں۔

عملی مثالیں

عربی مرجع کی مثال:

مضمون نگار کا نام. "عنوان مضمون". مجلّے کا نام :شمارہ نمبر، (تاریخ اشاعت)، صفحہ/صفحات:

ملک، خالق داد (الدکتور). "أوضاع اللغة العربية في باكستان، الماضي والحاضر". مجلة القسم العربي. ع 12 (مايو 2002م)، ص ص:49 - 60

انگریزی مرجع کی مثال:

Jack Richards . " A non Contrastive Approach to Error Analysis. "

English Language Teaching . Vol. 25. No. 3(January 1974), P P : 204 - 219

☆۔ یونیورسٹی مقالات کو فہرست مراجع میں مندرجہ ذیل طریقے سے درج کیا جائے گا:

1۔ مذکورہ طریقہ کے مطابق محقق کا نام۔

2۔ مقالے کا عنوان خط کشیدہ الفاظ میں لکھیں۔

3۔ مقالے کا درجہ: ایم۔اے، ایم۔فل یا پی ایچ۔ڈی،

4۔ یونیورسٹی کا نام اور اس کے بعد قومہ (،) آئے گا۔

5۔ مقالے کی تاریخ اجرا اور اس کے بعد نقطہ آئے گا ۔ (۴۱)

عملی مثال:

ملك، خالق داد . دراسة و تحقيق شرح قصيدة البردة للجنابي. رسالة الماجستير، جامعة بنجاب، لاهور، باكستان، 1986م .

فصل سادس (6):

مقالہ کی کمپوزنگ، تصحیح اور آخری کتابی شکل

(Composing ,Proof reading and Final Shape of thesis)

(ا) مقالے کی کمپوزنگ کا فارمیٹ:(Format)

محقق اپنی تحقیق مکمل کرنے کے بعد اپنے نگران استاد اور یونیورسٹی کے متعلقہ شعبہ کو درخواست دے کر مقالے کی کمپوزنگ کی اجازت لیتا ہے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ نگران استاد اور یونیورسٹی کے متعلقہ شعبہ کی طرف سے رسمی اجازت سے پہلے مقالے کی کمپوزنگ کرانا درست نہیں۔ اجازت کے حصول کے بعد محقق یونیورسٹی مقالات کی کمپوزنگ کے ماہرین یا کمپیوٹر کمپوزنگ سنٹر سے رابطہ کرے اور یونیورسٹی کی شرائط اور فارمیٹ (Format) کے مطابق اپنے مقالے کی کمپوزنگ کرائے۔

عام طور پر مقالے کی کمپوزنگ میں مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے:

☆ صفحے کا سائز: (21 x 30) سینٹی میٹر ہونا چاہیے، جسے عام طور پر (A4) کہا جاتا ہے۔ عربی اور اردو مقالات میں دائیں طرف ڈیڑھ انچ اور بائیں طرف ایک انچ حاشیہ چھوڑا جائے۔ اوپر اور نیچے ڈیڑھ انچ حاشیہ ہونا چاہیے۔ صفحہ نمبر ہر صفحے کے درمیان یا بائیں طرف درج کیا جائے۔ تحریری حصے کا سائز (6.5) انچ تا (8.5) انچ ہونا چاہیے۔ انگریزی مقالات میں بائیں طرف ڈیڑھ انچ اوپر، نیچے اور دائیں طرف ایک انچ حاشیہ چھوڑا جائے۔ ٹائمز نیو رومن (TimesNew Roman) فونٹ، اور (12.Point) سائز میں کمپوز کیا جائے۔ ہر نیا پیراگراف آدھا انچ فاصلہ چھوڑ کر شروع کیا جائے۔

☆ حروف کا سائز: عربی متن کے لئے زیادہ سے زیادہ (18 pt) اور حواشی کے لئے (16 pt) ہونا چاہیے جبکہ اردو متن کے لئے (15pt) اور حاشیے کے لئے (14pt) ہونا چاہیے۔

عام طور پر ابواب کے عنوانات: (24pt)، فصول کے عنوانات (22pt)، مباحث کے عنوانات (20 pt +bold) اور ذیلی عنوانات (20pt) پر مشتمل ہونے چاہیں۔ مقالے کے درمیان میں ہر باب کا ٹائٹل ایک علیحدہ صفحہ پر بھی لکھا جائے اور باب کا عنوان جلی حروف میں (30pt)

صفحے کے درمیان میں لکھا جائے۔اس کے بعد اسی صفحہ پر یا اگلے ورق پر باب کی فصول کے عنوانات درج کریں۔

☆ ایک صفحے پر سطروں کی تعداد (بشمول حوالہ جات وحواشی) 25 تا27 سطریں ہونی چاہییں۔

☆ ایک سطر میں الفاظ کی تعداد13 تا15 الفاظ ہونے چاہییں۔

مقالہ کے درجہ کے لحاظ سے صفحات کی تعداد:

☆ کلاس اسائن منٹ اور سمیسٹر / ٹرم پیپر کے لئے 5 تا15 صفحات۔

☆ ایم۔اے کے مقالہ کے لئے 75 تا150 صفحات۔

☆ ایم۔فل کے مقالہ کے لئے 200 تا300 صفحات (متن (Text) کے چالیس ہزار الفاظ)

☆ پی ایچ۔ڈی کے مقالہ کے لئے 300 تا 500 صفحات (متن کے چالیس ہزار تا ایک لاکھ بیس ہزار الفاظ)۔

محقق کو پرنٹ نکالنے سے پہلے مذکورہ بالا تمام شرائط کا خیال رکھنا چاہیے۔اس لئے کہ اگر یہ شرائط پوری نہ ہوں تو یونیورسٹی انتظامیہ مقالے کو رد بھی کر سکتی ہے۔بعض کمپوزر اپنا معاوضہ بڑھانے کے لئے ان شرائط اور یونیورسٹی فارمیٹ کے ساتھ کھلواڑ کرتے ہیں۔وہ مقالے کے صفحات بڑھانے کے لئے حروف کا سائز بڑا کر دیتے ہیں۔یا سطر کا سائز چھوٹا کر دیتے ہیں یا سطروں کے درمیان فاصلہ (Space) بڑھا دیتے ہیں یا ایک صفحے پر سطروں کی تعداد کم کر دیتے ہیں، یا مطبوعہ صفحے کا سائز چھوٹا کر دیتے ہیں، یا اوپر نیچے دائیں، بائیں کا مارجن (Margin) زیادہ کر دیتے ہیں۔اس طرح ان کے لئے 50 صفحات کو100 میں تبدیل کرنا کوئی مشکل نہیں ہوتا، لہٰذا محقق کو ان کی اس چالاکی سے ہوشیار رہنا چاہیے۔

پروف کی تصحیح:

حقیقت یہ ہے کہ محقق کی تمام محنت آخری مرحلے میں ایک کمپیوٹر کمپوزر کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے، لہٰذا کمپوزر پڑھا لکھا عربی الفاظ وحروف کی پہچان کرنے والا اور اسلامی اصطلاحات کو سمجھنے والا ہونا چاہیے، تاکہ وہ کمپوزنگ کرتے وقت کم سے کم غلطیاں کرے۔

پروف (Proof) کی تصحیح سے مراد یہ ہے کہ کمپوزڈ شدہ مقالے کو باریک بینی سے پڑھا جائے، اور کمپوزر کی طرف سے سرزد ہونے والی اغلاط کی نشاندہی اس طرح کی جائے کہ ایک سرخ

روشنائی والے قلم سے غلط کتابت کئے گئے لفظ پر دائرہ بنا کر ایک لائن کھینچی جائے، اور صفحے کے کنارے پر خالی جگہ پر درست لفظ کو دائرے کے اندر لکھا جائے۔

تجربات ثابت کرتے ہیں کہ کمپوزنگ کی اکثر غلطیاں محقق کی اپنی گندی لکھائی (Poor Handwriting) کی وجہ سے جنم لیتی ہیں، اس لئے محقق کو چاہیے کہ اپنی تحریر کو واضح اور خوبصورت بنائے تاکہ کمپوزر کے لئے اسے سمجھنے میں مشکل نہ ہو۔نیز مقالے کے مسودے پر صفحات کے نمبر لگا کر ابواب وفصول کی ترتیب اور تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے کمپوزر کے حوالے کرے، تاکہ وہ معلومات یا صفحات کو آگے پیچھے کمپوز نہ کر دے، کیونکہ اس مرحلے پر بار بار تبدیلی وتغیر کی گنجائش نہیں ہوتی۔

محقق مسودے کی پروف ریڈنگ کر کے کمپوزر کے حوالے کر دیتا ہے، تاکہ وہ نشاندہی کی گئی اغلاط کی اصلاح کرے، اور مقالے کی تصحیح شدہ نئی کاپی نکالے، اور ایک دفعہ پھر نظر ثانی کے لئے محقق کے حوالے کرے، تاکہ وہ پروف میں کی گئی اغلاط کی تصحیح کو ملاحظہ کر سکے۔اس پروف خوانی کو ''تصحیح اول'' (فرسٹ پروف) کہا جاتا ہے۔محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے مقالے کے تین پروف پڑھے، تاکہ کتابت اور کمپوزنگ کی کوئی غلطی باقی نہ رہے۔حقیقت یہ ہے کہ کمپوزنگ اور کتابت کی اغلاط مقالے کا حسن داغدار کر دیتی ہیں اور زبانی امتحان (Viva Voce and Public Defence) کے وقت محقق کی پوزیشن بہت کمزور کر دیتی ہیں، اور یہ بھی واضح رہے کہ ان اغلاط سے محفوظ مقالہ پیش کرنا اول وآخر محقق کی ذمہ داری ہوتی ہے۔(۴۲)

(ب) مقالے کی آخری کتابی شکل:

مقالہ عام طور پر مندرجہ ذیل عناصر پر مشتمل ہوتا ہے:

1۔بیرونی صفحہ عنوان (External Title Page)

2۔اندرونی صفحہ عنوان (Internal Title Page)

3۔انتساب (Dedication)

4۔اظہار تشکر وامتنان (Acknowledgement)

5۔مقدمہ (Preface)

6۔مقالے کا بنیادی موضوع جو کئی ابواب وفصول سے تشکیل پاتا ہے (Chapters & Sections)

7۔خلاصۂ تحقیق، نتائج اور سفارشات وتجاویز
(Summary, Findings, Recommendations and Suggestions)

8۔ملحقات اور ضمیمے (Appendixes)
(جیسے نقشے، خاکے، ٹیبلز، دستاویزات، چارٹس، تصاویر اور وہ تمام اہم مواد جو ابواب وفصول میں شامل نہیں ہو سکا، اسے ضمیمہ جات میں شامل کیا جائے گا)

9۔فہارس فنیہ وتحلیلیہ (اشاریہ): (Technical and Analytical indexes)
(جیسے قرآنی آیات، احادیث، اعلام، اماکن وبلدان، اشعار، مصطلحات وغیرہ کی فہرست)

10۔فہرست مصادر ومراجع (Bibliography)

11۔فہرست موضوعات/فہرست عام (List of Contents / General Index)

اب ہم مذکورہ بالا عناصر مقالہ پر ذرا تفصیل سے روشنی ڈالتے ہیں:

1۔ بیرونی صفحہ عنوان: (External Title Page)

بیرونی صفحہ عنوان پر مندرجہ ذیل چیزیں درج کی جاتی ہیں:
عنوان مقالہ، اس کے نیچے علمی درجے کا نام یعنی ایم۔اے، ایم۔فل ، پی ایچ۔ڈی وغیرہ، اس کے نیچے درمیان میں یونیورسٹی یا ادارے کا مونوگرام، اس کے نیچے مونوگرام کے دائیں طرف محقق کا نام اور رول نمبر وغیرہ، اس کے متوازی بائیں طرف نگران استاد کا نام، پھر ان سب کے نیچے یونیورسٹی اور متعلقہ شعبے کا نام، اور صفحے کے آخر میں تعلیمی سال یا سیشن درج کیا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ اس بیرونی صفحہ عنوان پر صفحہ نمبر نہیں لکھا جائے گا۔

2۔ اندرونی صفحہ عنوان: (Internal Title Page)

یہ صفحہ بیرونی صفحہ عنوان کے فوراً بعد ہوتا ہے، اور اس پر بھی وہی معلومات ہو بہو درج کی جاتی ہیں جو بیرونی صفحہ عنوان پر موجود ہوتی ہیں، اور اس پر بھی صفحہ نمبر نہیں لکھا جائے گا۔ اندرونی صفحہ عنوان کے بعد درج ذیل سرٹیفکیٹس لگائے جائیں گے:

1۔نگران مقالہ کی طرف سے سفارشی مراسلہ (Forwarding Letter)

2۔اس بات کا حلف (Declaration) کہ محقق کا کام اصلی (Original) ہے، سرقہ (Plagiarism) سے پاک ہے اور یہ کسی اور جگہ سند کے حصول کے لئے پیش نہیں کیا گیا۔

3۔ انتساب: (Dedication)

انتساب مختصر الفاظ اور انتہائی خوبصورت اور دلکش عبارات میں لکھا جاتا ہے۔ اس میں محقق عام طور پر اپنی تحقیق کو اپنی کسی پسندیدہ (Ideal) شخصیت، یا کسی ادارے یا مختلف افراد کی طرف منسوب کرتا ہے۔ واضح رہے کہ انتساب تحقیقی مقالے کی شرائط میں سے نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ سے مقالے میں حسن، جاذبیت اور عمدگی پیدا ہوتی ہے، اس پر بھی صفحہ نمبر نہیں لکھا جائے گا۔

4۔ اظہار تشکر وامتنان: (Acknowledgement)

اظہار تشکر وامتنان کے لئے علیحدہ صفحہ تحریر کرنا ضروری نہیں، بلکہ یہ محقق کی صوابدید ہے کہ وہ اگر چاہے تو اس کے لئے علیحدہ صفحہ مقرر کرے، اور اگر چاہے تو مقدمہ کے ذیل میں ہی اظہار تشکر و امتنان شامل کر دے۔ البتہ محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ کلمات تشکر میں صدق وسچائی اور متانت و سنجیدگی سے کام لے۔ کلمات تشکر کا یہ گلدستہ کسی ایسے شخص کو پیش نہ کرے جو اس کا اہل نہیں، اور ایسے لوگوں کو فراموش بھی نہ کرے جو واقعی اس گلدستہء محبت کے اہل تھے۔ نیز شکریہ ادا کرنے میں طبل نوازی، مبالغہ، خوشامد، بے جا تعریف اور افراط وتفریط سے کام نہ لے۔

5۔ مقدمہ: (Preface)

مقدمہ کو مضامین تحقیق کی کنجی کہا جاتا ہے۔ محقق کو اپنے مقدمے کا آغاز اللہ تعالی کے مبارک نام، اللہ تعالی کی حمد وثنا اور رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام سے کرنا چاہیے، کیونکہ ہر کام کو ان امور سے شروع کرنا مستحب ہے اور علمی کاموں میں تو خاص طور پر ان کا اہتمام کرنا چاہیے۔ سرکار دو جہاں عليه التحية و الثنا کا ارشادِ گرامی ہے: ''كل عمل لا يبدأ فيه باسم الله فهو أبتر''۔ ''ہر وہ کام جو اللہ کے نام مبارک سے شروع نہ کیا جائے وہ ادھورا رہتا ہے''۔ چنانچہ علمائے اسلام کا معمول رہا ہے کہ وہ اپنی کتابوں کے مقدمات کو فصیح وبلیغ انداز میں اللہ کی حمد وثنا اور رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام سے آراستہ کرتے ہیں۔

مقالے کا مقدمہ مندرجہ ذیل امور پر مشتمل ہوتا ہے:

1۔ موضوع کا تعارف (Introduction) زمانی ومکانی یا نوعی تحدید، اہداف تحقیق کی وضاحت، موضوع کی اہمیت اور اختیار موضوع کے اسباب۔

2۔ فرضیہ تحقیق (Hypothesis) کی وضاحت اور سابقہ کام کا جائزہ (Literature Review)

3- منہج وطریقہ تحقیق (Methodology) کی وضاحت اور اس منہج کو اختیار کرنے کے اسباب کا بیان۔

4- ذرائع ووسائل تحقیق (Research Sources and Aids) کی وضاحت۔

5- مقالے کے ابواب وفصول کا مختصر تعارف اور ان کے باہمی تعلق وربط پر تبصرہ۔

6- مقالے کے بنیادی مصادر (Basic Sources) کا مختصر الفاظ میں تعارف۔

7- مبالغے کی آمیزش سے بچتے ہوئے دوران تحقیق پیش آنے والی مشکلات کا ذکر۔

مقدمے کے صفحات کی ترقیم حروف ابجد یا رومن ہندسوں کے ذریعے کی جائے گی لیکن اگر مقدمہ حروف ابجد سے زیادہ طویل ہو تو پھر مقدمے کے پہلے صفحے سے نمبرنگ (Numbering) شروع ہو جائے گی۔

6- بنیادی موضوع مقالہ: ابواب وفصول (Chapters & Sections)

مقدمہ کے بعد محقق تحقیق کے بنیادی موضوع کو شروع کرتا ہے، اور اس موضوع کو ابواب و فصول میں تقسیم کر کے اپنے افکار کو سپرد قرطاس کرتا چلا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ ابواب وفصول کی تقسیم و تعداد کے لئے کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں ہے، بلکہ ہر مقالے اور اس کے مواد کو سامنے رکھتے ہوئے کوئی بھی مناسب طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ بعض مقالات میں مواد صرف ابواب پر تقسیم کیا جاتا ہے البتہ یہ بہت ضروری ہے کہ مقالے کے تمام ابواب وفصول کے درمیان منطقی تسلسل وترتیب اور باہمی ربط وتنسیق اور توازن ہو۔

نیز ابواب وفصول کے عنوانات اور ذیلی عنوانات کے انتخاب میں بھی باریک بینی سے کام لیا جائے۔

ہر باب اور فصل کو نئے صفحے سے شروع کیا جائے، اور ہر باب شروع کرنے سے پہلے اس باب کے عنوان کا ایک ٹائٹل صفحہ (Title Page) لگایا جائے۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ مقالے کے بنیادی موضوع یعنی پہلے باب کے شروع ہوتے ہی مقالے کے صفحات کی ترقیم (Numbering) شروع ہو جائے گی۔

7- خلاصہ تحقیق، نتائج اور سفارشات وتجاویز:

(Summary, Findings , Recommendations, & Suggestions)

بعض تحقیقی مقالات کے آخر میں ایک مستقل باب باندھا جاتا ہے جس میں نتائج تحقیق کا

ذکر ہوتا ہے، لیکن خلاصہ اور نتائج کے لئے الگ باب باندھنا ضروری نہیں، اور بالخصوص پی ایچ۔ڈی سے کم درجے کے مقالات میں الگ باب بنانے کی قطعاً ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ ''خلاصہ ونتائج تحقیق'' کا ایک عنوان دے کر ان تمام نتائج کو مقالے کے آخر میں ذکر کر دیا جائے۔ لیکن محقق پر لازم ہے کہ وہ خلاصہ تحقیق اور نتائج کے طور پر صرف جدید اور انتہائی اہمیت کی حامل چیزوں کا ذکر کرے۔

خلاصہ اور نتائج کے بعد محقق کچھ سفارشات (Recommendations) اور تجاویز (Suggestions) ذکر کرتا ہے، جن میں وہ ان اہم نکات کا ذکر کرتا ہے جو قابل تحقیق تھے، لیکن محقق کچھ وجوہات کی بنا پر ان پر تحقیق نہ کر سکا، یا ان کا حل تلاش نہ کر سکا، اور بعد میں آنے والے محققین کو ان کی طرف توجہ کرنے اور انہیں حل کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

8- ملحقات اور ضمیمے (Appendixes):

ملحقات اور ضمیمہ جات میں ایسی دستاویزات ذکر کی جاتی ہیں جن کا مقالے کے ساتھ تعلق ہوتا ہے یا وہ مقالے کے موضوع سے متعلق اہم خطوط، ٹیبلز، نقشہ جات اور تصاویر پر مشتمل ہوتی ہیں یا ایسا مواد جو مقالے کے موضوع کے لئے تائید وتقویت کا باعث ہو۔ لیکن کسی فنی سبب (جیسے مقالے کی ضخامت کا زیادہ ہونا) کی وجہ سے انہیں متن میں جگہ نہیں دی جاتی۔ لہٰذا محقق انہیں خلاصہ ونتائج کے بعد مقالے کے آخر میں ذکر کر دیتا ہے۔

9- فہارس فنیہ وتحلیلیہ (Technical & Analytical Indexes):

انہیں اردو زبان میں اشاریہ جات کا نام بھی دیا جاتا ہے اور بعض محققین انہیں فہارس عامہ (General Indexes) بھی کہتے ہیں۔ یہ فہارس موجودہ دور کی علمی تحقیق میں بنیادی اہمیت اختیار کر گئی ہیں بلکہ مقالے کی اساسیات وضروریات شمار ہونے لگی ہیں۔ ان فہارس کا مقصد قارئین کرام کے لئے مقالے کے اندر آنے والی معلومات کی طرف رہنمائی کو آسان بنانا ہوتا ہے۔ محقق کو چاہیے کہ مقالے میں درج کیے جانے والے چارٹس، ٹیبلز، گرافس، نقشہ جات کے علاوہ قرآنی آیات، احادیث، اعلام وشخصیات، اشعار وارجاز، اماکن وبلدان اور مصطلحات وغیرہ کی الگ الگ فہرست بنائے، اور فہرست میں ان تمام امور کو حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دے اور ان کے آگے مقالے کا صفحہ نمبر درج کرے، یہ تمام فہارس ملحقات کے بعد درج کی جائیں گی۔

۱۰۔ فہرست مصادر و مراجع (Bibliography):

مراجع و مصادر کی فہرست فنی فہارس کے بعد اور فہرست موضوعات (عام) سے پہلے درج کی جاتی ہے ہم فصل سادس میں اس فہرست کے تیار کرنے کا طریقہ تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔

۱۱۔ فہرست موضوعات / فہرست عام (List of Contents/General Index):

اس فہرست کو "فہرست محتویات"، "فہرست مندرجات"، "فہرست مضامین" اور "فہرست مشمولات" بھی کہتے ہیں۔ فہرست موضوعات میں مقالے کے ابواب و فصول اور مباحث کا ذکر صفحہ نمبر کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ یہ فہرست عربی مقالات میں عام طور پر مقالے کے آخر میں لگائی جاتی ہے جبکہ انگریزی مقالات و کتب میں یہ شروع میں درج کی جاتی ہے۔ مشہور محقق ڈاکٹر غازی عنایت کی رائے بھی یہ ہے کہ فہرست موضوعات کو مقالے کے شروع میں ہونا چاہیے۔ ان کے خیال میں مقالے کے صفحہ عنوان (Title Page) کے فوراً بعد فہرست موضوعات کو ہونا چاہیے تا کہ قاری کے لئے مقالے کے مندرجات اور مشمولات تک رسائی آسان ہو سکے (۴۳)

حواشی باب اوّل

1۔ سورة المائدة ،الآية:٤٨.

2۔ يعقوب ، أميل (الدكتور). كيف تكتب بحثا أو منهجية البحث. (لبنان : جروس برس،1986 م). ص ١٠.

3۔ عبد أسعيد ، محمد توهيل فايز (الدكتور). كيف تكتب بحثا و كيف تفهم أسس البحث العلمي. (ط .١، الكويت: مكتبة الفلاح ، 1998م). ص 28.

وساعاتي ، أمين (الدكتور). تبسيط كتابة البحث العلمي من البكالوريوس ثم الماجيستير و حتي الدكتوراة. (ط .١، مصر الجديدة : المركز السعودى للدراسات الاستراتيجية، 1991م). ص٤٣.

والهادى، محمد محمد (الدكتور). أساليب إعداد و توثيق البحوث العلمية . (القاهرة: المكتبة الأكاديمية ، 1995م). ص ٢٤.

وعبيدات، ذو قان (الدكتور)،وآخرون. البحث العلمي: مفهومه ، أدواته ، أساليبه. (الرياض : دار أسامه للنشر والتوزيع ، 1997م). ص ٤١.

4۔ عناية ، غازى(الدكتور). إعداد البحث العلمي : ليسانس ، ماجستير ، دكتوراه. (الإسكندرية : مؤسسة شباب الجامعة ، 1980م). ص ٤١۔

5۔ شلبى، أحمد (الدكتور). كيف تكتب بحثاأو رسالة. (ط .٢٤، القاهرة: مكتبة النهضة المصرية، 1997م). ص ١٣.

6۔ فوده، حليمي محمد (الدكتور) و عبدالله، عبدالرحمن صالح (الدكتور). المرشد في كتابة الأبحاث. (ط .٦ ،جدة: دار الشروق، 1992م). ص ٣٨.

7۔ القاسمى، محمد جمال الدين. قواعد التحديث من فنون مصطلح الحديث. (ط.٢، القاهرة: دار إحياء الكتب العربية ، 1961م). ص ٣٨.

8۔ عناية ، غازى(الدكتور). مرجع سبق ذكره . ص ٩١.

9۔ الهوارى، سيد (الدكتوراه). دليل الباحثين في كتابة التقارير و رسائل الماجستير والدكتوراه. (ط .٢، القاهرة: مكتبة عين شمن ، 1980م). ص٤٠٣.

10- Manual of Standards for Reports , Theses and Dissertation. Graduate School of Business Administration, New York University Book Centers, 4th Edition , 1963.

11- الخولى ، محمد على (الدكتور). كيف تكتب بحثاً. (ط .١،الأردن :دار الفلاح للنشر، 1996م). ص ٤٥، ٥٦ (بتصرف)

12- شلبى ، أحمد (الدكتور). مرجع سبق ذكره،ص ص٣٧-٣٩.

13- المرجع السابق ،ص ٤١، ٤٦.

14- يعقوب،أميل(الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص ٤٠.

15- قدنقلنا هذه المعلومات بتصرف من "كيف تكتب بحثا" للدكتور الخولى ، ص ٢٥.

16- شلبى، أحمد (الدكتور). مرجع سبق ذكره ، ص ١٢٤.

17- نغش، محمد (الدكتور). كيف تكتب بحثا أو تحقق نصاً . (ط.١، القاهرة مطبعة الحلبي، ١٩٩٠م). ص ٤.

وساعاتى ،أمين(الدكتور). مرجع سبق ذكره ، ص ١٢٤۔

وفوده، حليمى محمد، و عبدالله، عبدالرحمن صالح (الدكتور). مرجع سبق ذكره. ص٢٢٩.

18- المرعشلى ، يوسف (الدكتور). أصول كتابة البحث العلمي. (ط .١، لبنان: دارالمعرفة، ٢٠٠٣م). ص٨٤.

19- نقلا عن "كيف تكتب بحثا أو رسالة" للدكتور أحمد شلبى، ص ٧١.

20- Hillway, Tyrus. Introduction To Research. 2nd ed. Boston: Houghton Miffin co, 1964. p.130.

21- MLA Handbook for writers of Research papers. 7th ed. (www.mlaformat.org)

22- الخشت ، محمد عثمان (الدكتور). فن كتابة البحوث العلمية وإعدادالرسائل الجامعية. (القاهرة :مكتبة ابن سينا، ١٩٨٩ م). ص١٣. و نغش ، محمد (الدكتور)، مرجع سبق ذكره . ص ١٢. و ساعاتى، أمين (الدكتور). مرجع سبق ذكره،ص ١٣٤۔

23- عناية، غازى(الدكتور). مرجع سبق ذكره ، ص ٣٩. وفوده ، حليمى محمد و

عبدالله عبدالرحمن (الدكتور). مرجع سبق ذكره ، ص ١٩٧.

24- المرعشلى، أصول كتابة البحث العلمي ، ص١١٥.

25- نديم، عبدالماجد (الدكتور). المدخل إلى استخدام الحاسوب لطلاب اللغة العربية. (ط۔١، لاهور: اورينتل بكس، ٢٠١٠م). ص٧٥. وبخاري، سيد حيدر على. اسلامى تحقيق كے جديد ذرائع. (مقاله ايم.اے . كالج آف شريعه، منهاج يونيورسٹى، لاهور، ٢٠٠٧۔٢٠٠٨م)

26- نقلا عن "كيف تكتب بحثا أو رسالة "للدكتور أحمد شلبى، ص ٩٢.

27- المرجع نفسه،ص١٢٢-١٢٤.

28- عناية، غازى (الدكتور). مرجع سبق ذكره ، ص ٥٩، ٦٠.

29- الكندرى،عبدالله عبدالرحمن (الدكتور)، وعبدالدائم ، محمد أحمد(الدكتور). مدخل الى مناهج البحث العلمي في التربية والعلوم الانسانية. (ط .١، الكويت: مكتبة الفلاح، ١٩٩٣م). ص ١٤٤ وما بعدها.

وعبيدات، ذوقان (الدكتور) ، وآخرون. مرجع سبق ذكره، ص ١٢١ وما بعدها

والهادى، محمد محمد (الدكتور). مرجع سبق ذكره ، ص ١٥٨ وما بعدها.

30- عاقل، فاخر (الدكتور). أسس البحث العلمي في العلوم السلوكية. (ط.٣، بيروت: دارالعلم للملايين، ١٩٨٨م). ص ٨٣،٩٢.

والهادى ، محمد محمد (الدكتور). مرجع سبق ذكره ،ص ص١٤٣-١٥٠.

والكندرى ، عبدالله عبدالرحمن (الدكتور) ، عبدالدائم ، محمد أحمد (الدكتور). مرجع سبق ذكره ، ص ١٥١،١٥٢.

وفوده ، حليمى محمد ،وعبدالله، عبدالرحمن صالح(الدكتور)،مرجع سبق ذكره.

31- الخولى ، محمد على . مرجع سبق ذكره ، ص ١٠٥.

32- عناية، غازى(الدكتور)،مرجع سبق ذكره ، ص ص٦٩-٧٢ ونغش ، محمد (الدكتور) ، مرجع سبق ذكره ، ص ٩.

33- محمد عارف، پروفيسر . تحقيقى مقاله نگارى. (لاهور: اداره تاليف وترجمه پنجاب يونيورسٹى، ١٩٩٩ء) . ص ص٤٧٥-٤٨١.

34- حروف ابجد کی ترتیب مندرجہ ذیل ہے: ا، ب، ج، د، ہ، و، ز، ح، ط، ی، ک، ل، م، ن، س، ع،

ف، ص، ق، ر، ش، ت، ث، خ، ذ، ض، ظ، غ. سہولت اور آسانی سے یاد رکھنے کے لیے ان کی مختصر شکل مندرجہ ذیل ہے: ابجد، ھوز، حطی، کلمن، سعفص، قرشت، ثخذ، ضظغ.

35 مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجئے: MLA Handbook for Writers of Research Papers, 7th Edition. Citation examples. pp.142 (www.mlaformat.org)

36- شلبی، أحمد (الدکتور). مرجع سبق ذکرہ، ص ۱۳۳، ۱٤۱.

وعنایة، غازی(الدکتور). مرجع سبق ذکرہ، ص ۷٦.

وفودہ، حلیمی محمد، و عبداللہ، عبدالرحمن صالح (الدکتور). مرجع سبق ذکرہ، ص ص۲٤٦-۲۷۰.

والخشت، محمد عثمان (الدکتور). مرجع سبق ذکرہ، ص ص ۹۵، ۱۰۲.

37- عنایة، غازی(الدکتور). مرجع سبق ذکرہ، ص ۷۳.

38- الخشت، محمد عثمان(الدکتور). مرجع سبق ذکرہ، ص ۱٥٤، ۱٥٦.

وشلبی، أحمد (الدکتور). مرجع سبق ذکرہ، ص ۱۷٤، ۱۷٦.

39- فودہ حلیمی محمد، وعبداللہ، عبدالرحمن صالح (الدکتور). مرجع سبق ذکرہ، ص۲۷۲.

40- الخشت، محمد عثمان (الدکتور). مرجع سبق ذکرہ، ص ۱۰٦، ۱۰۸.

41- عنایة، غازی(الدکتور). مرجع سبق ذکرہ، ص ۷۷، ۷۸.

وشلبی، أحمد(الدکتور). مرجع سبق ذکرہ، ص ۱۲۹، ۱۳۰.

42- المرعشلی، یوسف (الدکتور). مرجع سبق ذکرہ، ص ۲۷۱، ۲۷۲.

وفودہ، حلیمی، محمد، وعبداللہ، عبدالرحمن صالح(الدکتور). مرجع سبق ذکرہ، ص ص ۲۵٦-۲۵۸.

والخشت، محمد عثمان (الدکتور). مرجع سبق ذکرہ، ص ص ۸۹- ۹۳.

وشلبی، أحمد (الدکتور). مرجع سبق ذکرہ، ص ۱۳۳.

43- عنایة، غازی (الدکتور)، مرجع سبق ذکرہ، ص ۸۷.

باب ثانی:

مخطوطات کی تدوین کا طریقہ کار

Methodology of Editing the Manuscripts

تمہید و تعارف

(ا) مخطوطات کی تاریخ، تعارف اور اہمیت:

''مخطوطہ'' کسے کہتے ہیں؟:

مخطوطہ (قلمی کتاب) سے مراد ہر ایسی قدیم کتاب ہے جو مؤلف نے خود اپنے ہاتھ سے لکھی ہو یا اس کے شاگردوں میں سے کسی نے اسے اپنے ہاتھ سے لکھا ہو یا ان کے بعد آنے والے کاتبوں نے اسے ہاتھ سے تحریر کیا ہو۔

مخطوطات کی بہت سی اقسام ہیں۔ سب سے پہلی قسم وہ ''نسخہ اصلیہ'' یا ''نسخۃ الأم'' (Original copy) ہے جسے مولف نے خود اپنے ہاتھ سے سپردِ قرطاس کیا ہو۔ اس کے بعد وہ نسخہ جو نسخہ اصلیہ سے نقل کیا گیا ہو۔ پھر فرعی نسخے جنہیں اصلی یا ثانوی نسخوں سے نقل کر کے تیار کیا گیا ہو۔ کوئی نسخہ (Copy) جو اصل نسخے سے جتنا قریب العہد ہوگا اتنا ہی اہم ہوگا۔

جب لفظ ''مخطوطہ'' کا ذکر آتا ہے تو ہمیں اپنے عظیم آباء و اجداد اور مشاہیر اہل اسلام کے علوم کا وہ عظیم سرمایہ یاد آجاتا ہے جو کئی صدیوں سے ایک عظیم علمی ورثہ کی حیثیت سے دنیا کی مختلف لائبریریوں میں موجود و محفوظ ہے۔ یہ بہت اہم اور قیمتی ورثہ ہے جس سے کسی طرح بھی روگردانی یا پہلو تہی نہیں کی جاسکتی۔

مخطوطات درحقیقت بعد میں لکھی جانے والی کتابوں کا مصدر اور سرچشمہ ہیں۔ یہ جدید دور کی کتابوں کے لئے ''اُمہات'' کا درجہ رکھتے ہیں۔ یہ انسانی تہذیب و ثقافت کی اساس اور جدید تمدن کا شاندار ستون ہیں۔ (۱)

تدوین کیا ہے؟:

اردو زبان میں ''تدوین''، عربی میں ''تحقیق'' اور انگریزی میں ''ایڈیٹنگ'' (Editing) ایک جدید اصطلاح ہے، جس سے مراد مخطوطہ، (قلمی کتاب) کو ایسی صحیح شکل میں متعارف کروانا جیسے کہ اس کے مولف نے اسے اپنے ہاتھ سے تحریر کیا تھا، وہ قابل مطالعہ و قابل فہم ہو جائے اور مقررہ معیارات کے مطابق اسے مدوّن شکل میں پیش کیا جائے۔ لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کسی مخطوطہ کی تدوین

کا عمل اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ مخطوطہ کا عنوان، اس کے مولف کا نام، مخطوطہ کی مولف کی طرف نسبت، مخطوطے کی عبارت اور اس میں آنے والے تمام مواد کو اول لفظ سے آخری لفظ تک پوری تحقیق، تصدیق اور ضبط کے ساتھ مرتب و مدون کیا جائے اور اسے ایسی صورت میں منصۂ شہود پر لایا جائے جو اس کے مولف کی وضع کردہ صورت کے بالکل مطابق ہو۔

مخطوطات کی تاریخ:

مخطوطات کا وجود اتنا ہی قدیم ہے جتنا کہ فن کتابت یعنی جب سے انسان نے لکھنا سیکھا اسی وقت سے مخطوطات ظہور پذیر ہونا شروع ہو گئے۔ انسانیت کی طویل تاریخ میں فن تحریر و کتابت کی ایجاد بہت بڑا کارنامہ شمار ہوتی ہے۔ سب سے پہلے انسان نے اپنے افکار و نظریات کو چٹانوں پر کندہ کر کے ریکارڈ کرنا شروع کیا۔ پھر کچھ مذہبی لوگوں نے اپنی دینی تعلیمات عبادت گاہوں کی دیواروں پر نقش کیں۔ یہاں تک کہ قدیم مصری علماء نے 3100 ق م میں تحریر کے لئے سب سے پہلے پتوں کا استعمال کیا۔ وہ ان پر لکھ کر انہیں مٹی کے گھڑوں اور مٹکوں میں ڈال کر مقبروں اور عبادت گاہوں میں رکھ دیتے تھے۔ اس طرز کے مخطوطات اس وقت معلوم ہوئے جب اردن میں، بحر مردار کے قریب قُمران نامی آثار قدیمہ سے ایسے مٹی کے گھڑے دریافت ہوئے جن میں پتوں پر لکھا ہوا تورات کا سب سے قدیم نسخہ موجود تھا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ مخطوطات اور دستاویزات کی سب سے پہلی قسم وہ تھی جو پتھروں پر تحریر کی گئی جیسے ''حجر رشید'' نامی پتھر تحریر کے لئے استعمال کیا جاتا تھا اور پھر دوسری قسم پتوں پر تحریر کی صورت میں سامنے آئی۔ علاوہ ازیں 500 ق م میں قائم شدہ کچھ کتب خانوں کے آثار بھی شام کے شمال مغربی علاقے ''راس شمرا'' میں منظر عام پر آئے، جہاں مٹی کی بنائی ہوئی تختیوں پر دستاویزات تحریر کی گئی تھیں۔ ان تختیوں کو مخطوطات کی تیسری قسم شمار کیا جاتا ہے۔ (۲)

چین میں مخطوطات کی ایک چوتھی قسم بھی دریافت ہوئی کیونکہ وہاں پر ''تسائی لون'' نامی چینی انجینئر نے 105ء میں کاغذ ایجاد کر لیا تھا۔ اس نے پودوں کی چھال اور روئی کو چینی مٹی میں ملا کر اور خشک کر کے کاغذ بنایا، اور وہاں کے علماء نے اس پر سیاہی کے ذریعے لکھنا شروع کیا۔

یونان میں جانوروں کی کھال کو مخطوطات اور دستاویزات کی تحریر کے لئے استعمال کیا گیا، جبکہ رومانیوں نے مخطوطات کی کتابت کے لئے تمام وسائل و ذرائع استعمال کئے۔ انہوں نے اپنے

گھروں میں ذاتی کتب خانے قائم کئے، کیونکہ وہ اپنے بچوں کے لئے تعلیم کی اہمیت سے بخوبی آگاہ تھے۔ انہی لائبریریوں نے رومانیوں کے علمی ورثہ کو بربادی و تباہی سے محفوظ رکھا۔

تاریخی شواہد سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ عرب زمانہ اسلام میں کتابت و تحریر کے فن سے واقف تھے۔ وہ اپنے اہم واقعات کو کھجور کے پتوں، کھجور کی چھال، جانوروں کی ہڈیوں، سفید ملائم پتھروں اور کھالوں پر لکھ لیا کرتے تھے۔ عربوں میں لکھنے کا زیادہ تر رجحان جزیرہ عرب کے شمالی علاقوں میں تھا جہاں ان کے ایرانی اور رومی تہذیب کے ساتھ گہرے روابط تھے۔

عدی بن زید عبادی (م 35 ق ھ) کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے کہ جب وہ لڑکپن میں داخل ہوا تو اس کے والد نے اسے ایک مدرسے میں داخل کرا دیا، جہاں اس نے عربی زبان میں مہارت حاصل کی۔ پھر وہ کسریٰ کے دربار میں پہنچا اور یہی وہ پہلا شخص تھا جس نے کسریٰ کے دربار میں عربی میں انشاء پردازی کی۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بھی کچھ ایسے سکول موجود تھے جہاں بچوں کو کتابت، شعر و شاعری اور ایام عرب کی تعلیم دی جاتی تھی۔ (۳)

عہد نبوی میں کتابت کا رواج:

عہد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام میں کتابت کا رواج زمانہ جاہلیت کی نسبت وسیع پیمانے پر پھیل گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ قرآن مجید نے بھی لکھنے پڑھنے اور تعلیم حاصل کرنے کا حکم دیا، اور سرکار دو جہاں (ﷺ) نے بھی اپنے صحابہ کو اس کی تلقین فرمائی۔ جدید اسلامی سلطنت کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کاتبین کی کثیر تعداد وجود میں آئی، جن میں کاتبین وحی بھی شامل تھے۔ جن کی تعداد (40) تک جا پہنچی۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے ساتھ ہی کاتبین کی تعداد میں بدرجہا اضافہ ہوا۔ یہاں تک کہ مسجد نبوی کے علاوہ مدینہ منورہ کی 9 مساجد میں مسلمانوں کے بچے قرآن مجید، قرات و کتابت اور اسلامی علوم کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ پڑھے لکھے مسلمان اپنے بھائیوں کو بلا معاوضہ لکھنا پڑھنا سکھاتے تھے (۴)

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے غزوہ بدر کے پڑھے لکھے قیدیوں پر یہ شرط عائد کی تھی کہ وہ مدینہ منورہ کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو انہیں آزاد کیا جا سکتا ہے۔ فن کتابت کی اشاعت و رواج کی وجہ سے علم کی تدوین و حفاظت پر بڑا گہرا اثر پڑا، جس کے نتیجے میں سب سے پہلے قرآن مجید پھر مختلف دستاویزات و معاہدات اور گورنروں اور بادشاہوں کی طرف بھیجے جانے

والے خطوط کی کتابت وتدوین عمل میں آئی ۔ یہ تمام وہ چیزیں تھیں جن کی ایک نئی قائم ہونے والی سلطنت کو ضرورت ہوتی ہے ۔اسی طرح عہد نبوی میں حدیث نبوی کا کچھ حصہ بھی ان صحابہ کرام کے ذریعے تدوین کیا گیا جنہیں خود رسول اللہ (ﷺ) نے احادیث لکھ لینے کی اجازت عطاء فرمائی تھی جیسے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ احادیث نبویہ کو قلم بند کر لیتے تھے ۔

عہد فاروقی میں کتابت:

خلیفہ ثانی امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں کتابت سلطنت کے اعمال کا ایک بنیادی جزو بن گئی تھی ۔اس دور میں قرآن مجید کو ایک مصحف میں جمع کیا گیا اور اس کے ساتھ نسخے تیار کر کے اسلامی سلطنت کے مختلف علاقوں میں بھیجے گئے ۔

دوسری صدی ہجری، ارتقائے کتابت کا عظیم دور:

دوسری صدی ہجری میں تالیف وتدوین کی تحریک عروج پر پہنچ گئی ۔سب سے پہلے احادیث کی جمع وتدوین اور کتابت پر بھرپور محنت کی گئی ۔پھر مغازی وسیر کی کتابت عمل میں آئی ۔اسی طرح پھر لغت، شاعری اور تاریخ کی کتابیں منظر عام پر آنے لگیں ۔

ترجمے کی تحریک کا آغاز بنوامیہ کے دور سے ہوتا ہے اور یہ تحریک خلیفہ مامون کے زمانے میں اپنے نقطہ عروج پر پہنچ گئی ۔ کیونکہ اس دور میں یونانی، فارسی، رومانی اور سریانی تہذیب وثقافت کو عربی زبان میں نقل کرنے کا آغاز ہوا ۔اس کے ساتھ ساتھ مساجد میں درس واملاء کے حلقے قائم ہوئے ۔ باقاعدہ متعلمین اور طلبہ کا طبقہ وجود میں آیا ۔اسی طرح کتب اَمالی (زبانی لکھوائی گئی کتابیں) املاء کروائی گئیں جن میں ابوعلی القالی کی "کتاب الأمالی" اور ثعالبی کی "کتاب الأمالی" بہت مشہور ہیں ۔

تیسری صدی ہجری اور طبقہ "وراقین" کا ظہور:

تیسری صدی ہجری میں طبقہ وراقین کا ظہور ہوا ۔طبقہ وراقین سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے کاغذ کی صنعت، قلمی نسخوں کی تیاری، نسخوں کی تصحیح، جلد بندی، کتابت اور سٹیشنری جیسے امور کو اپنا روزگار اور ذریعہ معاش بنایا ۔دوسرے لفظوں میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ وراقین کا طبقہ بیک وقت ناشر اور طابع کا کام کرتا تھا ۔بعض شہروں میں وراقین کے بڑے بڑے بازار تھے، جنہیں موجودہ دور کے تحقیقی مراکز اور علمی اداروں کے مساوی سمجھا جاسکتا ہے ۔بغداد میں وراقین کے بازار میں سٹیشنری کی (100) سے زائد دکانیں تھیں ۔ یہ دکانیں محض کتابوں کے کاروباری مراکز نہ تھیں بلکہ یہاں بڑے

بڑے شعراء، ادباء، علماء اور اہل فن بھی جمع ہوتے تھے، اور اسی طرح یہ دکانیں فکری سرگرمیوں اور مختلف علوم وفنون میں مسلمان علماء کی کاوشوں کا مرکز تھیں ۔

تیسری صدی ہجری کا سورج غروب ہونے سے پہلے مختلف علوم وفنون میں مسلمانوں کی تالیفات کی کثرت ہوچکی تھی ۔ابن خلدون نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے:

> "اس وقت تمام اسلامی ممالک میں آبادی، تہذیب وثقافت اور ترقی کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا ۔سلطنت بہت وسیع ہوگئی تھی ۔علوم کے بازار انتہائی سرگرم تھے ۔کتابوں کے نسخے تیار کیے جا رہے تھے ۔ان کی کتابت اور جلد بندی کا عمدہ معیار تھا ۔اور دیکھتے ہی دیکھتے شاہی محلات اور کتب خانے اسلامی کتابوں سے اس انداز میں بھر گئے کہ اس کی مثال نہیں ملتی" ۔(۵)

اسلامی مخطوطات کا ناقابل تلافی نقصان:

مسلمانوں نے علمی پہلو سے انسانی تہذیب کی جو خدمت سرانجام دی ان سے پہلے کسی امت کو ایسی سعادت نصیب نہ ہوئی ۔انہوں نے علوم کی پیش کش اور تہذیب وتمدن کی ترقی میں فعّال کردار ادا کیا ۔آج دنیا کی لائبریریوں میں پڑے لاکھوں مخطوطات مسلمانوں کی علم دوستی پر گواہ ہیں ۔

اگرچہ حوادث زمانہ نے گذشتہ کئی صدیوں سے ان مخطوطات کو جلانے، ضائع کرنے، دریا برد کرنے، پھاڑنے، ختم کرنے اور صفحۂ ہستی سے مٹانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ۔تاریخ کے صفحات ان واقعات سے بھرے پڑے ہیں کہ جب تاتاریوں نے شہر بغداد پر حملہ کیا تو انہوں نے قیمتی عربی، اسلامی مخطوطات کو بھی نشانہ بنایا اور ان میں سے کئی لاکھ مخطوطات ضائع کر دیئے، یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ دریائے دجلہ اور فرات کا پانی نیلے اور کالے دو رنگوں میں تبدیل ہوگیا تھا، اور اس کی وجہ ان میں پھینکے جانے والے مخطوطات کے قیمتی خزانے تھے جنہیں مسلمان علماء نے خون جگر سے تحریر کیا تھا (اناللہ وانا الیہ راجعون) (٦)

اہل مغرب کی طرف سے مسلمانوں کے علمی احسانات کا بدلہ:

اہل مغرب تک علم کی رسائی میں اہل اسلام کا بہت بڑا کردار ہے، بالخصوص اسلامی اندلس کو یورپ کی تعلیم وترقی میں مرکز کی حیثیت حاصل ہے ۔اس دور میں اندلس کی اسلامی حکومت نے اپنے اردگرد کے ہمسایہ ممالک کا ثقافتی وتہذیبی معیار بہت بلند کر دیا تھا ۔ نیز اسلامی سلطنت نے اسلامی

ثقافت کے ساتھ ساتھ گذشتہ امتوں کے ورثے کی حفاظت کا فریضہ بھی سرانجام دیا، بلکہ اس ورثے کو پروان چڑھنے کا موقع بھی فراہم کیا۔ آج یونانی علماء کا علمی سرمایہ اگر محفوظ ہے تو صرف عربی کتابوں میں۔ مسلمانوں نے پوری علمی امانت ودیانت کے ساتھ یونانی وافریقی علوم کو نہ صرف محفوظ کیا بلکہ ان کے اصحاب علم اور دانش وروں کے تذکرے بھی تحریر کیئے، اور پھر ان علوم پر خوبصورت شروحات اور حواشی لکھے۔ اسی طرح امم سابقہ کے علوم ومعارف کو قیامت تک محفوظ رہنے والی زبان ''عربی مبین'' میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ کردیا۔ لیکن افسوس! ان امتوں نے مسلمانوں کے احسانات کا اچھا بدلہ نہیں دیا، بلکہ نیکی کا بدلہ برائی سے دیا۔ چنانچہ جب اندلس میں اسلامی حکومت کی بنیادیں ذرا کمزور دکھائی دیں تو اندلس کے باشندے عیسائی بادشاہ فرڈی نینڈ (Ferdinand) اور اس کی بیوی ایزابلا (Esabella) کی قیادت میں مسلمانوں کے آخری قلعے ''غرناطہ'' پر چڑھ دوڑے۔ اہل اسلام کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ مسلمانوں کی عصمتیں برباد کردیں۔ ان کے اموال لوٹ لئے۔ گھروں پر قبضہ کرلیا۔ اسلامی تہذیب وثقافت کی دھجیاں بکھیر دیں اور ان ہنستے بستے شہروں سے مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے جلاوطن کردیا، اور جو باقی بچ گئے انہیں 789ء میں جبراً عیسائی بنانے کی مہم شروع کردی۔

انہوں نے جہاں ایک طرف مسلمانوں کے خون کو ارزاں کردیا، تو ساتھ ساتھ ان کے علمی خزانوں، کتب خانوں اور کتابوں کو نذر آتش کردیا، اور بہت سی نادر اور قیمتی کتابیں چوری کر کے لے گئے۔ ان میں سے ایک سرجری اور میڈیسن پر تالیف کی گئی مشہور اندلسی مسلم سرجن ابوالقاسم زہراوی کی (30) جلدوں پر مشتمل کتاب ''التصریف'' بھی تھی جو سترہویں صدی عیسوی تک یورپ کے تمام میڈیکل کالجز میں بطور نصاب شامل رہی۔ اہل کنیسہ (چرچ) اسلامی فکر سے خوفزدہ تھے کہ کہیں ہسپانوی مسلمان بچے اپنے آباؤاجداد کے علمی ورثے پر مطلع نہ ہوجائیں، لہذا 905ھ میں عیسائی پادری خمینس نے حکم دیا کہ بلاد اندلس کے اطراف واکناف میں موجود تمام اسلامی کتابوں کو ''اسکوریال چرچ'' (Escorial Church) کے صحن میں جمع کیا جائے۔ چنانچہ عیسائی دانش وروں نے وہاں پر جمع کیئے گئے ایک لاکھ سے زائد مخطوطات کو نذر آتش کر کے جشن منایا۔ (۷) مذکورہ بالا حوادث زمانہ کے علاوہ مخطوطات کے تلف کرنے میں کچھ طبعی عوامل بھی کارفرما ہیں جن میں زلزلے، سیلاب، کیڑا لگنا، حشرات الارض، آگ کا لگنا، چوری ہونا اور عدم توجہ قابل ذکر ہیں۔

تدوین مخطوطات کی اہمیت:

اس کے باوجود اب بھی مسلمانوں کے علمی ورثے میں موجود مخطوطات کی تعداد دوسری اقوام وملل کی کتابوں سے کہیں زیادہ ہے۔ آج بھی لاکھوں مخطوطات دنیا کی لائبریریوں میں محفوظ ہیں اور اسی طرح اسلامی ممالک کی لائبریریاں بھی ان مخطوطات سے مالا مال ہیں۔ یہ علمی ورثہ مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے آباؤاجداد کی علمی ترقی اور فکری پختگی کی خبر دیتا ہے۔ نیز زبان حال سے محقق طلبہ، علمی اداروں اور اسلامی دنیا کی یونیورسٹیوں سے فریاد کررہا ہے کہ اسے زندہ کیا جائے، اس کے قیمتی علمی موتیوں سے اور فکری وتہذیبی دولت سے استفادہ کیا جائے۔ آج ہمیں کس قدر ضرورت ہے کہ ہم اپنے حاضر کو اپنے ماضی کے ساتھ مربوط کریں، اور اس عظیم علمی اور فکری سرمایہ سے فائدہ اٹھائیں جسے ہمارے اسلاف صالحین نے ہمارے لئے وراثت میں چھوڑا ہے۔

آج اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ اسلامی دنیا کی یونیورسٹیاں اور تحقیقی مراکز مخطوطات کے احیاء کا اہتمام کریں اور ایم۔اے، ایم۔فل، پی ایچ۔ڈی کے محققین کی توجہ ان مخطوطات کی طرف مبذول کرائیں اور ان میں موجود لعل وجواہر کو منصۂ شہود پر لانے کی کاوش کریں، بجائے اس کے کہ انہیں کسی نئے موضوع پر مقالہ لکھنے کی تلقین کی جائے حالانکہ اکثر اوقات کچھ نیا وجود میں نہیں آتا، اور انسانی علوم (Social Sciences) میں تو تکرار در تکرار اور نقل در نقل کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ جبکہ کسی مخطوطہ کی تحقیق وتدوین کا مقصد اس کا احیاء اور اسے تباہی وبربادی اور نیستی سے بچانا ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں ایک عظیم علمی سرمایہ جو تباہی وگم نامی کے دہانے پر پہنچ چکا ہے اسے تحقیق وتدوین سے آراستہ کر کے محفوظ ہاتھوں میں پہنچانا ہوتا ہے۔ اس طرح مخطوطات پر تحقیق کرنے والا طالب علم عربی واسلامی لائبریری میں ایک نئے علم کا اضافہ کرتا ہے، کیونکہ وہ مخطوطے کی تدوین کے دوران اس کے مؤلف کے دور میں بچشم تصور زندگی گزارتا ہے، اور پھر اپنے خاص اسلوب اور اپنے الفاظ میں اس کے علم وفکر کو زندہ کر کے اہل علم کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔

قدیم علمی وادبی ورثے کا احیاء ایک انتہائی اہم، مفید اور قابل قدر کام ہے۔ اسی لئے مستشرقین (Orientalists) نے قلمی کتابوں کی تحقیق وتدوین کو بہت اہمیت دی۔ یورپین یونیورسٹیوں میں منہج بحث (Methodology of Research) کے ساتھ ساتھ منہج تدوین مخطوطات (Methodology of Manuscripts Editing) سے آگاہی کا اہتمام بھی کیا گیا

لیکن ہمارے ہاں عربی واسلامی علوم کے سکالرز اور اہل علم کی اس اہم کام کی طرف رغبت وتوجہ بہت کم ہے، بلکہ وہ اس کی اہمیت وافادیت سے پوری طرح واقف نہیں ہیں۔لہذا انٹرنیشنل تحقیقی اسالیب کو سامنے رکھتے ہوئے قدیم قلمی کتابوں کے احیاء اور تحقیق وتدوین کی طرف توجہ مبذول کرانا بہت ضروری ہے تاکہ ہماری علمی میراث کماحقہ محفوظ ہو سکے۔

ہمارے اسلاف کرام نے عربی زبان وادب اور اسلامی تہذیب وثقافت کے موضوع پر ضخیم سرمایہ سپرد قلم کیا تھا لیکن اس سرمایہ کا ایک بڑا حصہ آج روشنی کی دنیا میں بھی قلمی نسخوں کی صورت میں دنیا کی لائبریریوں کے تاریک کونوں میں موجود ہے اور ان سے علمی فوائد حاصل کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

صدیوں سے لائبریریوں کے کونوں گوشوں میں محفوظ یہ قیمتی دولت مسلمان محققین سے یہ تقاضا کرتی ہے کہ وہ فکری وعلمی اور تہذیبی وثقافتی استفادہ کے لئے اس علمی سرمایہ کی طرف رجوع کریں ،تاکہ وہ اس محفوظ علمی ورثہ کے ذریعے اپنے اسلاف کی علمی ترقی اور فکری پختگی کا اندازہ لگا سکیں ،اور اپنے حال کو اپنے شاندار ماضی کے ساتھ جوڑ سکیں۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستانی یونیورسٹیوں میں السنہ شرقیہ اور عربی واسلامیات کے شعبوں میں ایم۔اے،ایم۔فل، پی ایچ۔ڈی کی سطح پر کام کرنے والے محققین کی توجہ مخطوطات کی تحقیق وتدوین کی طرف مبذول کرائی جائے،اور ان نوادرات کو تدوین ومطالعہ کے ذریعے قابل فہم اور قابل مطالعہ بنا کر نئی زندگی دی جائے۔کہیں ایسا نہ ہو کہ بغداد میں عربی واسلامی مخطوطات کے دشمن اول ہلاکو خان کے ہاتھ سے بچ جانے والا یہ علمی ورثہ اور اسلامی اندلس میں اسکوریال چرچ کے پادریوں کے ہاتھوں نذر آتش ہونے سے بچ جانے والی قیمتی اسلامی میراث اس نئی ہزاری (New Millennium) میں کسی معاندِ مخطوطات کے ہاتھوں آتش ودریا کی نذر کر دی جائے،اور اس طرح مسلم امہ کی نئی نسل اپنے آباؤ اجداد کی تحریروں سے استفادہ تو درکنار خدانخواستہ انہیں دیکھنے سے بھی محروم ہو جائے۔لہذا ہمارے خیال میں اس علمی میراث کو نقصان اور تباہی سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ مغرب ومشرق کی دیگر یونیورسٹیوں کی طرح پاکستانی یونیورسٹیاں بھی ایم۔اے،ایم فل اور پی ایچ۔ڈی کی سطح پر اس قلمی میراث کے احیاء اور حفاظت کا کام کروائیں۔

(ب) عربی مخطوطات کے عالمی کتب خانے (۸):

اسلامی علمی ورثہ اس وقت دنیا کے بہت سے کتب خانوں اور عجائب گھروں میں مخطوطات کی شکل میں محفوظ ہے۔ان مخطوطات کو مائیکروفلمز کی شکل میں رکھا گیا ہے تاکہ ہر طالب علم اپنی مرضی سے ان کی تصویر لے سکے اور یہ مخطوطات اپنی اصلی حالت میں بھی محفوظ رہیں، کیونکہ زیادہ ہاتھوں کا استعمال یقینی طور پر انہیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔ان مخطوطات تک زیادہ سے زیادہ لوگوں کی رسائی کے لئے عرب دنیا کے بعض کتب خانوں نے دنیا بھر کی لائبریریوں سے اور عجائب گھروں سے مخطوطات کی مائیکرو فلمیں حاصل کی ہیں،تاکہ ہر محقق اپنی مرضی کے مطابق مخطوطہ کی کاپی باآسانی اور سہولت سے حاصل کر سکے۔جن عظیم الشان اداروں نے مخطوطات کی کاپیاں جمع کرنے کا کارنامہ سرانجام دیا ہے،ان تحقیقی مراکز میں قاہرہ کا ''معہد المخطوطات العربیۃ'' (Institute of Arabic Manuscripts) ریاض کا ''مرکز الملک فیصل'' (Centre of King Faysal) اور جامعات میں مکہ مکرمہ کی ''جامعۃ ام القری'' مدینہ منورہ کی ''الجامعۃ الاسلامیۃ'' اور مصر کی ''جامعۃ الازہر'' شامل ہیں۔

اسلامی وعربی دنیا کے مشہور کتب خانے:

اب ہم کچھ اہم اسلامی اور عربی ملکوں میں موجود کتب خانوں کا ذکر کرتے ہیں، جہاں بہت سے اسلامی عربی مخطوطات موجود ہیں ،اور محققین ان لائبریریوں سے خاطر خواہ استفادہ کر رہے ہیں۔واضح رہے کہ ہم صرف مشہور پبلک لائبریریوں کا ذکر کریں گے۔یونیورسٹیوں، علمی اداروں، اکیڈمیوں، مراکز تحقیق کی لائبریریاں اور لوگوں کی ذاتی لائبریریاں ان کے علاوہ ہیں۔

۱۔ اردن (Jordan):

1۔دارالکتاب الأردنی ،عمان.(www.babylon.com/)

2۔مکتبۃ الجامعۃ الأردنیۃ.(www.library.ju.edu.jo/)

3۔المکتبۃ الوطنیۃ الأردنیۃ.(www.cybrarians.info/index.php?)

۲۔ تیونس (Tunisia):

1۔مکتبۃ الجامع الکبیر ،قیروان.(www.kalemasawaa.com)

2۔مکتبۃ جامع الزیتونۃ، تیونس.(www.mediafire.com)

3۔المکتبۃ الوطنیۃ التونیسیۃ.(www.wikibrary.org/)

4۔المکتبة العبدلية. (www.ahlalhdeeth.com)

5۔المکتبة الصادقية. (www.books.google.com/)

۳۔ الجزائر(Algeria):

1۔مکتبة جامعة باجی مختار،عنّابة.

(University Badji Mokhtar,Annaba)

(www.university-directory.ed/algeria/annaba)

2۔المکتبة البادیسیة،قسنطینة.

(www.ya3rebiya.maktoobblog.com)

3۔مکتبة مدینة بجایة.(www.alyaseer.net)

4۔المکتبة الأهلية،الجزائر سٹی.(www.alraimedia.com)

5۔مکتبة الجامع الکبیر،الجزائر سٹی.(www.alyaseer.net)

۴۔ سعودی عرب(Kingdom of Saudi Arabia):

1۔مکتبة المسجد النبوی الشریف.(www.mktaba.org/)

2۔مکتبة الحرم المکی الشریف.(www.gph.gov.sa/)

3۔مکتبة مکة المکرمة.(www.makkawi.com

(یہ لائبریری اس گھر میں بنائی گئی ہے جہاں سرکار دو جہاں (ﷺ) کی ولادت باسعادت ہوئی تھی)۔

4۔مکتبة عارف حکمت،مدینةمنورہ.

(www.al-madina.com)(www.ahbab-taiba.com)

5۔مکتبة محمودية ،مدينة منورة.(www.toratheyat.com)

6۔مکتبة الأديب ماجد الکردی،مکةمکرمة.

(www.alyaseer.net)(www.aafnan.jeeran.com)

7۔دارالکتب الوطنية ،رياض. (www.alriyadh.com)

۵۔ سوڈان(Sudan):

1۔مکتبة السودان،خرطوم. (www.puka.cs.waikato.as.nz/)

2۔مکتبة أم درمان المرکزية.(www.mild-kw.net/daleel.php)

۶۔ شام(Syria):

1۔المکتبة الظاهرية ،دمشق. (www.yashamm.com)

2۔دارالکتب الوطنية،حلب. (www.esyria.sy/)

(www.aawsat.com)

3۔معهد المخطوطات العربية،حلب.(www.makhtut.net)

4۔دارالمکتبات الوقفيةالإسلامية ،حلب.(www.alzatari.net)

۷۔ عراق(Iraq):

1۔مکتبة الأوقاف العامة،بغداد.(www.ahlalhdeeth.com)

2۔المکتبة العامة ، بغداد.(www.iraqcenter.net)

3۔دارالکتب العمومية ،بغداد.(www.mahaja.com)

4۔المکتبة الوطنية العراقية.(www.iraqnla.org)

۸۔ فلسطین(Palestine):

1۔مکتبة المسجد الأقصى المبارك،بيت المقدس.

(www.al-msjd-alaqsa.com)(www.alquds-online.org)

2۔المکتبة الخالدية،بيت المقدس.(www.khalidilibrary.org)

3۔نوادر مخطوطات الجامع العمری الکبير.

www.landcivi.com/new_page_352.htm

۹۔ کویت(Kuwait):

1۔مکتبة الکويت الوطنية.(www.kuwait-history.net)

2۔المکتبة الأهلية العامة،کويت.(www.kuwaitagenda.com)

3۔موقع المکتبات العامة،کويت.(www.nationalkuwait.com)

۱۰۔ لبنان(Lebanon):

1۔المکتبة الوطنية ،بيروت.(www.fuadsiniora.com)

2۔مكتبة الجامع الكبير،صيدا.(www.majles.alukah.net)

۱۱۔ لیبیا(Libya):

1۔المكتبة الوطنية ،طرابلس.(www.dalilalkitab.net)

2۔مكتبة طرابلس العلمية العالمية.(www.tisb.com.ly/)

۱۲۔ مراکش(Morocco):

1۔الخزانة الملكية ،رباط.(www.majles.alukah.net)

2۔المكتبة العامة ،رباط.(www.derfoufi.y007.com/)

3۔مكتبة جامع القرويين ،فاس.(www.isegs.com)

4۔خزانة الجامع الكبير ،طنجه.(www.badii.maktoobblog.com/)

۱۳۔ مصر(Egypt):

1۔دارالكتب المصرية ،قاهره.(www.darelkotob.gov.eg/)

2۔مكتبة الأزهر.

(www.azhar.edu.eg/pages/central_lib.htm)

(یہ کتب خانہ نادر کتابوں اور قیمتی مخطوطات کی کثرت کی وجہ سے پورے عالم اسلام میں مشہور ہے)

3۔المكتبة العامة لبلدية الإسكندرية

(www.africanmanuscripts.org)

۱۴۔ یمن(Yemen):

1۔المكتبة العمومية ،جامع صنعاء .(www.alyaseer.net)

2۔مكتبه الجامع الكبير ،صنعاء.(www.ansab-online.com)

۱۵۔ انڈیا(India):

1۔اورینٹل پبلک لائبریری، بانکی پور.(books.google.com/)

2۔آصفیہ لائبریری، حیدرآباد، انڈیا.(epaper.timesopindia.com)

3۔خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ .(www.kblibrary.nic.in)

4۔نیشنل لائبریری کلکتہ.(www.kolkata.clickindia.com)

5۔ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری۔کلکتہ.(www.asiaticsocietycal.com)

6۔ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری، ممبئی۔

(www.asiaticsocietymumbai.org)

7۔Survey of Manuscripts in India

(www.ignca.nic.in/manus004/htm)

۱۶۔ ایران(Iran):

1۔سنٹرل لائبریری، تہران.(www.library.tehran.ir)

2۔خزانة مخطوطات مكتبات اصفهان.(www.ibna.ir)

3۔سنٹرل لائبریری، اصفہان.(www.wikimapia.org)

4۔المكتبة المركزية للمخطوطات الإسلامية ،تبريز.

(www.awkafmanuscripts.org/)

5۔المكتبة المركزية،زنجان.(www.ibna.ir/)

6۔المكتبة العامة ،أردبيل.(www.shabestan.net/)

7۔المكتبة المركزية ،مشهد.(www.imamreza.net)

۱۷۔ ترکی(Turkey):

1۔استنبول یونیورسٹی لائبریری.Istambul University Library

(اس لائبریری میں 17ہزار مخطوطات ہیں۔)

(www.istambul.edu.tr/english/libraries.php)

2۔مخطوطات ترکی۔Manuscripts of Turkey Libraries

(www.yazmalar.gov.tr/)

3۔مرکزی لائبریری، استنبول۔Central Library Istambul

(www.ibb.gov.tr/libraries/central library)

4۔استنبول پبلک لائبریری۔Istambul Public Library

(اس لائبریری میں 2500 مخطوطات ہیں)(www.visitz istambul.com)

5۔فاتح مسجد لائبریری۔Fatih Mosque Library

(اس لائبریری میں 6000 مخطوطات ہیں۔)

(www.sacred-destinataions.com/turkey/istambul-fatih-camii.htm)

6۔نورعثمانیہ لائبریری،استنبول۔Nur Osmania Library Istambul

(اس میں پانچ ہزار مخطوطات ہیں)(www.dlir.org/)

7۔سلیمانیہ لائبریری،استنبول۔Sulemaniye Library Istambul

(www.ibb.gov.tr/sulemaniye library)

8۔سرائے طبقو لائبریری۔Sarai Tibco Library(www.tibco.com)

9۔توپ کاپی میوزیم استنبول۔ Topkapi Museum Istambul

(www.islamic-awareness.org)(www.exploreturkey.com)

10۔فہارس مخطوطات ترکی۔

Turkish Bibligraphies of Manuscripts

(www.islamicmanuscripts.org)

۱۸۔ وسطی ایشیائی ریاستیں۔(Central Asia States):

i۔ ازبکستان(Uzbekistan):

1۔تاشقند کی لائبریریاں(Libraries of Tashkent)

(www.tashkent.org/uzland/library.html)

2۔لائبریری آف مسلم بورڈ،تاشقند۔

(Library of Muslim Board of Uzbekistan,Tashkent)

(www.uzintour.com/en/uzbekistan-tours/?id=20)

(اس لائبریری میں مصحف عثمانی کا ایک نسخہ محفوظ ہے)

3۔ازبکستان سائنس اکیڈمی۔

(Uzbekistan Academy of Science :UZAS)

(www.interacademies.net)

4۔سمرقند لائبریری(Sumarkand Library)

(www.last.fm/samarkand/library/)

ii۔ تاجکستان(Tajikistan):

1۔فردوسی تاجک نیشنل لائبریری،دوشنبہ

(The Fardousi Tajik National Library , Dushambe)

(www.nationsencyclopedia.com)

۱۹۔ پاکستان(Pakistan):

1۔اسلامیہ کالج لائبریری،پشاور

2۔ایران پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف پرشین سٹڈیز،راولپنڈی

3۔پنجاب پبلک لائبریری،لاہور

4۔پنجاب یونیورسٹی لائبریری،لاہور

5۔دیال سنگھ لائبریری،لاہور

6۔ڈاکٹر احمد حسین قلعداری لائبریری،گجرات

7۔ڈاکٹر حمیداللہ لائبریری،ادارہ تحقیقات اسلامی،اسلام آباد

8۔لاہور میوزیم لائبریری،لاہور

9۔نیشنل میوزیم آف پاکستان،کراچی

یورپ اور امریکہ کے مشہور کتب خانے:

انگریزوں نے دسویں صدی ہجری میں عربی کتابوں کا بہت اہتمام کیا۔انہوں نے عربوں کی طب،فلسفہ،کیمسٹری،ریاضیات،فلکیات،ادب اور لغت وغیرہ میں لکھی ہوئی کتابوں کو جمع کیا،اوران میں سے کچھ اپنی زبانوں میں ترجمہ کیا۔عربی کتابوں کی طرف ان کا زیادہ رجحان صلیبی جنگوں (1096-1291ء) کے دوران مسلمانوں کے ساتھ باہمی رابطہ و ملاپ کے بعد ہوا۔انہوں نے مسلمانوں کی بہت ساری کتابیں جمع کیں،اورانہیں اپنے ملکوں میں لے گئے،یہاں تک کہ فرانس کا نواں بادشاہ لوئیس(1226-1270ء)جب صلیبی جنگوں سے واپس ہوا تو مصر کے شہر دمیاط سے بہت

سارے عربی اور قبطی مخطوطات ساتھ لایا اور ان سے اپنے محل کے خزانوں کو مزین کیا۔ ہندوستان پر قابض انگریزوں نے بھی یہی کیا اور انہوں نے ہندوستان کے قیمتی عربی مخطوطات کو لندن کی لائبریریوں میں منتقل کر دیا۔ چنانچہ اس وقت مستشرقین، یونیورسٹی اساتذہ اور عربی و مشرقی مخطوطات سے دلچسپی رکھنے والے لوگوں کی لائبریریوں کے 70 ہزار سے زیادہ مخطوطات یورپ میں اور 20 ہزار سے زیادہ مخطوطات امریکہ کی لائبریریوں میں موجود ہیں۔ یورپ کے اکثر مخطوطات انگلینڈ، فرانس، ہالینڈ، روس، سپین، اٹلی، سویڈن اور ڈنمارک میں محفوظ ہیں۔

حضرت علامہ اقبال اس کی یوں ترجمانی فرماتے ہیں۔

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

اب یہاں امریکہ، یورپ کے کچھ کتب خانوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جہاں عربی مخطوطات کثرت سے موجود ہیں۔

۱۔ انگلینڈ (England)

1۔ برٹش لائبریری. The British Library (www.bl.uk/)

2۔ انڈیا آفس لائبریری (The India office Library)

(www.iol.uk/)

3۔ رائل ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری. Royal Asiatic Society Library

(www.royalasiaticsociety.org/library.html)

4۔ آکسفورڈ یونیورسٹی لائبریری. Oxford University Library

(www.lib.ox.ac.uk/)

5۔ کیمبرج یونیورسٹی لائبریری. (Cambridge University Library)

(www.lib.cam.ac.uk/)

6۔ ایڈن برگ لائبریری سکاٹ لینڈ (Edinburgh Library)

(www.lib.ed.ac.uk/)

7۔ نیشنل لائبریری آف سکاٹ لینڈ (National Library of Scotland)

(www.nls.uk/)

8۔ گلاسکو یونیورسٹی لائبریری. (University of Glasgow Library)

(www.lib.gla.ac.uk/)

۲۔ فرانس (France):

1۔ پبلک لائبریری، پیرس. (Paris Public Library)

(www.parispubliclibrary.org)

۳۔ اٹلی (Italy):

1۔ ویٹی کن لائبریری، روم. (Vatican Library)

(www.vaticanlibrary.va/)

2۔ نیشنل سنٹرل لائبریری، فلورینس (National Central Library ,Florence)

(www.florencelibrary.org)(www.bncf.firenze.sbn.it)

3۔ لاس اینجلس پبلک لائبریری، وینس. Los Angeles Public Library,Venice Branch

(www.lapl.org)

۴۔ ہسپانیہ (اندلس) (Spain):

1۔ نیشنل لائبریری آف سپین. (National Library of Spain)

(www.theeuropeanlibrary.org)

2۔ ہیپبرن لائبریری، مدرید. (Hepburn Library of Madrid)

(www.hepburnlibraryofmadrid.org/)

3۔ اسکوریال لائبریری، مدرید (Escorial Library ,Madrid)

(www.greatbuildings.com)

4۔ For exceptionally rare Arabic manuscripts visit Escorial Library manuscripts center:

(www.manuscriptcenter.org)

5۔ پبلک لائبریری، مدرید. (Biblioteca Nacional) (www.bne.es/)

۵۔ جرمنی (Germany):

1۔ برلن پبلک لائبریری (Berlin Public Library)

(www.berlinlibrary.org/)

(یورپ میں عربی مخطوطات کا سب سے بڑا مرکز اس لائبریری کو خیال کیا جاتا ہے)

2۔ برلن سٹیٹ لائبریری (Berlin State Library)

(www.staatsbibliothek-berlin)

3۔ لیپزگ یونیورسٹی لائبریری (Leipzig University Library)

For Arabic & Islamic manuscripts at the Leipzig university Library

visit:(www.islamic-manuscripts.net/)

4۔ ہیمبرگ یونیورسٹی لائبریری (Hamburg University Library)

(www.lindex.com/)

5۔ میونخ پبلک لائبریری (Munich Public Library)

(www.librarytechnology.org/)

۶۔ روس (Russia):

1۔ نیشنل لائبریری (National Library of Russia)

(www.nlr.ru/eng/)

2۔ کازان سٹیٹ یونیورسٹی لائبریری (Kazan Russia State University Library)

(www.aboutkazan.com)

The Collections of Kazan State university Library contain numerous ancient Arabic manuscripts and rare books.

۷۔ ہالینڈ (Holland):

1۔ لائیڈن یونیورسٹی لائبریری

(Leiden University Library,Netherland)

(www.library.leiden.edu/)

2۔ لیڈن اکیڈمی (Leyden Academy, Netherland)

(www.leydenacademy.nl)

3۔ رائل پیلس لائبریری، امسٹرڈم (Royal Palace Amsterdam)

(www.paleisamsterdam.nl/en/)

۸۔ اسٹریا (Austria):

1۔ پبلک لائبریری، ویانا (Public Library ,Vienna)

(www.buechereien.wien.at/en)

2۔ اورینٹل اکیڈمی، ویانا (Oriental Academy , Vienna)

(www.otw.co.at/otw/index/php/e/a/112)

۹۔ سویڈن (Sweden):

1۔ اپسالا یونیورسٹی لائبریری (Uppsala University Library)

(www.uu.se/en/)

2۔ سٹاک ہولم یونیورسٹی لائبریری (Stockholm University Library)

(www.su.se/english/)

3۔ رائل لائبریری، سٹاک ہولم۔

(Royal Library ,Stockholm:Kungliga Biblioteket)

(www.kb.se/english/)

۱۰۔ ڈنمارک (Denmark):

1۔ رائل لائبریری، کوپن ہیگن (Royal Library Copenhagen)

(www.bibliotek.dk/plingo-eng)(www.kb.dk/en/)

امریکہ کے کتب خانے:(USA's Libraries)

1۔ کانگرس لائبریری، واشنگٹن ڈی سی:

(Library of Congress, Washington , DC)

(www.loc.gov/)

2۔ نیویارک پبلک لائبریری(New York Public Library)

(www.nypl.org/)

3۔ پرنسٹن یونیورسٹی لائبریری(Princeton Unversity Library

(یہ امریکہ میں عربی مخطوطات کی سب سے بڑی لائبریری ہے)

(www.library.princeton.edu/catalogs/)

4۔ مشیگان یونیورسٹی لائبریری(Michigan University Library)

(www.lib.umich.edu/)

5۔ پنسلوانیہ یونیورسٹی لائبریری(Pennsylvania University Library)

(www.library.psu.edu/)

6۔ شکاگو یونیورسٹی لائبریری(Chicago University Library)

(www.lib.uchicago.edu/)

امریکہ اور یورپ کی لائبریریوں کی ایک مختصر فہرست آپ کے سامنے پیش کی گئی، ان لائبریریوں میں ہمارے اسلاف کا جو گراں قدر ورثہ مخطوطات کی صورت میں موجود ہے، اس سے بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ ہمارے آباء واجداد نے ہمارے لئے کتنا قیمتی اور مستند سرمایہ چھوڑا اور انسانیت کی فلاح وبہبود، سعادت مندی اور ترقی کی خاطر علم ومعرفت کے میدان میں کس قدر کاوشیں کیں۔ آج ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنی اس علمی میراث کی حفاظت کا اہتمام کریں۔ ان مخطوطات کی تحقیق وتدوین اور نشرواشاعت کرکے انہیں عالم مخطوطات سے عالم مطبوع میں لانے کی کوشش کریں، تاکہ اہل علم اس قیمتی خزانے سے استفادہ کرسکیں اور اس طرح ان مخالف عناصر کا سد باب کرسکیں جو اس اسلامی ورثے کو پس طاق ڈالنے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔ جو اسلامی تہذیب وتمدن کو ہمیشہ مسخ

کرکے پیش کرتے ہیں، اور ہماری زبان، ثقافت اور تاریخ کا قلع قمع کرنا چاہتے ہیں۔ کبھی نعرہ لگاتے ہیں کہ عربی خط بہت مشکل ہے اس کو رومن (Romanize) کردیا جائے، جبکہ باطنی مقصد یہ ہے کہ اس طریقے سے عرب اور مسلمان بچوں کا ان کے ماضی سے تعلق منقطع کردیا جائے، اور کبھی وہ عربی زبان سے اعراب کو ختم کرنے اور لغت کے قواعد، اوزان اور معیارات سے خلاصی کی آواز بلند کرتے ہیں تاکہ عربی زبان انارکی (Anarchy) کا شکار ہوجائے اور اس کا کوئی معجز نما نظم نہ رہے۔

﴿يريدون أن يطفئوا نور الله بأفواههم---﴾

(ج) مخطوطات کی حفاظت کے جدید مراکز:

ا۔ معهد إحياء المخطوطات، قاهره:

جب عرب ممالک کے اہل علم ودانش کو مخطوطات کی صورت میں موجود اپنے علمی ورثے کی اہمیت اور قدر ومنزلت کا احساس ہوا تو انہوں نے اس ورثے کی حفاظت وترویج کے لئے 1370ھ / 1950ء میں عرب لیگ کے زیر سرپرستی معهد احیاء المخطوطات کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جس کا بنیادی مقصد مخطوطات کو ضائع ہونے سے بچانا، اور ان مخطوطات کی فوٹو کاپیاں حاصل کرنا، جو ہمارے ہاتھوں سے نکل کر بلاد غیر میں موجود ہیں۔ یہ ادارہ وقتاً فوقتاً اپنے ماہرین کو دوسرے ممالک کی ان لائبریریوں میں بھیجتا رہتا ہے، جہاں عربی مخطوطات کے خزانے موجود ہیں۔ چنانچہ قیمتی مخطوطات کی فوٹو کاپیاں اور مائیکرو فلمز لے کر اس ادارے کی لائبریری میں محفوظ کرلی جاتی ہیں۔ اس طرح ہر محقق ان مخطوطات کی فلموں سے استفادہ کرسکتا ہے۔ اس ادارے میں عرب ممالک کے کئی ماہرین اور اہل علم موجود ہیں جن کے پاس تمام جدید آلات، وسائل اور سہولیات ہیں، جن سے وہ اس ادارے کے مقاصد اور اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں مدد لیتے ہیں۔ معهد احیاء المخطوطات، قاہرہ کے علاقہ زیتونہ میں واقع عرب لیگ کی بلڈنگ میں قائم کیا گیا ہے، اور اس ادارے کی لائبریری میں موجود تمام مخطوطات کی مفصل فہرست شائع ہوچکی ہے۔ اب اس ادارے میں مخطوطہ حاصل کرنے کے لئے آنا ضروری نہیں، بلکہ مطبوعہ فہرست میں مخطوطہ کا نام، نمبر اور فوٹو کاپی کے اخراجات ارسال کرکے قاہرہ سے دور رہ کر بھی مطلوبہ مخطوطہ کی کاپی حاصل کی جاسکتی ہے۔ معهد احیاء المخطوطات اپنی سرگرمیوں کی سہ ماہی

رپورٹ مجلّہ کی شکل میں شائع کرتا ہے۔ان مجلات میں اس ادارے کی شب و روز کی مصروفیات کے تذکروں کے ساتھ ساتھ مخطوطات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لے بالخصوص اور اہل علم کے لئے بالعموم دنیائے مخطوطات کی خبریں بھی فراہم کی جاتی ہیں۔نئے اضافہ کئے جانے والے مخطوطات کے علاوہ ان مخطوطات کی فہرست بھی جاری کی جاتی ہے جو زیور تحقیق و تدوین سے آراستہ ہو چکے یا شائع ہو چکے ہوں۔نیز یہ ادارہ خود بھی بعض قیمتی مخطوطات کی تدوین و تخریج کی ذمہ داری لیتا ہے۔

۲۔ امام محمد بن سعود اسلامی یونیورسٹی، ریاض:

سعودی عرب میں ''الرياسة العامة للكليات و المعاهد العلمية '' (نظامت عامہ برائے کلیات و علمی ادارے) دینی تعلیم کے فروغ اور استحکام کی نگران تھی۔اس نظامت نے سعودی عرب کے اطراف و اکناف میں بلکہ ہمسایہ ممالک میں بھی مڈل، سیکنڈری سکول، کالجز اور دیگر علمی اداروں کا جال بچھا دیا اور بالخصوص كلية الشريعة اور كلية اللغة العربية کے ذریعے دینی تعلیم میں انقلاب برپا کیا۔اسی سلسلے کی ایک کڑی امام محمد بن سعود اسلامی یونیورسٹی بھی ہے جس کا قیام ریاض میں 1394ھ میں عمل میں لایا گیا۔اس نوخیز یونیورسٹی کے ابتدائی ادارے بھی كلية الشريعة اور كلية اللغة العربية ہی تھے، بعد ازاں کئی دیگر کلیات (Faculties) اور سائنسی اداروں کا اضافہ کیا گیا۔پھر اس یونیورسٹی کے کیمپس ابہا (Abha) اور بریدہ (Buraida) میں قائم کئے گئے اور یونیورسٹی کی حدود بہت وسعت اختیار کر گئیں۔مختلف شعبوں میں ہائیر ایجوکیشن (Post Graduate) شروع ہو گئی اور ''عمادة شوون المكتبات '' (Faculty of Library Affairs) کے نام سے ایک خاص ادارہ قائم کیا گیا، جس کا مقصد مختلف کلیات میں لائبریریاں قائم کرنا، اور ان لائبریریوں کے ساتھ ساتھ یونیورسٹی کی مرکزی لائبریری کو مصادر و مراجع (Reference Books) فراہم کرنا تھا، لیکن اس فیکلٹی کا دائرہ کار صرف کتابوں کی ضروریات پوری کرنے تک محدود نہ رہا بلکہ اس میں عربی مخطوطات کے لئے ایک خاص شعبہ قائم کیا گیا، جس کا مقصد قیمتی مخطوطات کی تلاش، حصول اور فراہمی کے علاوہ ان کی حفاظت کے لئے ہر قسم کے جدید آلات کی دستیابی بھی اسی کے ذمے لگائی گئی۔اس ادارے نے مختلف عرب ممالک، اسلامی ممالک اور یورپین (European) ممالک سے بہت سے مخطوطات کا مجموعہ جمع کیا ہے، یہاں تک کہ اب اس لائبریری میں مخطوطات کا ایک وسیع ذخیرہ موجود

ہے، جو درج ذیل شعبوں پر مشتمل ہے۔

1۔ نادر قلمی نسخے اور مخطوطات

2۔ مخطوطات کی فوٹو کاپیاں

3۔ مختلف علوم و فنون میں لکھے گئے اسلامی مخطوطات کی مائیکرو فلمیں جنہیں انتہائی جدید فنی انداز میں محفوظ کیا گیا ہے اور ان سب کی فہارس تیار کی گئی ہیں۔

علاوہ ازیں مخطوطات کی فوٹو کاپی کرنے، مائیکرو فلموں کو بڑا کرنے (Enlarge) ان کے پرنٹ لینے کے شعبہ جات بھی موجود ہیں، جن میں مخطوطات کو محفوظ کرنے کے ماہرین اپنے اپنے انداز میں لازوال خدمت اسلام سرانجام دے رہے ہیں۔

۳۔ شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی:

شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی میں انسانی علوم (Human Sciences) کے کئی کلیات (Faculties) ہیں جیسے ''كلية شريعة '' اور اس کے کئی شعبے ''كلية اللغة العربية '' اور ''كلية تعليم و تربية '' وغیرہ۔علاوہ ازیں یہاں کلیہ شریعہ سے ملحق 1396ھ/ 1976ء میں ''مركز البحث العلمي، إحياء التراث الاسلامي '' کے نام سے ایک ادارے کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ایک بہت بڑی اور عمدہ عمارت کا حامل یہ ادارہ بہت سے ماہرین اور اساتذہ کی خدمات سے بہرہ ور ہے۔ان اساتذہ میں شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی کے حاضر سروس اساتذہ کے علاوہ دوسری یونیورسٹیوں کے اساتذہ بھی بحث و تحقیق میں مصروف رہتے ہیں۔یہ ادارہ مندرجہ ذیل شعبہ جات پر مشتمل ہے:

1۔لائبریری: یہاں اسلامی علوم کے بہت سارے مصادر و مراجع موجود ہیں، جن سے محققین اور طلبہ اپنی ضروری کے مطابق استفادہ کر سکتے ہیں۔

2۔مخطوطات کا شعبہ: اس شعبہ میں دس ہزار سے زائد مخطوطات کی فوٹو کاپیاں موجود ہیں۔

3۔مائیکرو فلمز کا شعبہ: اس شعبہ میں نادر مخطوطات کی ہزاروں مائیکرو فلمیں موجود ہیں۔یہ شعبہ فلموں کی فہرست، ان کی درجہ بندی، ان کی حفاظت اور محققین کے لئے ان کے استعمال کو آسان بنانے کا اہتمام کرتا ہے۔اس شعبے میں مطالعہ کے کمرے (Reading Rooms) بنائے گئے ہیں، جہاں مائیکرو فلم کو پڑھنے کے لئے جدید ترین آلات مہیا کئے

جائے، اور انہیں اس بات کا شعور دلایا جائے کہ ہماری تاریخ علم کے ہر میدان میں ہمارے اسلاف کے عظیم کارناموں سے بھری پڑی ہے، بلکہ علم وفن اور تحقیق وہنر میں جو شاندار کارنامے مسلمان قوم نے سرانجام دیئے ہیں، کوئی دوسری ملت اس کی ہمسری نہیں کرسکتی۔ بس ضرورت اس بات کی ہے کہ اپنے اسلاف کے علمی ورثہ اور مخطوطات کی طرف مزید توجہ دیں۔ ان پر علمی تحقیق وتدوین کریں۔ ان کی نشر واشاعت اور احیاء کریں اور انہیں آنے والی نسل کے ہاتھوں تک پہنچائیں۔ امید واثق ہے کہ اس طرح ہم اپنا کھویا ہوا بلند ترین علمی مقام پھر سے حاصل کرلیں گے اور اپنی امت کی عظمت کو پھر سے تعمیر کرلیں گے جیسے کہ ہمارے آباؤ اجداد نے اس کی عظمت کو اوج ثریا تک بلند کردیا تھا۔

(د) تدوین مخطوطات کی بعض اصطلاحات:

مخطوطہ:

''المعجم الوسیط'' میں مخطوطہ کی یہ تعریف کی گئی ہے: ''مخطوطہ سے مراد وہ کتاب ہے جسے ہاتھ سے لکھا گیا ہو، وہ کتاب طبع شدہ نہ ہو، اور اس کی جمع مخطوطات ہے''۔

مطبوع:

''المعجم الوسیط'' کے مطابق مطبوع کی تعریف یہ ہے:

''مطبوع کا لفظ مخطوط کے مقابل ہے، مطبوع سے مراد وہ کتاب ہے جو مطبع (Press) کے ذریعے شائع ہوچکی ہو۔

مَطْبَع:

''مِطْبَع'' م کے کسرہ کے ساتھ۔ کتابیں وغیرہ چھاپنے کا آلہ۔ اس کی جمع مِطابع آتی ہے۔ اور ''مَطْبَع'' م کی فتحہ کے ساتھ۔ وہ جگہ جہاں کتابیں چھاپی جاتی ہیں، اس کی جمع مَطابع آتی ہے۔

تراث:

''معجم المصطلحات العربیة فی اللغة والأدب'' کے مطابق ''تراث'' سے مراد وہ علمی، فنی اور ادبی ورثہ ہے، جو اسلاف نے اپنے اخلاف کے لئے چھوڑا، اور وہ موجودہ دور کی روح اور روایات کی نسبت زیادہ نفیس، عمدہ اور نادر شمار ہوتا ہو''۔

جب ہم تحقیق تراث کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں تو اس سے مراد ان قلمی کتابوں کی تدوین ہے جو پہلے لوگوں نے بعد والوں کے لئے ورثے میں چھوڑی تھیں۔

نص:

وہ کلمات والفاظ جن سے مخطوط تشکیل پاتا ہے۔

متن:

شروح وحواشی کے علاوہ مخطوطے کا بنیادی ومرکزی حصہ متن کہلاتا ہے۔

حواشی:

وہ کلمات جو کتاب کی نص (عبارت) سے خارج ہوتے ہیں اور اس کا حصہ نہیں ہوتے، بلکہ انہیں کتاب کے کناروں پر اوپر، نیچے، دائیں، بائیں لکھا جاتا ہے۔ اور ان میں مخطوطے کی نص پر تعلیقات وشروح درج کی جاتی ہیں۔ یاد رہے کہ حواشی قدیم لفظ تھا، آج کل اس کی جگہ ''ہوامش'' کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے، جس سے مراد فٹ نوٹ (Footnote) ہے۔

شروح:

شروح سے مراد مخطوطہ کی اصل عبارت کی وضاحت وشرح کرنے والے الفاظ ہیں، اور یہ الفاظ اس عبارت کا حصہ نہیں ہوتے، اور انہیں ہوامش (Footnote) کی شکل میں درج کیا جاتا ہے۔ کبھی طویل ہونے کی وجہ سے شروح کو ایک مستقل کتاب بھی بنا دیا جاتا ہے۔ کبھی کوئی مولف اپنی کتاب کی شرح خود لکھتا ہے اور کبھی کوئی محقق شرح تحریر کرتا ہے۔

ضبط:

المعجم الوسیط میں لکھا ہے:

''ضَبَطَ الکتابَ'' اس نے کتاب کی کانٹ چھانٹ کی یا اس کی تصحیح کی یا اس پر حرکات واعراب لگائے۔ قدیم علماء کے نزدیک ضبط کا معنی ''اچھی طرح یاد کرنا'' لیا جاتا تھا۔ علامہ شریف جرجانی نے اپنی کتاب ''التعریفات'' ص 42 پر لکھا ہے:

''ضبط کا لغوی معنی ہے: پائیداری وپختگی اور اصطلاح میں ضبط سے مراد ہے کہ کلام کو اس

طرح غور سے سنا جائے جیسا اس کو سننے کا حق ہوتا ہے، پھر اس کے مرادی معنی کو سمجھا جائے، پھر پوری کوشش صرف کر کے اسے یاد کیا جائے، اور پھر دوسروں کو پہنچانے تک بار بار تکرار کر کے اسے اچھی طرح یاد رکھا جائے۔ احادیث کے راویوں اور حفاظ کے معتبر ہونے کی ایک شرط ان کے ضبط کا اچھا ہونا بھی ہے۔

تحریر:

تحریر کا لفظ بھی ضبط کے مترادف ہے جس سے مراد کتاب کا جائزہ (Evaluation) لینا اور اس کی صحت و درستگی یقینی بنانا۔ المعجم الوسیط میں مرقوم ہے۔ ''حرر الکتاب'' کتاب کو درست کیا اور اس کو خوبصورت خط میں لکھا۔

قلمی نسخوں کا موازنہ:

قلمی نسخوں کے مقابلہ وموازنہ سے مراد کسی مخطوطہ کے تمام نسخوں کو پڑھنا اور مخطوطے کی نص کو ضبط کرنے اور تصحیح کرنے کی خاطر تمام نسخوں کے باہمی فروق (Differences) کو بیان کرنا ہے۔

نسخہ اُم:

یہ مولف کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ ہوتا ہے۔ اسے نسخہ اُم اس وجہ سے کہتے ہیں کہ دوسرے نقل کیے جانے والے تمام نسخے اس کی اولاد کی طرح ہوتے ہیں۔

اصل یا نسخہ اصلیہ:

نسخہ اصلیہ سے مراد وہ نسخہ ہے جسے کئی نسخوں میں سے انتخاب کر کے محقق ومدون اپنی تحقیق کے لئے بنیاد بناتا ہے۔ چنانچہ وہ اسی قلمی نسخہ کی عبارت اپنے پاس نقل کرتا ہے، اور پھر دیگر تمام نسخوں کا اس اصل سے موازنہ کرتا ہے، محقق کا نسخہ اصلیہ بعض دفعہ نسخہ ام ہی ہوتا ہے جو مولف کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوتا ہے۔ لیکن اگر نسخہ ام دستیاب نہ ہو تو اس کے بعد کا کوئی نسخہ یا تمام قلمی نسخوں میں قدیم ترین نسخہ کو نسخہ اصلیہ بنایا جاتا ہے۔

فرعی نسخے:

مخطوطے کے یہ نسخے نہ تو نسخہ ام ہوتے ہیں اور نہ نسخہ اصلیہ، بلکہ یہ وہ قلمی نسخے ہیں جن سے

محقق اصل مخطوطے کا موازنہ کرتا ہے۔ اس اعتبار سے ان فرعی نسخوں کی اہمیت بھی بہت زیادہ ہے، کیونکہ ان کے ذریعے ہی اصل نسخے میں موجود غیر واضح یا ساقط ہو جانے والے الفاظ کو تلاش کیا جا سکتا ہے۔

ناسخ:

ناسخ سے مراد وہ کاتب ہے جس نے دسویں صدی ہجری میں پریس کے وجود میں آنے سے پہلے کوئی قلمی نسخہ تیار کیا ہو۔ عام طور پر کاتبین قلمی نسخے کے آخر میں اپنا نام اور جس قلمی نسخے سے نقل کریں اس کا نام وترقیمہ بھی درج کر دیتے تھے۔

تاریخ کتابت:

عام طور پر قلمی نسخے کے آخر میں تاریخ کتابت بھی درج ہوتی ہے، اور یہ تاریخ قلمی نسخے کی قدر وقیمت متعین کرنے اور اسے اصلی یا فرعی شمار کرنے میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔

سند:

سند سے مراد ان حضرات کا سلسلہ ہے جن کے سامنے اس مخطوط کو پڑھا گیا ہو، اور یہ سلسلہ مولف تک چلا جاتا ہو۔ مخطوط کی مولف کی طرف نسبت کی تحقیق وتوثیق میں اس سلسلہ سند کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔

سماعت:

قدیم دور میں تعلیم وتعلم کے حوالے سے ایک روایت تھی کہ جب شاگرد اپنے استاد کے سامنے کوئی کتاب پڑھتا تو بعض اوقات کتاب کے مختصر ہونے کی وجہ سے اسے ایک ہی نشست میں سنا دیتا تھا۔ چنانچہ استاد کتاب کے آخر میں ''السماع'' کے عنوان سے مندرجہ ذیل الفاظ میں ایک تحریر درج کر دیتا تھا ''أن الطالب الفلان ------ قد سمع إلى هذا الكتاب ، أو قرأه على بحضور جماعة من الأعيان وهم ----------''

(طالب علم مسمی (یہاں وہ طالب علم کا نام لکھتا ہے) نے یہ کتاب مجھے سنائی، یا میرے سامنے مشائخ کی ایک جماعت کی موجودگی میں پڑھی اور وہ مندرجہ ذیل ہیں (یہاں وہ ان حاضرین کا ذکر کرتا ہے)۔

اس عبارت کے بعد وہ سماع کی تاریخ درج کرتا ہے اور اپنے دستخط اور مہر بھی ثبت کر دیتا ہے تاکہ سماع اور قرأت کی درستگی مسلّم رہے۔

اگر کوئی کتاب بڑی ہوتی اور اس کے مطالعہ کے لئے کئی نشستیں درکار ہوتیں، تو استاد ہر مجلس کے بعد کتاب کے حاشیہ میں ہر مجلس میں پڑھی ہوئی مقدار کی تعیین کر کے سماع کی تاریخ ڈال دیتا۔ ان سماعات کے بہت سے فوائد تھے۔ جن میں سب سے بڑھ کر کتاب کے مولف کی طرف منسوب ہونے کی توثیق اور ائمہ کے سماع کی وجہ سے اس کے نام کی بھی توثیق ہو جایا کرتی تھی۔

فصل اوّل (1):

تدوین مخطوطہ کے ابتدائی مراحل

(الف) تدوین کے لئے مخطوطہ کا انتخاب:

بدیہی طور پر مخطوطہ کی تدوین کا سب سے پہلا مرحلہ ایک اچھے مخطوطہ کا انتخاب ہے۔ لیکن مخطوطہ کا انتخاب کرنے کے لئے ماہرین تحقیق وتدوین نے کچھ شرائط عائد کی ہیں، جن میں سے چند اہم شرائط کا ذکر کیا جا رہا ہے: (۹)

1۔ تدوین مخطوطہ کے لئے ایک سے زائد قلمی نسخوں کا ہونا ضروری ہے، بصورت دیگر تدوین میں مشکلات پیش آسکتی ہیں، کیونکہ مخطوطے کی تدوین کے دوران عبارت کی کمی بیشی، اضافہ وتکملہ، حذف وزوائد اور اعلام واماکن کی تخریج کے لئے کئی فرعی نسخوں کا موجود ہونا ضروری ہوتا ہے، تاکہ ان سب کے باہمی فروق کا موازنہ کر کے مخطوطے کی اصل عبارت تک پہنچا جاسکے۔

2۔ اس مخطوطہ کی پہلے تحقیق وتدوین نہ ہوئی ہو۔ جس مخطوطہ پر پہلے کوئی تحقیق وتدوین کا کام ہو چکا ہو، اسے دوبارہ مقالہ (Thesis) کے طور پر لینا درست نہیں، البتہ اگر کوئی مخطوط ناقص تحقیق یا بغیر تحقیق وتدوین کے چھپ گیا ہے تو اسے دوبارہ تحقیق وتدوین کے لئے منتخب کیا جاسکتا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ اگر کسی مخطوطے کی پہلے تدوین ہوئی ہے لیکن اس میں بہت سی غلطیاں ہیں تو پھر اس مخطوطہ کو دوبارہ تدوین کے لئے منتخب کیا جاسکتا ہے۔

3۔ مخطوطہ قیمتی (Valueable) اور معیاری ہونا چاہیے۔ اپنے موضوع، اسلوب، مواد اور علمی پہلو کے اعتبار سے بہت قیمتی اور تحقیق وتدوین کا مستحق ہو۔

☆۔ اس قاعدہ اور شرط کی روشنی میں مندرجہ ذیل مخطوطات قابل تحقیق وتدوین نہیں ہوتے:

☆۔ ہر مخطوطہ جو معمولی علمی مواد ومعلومات پر مشتمل ہو۔

☆۔ ایسا مخطوطہ جسے مولف نے کسی مطبوعہ کتاب کے جز کے طور پر لکھا ہو۔

☆۔ ایسا مخطوطہ جو کسی مطبوعہ کتاب کی تلخیص ہو۔

4۔ مخطوطہ کا حجم (Size) مناسب ہو یعنی اس کا حجم علمی درجے اور اس پر صرف کی جانے والی کوشش سے مناسبت رکھتا ہو۔ بعض نادر مخطوطات ایسے بھی ہیں جن کے صفحات کی تعداد (10) سے زیادہ نہیں ہوتی، لہٰذا ایسے مخطوطات ایم۔اے، ایم۔فل اور پی ایچ۔ڈی کی تحقیق کا عنوان نہیں بن سکتے۔

جو مخطوطہ مذکورہ بالا شرائط پر پورا نہ اترتا ہو، اس سے صرف نظر کرنا ضروری ہے، خواہ اس کا عنوان کتنا ہی جاذب اور پرکشش کیوں نہ نظر آئے، اور خواہ محقق اسے بہت پسند کرتا ہو۔ نیز محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ مخطوطہ کے انتخاب میں جلد بازی نہ کرے، بلکہ انتخاب سے پہلے اس مخطوطہ کے حوالے سے خوب مطالعہ اور جستجو سے کام لے، تاکہ اس کا انتخاب درست ہو۔ اس ضمن میں محقق کو چاہیے کہ وہ یونیورسٹیوں کی فہارس مقالات کا مطالعہ کرے، اور اس بات کی تحقیق کرلے کہ وہ مخطوطہ کسی یونیورسٹی میں کسی علمی درجہ کے لئے پہلے رجسٹرڈ نہ ہو، اور کوئی محقق اس پر پہلے کام نہ کر چکا ہو۔(۱۰)

(ب) مخطوطہ کے دیگر نسخوں کی تلاش:

جب محقق کسی مخطوطہ کی تدوین کا ارادہ کرلے تو اسے چاہیے کہ سب سے پہلے مخطوطہ کے نام وعنوان اور اس کے مصنف کے بارے میں یقینی طور پر جاننے کے لئے سوانح وتراجم کی کتابوں کا مطالعہ کرے۔ جیسے علامہ زرکلی کی کتاب ''الأعلام''، عمر رضا کحالہ کی ''معجم المولفین''، یاقوت حموی کی ''معجم الأدبا''، ابن ندیم کی ''کتاب الفہرست'' اور حاجی خلیفہ کی ''کشف الظنون''۔ کیونکہ مخطوطہ کے عنوان اور مولف کے بارے میں یقینی معلومات رکھنا بہت ضروری ہے کیونکہ کتابوں اور مولفین کے ناموں میں بہت مشابہت پائی جاتی ہے۔

جب مخطوطہ کا عنوان اور اس کے مولف کے بارے میں تحقیق مکمل ہوجائے تو مندرجہ ذیل مصادر کی طرف رجوع کر کے اس کے دیگر نسخوں کی جگہیں تلاش کی جائیں:

1۔ ان لائبریریوں اور علمی مراکز کی فہرستیں دیکھی جائیں جہاں اسلامی اور عربی مخطوطات موجود ہیں۔ جیسے دمشق میں مکتبہ ظاہریہ کی فہرست، مصر میں دارالکتب الوطنیہ کے مخطوطات کی فہرست اور عرب لیگ کے تحت معہد المخطوطات کی فہرست وغیرہ (گزشتہ صفحات میں یورپ، امریکہ، اور عرب ملکوں کی مشہور لائبریریوں اور مراکز کی تفصیلی فہرست گزر چکی ہے)

2۔ مشہور مستشرق کارل بروکلمان کی کتاب ''تاریخ الادب العربی'' کو مخطوطات کی تلاش کا بہترین ماخذ شمار کیا گیا ہے۔ اس میں مخطوطات کے مقامات اور ان کی دستیابی کے بارے میں رہنمائی موجود ہے۔

3۔ مشہور محقق فواد سزگین کی کتاب ''تاریخ التراث الاسلامی'' مخطوطات کی تلاش کے لئے بہت اہم کتاب ہے، بلکہ بروکلمان کی کتاب سے اہمیت میں کسی طرح کم نہیں، اور بعض امور میں اس سے زیادہ جامع اور بڑھ کر ہے، کیونکہ اس میں ایسے مخطوطات کا ذکر بھی ہے جن تک بروکلمان کی رسائی نہیں ہوسکی تھی۔ اس کتاب کا نیا ایڈیشن امام محمد بن سعود اسلامی یونیورسٹی، ریاض سے شائع ہوا ہے۔

4۔ رمضان چیچن کی کتاب ''نوادر المخطوطات العربیۃ'' میں بہت سے ایسے مخطوطات کا ذکر ہے جن کا تذکرہ نہ تو بروکلمان نے کیا ہے نہ ہی فواد سزگین، نے یہ کتاب تین جلدوں پر مشتمل ہے۔(۱۱)

(ج) مخطوطہ کے نسخوں کو جمع کرنا:

مخطوطہ کے نسخوں کی موجودگی کے مقامات کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے بعد محقق انہیں حاصل کرنے کی کوشش شروع کرتا ہے۔ اس سلسلے میں وہ خط وکتابت کے ذریعے یا بذات خود متعلقہ لائبریری تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ محقق کو معلوم ہونا چاہیے کہ اکثر لائبریریاں مخطوطہ کا نسخہ اُم مائیکروفلم کی صورت میں ارسال کرتی ہیں۔ پھر محقق اس کا پرنٹ لے لیتا ہے۔ محقق کو اس بات کی تحقیق کر لینی چاہیے کہ مائیکروفلم پر موجود نسخہ نگیٹو (Negative) ہے۔ پوزیٹو (Positive) نہیں ہے۔ اسی طرح بعض کتب خانے مائیکروفلم یا فوٹو کاپی کی سہولت مہیا نہیں کرتے۔ محقق کو بذات خود جا کر لائبریری میں بیٹھ کر دیگر قلمی نسخوں کے ساتھ موازنہ کرنا پڑتا ہے۔

بلاشبہ قلمی نسخوں کو جمع کرنا محنت اور دولت کا تقاضا کرتا ہے۔ محقق کو چاہیے ان دونوں کی سخاوت کرے، تاکہ مطلوبہ نسخوں کو حاصل کرسکے۔ قلمی نسخوں کو جمع کرنے کا کوئی مروّج ومتداول طریقہ نہیں ہے، بلکہ محقق خود آسان، بہتر اور مناسب طریقے کا استعمال کرتا ہے۔

محقق کو یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ وہ کسی مخطوطہ کے دنیا کی لائبریریوں میں موجود تمام نسخے حاصل نہیں کرسکتا، لہٰذا دو یا زیادہ نسخوں کو حاصل کرنے کے بعد اسے تحقیق وتدوین کا کام

شروع کر دینا چاہیے۔ البتہ جہاں تک ہو سکے زیادہ سے زیادہ قلمی نسخوں کو حاصل کرے، تاکہ تدوین کا حق ادا ہو سکے۔

(د) نسخوں کا مطالعہ اور چھان بین:

محقق کو چاہیے کہ وہ پوری توجہ اور محنت سے تمام نسخوں کا مطالعہ اور چھان بین کرے۔ اور انہیں تمام پہلوؤں سے دیکھے تاکہ ہر نسخے کی علمی قیمت اور تدوین کے کام میں اس کے استعمال کی صلاحیت کا اندازہ ہو سکے۔ نسخوں کی چھان بین کے دوران مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے:

1۔ کاتب کی طرف سے اشتباہ کے نتیجے میں یا مخطوطہ کو رواج دینے کے لئے کسی مشہور شخصیت کی طرف منسوب کرنے کی غرض سے مولف کے نام کے بارے میں کوئی غلطی تو نہیں ہوئی۔

2۔ مخطوطہ کے نام وعنوان اور اس پر درج سماعات، اجازات، تملیکات اور قراءات کی اچھی طرح تحقیق کی جائے۔

3۔ محقق کو چاہیے کہ وہ مخطوطہ کے اوراق کی قدامت، اس کے رسم الخط اور روشنائی پر خوب غور کرے، نیز اس بات کی بھی جانچ پڑتال کرے کہ کیا کتابت میں ایک وطیرہ اختیار کیا گیا ہے یا وقفے وقفے سے اسے تحریر میں لایا گیا ہے؟

ایسا کرنے سے محقق کا تجربہ، آزمودہ کاری اور مولف کے اسلوب سے آگاہی نمایاں ہو کر سامنے آئے گی۔ علاوہ ازیں مندرجہ ذیل باتوں کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے:

مولف کے اسلوب کی پہچان:

محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ مولف کے اسلوب سے شناسائی حاصل کرے۔ اس کے لئے اپنے پاس موجود قلمی نسخوں کا بار بار مطالعہ کرے، تاکہ اسے مولف کے انداز کتابت اور اس کی تحریر کے خصائص وامتیازات کی پہچان ہو جائے۔ اس لئے کہ ہر مولف کا ایک خاص انداز تحریر اور اسلوب کتابت ہوتا ہے۔ نیز محقق کو چاہیے کہ وہ اس مولف کی تالیف کردہ دیگر کتابوں کا مطالعہ بھی کرے، جن پر پہلے تحقیق ہو چکی ہے یا وہ چھپ چکی ہیں، تاکہ اسے مولف کے اسلوب کی عادت ہو جائے، اسکی عبارات اور الفاظ سے مانوسیت ہو جائے اور اسے ان شخصیات کا علم بھی ہو جائے جن سے وہ نقل کرتا ہے۔

موضوع سے شناسائی:

محقق کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ جس مخطوطہ کی تدوین کرنے جا رہا ہے، اس کے

موضوع سے خوب واقفیت حاصل کرلے۔ تاکہ وہ اس کی عبارت کو اچھی طرح سمجھ سکے اور غلطی سے محفوظ رہ سکے۔ کوئی طالب علم کسی ایسے مخطوطہ کو تحقیق وتدوین کے لئے انتخاب نہ کرے جس کے موضوع سے وہ آگاہ نہ ہو۔ اگر کوئی مخطوطہ ادب ونحو کے بارے میں ہو تو محقق کا اس موضوع پر تخصص ہونا چاہیے۔ اور اگر مخطوطہ کسی مشکل موضوع جیسے منطق اور علم کلام وغیرہ پر مشتمل ہو تو محقق کو ان فنون کا ماہر ہونا چاہیے۔

محقق کو مخطوطہ کی تدوین کے دوران اس موضوع سے متعلق دوسری کتابوں کا مطالعہ کرتے رہنا چاہیے۔ بالخصوص اس موضوع پر مولف کی اپنی تحریر کردہ کتابیں یا اس کے زمانے کی یا اس کے زمانے کے قریب عہد میں تالیف کی گئی کتابوں کا بھی مطالعہ کرتے رہنا چاہیے۔ (۱۲)

عربی لغات سے استفادہ:

مخطوطے کی تدوین کا کام اس وقت تک تکمیل پذیر نہیں ہو سکتا، جب تک کہ محقق عربی لغات سے استفادہ نہ کرے کیونکہ الفاظ کے ایک دوسرے سے متشابہ ہونے اور غریب ونادر ہونے کی بنا پر محقق کو بار بار لغات کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ لہذا اسے قدیم عربی لغات کے استعمال کے طریقوں کا علم ہونا چاہیے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل مصادر لغویہ سے استفادہ بہت ضروری ہے:

لسان العرب، ابن منظور افریقی۔ تاج العروس، مرتضی زبیدی۔ جمہرۃ اللغۃ، ابن درید۔ معجم صحاح اللغۃ، جوہری۔ مختار الصحاح، قاضی ابوبکر رازی۔ القاموس المحیط، فیروز آبادی وغیرہ۔

اشارات وعلامات:

محقق کو کچھ ایسے اشارات اور علامات کو بھی جان لینا چاہیے جن سے دوران تدوین اسے واسطہ پڑسکتا ہے۔ ان کی کچھ مثالیں درج ذیل ہیں:

۱۔ لفظ "صح" کسی لفظ کے اوپر لکھا ہوا ملتا ہے، اس سے اس بات کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے یہ لفظ ضبط شدہ اور صحیح ہے۔

۲۔ حرف "ض" جسے ضبہ یا علامت تضبیب یا علامت تمریض بھی کہتے ہیں۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے کہ جس لفظ پر یہ نشان بنایا گیا ہے اس میں ضعف، خطاء یا سقم موجود ہے۔

۳۔ خط (______) یا نصف دائرہ کے نیچے لکھی ہوئی عبارت متن کا حصہ نہیں ہوتی بلکہ کاتب

کی طرف سے شرح یا وضاحت کے لئے اس کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ کبھی اس کے لئے قوسین ( ) کا استعمال کیا جاتا ہے۔ (۱۳)

اختصارات:

قدیم مخطوطات میں اور بالخصوص احادیث کی کتابوں میں بہت سے رموز واختصارات استعمال کئے گئے ہیں۔ (۱۴) جن کی تفصیل ان شاء اللہ ملحقات میں آئے گی۔ (ملاحظہ کیجیے ملحق نمبر 2، صفحہ نمبر 240)

فصل ثانی (2):

مخطوطہ کے متن کی تدوین

یہ تدوین مخطوطات کا سب سے اہم اور مشکل مرحلہ ہوتا ہے۔ اس مرحلہ میں محقق نسخہ ام کی عبارات کو بقیہ عام نسخوں کے تقابل کی روشنی میں اپنے ہاتھ سے صاف ستھرے انداز میں املاء کے جدید قواعد کے مطابق نقل کرتا ہے۔ اور یہ اہم کام محقق کو بذات خود انجام دینا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہی بہتر طور پر متن مخطوطہ کی مشکلات اور ان کے حل تلاش کر سکتا ہے۔

تدوین متن سے مراد یہ ہے کہ محقق اس متن کو حتی الامکان بغیر کسی تبدیلی کے (کمیت وکیفیت کے اعتبار سے) من وعن اسی طرح پیش کر دے جس طرح کہ مصنف نے اسے تحریر کیا تھا۔

محقق کو معلوم ہونا چاہیے کہ تحقیق وتدوین کا مطلب نہ تو مخطوطے کی عبارات کو بدل کر زیادہ بہتر الفاظ میں نقل کرنا ہے۔ نہ ہی تحقیق وتدوین کا مقصود یہ ہے کہ مصنف کے اسلوب کو بدل کر کوئی اور زیادہ بہتر اسلوب اختیار کیا جائے۔ (اس لئے کہ مخطوطے کا متن مولف اور اس کے زمانے اور اسکی سوچ اور اس کے ماحول کا آئینہ دار ہوتا ہے) یا اگر مصنف نے کوئی نظریہ خلاف واقعہ بیان کیا ہے اس کی تصحیح کر دی جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ تحقیق وتدوین ایک تاریخی امانت ہے، اس کا اپنا تقدس اور حرمت ہے اور مخطوطہ اور اس کی عبارات مصنف کی امانت ہیں، ان میں کسی قسم کا ردوبدل نہیں کیا جا سکتا۔ (۱۵)

محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے عمل تحقیق کے لئے ایک علمی منہج مقرر کرے، اور دوران تحقیق اسی پر چلتا رہے، تاکہ علمی قواعد وضوابط کی روشنی میں مخطوطہ کے متن کو واضح قابل فہم صورت میں تحریف وتصحیف، سقوط، حذف، زیادتی، تکرار، تقدیم، تاخیر، املاء کی اغلاط اور نحوی اغلاط کی اصلاح کر کے، مختلف نسخوں کا باہمی تقابل کر کے اور نصوص کی توثیق وتخریج کر کے، اس انداز میں پیش کرے کہ متن میں کسی قسم کا ابہام باقی نہ رہے۔ ان قواعد وضوابط میں سے کچھ کی تفصیل یہاں پیش خدمت ہے:

1۔ متن میں دخل اندازی نہ کی جائے:

متن کی تدوین کے سلسلے میں روایتی وتقلیدی نظریہ جدید یورپین نظریات سے اخذ کیا گیا ہے، جو تقاضا کرتا ہے کہ مخطوطے کی عبارت کو بغیر کسی تبدیلی اور تغیر کے من وعن نقل کیا جائے، خواہ متن کی

عبارت غلط ہی ہو۔البتہ حاشیے میں اس عبارت کو صحیح کرکے لکھ دیا جائے۔ بلا شبہ یہ اصول یورپ میں بغیر
اشکالات کے رائج کیا جاسکتا ہے،لیکن جب اسلامی ورثے کی تدوین کی بات ہوتو یہاں اس اصول کو بلا
کم وکاست نافذ کرنا ممکن نہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری کتابوں میں بہت سی آیات اور احادیث موجود
ہیں،اور کسی ایسی آیت قرآنی یا حدیث نبوی کو نقل کرنا درست نہیں جس میں غلطیاں موجود ہوں، کیونکہ اس
طرح قرآن مجید کے نصوص کے حوالے سے بڑی مشکلات پیدا ہوسکتی ہیں۔لہٰذا قرآن مجید کی آیات اور
احادیث نبویہ کی عبارات کو اس قاعدے سے مستثنیٰ اور بالاتر رکھ کے قرآن مجید میں سے دیکھ کر آیت قرآنی
نقل کی جائے،اور حدیث نبوی کو بھی احادیث کی کتابوں میں تخریج کرنے کے بعد نقل کیا جائے۔ نیز ان
دونوں صورتوں میں حاشیے میں مولف کی غلطی کی بھی نشاندہی نہ کی جائے۔

2۔ قلمی نسخوں کا باہمی تقابل:

قلمی نسخوں کو جمع کرنے،انہیں ترتیب دینے،اور ایک کو نسخۂ ام بنانے کے بعد محقق پر لازم
ہے کہ وہ ہر قلمی نسخے کے لئے کوئی رمز (علامت) مقرر کرے تاکہ ان کے درمیان امتیاز کرنا ممکن
ہو۔مثال کے طور پر نسخہ ام کو (م) اور دوسرے نسخے کو (ج) اور تیسرے نسخہ کو (د) کی علامت کا نام دے
دے۔نیز کوئی ایسی علامت مقرر کرنے کا اہتمام کیا جائے جس سے اس نسخے کی موجودگی کے مقام کا علم
بھی ہوسکے مثلاً: مخطوطہ اگر کراچی، پشاور اور لاہور میں موجود ہے تو پہلے نسخے کو (ک) دوسرے کو (پ)
اور تیسرے کو (ل) کی علامت دی جاسکتی ہے۔البتہ محقق کے لئے ضروری ہے کہ ان تمام رموز و
علامات کی وضاحت اپنے مقدمہ میں کرے،تاکہ قاری انہیں سمجھ سکے۔تدوین کا اصل منہج وطریقہ یہ
ہے کہ محقق مخطوطے کی عبارت کو مکمل طور پر نسخہ ام سے اپنے پاس لکھ لے،اور پھر دوسرے نسخوں کے
ساتھ تقابل کرے،اور اختلافات (Differences) کو حاشیہ میں درج کرے۔نسخوں کے باہمی
تقابل کی غرض و غایت سب سے زیادہ درست اور عمدہ ترین روایت تک رسائی حاصل کرنا ہوتا
ہے۔محقق پر لازم ہے کہ وہ اس روایت کو ترجیح دے جسے درست سمجھتا ہو،خواہ وہ اصل (نسخہ ام) سے
مختلف ہی کیوں نہ ہو۔

بہر حال بعض سخت مزاج علمائے تحقیق و تدوین نے روایتی یورپین نظریے کی طرح یہی رائے
دی ہے کہ مخطوطہ کی عبارت کو ہرگز نہ چھیڑا جائے،اسے جوں کا توں چھوڑ دیا جائے،اور اس کی غلطیوں کی
تصحیح حاشیے میں کی جائے۔البتہ بعض حضرات نے قارئین کی آسانی کے پیش نظر متن کو غلطیوں سے

پاک کرکے پیش کرنے کی رائے دی ہے۔(۱۶) یہاں یہ ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ محقق صرف مخطوطہ
کے نسخوں کا تقابل نہ کرے بلکہ نسخہ ام کا ان مطبوعہ کتابوں سے بھی تقابل کرے جن سے مولف مخطوطہ
نے اس مخطوطہ کی تالیف میں استفادہ کیا ہو۔اور اسی طرح ان کتابوں سے بھی موازنہ کرے جن کے
مولفین نے اپنی کتابوں میں اس مخطوطہ سے استفادہ کیا ہو خاص طور پر ایسی صورت میں کہ جب مخطوطہ
سے کچھ اوراق ضائع ہوچکے ہوں یا کچھ الفاظ اور سطریں یا عبارتیں مٹ چکی ہوں،تاکہ وہ اس تقابل
کے ذریعے ان کو مکمل کرسکے۔(۱۷)

مخطوطے کے مصادر و مراجع کی طرف رجوع کرنے کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ محقق کو مولف سے
مخطوطہ میں سرزد ہونے والی اخطاء واغلاط کا پتا چل جاتا ہے۔یہ موازنہ و تقابل مخطوطے کے متن کی
اصلاح و تصحیح اور ضبط کرنے میں بہت فائدہ مند ہوتا ہے۔نیز یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ غلطی مولف
سے ہوئی یا بعد میں نسخے تیار کرنے والوں سے؟

۳۔ شروحات وتعلیقات:

شروحات وتعلیقات کا مقصد متن کی وضاحت اور اس کو قابل استفادہ بنانا ہوتا ہے۔تدوین
کے دوران بہت دفعہ محقق کو بعض مشکل الفاظ کی وضاحت کرنا پڑتی ہے یا بعض دفعہ کئی معانی رکھنے
والے الفاظ کے کسی ایک معنی کی قاری کے لئے تعیین کرنا پڑتی ہے۔اسی طرح بعض دفعہ محقق کو تبصرے
بھی کرنا پڑتے ہیں، جب کسی مخطوطہ میں کوئی ایسی بات نقل کی گئی ہو جو اسلامی تعلیمات یا سائنسی حقائق یا
موجودہ دور کے متفق علیہ نظریات کے خلاف ہو۔اس بات کی طرف اشارہ کرنا بھی ضروری ہے کہ محقق
مخطوطے کے متن کو سب سے زیادہ جاننے والا ہوتا ہے۔(ہاں البتہ اسی موضوع کے ماہر علماء اس سے
زیادہ واقف ہوسکتے ہیں) اور وہ مخطوطے کے پوشیدہ و پیچیدہ مقامات سے بھی عام لوگوں کی نسبت زیادہ
ادراک رکھتا ہے۔بلکہ وہ اس مخطوطے کا امین ہوتا ہے،اور یہ ایک دینی، اخلاقی اور علمی امانت ہے۔لہٰذا
اس پر لازم ہے کہ مخطوطے کے متن کو اسی طرح پیش کرے جس طرح کہ اس کے مولف نے صحیح شکل
میں پیش کیا تھا۔اسے چاہیے کہ حواشی اور نسخوں کے درمیان اختلافات کی کثرت سے اجتناب کرے
کیونکہ تحقیق و تدوین کا ہدف و مقصد یہ نہیں کہ قلمی نسخوں کے درمیان مفصل موازنہ و مقارنہ کیا جائے۔
اسی طرح محقق پر لازم ہے کہ متن کی عبارت میں کسی غلط لفظ کا اندراج نہ کرے،جب کہ اس کو صحیح لفظ کا
علم الیقین ہو، کیونکہ قارئین کی نگاہ غلط کی بجائے درست لفظ پر پڑنی چاہیے۔اب ہم ان شروحات و

تعلیقات کی الگ الگ وضاحت کرتے ہوئے ان کی انواع واقسام تحریر کرتے ہیں، جن کی کسی بھی مخطوطہ کی تدوین کے دوران اشد ضرورت ہوتی ہے:

(أ) شروحات:

شروحات درج کرنے کے دو مقصد ہوتے ہیں۔

1۔ متعدد مصادر کے ذریعے متن کی درستگی کو یقینی بنانا۔

2۔ متن میں پائے جانے والے کسی ابہام، التباس، پیچیدگی اور الجھن کو دور کرنا اور اس کی وضاحت کرنا۔ بہر حال یہاں بھی محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ بہت زیادہ شروحات درج نہ کرے، کیونکہ قارئین شروحات کی کثرت سے اکتا جاتے ہیں، اور اصل موضوع کی تفہیم سے ان کی توجہ ہٹ جاتی ہے۔ عام طور پر شروحات سے مراد مندرجہ ذیل امور لئے جاتے ہیں:

1۔ آیات قرآنی کی تخریج:

محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ آیات قرآنی کی تخریج کرے یعنی متن میں آنے والی آیت پر ایک حاشیہ نمبر درج کرے، اور پھر اسی نمبر کے تحت نیچے حاشیے میں سورت کا نام اور آیت کا نمبر درج کرے۔ اگر کوئی آیت متن میں پوری درج نہ ہو تو حاشیہ میں اس کی وضاحت کی جائے کہ یہ فلاں آیت کا جز ہے یا حاشیے میں پوری آیت نقل کر کے اس کا حوالہ درج کیا جائے۔ اگر مولف یا کاتب سے آیت لکھنے میں کوئی غلطی ہوگئی ہو تو قرآن مجید سے دیکھ کر اس غلطی کو درست کر کے متن میں آیت درج کی جائے۔

اگر محقق آیات میں اپنے پاس موجود مصحف سے اختلاف پائے تو اسے چاہیے کہ کتب قرأت اور تفاسیر کی طرف رجوع کرے، جیسے قرأت سبع، پھر قرأت عشرۃ، پھر قرأت اربع عشر پھر قرأت شاذہ کی کتابیں بھی دیکھے اور تفاسیر میں سے بالخصوص تفسیر قرطبی، اور تفسیر البحر المحیط وغیرہ کا مطالعہ کرے۔ جب اسے معلوم ہو جائے کہ مخطوطہ میں وارد ہونے والی قرأت قرآن مجید کی معتمد قرأت میں سے تو حاشیے میں اس کا حوالہ درج کرے۔

آیات کی تخریج کے لئے مندرجہ ذیل کتابوں سے استفادہ کیا جاسکتا ہے:

1۔ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن، محمد فواد عبد الباقی

2۔ نجوم الفرقان فی أطراف القرآن، جرمن مستشرق فلوجل

3۔ المصحف الحاسوبی (مصحف المدينة المنورة)

2۔ احادیث نبوی کی تخریج:

حدیث میں روایات کے اختلاف کی بنا پر محقق پر لازم ہے کہ وہ حدیث کو اسی طرح نقل کرے جس طرح مخطوطے کے متن میں وارد ہوئی ہے۔ بالخصوص جب وہ حدیث کے معتمد مجموعوں سے تحقیق کرلے کہ حدیث کے مفہوم میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا۔ اگر متن مخطوطہ میں وارد ہونے والی حدیث میں اور حدیث کے دیگر مجموعوں میں الفاظ کا اختلاف ہو تو اسے حاشیے میں درج کیا جائے، اور ساتھ ہی روایت کی قوت وضعف اور راویوں پر تبصرہ بھی حاشیے میں ذکر کرے۔

احادیث کی تخریج کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل کتابوں سے استفادہ کیا جاسکتا ہے:

1۔ مفتاح كنوز السنة، مستشرق ونسنک، عربی ترجمہ محمد فواد عبد الباقی۔

2۔ كنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال، شیخ علی متقی ہندی۔

3۔ الجامع الصغير فی أحاديث البشير النذير، علامہ سیوطی۔

4۔ سلسلة تخاريج الأحاديث الصحيحة والضعيفة، للشیخ ناصر الدین البانی۔

3۔ اشعار کی تخریج:

چونکہ اشعار کو زبانی اور سینہ بسینہ روایت کیا گیا ہے لہذا اس ضمن میں راویوں میں بہت اختلافات ہیں۔ جب محقق اپنے قلمی نسخے میں کسی شعر کے وزن کو ٹوٹا ہوا دیکھے، یا مخطوطے کے مئولف نے صرف ایک مصرع درج کیا ہو، یا وہ کسی شعر کے پہلے حصے یا آخری حصے سے استشہاد کرے، تو ان تمام صورتوں میں محقق پر لازم ہے کہ وہ شعر کو مکمل موزون شکل میں نقل کرے، اور اگر مئولف نے شاعر کا نام ذکر نہ کیا ہو تو اسے تلاش کرنے کی بھی پوری کوشش کرے، اور حاشیے میں اس کا حوالہ درج کرے۔

ڈاکٹر شوقی ضیف اشعار کی تدوین واشاعت کے بارے میں کہتے ہیں:

''اشعار کے دواوین اور شاعری کے انتخابات کی اشاعت کے لئے علم عروض سے اس قدر آگاہی ضروری ہے کہ شعر کو سنتے ہی کسی مصرع میں واقع ہونے والی عروضی لغزش یا کسی موشح میں موسیقی کی غلطی کا فوراً پتا چل جائے۔ ماضی میں ایسا ہوا کہ کاتبوں کی طرف سے شاعری کے مخطوطات میں عروضی غلطیاں کی گئیں بلکہ بعض دفعہ وہ محقق بھی غلطی کر جاتے ہیں جنہیں علم عروض سے واقفیت نہیں یا وہ موسیقی بھری سماعت نہیں رکھتے، یا کم از کم ان میں نغموں کو

پرکھنے کی ادنیٰ حس بھی موجود نہیں (۱۸)''

اشعار کی تخریج کے لئے مطبوعہ دیوان اور مخطوطات مصدر اول کی حیثیت رکھتے ہیں۔اگر اشعار اس دیوان میں نہ ملیں، جس کا مخطوطہ میں حوالہ دیا گیا ہو، تو محقق کو حاشیے میں اس بات کا ذکر کرنا چاہیے کہ مطبوعہ دیوان سے اسے یہ شعر نہیں ملا۔ پھر اسے دوسرے مصادر سے اس کی تخریج کی کوشش کرنی چاہیے۔اس سلسلے میں کتب حماسہ، کتب مختارات، شعری مجموعے، ڈکشنریاں، کتب لغت وادب اور کتب نحو وتاریخ اس کی رہنمائی کرسکتی ہیں۔

4۔ ضرب الامثال:

ضرب الامثال کے بارے میں بہت روایات ہوتی ہیں، اور راوی ان کے الفاظ اور عبارات اور چھوٹا بڑا ہونے میں تصرف کرتے ہیں۔محقق کو چاہیے کہ وہ ان ضرب الامثال کے اصلی مصادر تک پہنچے اور ان ضرب الامثال کی طرف منسوب ہونے والے واقعہ وقصہ کو بھی بیان کرے۔اس سلسلے میں مندرجہ ذیل کتابیں زیادہ اہم ہیں۔

محمود بن عمر الزمخشری، جاراللہ کی کتاب ''المستقصی فی امثال العرب'' اور میدانی کی ''مجمع الامثال'' اور مفضل ضبی کی ''امثال العرب'' اور ابو ہلال عسکری کی ''جمہرۃ الامثال''۔

5۔ ادبی عبارات کی تخریج:

ادبی عبارات سے مراد خطبے، خطوط، وصایا، حکمت کی باتیں اور دیوانی تحریریں ہیں۔اگر مولف نے مصدر کا حوالہ دیا ہو تو محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس مصدر کی طرف رجوع کرے، اور مخطوطہ کی عبارت کا اصل مصدر کے ساتھ موازنہ کرے تاکہ اختلاف کو درج کرسکے۔اگر مولف نے اصل مصدر کا حوالہ نہ دیا ہو تو محقق کو چاہیے کہ ماخذ کو تلاش کرے، اور اس بات کو قائل کی طرف منسوب کرکے حوالہ دے۔اس سلسلے میں جو کتابیں بہت زیادہ مفید اور اہم ہیں ان میں سے کچھ کے نام یہ ہیں۔

۱۔جمہرۃ خطب العرب۔احمد زکی صفوت۔

۲۔جمہرۃ رسائل العرب ۔احمد زکی صفوت۔

۳۔صبح الأعشی فی صناعة الإنشاء قلقشندی۔

۴۔مجموعة الوثائق السیاسیة فی عهد الرسول ﷺ، ڈاکٹر محمد حمید اللہ

۶۔ اعلام وشخصیات کا تعارف:

تعارف صرف ایسی شخصیت کا ہونا چاہیے جو قارئین کے نزدیک غیر معروف ہوں، اور یہ تعارف مختصر ہونا چاہیے۔ جب کسی شخصیت کی صرف کنیت، لقب یا مشہور نام ذکر کیا گیا ہو تو محقق پر لازم ہے کہ اس کا مکمل تعارف کرائے۔تراجم وسوانح کی کچھ عام کتابیں درج ذیل ہیں:

۱۔الإصابه فی أسماء الصحابه ، ابن حجر العسقلانی

۲۔الطبقات الکبری ، ابن سعد

۳۔المعارف ، ابن قتیبه

۴۔العبر فی خبر من غبر ، امام ذهبی

۵۔شذرات الذهب ، ابن عماد

۶۔البدایه والنهایة ،ابن کثیر

☆۔ وفیات کے نام سے کچھ مشہور کتابیں یہ ہیں:

۱۔وفیات الاعیان، ابن خلکان، ۲۔فوات الوفیات، ابن شاکر کتبی، ۳۔الوافی بالوفیات، صفدی

☆۔ شعراء کے تراجم پر مشتمل کچھ معاجم کے نام درج ذیل ہیں:

۱. طبقات الشعراء ،ابن سلام ۲. طبقات الشعراء ، ابن المعتز

۳. معجم الشعراء ، مر زبانی ۴. یتیمة الدهر، الثعالبی.

۵. دمیة القصر و عصرة اهل العصر ، باخرزی.

۶. خریدة القصر وجریدة العصر ابن عماد.

۷. الأغانی،أبو الفرج اصبهانی

☆۔ القاب وکنیات کی کچھ معاجم یہ ہیں:

۱. ألقاب الشعراء، ابن حبیب ۲. المؤتلف والمختلف ،آمدی

۳. تلخیص مجمع الآداب فی معجم الألقاب، ابن فوطی

۴. الکنی والالقاب ، قمی.

☆۔ نحوی علماء کے کچھ تذکرے مندرجہ ذیل ہیں:

۱. إنباه الرواة ، قفطی ۲. طبقات النحویین ، زبیدی

۳. نزهة الالباء ، ابن الانباری ۴. بغية الوعاة ، سيوطی .

7۔ لغوی شروحات:

لغوی شروح صرف مبہم اور غیر واضح الفاظ کی درج کی جاتی ہیں، اور ان میں بہت اختصار سے کام لیتے ہوئے صرف مطلوبہ معنی بیان کیا جاتا ہے، اور ایک لفظ کے مختلف معانی کو پیش نہیں کیا جاتا، اور نہ ہی اس بات کی ضرورت ہے کہ محقق اپنے حواشی کو واضح الفاظ کی شرح کے ساتھ بوجھل بنا دے۔ (۱۹)

☆۔ لغوی تشریح کے لئے محقق مندرجہ ذیل معاجم کو کام میں لاسکتا ہے:

۱۔ لسان العرب، ابن منظور ۲۔ تاج العروس، زبیدی

۳۔ القاموس المحیط، فیروزآبادی ۴۔ اساس البلاغہ، زمخشری

۵۔ المخصص، ابن سیدہ ۶۔ فقہ اللغۃ، ثعالبی

۷۔ جواہر الالفاظ، قدامہ بن جعفر ۸۔ الصحاح، جوہری

۹۔ جمہرۃ اللغۃ، ابن درید ۱۰۔ الالفاظ الکتابیۃ، ہمذانی

☆۔ علمی اصطلاحات کی تعریفات کے لئے مندرجہ ذیل معاجم دیکھی جاسکتی ہیں:

۱۔ مفاتیح العلوم، خوارزمی ۲۔ کلیات ابی البقاء

۳۔ کشاف اصطلاحات الفنون، محمد اعلیٰ تھانوی ۴۔ دستور العلماء، عبدالنبی احمد نگری۔

☆۔ بعض دفعہ محقق کو معرب کلمات سے بھی واسطہ پڑتا ہے، ان کے لئے مندرجہ ذیل لغات ہیں:

۱۔ المعرب، جوالیقی ۲۔ شفاء الغلیل، خفاجی

۳۔ کتاب الالفاظ الفارسیۃ المعربہ، ادی شیر

☆۔ حیوانات کے بارے میں معلومات کے لئے درج ذیل کتابیں دیکھی جاسکتی ہیں:

۱۔ کتاب الخیل، ابوعبیدہ ۲۔ کتاب الحیوان، جاحظ

۳۔ عجائب المخلوقات، قزوینی ۴۔ حیات الحیوان الکبری، دمیری،

۵۔ معجم الحیوان، مالوف وغیرہ۔

☆۔ نباتات کے بارے معلومات کے لئے مندرجہ ذیل معاجم ہیں:

۱۔ کتاب النباتات، دینوری ۲۔ کتاب المفردات، ابن البیطار .

۳۔ کتاب التذکرہ ، داؤد انطاکی ۴۔ معجم اسماء النبات، احمد عیسیٰ۔

8۔ نحوی مسائل:

اگر محقق کو عبارت میں کوئی نحوی غلطی محسوس ہو تو اس کے حل کے لئے مندرجہ ذیل کتابوں کی طرف رجوع کرسکتا ہے:

۱۔ الکتاب، سیبویہ ۲۔ ہمع الھوامع، سیوطی

۳۔ شرح المفصل، ابن یعیش ۴۔ حاشیۃ الصبان علی الاشمونی

۵۔ مغنی اللبیب، ابن ہشام ۶۔ شروح الکافیہ والشافیہ

۷۔ شروح الفیہ ابن مالک

۸۔ الانصاف فی مسائل الخلاف بین النحویین البصریین والکوفیین، ابوالبرکات الانباری۔

9۔ اماکن وبلدان کا تعارف:

مخطوطہ کی تحقیق کے دوران محقق کو کئی ملکوں، شہروں، اور علاقوں سے واسطہ پڑتا ہے، اگر وہ ان کے ناموں اور جغرافیائی اور تاریخی حیثیت کے بارے میں صحیح معلومات درج کرنا چاہتا ہو کہ آیا وہ صفحہ ہستی سے مٹ گئے ہیں یا ابھی موجود ہیں یا ان کے نام تبدیل ہوگئے ہیں تو اس ضمن میں مندرجہ ذیل کتابیں اس کے لئے مددگار ہوسکتی ہیں:

۱ . معجم البلدان ، ياقوت الحموی ۲ . الديارات ، الشابشتی

۳۔ البلدان ، جاحظ ۴ . معجم ما استعجم ، بكری .

۵ . الجبال والأمكنه والمياه ، زمخشری

٦ . صحيح الاخبار عما فی بلاد العرب من الآثار ، محمد بن عبدالله النجدی .

10۔ داخلی حوالہ جات:

داخلی حوالہ جات سے مراد یہ ہے کہ مولف اپنے مخطوطے میں کبھی ایک جگہ کسی بات کا تفصیل سے ذکر کرتا ہے، لیکن دوبارہ کسی اور باب میں اس کا اجمالی ذکر کرنے کے بعد ''و قد ذکرناہ'' یا ''قد تقدم ذکرہ'' یا ''سیاتی ذکرہ'' جیسے الفاظ ذکر کر کے آگے بڑھ جاتا ہے۔ محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان مقامات کی حواشی میں وضاحت کرے، اور قاری کو بتائے کہ یہ مقام پیچھے کہاں

گزرا ہے یا آگے کہاں آئے گا۔

11۔ تاریخی واقعات کی طرف اشارات کے حوالے:

ڈاکٹر نوری حمودی اپنی کتاب ''منہج تحقیق النصوص'' میں لکھتے ہیں:

''بعض اوقات مولفین کسی تاریخی، ادبی، یا دینی واقعہ کی طرف صرف اشارہ کرتے ہیں اور اس واقعہ کی تفصیل ذکر نہیں کرتے، کیونکہ ان کے زمانے کے قارئین اس واقعے کی تفصیلات سے آگاہ تھے، یا وہ واقعہ مولف کے دور میں بہت مشہور تھا، لیکن آج کے دور میں اسے کوئی نہیں جانتا، یا وہ غیر واضح شکل اختیار کر چکا ہے۔ لہٰذا محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے حاشیے میں ایسے اشارات کی تفصیل اور وضاحت درج کرے''۔(۲۰)

(ب) تعلیقات:

تعلیقات کے لئے ایک نقاد آنکھ، صبر کرنے والا دل، اور امین شخصیت کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ محقق کے سامنے کاتبوں کی اغلاط اور شکوک وشبہات پیدا کرنے والی اخطاء کا ایک سیلاب ہوتا ہے، جو مندرجہ ذیل صورتوں میں نمودار ہوتا ہے:

1۔ تصحیف وتحریف:

تصحیف عام طور پر نقطوں کے اعتبار سے مشابہ الفاظ میں واقع ہوتی ہے، جیسے۔ ب ت ث، ج ح خ، د ذ، ر ز، س ش، ص ض، ط ظ، ع غ، خاص طور پر جب مخطوطہ غیر منقوط یا کم نقطوں والا ہو تو تصحیف کا احتمال بڑھ جاتا ہے۔ کاتب اسماء اور کلمات کو غلط طریقے سے پڑھتا ہے، جس کی وجہ سے معنی مولف کے مقصود و مراد سے دور ہٹ جاتا ہے۔ یہاں محقق کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر لفظ اور ہر جملے اور ہر عبارت کا مقصود واضح کرے۔ اس ضمن میں مختلف مصادر سے مدد لے تاکہ کلمات کی صحت کا یقین ہو جائے، اور پھر جو لفظی ومعنوی غلطی اس کے سامنے آشکارا ہو، اس پر حاشیے میں تعلیق وتبصرہ درج کرے۔ اگر محقق اپنے فیصلے سے مطمئن نہ ہو تو مخطوط کی نص کو درست کرتے ہوئے ان کلمات کے ساتھ تبصرہ بھی کرے'' السیاق یقتضی کذا ''یا'' لعلّہ کذا' اور اگر اسے تصحیح کرنے کا کوئی راستہ یا کوئی مصدر نہ ملے تو حاشیے میں یہ لکھ دے: ''ھکذا بالأصل' اس کا معنی یہ ہوگا کہ وہ کسی وجہ سے اس لفظ یا عبارت کے یوں استعمال کو درست نہیں سمجھتا لیکن اسے اس کا کوئی حل بھی نہیں مل سکا۔

عصر حاضر کے مشہور محقق ڈاکٹر شوقی ضیف لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ تصحیف محققین پر ایک بھاری ذمہ داری ہے۔ محدثین کرام نے اس کی طرف بہت توجہ کی، اور انہوں نے بڑی محنت کر کے رجال حدیث، راویوں، احادیث کے متون یا احادیث کی عبارتوں میں واقع ہونے والی تصحیف سے آگاہ کیا۔ اس کی ایک عمدہ مثال یہ دی گئی ہے کہ مشہور حافظ حدیث ابن معین نے عوام بن مراجم (را اور جیم کے ساتھ) کے والد کو تصحیف کی بنا پر مزاحم (زا اور حا کے ساتھ) سمجھا۔ اسی طرح صولی نے نبی کریم ﷺ کے فرمان (من صام رمضان واتبعہ ستاً) یعنی جس نے رمضان کے روزے رکھے، اور پھر ایام بیض کے چھ روزے رکھے میں ''ستاً'' کی جگہ تصحیف کرتے ہوئے ''شیئاً'' لکھوایا۔ بلاشبہ محدثین کرام نے لغت کے ماہرین کی نسبت تحریفات کو ریکارڈ کرنے میں زیادہ محنت کی ہے، اور انہوں نے اس سلسلے میں بہت سی کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔ خاص طور پر راویوں اور رجال حدیث کے ناموں کے بارے میں کئی کتب تحریر کیں''۔(۲۱)

تحریف سے مراد یہ ہے کہ حروف کی شکل اور ان کے رسم الخط کو بدل دیا جائے۔ جیسے ''د'' اور ''ر'' اور ''ل'' اور ''ن''، ''م'' اور ''ق''۔ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی (م 852ھ) نے تصحیف وتحریف کے درمیان درج ذیل فرق بیان کیا ہے:

''جب اصل کی مخالفت سیاق کلام میں رسم الخط کو باقی رکھتے ہوئے کسی ایک حرف یا حرفوں کو تبدیل کرتے ہوئے کی جائے، اگر یہ تبدیلی نقطوں میں واقع ہوئی ہے تو تصحیف ہے، اگر حرفوں کی ہیئت اور شکل کو بدلا گیا ہے تو تحریف ہے''۔(۲۲)

تصحیف وتحریف کے موضوع پر کئی کتابیں لکھی گئی ہیں، ان میں دو بہت اہم ہیں: علامہ عسکری (م360ھ) کی کتاب'' شرح ما یقع فیہ التصحیف والتحریف ' اور عدنان عبدالرحمٰن الدوری العراقی کی کتاب ''التصحیف والتحریف وأثر ھما فی المخطوطات العربیۃ'' (یہ پنجاب یونیورسٹی شعبہ عربی میں 1987ء میں لکھا گیا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے) قدیم دور کے علماء نے تصحیف وتحریف کی آفت کے علاج کے لئے ''المؤتلف والمختلف'' کے نام سے بھی کئی کتابیں تالیف کی ہیں۔ ان کتابوں میں اسماء، کنیات، القاب، قبائل اور انساب وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس موضوع پر لکھی گئی کچھ اہم کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ المؤتلف والمختلف، حافظ دار قطنی (م 385ھ)

۲۔عبدالغنی بن سعید ازدی (م409ھ) کی (المؤتلف والمختلف فی اسماء نقلة الحدیث)

۳۔المؤتلف فی تکملة المؤتلف والمختلف. احمد بن علی الخطیب البغدادی (م 463ھ)

۴۔الاکمال فی رفع الإرتیاب عن المؤتلف والمختلف فی الأسماء والکنیٰ والأنساب، ابن ماکولہ (م387ھ)۔

۵۔المشتبہ فی الرجال۔علامہ ذہبی (م748ھ)۔

اسی طرح بعض کتابیں ایسی ہیں جن میں صرف قبائل کے ناموں میں واقع ہونے والی تصحیف وتحریف کو بیان کیا گیا ہے جیسے محمد بن حبیب (م215ھ) کی کتاب ''المؤتلف والمختلف فی أسماء القبائل'' اور کچھ کتابوں میں انساب میں واقع ہونے والی تصحیف وتحریف کی وضاحت کی گئی ہے۔جیسے محمد بن طاہر مقدسی المعروف بابن القیسرانی (م507ھ) کی کتاب ''الأنساب المتفقة فی الخط، المتماثلة فی النقط والضبط''

2۔ نقص وحذف:

بہت دفعہ محقق مخطوطے کے اوراق میں کوئی نقص پاتا ہے، یا اس کے حروف یا الفاظ یا جملے ساقط ہوجاتے ہیں، جیسے کبھی صفحات کے کونے تلف ہوجائیں اور اس وجہ سے کوئی عبارت یا الفاظ بھی حذف ہوجائیں، یا کبھی اچانک محقق کلام میں انقطاع پاتا ہے۔ایسی صورت میں روایتی وتقلیدی طریقہ پر عمل کرنے والے محققین کا کہنا یہ ہے کہ اس قسم کی خالی جگہوں پر قوسین کے درمیان نقطے (۔۔۔۔۔) ڈال کر نقص اور حذف کی طرف اشارہ کردیا جائے۔لیکن مسلمان محققین اس طریقے کو ٹھیک نہیں سمجھتے۔ان کے خیال میں نقص وحذف اور عبارت سے گرجانے والے کلمات کی تکمیل ضروری ہے۔البتہ تکملہ کو قوسین میں لکھا جائے پھر حاشیے میں اس بات کی طرف اشارہ کردیا جائے کہ نسخہ ام (اصل) میں فلاں لفظ سے فلاں لفظ تک نقص وحذف ہے، اور اس کا تکملہ فلاں نسخے سے کیا گیا ہے۔کبھی نقص وحذف کی طرف اشارہ کرنے کے لئے حرف (ن) بھی استعمال کیا جاتا ہے جس سے مراد ہے ''ناقص فی الاصل''۔

3۔ زیادتی واضافہ:

اضافہ کی دو قسمیں ہیں۔پہلی قسم اصلی اضافہ ہے، جس سے مراد ایسا اضافہ ہوتا ہے جو مولف کے اصل کلام میں موجود تھا لیکن کسی وجہ سے نسخہ ام سے ساقط ہوگیا، اور اس کے بارے میں مخطوطہ کے دوسرے نسخوں سے پتہ چلا۔ایسے اضافے کو متن کے اندر شامل کرنا زیادہ بہتر ہے، البتہ حاشیے میں اس بات کی طرف اشارہ کردیا جائے کہ (سقطت فی الأصل أو ناقصة فی الأصل والتکملة من نسخة کذا) یہ نسخہ ام سے گرگیا ہے یا نسخہ اصل میں ناقص اور فلاں نسخے سے تکملہ کیا گیا ہے۔زیادتی و اضافے کے لئے حرف (ز) بھی استعمال کیا جاتا ہے۔اضافے کی دوسری قسم یہ ہے کہ بعض اوقات کوئی عبارت مولف کی اپنی تحریر کردہ نہیں ہوتی، بلکہ کاتبین اپنی عادت کے مطابق شرح وتعلیق کے طور پر اسے مخطوطہ میں نقل کردیتے ہیں۔

ان میں بعض عبارتیں تو بڑی کام کی ہوتی ہیں، لیکن کچھ بے فائدہ بھی ہوتی ہیں۔علمی امانت و دیانت داری کا تقاضا یہ ہے کہ ایسی تمام عبارات کو حاشیے میں لکھا جائے، اور ہر قلمی نسخے کا حوالہ بھی درج کیا جائے۔بعض اوقات ایسا کوئی اضافہ کاتب کے سہو قلم کا نتیجہ بھی ہوتا ہے۔ایسی صورت میں بھی اسے حاشیے میں ہی درج کیا جائے اور اس کی وضاحت بھی کردی جائے۔

4۔ تکرار:

بعض اوقات کاتب کسی لفظ یا جملے کو دوبارہ لکھ دیتا ہے۔اگر یہ تکرار تاکید کے لئے نہ ہو تو محقق کو چاہیے کہ اس مکرر لفظ یا عبارت کو حاشیے میں درج کرکے متن میں اس کا حاشیہ نمبر دے دے۔

5۔ تقدیم وتاخیر اور تبدیلی:

کاتبین بعض اوقات کسی لفظ کو مقدم و مؤخر کردیتے ہیں، اور ایسا شخصیات کے ناموں میں بہت زیادہ ہوتا ہے۔بعض دفعہ کاتب کسی لفظ کو اس کے مشابہ لفظ سے بھی بدل دیتا ہے جیسے ''بنت'' کو ''اخت'' سے بدل دیا جائے۔ان تمام امور میں محقق کو محتاط، بیدار اور چوکنا رہنا چاہیے، اور اس طرح کا جو بھی لفظ دریافت ہو اس پر حاشیے میں تعلیق وتبصرہ کرے۔

6۔ لغوی اور نحوی اغلاط:

مخطوطات میں بعض اوقات نحوی اور لغوی غلطیاں بھی پائی جاتی ہیں، اور ان کا سبب کاتبین کا قواعد واملاء اور الفاظ کے معانی سے ناواقف ہونا ہے۔جب کوئی کاتب ایسے نسخے سے نقل کرتا ہے

جس میں تصحیف یا تحریف ہو یا اس میں کچھ الفاظ مٹ گئے ہوں یا ساقط ہو گئے ہوں، تو چونکہ وہ الفاظ وعبارات کے معانی سے واقف نہیں ہوتا، لہٰذا وہ خیال کرتا ہے کہ شاید اصل مخطوطہ کی عبارت اسی طرح ہی ہے، جب کہ اصل مخطوطہ یا تو ضائع ہو چکا ہوتا ہے یا اسے مل نہیں سکا یا اس تک رسائی ناممکن ہے، اور صرف وہی نسخہ باقی ہے جو اصل کی ایک بگڑی ہوئی شکل ہے، جس میں فحش قسم کی لغوی غلطیاں موجود ہیں۔ مخطوطات میں نحوی غلطیاں بھی بہت پائی جاتی ہیں، کیونکہ کاتب فصیح اور عامی زبان میں فرق نہیں کر پاتا تا جو نحوی قواعد کی پابند نہیں ہوتی۔

ان تمام صورتوں میں محقق کے لئے ضروری ہے کہ ایسی نحوی ولغوی اغلاط سے آگاہ رہے، اور املاء، نحو اور لغت کے قواعد کے مطابق انہیں درست کرے، اور حاشیہ میں ان پر تبصرہ و تعلیق درج کرے۔

فصل ثالث (3):

تدوین مخطوطہ کے تکمیلی واختتامی مراحل

جب محقق مخطوطہ کی تحقیق کے مذکورہ مراحل طے کر لیتا ہے تو اسے "مقدمہ تحقیق" یا تنقیدی مطالعہ اور خاتمہ تحقیق لکھنا ہوتا ہے۔ پھر اس تیار ہونے والے مسودے کی کمپوزنگ، پروف ریڈنگ، تصحیح، پرنٹنگ، جلد بندی اور زبانی امتحان کے مراحل درپیش ہوتے ہیں۔ اب ہم ان امور کا مرحلہ وار جائزہ لیتے ہیں:

1۔ مقدمہ تحقیق اور تنقیدی مطالعہ:

تیرہویں صدی کے نصف ثانی سے عرب یونیورسٹیوں میں یہ طریقہ اختیار کیا گیا تھا کہ اگر کوئی طالب علم کسی مخطوطہ پر تحقیق کرتا تو اس کے لئے ضروری تھا کہ مخطوطہ کے حجم کے برابر ایک مقدمہ مستقل جلد کی شکل میں تحریر کرے، جس میں مخطوطہ کی تمام جہات پر روشنی ڈالے۔ مخطوطہ کے وسیع مطالعہ پر مشتمل اس طرح کا مقدمہ لکھوانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ طالب علم کی شخصیت اور علمی استعداد نمایاں ہو سکے۔ اس کا طرز نگارش، اسلوب کتابت، اور منہج تحقیق معلوم ہو سکے۔ اور ان کے خیال میں اس کی وجہ یہ تھی کہ مخطوطہ تو پہلے سے لکھی ہوئی ایک کتاب ہے اس کو محض نقل کرنا اور اس پر حواشی وتعلیقات لکھنا طالب علم کی علمی استعداد کا جائزہ لینے کے لئے کافی نہیں۔ اس خیال کے نتیجے میں انہوں نے مخطوطہ کی تدوین کے بعد اس کا تجزیاتی وتنقیدی مطالعہ (Analytical and Critical Study) تحریر کرنا ضروری قرار دیا۔

اسی طرح بعض اساتذہ ومحققین نے اعلی تعلیمی درجات (Higher Studies) میں مخطوطہ کی تدوین کو نامناسب قرار دیا، کیونکہ ان کے خیال میں اس تدوین میں کوئی نیا کام نہیں کیا جاتا اور نہ ہی طالب علم کی استعداد اور علم ومعرفت کے درجے کا اندازہ ہوتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے نئے موضوعات پر مقالہ تحریر کرنے کو مخطوطات کی تدوین سے بہتر جانا، کیونکہ کسی موضوع پر تحقیق طالب علم کی ایک شخصی کاوش ہوتی ہے، جس میں اس کی علمی شخصیت نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے۔

کچھ عرب یونیورسٹیاں ایسے طلبہ کے لئے پی ایچ۔ ڈی میں کسی نئے موضوع پر مقالہ لکھنا

ضروری قرار دیتی ہیں جنہوں نے ایم۔اے یا ایم۔فل میں کسی مخطوطہ کی تدوین وتحقیق کا کام کیا ہو، تا کہ طالب علم کی علمی شخصیت تکمیل پذیر ہو، اور اسے ہر طرح کے تحقیقی کاموں کا تجربہ ہو، اور اس کی معلومات میں توازن پیدا ہو۔

بعض یونیورسٹیوں نے مخطوطات کی تدوین کو بالکل ہی غیر درست قرار دے دیا ہے، اور انہوں نے یہ طے کیا، کہ کسی طالب علم سے مخطوطہ کی تحقیق وتدوین کا خاکہ (Synopsis) قبول نہیں کیا جائے گا، کیونکہ ان کی علمی وتعلیمی مجالس (Boards of Studies) کا خیال یہ تھا کہ مخطوطات کی تدوین میں نہ تو کوئی نیا کام ہے، نہ کوئی قابل ذکر فائدہ، اور نہ اس سے طالب علم کی علمی تعمیر ہوتی ہے۔ لہٰذا انہوں نے صرف ایسے مقالات (Theses) لکھوانے کا فیصلہ کیا ہے جو جدید موضوعات پر مشتمل ہوں، اور جن میں مسلمانوں کے موجودہ مسائل کا حل پوشیدہ ہو۔

بہر حال ہم اس قسم کے افکار کی مطلقاً تائید نہیں کر سکتے کیونکہ ان میں ایک بنیادی خرابی پوشیدہ ہے، اور وہ ہے مسلمانوں کی نئی نسل کو اپنے اسلاف کے علمی سرمایہ سے دور رکھنا، ان کے حال اور مستقبل کا تعلق ان کے ماضی سے توڑ دینا، اور انہیں اسلامی علوم وفنون کے سرچشموں سے ناواقف وبے بہرہ رکھنا۔ اس قسم کے افکار ونظریات کا گذشتہ 60 سالوں سے ہم تجربہ کر رہے ہیں، لیکن ہر تجربہ ناکام ہی ہوا ہے اور معیار تعلیم وتدریس اور بحث وتحقیق مسلسل تخلف وادبار کا شکار ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ آج امتِ علم وعمل میں علماء کے لفظ کا صحیح اطلاق کہیں نظر نہیں آتا۔ آج ان افکار ونظریات کا شکار ہونے والے ''دکاترة'' (Ph.D.Holders) کی کثرت ہے۔ ان کے پاس پی ایچ۔ڈی اعلیٰ ڈگری تو ہے لیکن ''والعلم عند اللہ'' ان میں اتنی بھی استعداد نہیں کہ وہ ائمہ سلف میں سے کسی امام کی تحریر کو پڑھ سکیں، یا قرآن مجید اور حدیث کے نصوص کا ایک صفحہ بھی بغیر غلطی کے پڑھ سکیں۔ اس پر مستزاد کہ انہیں اپنی ڈگریوں پر ناز ہے، اور وہ اس پر پھولے نہیں سماتے، اور وہ نئی نسل کو تعلیم دینے پر مامور ہیں۔ ان کی حالت وہی ہے جو ایک عرب شاعر نے اپنے شعر میں بیان کی ہے:

دخلت الجامعة جاهلا متواضعا   فتخرجت منها جاهلا مغرورا

ترجمہ: میں نے یونیورسٹی میں داخلہ لیا تو میں متواضع جاہل تھا
اور جب میں یہاں سے فارغ ہوا تو میں مغرور جاہل تھا

کم از کم عربی واسلامی علوم کے حوالے سے ایک مسلمہ حقیقت، جس کی ہمارے علماء نے

وضاحت کی ہے، وہ یہ ہے کہ ''من حفظ المتون فقد حاز العلوم و الفنون'' (جو متون حفظ کرے گا وہ علوم وفنون پر دسترس حاصل کر لے گا) ہم اس وقت تعلیمی معیار میں حقیقی بحران سے گزر رہے ہیں۔ ایک خاص انداز سے نئی نسل کو اسلاف کے علوم وفنون اور علمی ورثے سے دور کیا جا رہا ہے۔ سرکاری سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں عربی واسلامی علوم کے حوالے سے مسلسل تخلف اور پسماندگی کا سامنا ہے۔ اگر نجی مدارس، خانقاہوں، اور مساجد میں بیٹھ کر بعض علماء ومشائخ قدیم طرق ومناہج پر عمل کرتے ہوئے عربی واسلامی علوم کی ترویج وتدریس کا سلسلہ جاری نہ رکھتے تو آج عربی و اسلامی علوم کو پڑھنے سمجھنے والا کوئی نہ ہوتا۔

صدیوں پر محیط اسلامی فکری میراث کے تحقیقی مطالعہ کے بعد ان پوشیدہ خزانوں کا سہل الاستعمال اور مستند وثقہ شکل میں منصہ شہود پر آنا ضروری ہے۔ مستشرقین میں بعض فضلاء نے نہایت اہم مخطوطات جدید مناہج کے مطابق تحقیق وتدوین اور تصحیح کے بعد فہارس اور اشاریوں سے آراستہ کر کے شائع کیے ہیں۔ مستشرقین کے اس تحقیقی کام کو سب کاموں سے زیادہ گراں قدر، وقیع ومستند، پرتاثیر اور رجحان آفریں (Trend Maker) کہا جا سکتا ہے۔ M.J.DedGoeje نے مسعودی کی قلمی کتاب ''التنبیه والاشراف'' اور البلاذری کی ''فتوح البلدان'' پر تحقیق کی۔ D.S Margoliouth نے یاقوت حموی کی قلمی کتاب ''معجم الادباء'' کو تدوین کے بعد شائع کیا۔ G.Flugel نے الحاج خلیفہ کی کتاب ''کشف الظنون'' اور ابن ندیم کی کتاب ''الفہرست'' پر تحقیق کی۔ Nicholson نے مولانا روم کی مثنوی پر تحقیق کر کے اسے شائع کیا۔

مستشرقین کے اس علمی اقدام (Initiative) کی وجہ سے عرب دنیا میں اس علمی ورثے کو محقق ومدون شکل میں شائع کرنے والے استاذ احمد محمد شاکر، عبدالسلام ہارون، محمد محی الدین عبدالحمید، علی محمد بجاوی، محمد ابوالفضل ابراہیم، محمد زغلول سلام، محمد فواد عبدالباقی، ڈاکٹر عبدالصبور شاہین، ڈاکٹر ناصرالدین اسد، ڈاکٹر عدنان زرزور، ڈاکٹر مازن مبارک، ڈاکٹر زکی مبارک، ڈاکٹر اکرم ضیاء عمری، شیخ محمد حامد فقی، شیخ مصطفیٰ محمد عمارہ، ڈاکٹر عجاج الخطیب، بشار عواد، ڈاکٹر احسان عباس، صلاح الدین منجد، ابراہیم الابیاری، ڈاکٹر غازی عنایۃ، ڈاکٹر شوقی ضیف، ڈاکٹر احمد شلبی اور عبدالفتاح ابوغدہ اور برصغیر پاک وہند سے محقق عظیم علامہ عبدالعزیز میمن، ڈاکٹر محمد حمید اللہ اور ڈاکٹر پیر محمد حسن جیسے مؤقر نام مثال کے طور پر پیش کیے جا سکتے ہیں۔ لہٰذا ہم پر واجب ہے کہ اپنی نئی نسل کو اپنے علمی ورثے کے احیاء کی طرف متوجہ کریں، کیونکہ

یہ اسلامی علمی میراث اکناف عالم میں مختلف لائبریریوں، عجائب گھروں، ذاتی کتب خانوں اور درس گاہوں میں لاکھوں کی تعداد میں منتشر ہے۔ ابھی تک اس کا عشر عشیر بھی تحقیق وتدوین سے آراستہ ہوکر سہل الاستعمال ایڈیشنوں کی شکل میں منظر عام پر نہیں آیا۔ اس میراث سے وابستگی ہی نئی نسل کے علمی معیار کو بلند کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے، اور انہیں حقیقی، اسلامی، علمی زندگی سے آشنا کرسکتی ہے۔

مقدمہ تدوین کن امور پر مشتمل ہونا چاہئے؟:

محقق کو چاہیے کہ پہلے چار سے پانچ صفحات کا ایک چھوٹا سا مقدمہ لکھے۔ جس میں اس مخطوطہ کو تدوین کے لئے منتخب کرنے کے اسباب کا تفصیلی ذکر کرے۔ پھر مخطوطہ کا مفصل تجزیاتی وتنقیدی مطالعہ پچاس سے 100 صفحات پر تحریر کرے۔ اور اس میں مندرجہ ذیل امور کا تحقیقی جائزہ لے:

مخطوطہ کے مولف کا تعارف، مخطوطہ کی علمی قدر و قیمت و اہمیت، سبب تالیف، مخطوطہ کا موضوع، مولف کی دیگر تالیفات، منہج تحقیق، قلمی نسخوں کی تفصیل، قلمی نسخوں کے نمونے وغیرہ۔ اب ہم ان امور پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہیں:

1۔ مقدمہ (چار سے پانچ صفحات):

اس میں محقق پانچ امور کا ذکر کرتا ہے:

1۔ مخطوطہ کو انتخاب کرنے کے اسباب۔

2۔ مخطوطہ کی اہمیت (اختصار کے ساتھ)۔

3۔ مخطوطہ کا موضوع (اختصار کے ساتھ)۔

4۔ تحقیق وتدوین کے دوران استعمال کئے جانے والے مصادر و مراجع کا مختصر جائزہ۔

5۔ اظہار تشکر و امتنان۔

2۔ مطالعہ: (50 سے 100 صفحات):

اس میں محقق درج ذیل امور تفصیل کے ساتھ ذکر کرتا ہے:

(أ) مولف مخطوطہ کے حالات زندگی

(ب) مخطوطہ کی اہمیت

(ج) مخطوطہ کے موضوع کا تعارف

(د) قلمی نسخوں کا تعارف و وصف اور ان کے نمونے

(ھ) تحقیق وتدوین کا منہج

(الف) مولف مخطوطہ کے حالات زندگی:

اس میں محقق مولف کے تفصیلی حالات کتب تراجم، تذکروں اور کتب طبقات کے بنیادی مصادر سے پیش کرتا ہے، اور ان احوال میں مندرجہ ذیل امور کا تذکرہ کرتا ہے:

1۔ مولف کے زمانے کے سیاسی، علمی، ادبی، معاشرتی اور ثقافتی حالات

2۔ مولف کا نام ونسب

3۔ ولادت اور زمانہ

4۔ خاندان

5۔ پرورش اور تعلیم

6۔ اساتذہ و شیوخ کا اجمالی تعارف اور بالخصوص وہ جن سے زیادہ متاثر ہے۔

7۔ ملازمتیں، عہدے اور مناصب

8۔ خاص نظریات وعقائد

9۔ شاگرد

10۔ تالیفات

11۔ اس کے بارے میں علماء کے اقوال

12۔ وفات

محقق ان تمام چیزوں کو درجہ بدرجہ ذکر کرے، اور ان تمام مصادر و مراجع کا حاشیہ میں حوالہ دے، جن سے ان معلومات کے حصول میں استفادہ کیا ہو۔

(ب) مخطوطہ کی اہمیت:

اس میں مندرجہ ذیل امور ذکر کئے جاتے ہیں:

1۔ مخطوطہ کی مولف کی طرف نسبت کی توثیق

2۔ مخطوطہ کے نام کی توثیق

3۔ مؤلف کے نام کی تحقیق

4۔ مخطوطہ کے امتیازی خصائص وتفردات کا تعارف

5۔ مخطوطہ کی تالیف کا منہج اور مولف کا اسلوب

6۔اس فن میں لکھی گئی دوسری کتابوں میں مخطوطہ کا مقام

7۔مخطوطہ کے مصادر

8۔بعد میں آنے والے لوگوں کا اس مخطوطہ سے استفادہ اور اس پر اعتماد

9۔مخطوطہ کی شروحات، تلخیصات یا منظومات وغیرہ

(ج) مخطوطہ کے موضوع کا تعارف:

جیسے علم تفسیر، علم حدیث، اصول فقہ، فروع فقہیہ، علم بلاغت، علم نحو وغیرہ علوم میں سے کونسا علم اس مخطوطہ کا موضوع ہے؟ مخطوطہ کے موضوع کا تعارف کرواتے ہوئے مندرجہ ذیل باتوں کو اختصار کے ساتھ ذکر کیا جائے گا:

1۔موضوع کی لغوی واصطلاحی تعریف اور غرض وغایت

2۔اس فن کا آغاز اور اس کا موجد اول

3۔اس فن کا ارتقاء (مولف سے پہلے)

4۔اس فن میں لکھی گئی مشہور کتابیں اور مولفین (مولف سے پہلے)

5۔اس فن میں مولف کا مقام وکردار

6۔مولف کے بعد سے لے کر اب تک اس فن کا ارتقاء

(د) قلمی نسخوں کا تعارف ووصف اور ان کے نمونے:

اس میں محقق مخطوطہ کے ان تمام نسخوں کا ذکر کرے گا جو اسے دستیاب ہو سکے، اور ان کا بھی جن تک اس کی رسائی نہ ہو سکی، لیکن فہارس میں ان کا ذکر موجود ہے۔ وہ ان تمام نسخوں کے بارے میں مکمل معلومات، ان کے نمبر، ان کی موجودگی کے مقامات، ان کی قدر وقیمت، ان میں سے اصلی اور قدیم ترین نسخے (نسخۂ ام) کا تعین، اور پھر فرعی نسخوں کا تعارف درج کرے۔ وہ ایک ایک کر کے تمام نسخوں کے بارے میں مندرجہ ذیل معلومات تحریر کرے گا:

1۔وہ لائبریری جہاں یہ نسخہ موجود ہے۔

2۔لائبریری میں مخطوطہ کا نمبر اور اندراج۔

3۔اس کے اوراق کی تعداد۔

4۔اس کا مسطر یعنی ہر صفحے پر سطروں کی تعداد۔

5۔اس کا حجم یعنی طول وعرض۔

6۔اس کا اول وآخر یعنی ابتدائی کلمات اور آخری کلمات۔

7۔اس کی حالت اور وصف یعنی وہ کامل ہے یا ناقص، یا اسے پانی کا نقصان پہنچا ہوا ہے۔ کہیں صفحات واوراق کی تقدیم وتاخیر ہے یا کچھ اوراق ساقط وناقص ہیں۔ روشنائی صرف ایک رنگ کی ہے یا زیادہ رنگ استعمال کئے گئے ہیں یا اسے دیمک اور کیڑا وغیرہ لگا ہوا ہے۔

8۔اس کا رسم الخط۔

9۔کاتب کا نام۔

10۔کتابت کی تاریخ۔

11۔قرأت اور سماعات کا بیان اور اس پر علمائے کرام کے دستخط وغیرہ۔

12۔صفحہ عنوان (Title Page) اور پہلے اور آخری صفحے کی فوٹو کاپی لگانا۔ خاص طور پر وہ صفحات جن پر کاتب کا نام اور تاریخ کتابت وغیرہ درج ہو۔

(ح) تحقیق وتدوین کا منہج:

تنقیدی مطالعہ کے آخر میں محقق مخطوطہ کی تدوین کے لئے اختیار کیا گیا منہج بیان کرے گا، جو مندرجہ ذیل امور پر مشتمل ہونا چاہیے:

1۔سب سے پہلے مخطوطہ کی نص (Text) کو نسخۂ ام (نسخہ اصل) سے اپنے پاس نقل کرنا، پھر دیگر تمام نسخوں کا اس کے ساتھ موازنہ ومقارنہ کرنا، اس موازنہ کا طریقہ کار کیا تھا، کیا اصل کو حرف بحرف باقی نسخوں کے ساتھ تقابل کیا گیا ہے؟ پھر اصل اور فرعی نسخوں کے درمیان وارد ہونے والے اختلافات اور فروقات کو حاشیے میں نقل کرنا۔ متن کی تصویب وتصحیح کے طریقۂ کار کو واضح کیا جائے گا کہ کیا تمام نسخوں سے صحیح ترین کا انتخاب کر کے متن کو ترتیب دیا گیا ہے، اور اغلاط واخطاء کو حاشیے میں بیان کیا گیا، یا کوئی اور طریقہ اختیار کیا گیا ہے؟ اگر متن کی تصحیح کے لئے اس موضوع پر دیگر کتابوں سے موازنہ کیا گیا ہے تو اس کی بھی وضاحت کی جائے گی۔

2۔جن الفاظ وکلمات کا پڑھنا مشکل تھا ان کے تلفظ (Pronunciation) کے لئے کیا طریقہ اپنایا گیا ہے؟ الفاظ کی تشکیل یعنی ان پر حرکات لگائی گئی تھیں یا الفاظ کے ساتھ انہیں

ضبط کیا گیا ہے؟۔

3۔ متن کی وضاحت کے لئے علامات ترقیم (Punctuation Signs) اور رموز اوقاف کا استعمال۔ موجودہ دور کے مطابق املاء اور رسم الخط کا استعمال۔ آیات، احادیث اور اقوال کو نمایاں کرنے کے لئے مختلف اقواس (Braces) اور واوین (Inverted Comas) وغیرہ کے استعمال کی وضاحت۔

4۔ مخطوطہ کی نص (Text) کو فقرات (Paragraphs) ابواب، فصول اور مباحث میں تقسیم کرنا۔

5۔ حاشیہ میں متن کے بارے میں درج کی جانے والی تعلیقات (Commentaries) آیات، احادیث، امثال، اشعار، اقوال، اور حکمت و دانائی (Proverbs) کی باتیں وغیرہ کی تخریج کا طریقہ کار، اعلام وشخصیات، اماکن و بلدان، مخطوطہ کے مصادر و مراجع، مخطوطہ میں وارد ہونے والی اصطلاحات کی تعریف، مولف مخطوطہ کی آراء پر بحث وتبصرہ، مخطوطہ میں آنے والے اقتباسات (Quotations) اور علماء کی آراء کا جائزہ، نیز مخطوطے میں وارد ہونے والی تمام معلومات کی توثیق، تخریج اور ان کے لیئے دلائل و براہین اور تائیدات جمع کرنے کا طریقہ کار وغیرہ۔

6۔ عام اور خاص فنی فہارس اور اشاریہ جات جنہیں مخطوطہ کی تفہیم اور اس سے استفادہ کی آسانی کے لئے تیار کیا گیا ہو، کا تعارف درج کیا جائے۔

3۔ خاتمہ تحقیق (خلاصہ، نتائج، حاصلات، تجاویز وسفارشات):

(Summary , Findings, Suggestions and Recommendation)

اس میں محقق مخطوطہ پر صرف کی گئی طویل محنت کا خلاصہ بیان کرنے کے بعد اپنی تحقیق کے نتائج کا ذکر کرتا ہے۔ پھر وہ بتاتا ہے کہ اس تحقیق سے لوگوں کو کیا فائدہ حاصل ہوگا۔ اس تحقیق کی خصوصیات اور تفردات کیا ہیں؟ دیگر تحقیقات میں اس کا مقام کیا ہے، اور آنے والے محققین کے لئے اس تحقیق سے کیا رہنمائی مل سکتی ہے؟ یہ خاتمہ تحقیق ایک یا دو صفحات پر مشتمل ہونا چاہیے:

4۔ فہارس اور اشاریہ جات (Analytical Indexes):

موجودہ دور میں فہارس، علمی مقالات (Theses) اور تدوین کئے گئے مخطوطات

(Edited Manuscripts) کے لئے اہم ضرورت بن چکی ہیں۔ مقالے اور مخطوطہ کے مضامین تک رسائی کے لئے یہ چابی (Key) کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ محققین کو انتہائی آسانی اور سہولت کے ساتھ معلومات تک رسائی بہم پہنچاتی ہیں۔ ان فہارس میں جس قدر تنوع ہوگا، اس قدر قاری کے لئے ان سے استفادہ بہتر ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ مستشرقین اور ان کے منہج پر چلنے والے مسلمان محققین نے ہر کتاب کے مزاج کے مطابق اس کی فہارس اور اشاریہ جات تیار کرنے پر بہت محنت کی ہے۔ یہ فہارس عام طور پر کتاب کے آخر پر دی جاتی ہیں۔ بعض محققین نے امہات الکتب (Basic Original Books) اور انسائیکلوپیڈیاز کے قیمتی خزانوں سے استفادے کے لئے فہارس کی الگ جلدیں تیار کی ہیں۔

جس کی ایک مثال محمد قندیل باقلی کی وہ فہارس ہیں جو انہوں نے علامہ قلقشندی کے عظیم ادبی شاہکار "صبح الاعشی فی صناعۃ الانشاء" کے بارے میں تیار کی ہیں۔ فہارس سازی کا آسان اور مرحلہ وار طریقہ درج ذیل ہے:

1۔ کتاب میں موجود تمام اصناف ومعلومات کو الگ نکالا جائے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ آیات قرآنی، احادیث نبوی، اعلام، قبائل، بلدان، اشعار، امثال، اصطلاحات اور اس قسم کی دیگر چیزوں پر خاص علامات لگادی جائیں۔

2۔ ہر فہرست کے لئے تعداد معلومات کے مطابق کارڈز (Cards) یا عام صفحات مختص کئے جائیں۔ مثال کے طور پر ایک کارڈ پر صرف ایک آیت اور اس کا حوالہ یعنی سورۃ کا نام اور آیت نمبر اور پھر مقالے کا صفحہ نمبر درج کیا جائے۔ علی ہذا القیاس تمام آیات کو کارڈز پر اتارلیا جائے۔ اسی طرح دیگر معلومات یعنی احادیث، اعلام، قبائل، بلدان، وغیرہ کو بھی کارڈز پر اتارا جائے۔

3۔ فہارس تیار کرنے کے لئے جدید لغات (Dictionaries) کی طرز پر ہجائی (Alphabetically) ترتیب اختیار کی جائے۔ ہجائی ترتیب دیتے وقت محققین کے تیار کردہ قواعد کے مطابق مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھا جائے:

(1) اعلام کو ترتیب دیتے وقت مندرجہ ذیل الفاظ وحروف کو ترتیب میں شمار نہ کیا جائے صرف تحریر میں درج کیا جائے : ابن ۔ ابو۔ ام۔ بنت۔ ال۔ امام۔ الدکتور۔ شیخ۔ استاذ۔ علامہ اور (the,an,a) وغیرہ۔

(2) آیات قرآنی اگر تعداد میں کم ہوں تو ان کو مذکورہ طریقے سے ہجائی ترتیب دے کر فہرست بنائی جائے۔لیکن اگر وہ تعداد میں زیادہ ہوں تو سورتوں کی ترتیب کے لحاظ سے آیات کو تقسیم کیا جائے مثلاً: سب سے پہلے سورۃ فاتحہ کی آیت پھر سورۃ بقرۃ اور پھر آیات کی نمبرنگ (Numbering) کے لحاظ سے باہمی ترتیب کا خیال رکھا جائے۔ فہارس تیار کرتے وقت بڑی توجہ اور احتیاط چاہیے تا کہ کوئی چیز چھوٹ نہ جائے اور نہ کوئی عبارت غلط جگہ پر آجائے۔

(3) اشعار کی فہرست تیار کرتے وقت انہیں قوافی کے مطابق درج کیا جائے، اور پھر ہر قافیہ کو چار اقسام کے مطابق ترتیب دیا جائے: پہلے ساکنہ پھر مفتوحہ پھر مضمومہ پھر مکسورہ۔اشعار کے آخر میں آنے والی (الھاء) کو مندرجہ بالا اقسام میں سے ہر قسم کے آخر میں اسی طریقے سے درج کیا جائے گا۔ نیز شعروں کے اجزاء کے لئے الگ فہرست بنائی جائے گی۔

(4) کتاب کی ایک عمومی فہرست (General Index) بھی تیار کی جائے، جسے عام طور پر فہرست موضوعات یا فہرست مضامین بھی کہا جاتا ہے۔اس فہرست کو کتاب کے شروع میں بھی لگا سکتے ہیں اور آخر پر بھی۔لیکن اس وقت عرب محققین علمی مقالات میں اس فہرست کو سب سے آخر پر درج کرتے ہیں۔

(5) مندرجہ بالا مختلف فہارس کو کتاب میں ان کی اہمیت کے پیش نظر ترتیب دیا جائے۔مثال کے طور پر اگر کتاب تراجم وسوانح اور تاریخ کی ہے تو فہارس میں شخصیات کی فہرست کو باقی پر مقدم کیا جائے۔اگر کتاب کا موضوع قبائل ہے تو قبائل کی فہرست اور اگر کتاب کا موضوع امثال ہے تو امثال کی فہرست کو باقی پر مقدم درج کیا جائے۔البتہ آیات قرآنی اور احادیث نبوی کی فہرست کو ان کے عظیم مرتبہ کی بنا پر تمام فہارس پر مقدم کیا جائے۔

کسی بھی مخطوط کو تدوین کے بعد عام طور پر مندرجہ ذیل فہارس کی ضرورت ہوتی ہے:

(الف) آیات اور اَحادیث کی فہرست:

اگر مخطوطہ میں قرآنی آیات اور احادیث نبوی کی نصوص شامل ہوں تو محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ آیات اور احادیث کی الگ الگ فہرست تیار کرے۔آیات اور احادیث کے پہلے حرف کو بنیاد بناتے ہوئے انہیں حروف تہجی کی ترتیب پر فہرست میں درج کرے یا آیات کی تعداد زیادہ ہونے کی صورت میں سورتوں کے ناموں کے اعتبار سے بھی ترتیب دے سکتا ہے۔

(ب) موضوعات اور اصطلاحات کی فہرست:

یہ سب سے اہم فہرست ہے، کیونکہ کسی کتاب کی اشاعت اسوقت تک درست نہیں، جب تک کہ اس کے موضوعات ومضامین کی کوئی فہرست تیار نہ کی گئی ہو۔اس قسم کی فہرست تیار کرنے کے لئے محقق کو چھوٹے چھوٹے کارڈز (7x15 سم) یا کوئی بھی دستیاب کاغذ استعمال کرنا چاہیے، جہاں تک فہرست اصطلاحات کی تیاری کا تعلق ہے تو اس ضمن میں سب سے پہلے اس بات کا تیقن کرے گا کہ کون سی اصطلاح کو فہرست میں شمار کرنا ہے یعنی کسی چیز پر اصطلاح کی تعریف صادق آتی ہے اور کس چیز پر نہیں۔ پھر ایک کارڈ پر صرف ایک اصطلاح کو لکھے، اور اسکا صفحہ نمبر درج کرے۔اور اس طریقے سے تمام اصطلاحات کو کارڈ پر اتار دے۔پھر ان تمام کارڈز کو جمع کرے، اور ہجائی ترتیب کے مطابق ان اصطلاحات کو ترتیب دے، اور کتاب کے آخر میں اس فہرست کو فہرست اصطلاحات یا اشاریہ اصطلاحات کے عنوان سے درج کرے۔

(ج) فہرست اَعلام:

اس فہرست میں ان شخصیات کے ناموں کا ذکر کیا جائے گا جو مخطوطہ کی نص اور متن میں مذکور ہوئے ہیں۔ان کی ترتیب ان کے مشہور نام کے اعتبار سے لگائی جائے، خواہ وہ لقب، کنیت، نسب، یا شہر، ملک، مذہب، قبیلہ کی طرف نسبت ہو۔کسی شخصیت کے مشہور نام کا تعین کرنے کے لئے علامہ خیر الدین زرکلی کی کتاب ''الأعـلام'' کو بطور نمونہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔اس فہرست کو بھی ہجائی ترتیب کے مطابق تیار کیا جائے، اور موجودہ دور کے عرب محققین کے مطابق ابن، ابو، ام، بنت، ال، علامہ، شیخ، الدکتور، وغیرہ کو ترتیب میں شمار نہ کیا جائے۔

(د) فہرست اماکن:

مخطوطہ میں آنے والے شہروں، ملکوں، پہاڑوں، دریاؤں، سمندروں، مقامات اور علاقوں کو حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب دے کر اس فہرست میں درج کیا جائے، اور ناموں سے پہلے ''ال'' کو شمار نہ کیا جائے۔

محقق اپنے مقالے کے مزاج کو مدنظر رکھتے ہوئے اسی کے مطابق فہارس تیار کرتا ہے۔لیکن اس بات کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ ان فہارس کا مقصد یہ ہے کہ قاری کو آسانی، سہولت اور تیزی کے ساتھ مقصود تک پہنچایا جائے، اور اس کے وقت اور محنت کو بچایا جائے۔

مذکورہ بالا فہارس کے علاوہ مختلف کتابوں کی معلومات کے مطابق فہرست اقوام وملل، مخطوطہ میں مذکور کتابوں کی فہرست، فنی اصطلاحات کی فہرست، لغوی مفردات کی فہرست، اہم واقعات کی فہرست، اہم تاریخوں کی فہرست، حیوانات کی فہرست اور نباتات کی فہرست وغیرہ تیار کی جاسکتی ہے۔

اس بارے میں ارباب تحقیق و تدوین کا اختلاف ہے کہ حواشی و ہوامش کے مضامین و معلومات کو مخطوطہ کی فہارس میں شامل کیا جائے گا یا نہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ انہیں شامل نہیں کیا جائے گا جبکہ دیگر کچھ محققین کی رائے یہ ہے کہ چونکہ متن کے ساتھ ان کا اتصال وربط ہوتا ہے اس لئے انہیں بھی فہارس میں درج کرنا چاہیے۔ جب کہ کچھ محققین یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کی فہارس تیار کی جائیں لیکن ان فہرستوں کو متن کی فہارس سے جدا رکھنا چاہیے۔ ہماری رائے میں بہتر یہ ہے کہ صرف متن میں وارد ہونے والی معلومات پر مبنی تفصیلی و تجزیاتی فہارس تیار کی جائیں۔ جب کسی مخطوطہ کی جلدیں زیادہ ہوں تو ہر جلد کی الگ الگ فہارس بھی بنائی جاسکتی ہیں، اور آخر میں پوری کتاب کی اکٹھی فہرستیں بھی تیار کی جاسکتی ہیں۔ واضح رہے کہ مذکورہ بالا تمام فہارس میں أعلام و أماكن اور معلومات و موضوعات کے سامنے مقالہ کا صفحہ نمبر لازمی طور پر درج کیا جائے۔

حواشی باب ثانی

1- عناية، غازى(الدكتور). اعداد البحث العلمي: ليسانس، ماجيستر، دكتوراة. (الاسكندرية: مؤسسة شباب الجامعة، 1980م). ص 103.

2- فوده، حليمى محمد (الدكتور) و عبدالله، عبدالرحمن صالح(الدكتور). المرشد في كتابة الابحاث. (ط-٦، جدة: دار الشروق، 1992م). ص 65.

3- الخطيب، محمد عجاج (الدكتور). لمحات في المكتبة والبحث والمصادر. (بيروت: مؤسسة الرسالة، 1986م). ص 30.

4- نفس المرجع، ص 32.

5- فوده، حليمى محمد(الدكتور) وعبدالله، عبدالرحمن صالح(الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص 63.

6- عناية غازى (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص 104.

7- الخطيب، محمد عجاج (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص 46.

8- نفس المصدر، ص ص 47-64.

9- عناية غازى (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص 46.

10- برجستراسر، أصول نقد النصوص ونشر الكتب. (الرياض: دار المريخ، 1982م). ص 14.

وهارون، عبدالسلام محمد. تحقيق النصوص ونشرها. (ط-٢، القاهرة: مؤسسة الحلبى و شركاه، 1965م). ص 38.

11- فوده، حليمى محمد (الدكتور) و عبدالله، عبدالرحمن صالح(الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص 81.

12- نغش، محمد (الدكتور). كيف تكتب بحثا أو تحقق نصاً. (ط-1، القاهرة: مطبعة الحلبي، 1980م). ص 18.

13- فوده، حليمى محمد (الدكتور) و عبدالله، عبدالرحمن صالح(الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص 85.

14- نغش ، محمد (الدكتور) . مرجع سبق ذكره ، ص38.

15- هارون، عبدالسلام محمد. مرجع سبق ذكره ، ص 48.

16- نفس المصدر ، ص 48.

17- ضيف، شوقي (الدكتور). البحث والادبي: طبيعته ، مناهجه ، اصوله ، مصادره. (ط ـ٧ القاهرة: دارالمعارف ، 1986م). ص196.

18- نفس المصدر ، ص 199.

19- نغش ، محمد (الدكتور). مرجع سبق ذكره ، ص44.

20- حمودي ، نوري (الدكتور) والعاني، سامي مكي (الدكتور). منهج تحقيق النصوص و نشرها. (بغداد : جامعة بغداد ، 1985م). ص 89.

21- ضيف، شوقي (الدكتور). مرجع سبق ذكره ، ص202.

22- ابن حجر العسقلاني ، شهاب الدين ، أبو الفضل ، أحمد بن علي المتوفى ٨٥٢هـ . شرح نخبة الفكر في مصطلح أهل الاثر. (ط ـ٣. دمشق : مكتبة الغزالي ،1992م). ص32.

ملحقات وضمیمہ جات

Appendixes

1۔مقالہ کی جانچ پڑتال کانمونہ

2۔رسم الخط،رموزاوقاف اوراختصارات

3۔تحریروکتابت کے بنیادی قواعد

4۔اسلامی اورادبی مصادر

5۔ایم فل اور پی ایچ ڈی کے خاکہ جات (Synopsis) کے نمونے

ملحق (1):

مقالہ کی جانچ پڑتال کا نمونہ

Check List For Thesis Evaluation

محقق اپنا مقالہ مکمل کرنے کے بعد نگران استاذ (Supervisor) کو پیش کرتا ہے اور وہ مندرجہ ذیل قواعد کی بنیاد پر مقالہ کا مطالعہ کرتا ہے اور اس کا جائزہ لیتا ہے۔ محقق کو اپنا تحقیقی مقالہ استاذ کو پیش کرنے سے پہلے ان اصولوں کو سامنے رکھ کر خود ہی اپنی تحقیق کا جائزہ لینا چاہیے تا کہ بیرونی ممتحنین (External Examiners) جب اس مقالہ کی جانچ پڑتال کریں تو بہتر رپورٹ ارسال کریں۔

1۔ تحقیقی مقالے کی طباعت:

مقالہ کی ظاہری شکل وصورت اور صفحہ عنوان (سرورق):

1۔ کیا خارجی ٹائٹل (External Cover) مجلد ہے؟

2۔ کیا ٹائٹل پر درج معلومات مندرجہ ذیل طریقہ سے مکمل طور پر موجود ہیں؟

أ)۔ مقالہ کا عنوان۔

ب)۔ درجہ علمیہ (ایم۔اے، ایم فل، پی ایچ ڈی)۔

ج)۔ محقق کا نام۔

د) یونیورسٹی کا مونوگرام۔

ھ)۔ نگران استاذ کا نام، عہدہ وغیرہ۔

و)۔ شعبہ عربی زبان وادب/ادارہ اسلامیات۔ (شعبہ یا ادارہ کا نام)

ز)۔ پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان۔ (یونیورسٹی کا نام)

سال __________ء __________ بمطابق __________ھ

3۔ کیا خارجی ٹائٹل (External Title) کے پشتہ پر بھی معلومات دی گئی ہیں؟

4۔کیا پشتہ پر معلومات درج ذیل ترتیب پر موجود ہیں؟

أ)۔محقق کا نام۔

ب)۔مقالہ کا عنوان۔

ج)۔تعلیمی سیشن/سال۔

د)۔سال ________ء ________ بمطابق ________ھ

5۔کیا اندرونی ٹائٹل موجود ہے؟ اور کیا اس پر موجود معلومات خارجی ٹائٹل کے مطابق ہیں؟

6۔کیا محقق نے اپنی تحقیق کو "بسملہ وحمد وثناء اور صلاۃ وسلام" سے شروع کیا ہے؟

(ب) فہارس:

1۔کیا فہرست مضامین موجود ہے؟

2۔کیا دوسری فنی فہارس (Analytical Indexes) بھی موجود ہیں؟

3۔کیا فہارس کو منظم صورت میں پیش کیا گیا ہے؟

4۔کیا فہرست مضامین مقالہ کے شروع میں یا آخر میں لگائی گئی ہے؟

(ج) تحریر کا علمی انداز:

1۔کیا محقق نے کتابت کے علمی انداز کے اصولوں کی پابندی کی ہے؟

2۔فصول اور ابواب کے عنوان لکھے گئے ہیں؟

3۔کیا بڑے عنوانات عمدہ انداز میں اور متن سے ممتاز کر کے لکھے گئے ہیں؟

4۔کیا ذیلی عنوانات کو بھی عمدہ انداز میں ترتیب دیا گیا ہے؟

(د) مقالہ کی زبان:

1۔کیا مقالہ میں لغوی غلطیاں موجود ہیں؟

2۔کیا مقالہ میں املاء کی اغلاط موجود ہیں؟

3۔کیا محقق نے غیر عربی اور معرب الفاظ اور اصطلاحات کو بغیر بریکٹس کے لکھا ہے؟

2۔ مقالے کا مقدمہ:

(أ) مقاصد تحقیق:

1۔کیا محقق نے تحقیق کے مقاصد کو بیان کیا ہے؟

2۔کیا تحقیق کا بیان کردہ مقصد واقعی قابل ذکر اور درست ہے؟

(ب) تحقیق کا منہج اور اساس:

1۔کیا محقق نے اس اساس اور منہج کا ذکر کیا ہے جسے اس نے دوران تحقیق اختیار کیا؟

2۔کیا مقالے کی تنظیم عمدہ اور درست انداز میں کی گئی ہے؟

3۔کیا اس نے مناہج واساسیات تحقیق کو منطقی انداز میں پیش کیا ہے؟

(ج) تحقیق کی مشکلات:

1۔کیا محقق نے دوران تحقیق پیش آنے والی مشکلات کا ذکر کیا ہے؟

2۔کیا مشکلات کا ذکر، منطقی، اور مثبت انداز میں پیش کیا گیا ہے؟

3۔ مقالے کا متن:

(أ) تحقیق کی منہجیت (Methodology)

1۔کیا محقق نے اس منہج تحقیق کا التزام کیا ہے، جس کا اس نے مقدمہ میں ذکر کیا؟

2۔کیا تحقیق کو منہجیت کے ساتھ پورا کیا گیا ہے؟

3۔کیا موضوع کی تحقیق میں کاملیت کا عنصر موجود ہے؟

4۔کیا تحقیق میں ترابط کا عنصر موجود ہے؟

5۔اگر تحقیق کو نقشہ جات، گرافکس اور تصویروں اور ضمیمہ جات (Appendixes) کی ضرورت تھی، تو کیا انہیں مقالے میں پیش کیا گیا ہے؟

(ب) مقالہ کی کاملیت:

1۔کیا مقالہ مکمل معلومات پر مشتمل ہے؟

2۔کیا محقق نے تمام عناصر اور تحقیق سے متعلقہ ضروری معلومات کی تکمیل کی ہے؟

(ج) عناصر مقالہ کا تسلسل اور ترابط:

1۔ کیا عناصر مقالہ (ابواب وفصول) کی کتابت منطقی اور منظم تسلسل کے موافق ہے؟

2۔ کیا ہر عنصر (باب وفصل) کا اپنے ماقبل سے ربط موجود ہے؟

(د) معلومات کی توثیق (حوالہ جات):

1۔ کیا محقق نے تحقیق سے متعلقہ لازمی مراجع کو استعمال کیا ہے؟

2۔ کیا محقق نے مراجع کو عمدہ اور درست انداز میں استعمال کیا ہے؟

3۔ کیا محقق نے نادر مراجع کو بھی استعمال کیا ہے؟

4۔ کیا مرجع سے اقتباس کرنے کا طریقہ درست ہے؟

5۔ کیا اقتباس کو دلیل بنانے کی ضرورت تھی؟

6۔ کیا محقق نے اقتباس کا موضوع کے ساتھ درست ربط جوڑا ہے؟

7۔ کیا محقق نے اقتباس کردہ معلومات پر حاشیہ آرائی کی ہے؟

8۔ کیا حاشیے عمدہ انداز میں لکھے گئے ہیں؟

9۔ کیا محقق نے ہر اقتباس کا ایک افتتاحیہ وتمہید (Intro) لکھا ہے؟ اور کیا محقق نے نقل کرنے کے بعد اس پر تعلیق (Comments) لکھی اور اس سے استنتاج واستخراج کیا؟

10۔ کیا محقق نے اپنے مقالہ میں کچھ ایسے اقتباسات بھی نقل کئے ہیں جن کو اقتباس درج کرنے کے طریقے کے مطابق نقل نہ کیا ہو اور نہ ہی اپنے حاشیہ میں ان کا حوالہ دیا ہو؟

4۔ خاتمہ تحقیق:

(أ) خلاصہ:

1۔ کیا محقق نے مقالہ کا خلاصہ تیار کیا ہے؟

2۔ کیا خلاصہ عمدہ اور درست انداز میں تیار کیا گیا ہے؟

(ب) نتائج وحاصلات:

1۔ کیا محقق نتائج تک پہنچا ہے؟

2۔ کیا یہ نتائج منطقی اور درست ہیں؟

3۔ کیا مدون کردہ نتائج کافی ہیں؟

4۔ کیا نتائج کی روشنی میں تجاویز وسفارشات تیار کی گئی ہیں؟

(ج) فہرست مصادر ومراجع:

1۔ کیا محقق نے مصادر ومراجع کی فہرست تیار کی ہے؟

2۔ کیا فہرست کو درست انداز اور ابجدی ترتیب سے پیش کیا گیا ہے؟

3۔ کیا فہرست کو عربی، غیر عربی اور مجلات کی طرف تقسیم کیا گیا ہے؟

4۔ کیا محقق نے فہرست میں ایسے مراجع کا ذکر کیا ہے جو حاشیہ میں مذکور نہ تھے؟

5۔ کیا حواشی میں حوالہ درج کرنے کا طریقہ اور فہرست مصادر ومراجع کے تیار کرنے کا طریقہ ایک ہی ہے؟ یعنی کیا دونوں میں اسماء مولفین کا اعتبار کیا گیا ہے؟

نوٹ:

ایم۔اے، ایم فل اور بعض یونیورسٹیوں میں پی ایچ ڈی کے مقالہ کے نمبر بھی لگائے جاتے ہیں۔ عام طور پر ایم اے کا مقالہ 100 نمبر اور ایم فل کا مقالہ 200 نمبر کا ہوتا ہے۔ اگر مقالہ 100 نمبر کا ہو تو اس کی Evaluation کرتے وقت اور زبانی امتحان (Viva Voce) کے لئے نمبروں کی تقسیم درج ذیل طریقہ سے کی جاسکتی ہے:

1۔ مقالہ کا مواد ومندرجات۔ (Contents of Thesis) — Marks 15

2۔ منہج واسلوب تحقیق۔ (Methodology adopted) — Marks 15

3۔ حوالہ جات/ موضوع کا تاریخی جائزہ — Marks 15
(References cited/ Review of Literature)

4۔ زبان ومواد کی ثقاہت — Marks 15
(The Language and authenticity of the contents)

5۔ تحقیق کے مقاصد واہداف کا حصول Marks 15

(Whether the candidate has achieved the objectives in his/her thesis)

6۔ زبانی امتحان۔ (Viva Voce/Public Defence) Marks 25

ملحق (2):

رسم الخط، رموز اوقاف اور اختصارات

عربی رسم الخط:

رسم الخط سے متعلق ہماری اس تحریر کے دو پہلو ہیں:

۱۔ رسم الخط کا انتخاب

۲۔ بعض عربی حروف کو لکھنے کے مخصوص قاعدے

1۔ رسم الخط کا انتخاب:

محقق کے لیے عربی زبان کے چھ بنیادی اور بڑے خطوط سے آگاہی ضروری ہے، وہ چھ خط یہ ہیں: ''ثلث، نسخ، فارسی، رقعہ، دیوانی، کوفی''۔

خط	نمونہ
ثلث	وقضى ربك ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحسانا
نسخ	إما يبلغن عندك الكبر أحدهما أو كلاهما فلا تقل لهما أف ولا تنهرهما
فارسی	وقل لهما قولا كريما . واخفض لهما جناح الذل من الرحمة
رقعہ	وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيرا . ربكم أعلم بما في نفوسكم
دیوانی	إن تكونوا صالحين فإنه كان للأوابين غفورا
کوفی	بسم الله الرحمن الرحيم

اسلام کے ابتدائی زمانے میں نقطوں سے خالی کوفی خط مروج تھا۔مصاحف قدیمہ اسی خط میں لکھے جاتے تھے۔اس کے بعد عربوں میں نقطوں کا رواج پڑا۔شروع میں تو حرکات فتحہ،ضمہ،کسرہ اور سکون کی علامات وجود میں آئیں، پھر علماء نے حروف کے درمیان امتیاز کے لئے نقطوں کو متعارف کروایا۔

اس وقت اہل عرب میں طلبہ کی تعلیم کے لئے ''خط رقعہ'' رائج ہے۔البتہ کتابوں اور تحقیقات کی تدوین کے لئے ''خط نسخ'' استعمال کیا جاتا ہے، کیونکہ یہ خط خوبصورت، واضح اور الجھنوں سے پاک ہے۔قرآن مجید کے نسخے بھی اسی خط میں لکھے جاتے ہیں۔خط ثلث کو کتابوں کے ٹائٹل لکھنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔باقی خطوط کو خوبصورتی، تنوع اور حسن ذوق کے اظہار کے لئے لکھا جاتا ہے۔

2۔ بعض حروف کو لکھنے کے مخصوص قواعد:

رسم الخط میں بعض حروف کو لکھنے کے مخصوص قاعدے ہیں جیسے ہمزہ، با نقطوں والے حروف، وصل و فصل، مد و قصر، زیادتی و کمی وغیرہ۔زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ عالم عرب میں کتابت کا فن پروان چڑھتا رہا اور بہت سے الفاظ کا رسم الخط اب وہ نہیں جو ماضی میں ہوا کرتا تھا۔اس کمی و زیادتی کے پیش نظر ہر زمانے کے اہل علم و دانش تحریر کے قواعد مقرر کرتے رہے ہیں۔

رموز و اوقاف و ترقیم:(Punctuation Signs)

رموز و اوقاف و ترقیم کو فن کتابت کا بنیادی جز شمار کیا جاتا ہے۔ان کے ذریعے تحریر کے مفاہیم و معانی کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔علمی تحقیق کی مضبوطی اور ادراک رموز و اوقاف کے ضبط کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتا۔درج ذیل سطور میں اوقاف و ترقیم کی کچھ رموز کے موقع و محل کو بیان کیا جا رہا ہے:

1۔ نقطہ(.)Full Stop:

نقطہ ایک مکمل جملے کے اختتام پر لگایا جاتا ہے جیسے:

جَمالُ الرجُلِ فَصَاحَةُ لِسانِهِ.

جُبِلَتِ القلوبُ علیٰ حُبِّ مَنْ أحْسَنَ إلَيْهَا.

2۔دو عمودی نقطے(:)Colon:

یہ نقطے مندرجہ ذیل جگہوں پر لکھے جاتے ہیں:

أ)۔ یہ لفظ قول کے مشتقات اور نقل کی جانے والی بات کے درمیان لگائے جاتے ہیں جیسے:

قال عمر بن الخطاب: "مَن سَلَكَ مَسالِكَ التُّهَمِ اتُّهِمَ"

ب) مجمل کے بعد اس کی تفصیل سے پہلے جیسے:

ثلاث" لا يُرْكَنُ إلَيْهَا :الدُّنيا، والسُّلطان، والمَرْأة

(ج) ایک چیز اور اس کی اقسام کے درمیان، جیسے:

الكلمةُ ثلاثةُ أقْسامٍ :اسم" و فعل" و حرف".

(د) تمثیل کے وقت مثالوں سے پہلے جیسے:

علاماتُ الترقيمِ كثيرة"، مثل: النقطةُ، الفاصلةُ وغيرُهُما.

(ھ) ہر اس لفظ کے بعد جس کی ہم تعریف کرنا چاہیں، جیسے:

الحجةُ: مايُرادُ بِهِ إثْبَاتُ أمْرٍ أو نَقْضُهُ.

3۔ فاصلہ(،)Comma:

فاصلہ کو مندرجہ ذیل جگہوں میں استعمال کیا جاتا ہے:

أ)۔منادی لفظ کے بعد جیسے: يَاسَارِيَةُ ،الْجَبَلَ.

ب)۔دو ایسے جملوں کے درمیان جن میں حرف عطف ہو، جیسے: اقرأ الدرسَ جيِّدًا ،ثُمَّ فَكِّرْ فيهِ جَيِّدًا.

ج)۔دو متضاد کلمات یا متضاد جملوں کے درمیان جیسے :أنْتَ ،لَا عبدالله ،مَنْ تَكَلَّمَ .

د)۔مختلف اماکن کے درمیان حروف عطف کی جگہ استعمال ہوتا ہے جیسے:

لاهور، كراتشي، بشاور، مِنْ أكْبَر مدن باكستان.

ھ)۔کسی چیز کی انواع یا اقسام کے درمیان، جیسے:

اقسام الكلمة :اسم ،فعل، وحرف.

و)۔قسم اور جواب قسم کے درمیان، جیسے: تالله ،لَأصَافِحَنَّكَ.

ز)۔جملہ شرط اور جملہ جواب کے درمیان جیسے: إنْ تَدرُسْ، تَنْجَحْ .

4۔ فاصلہ منقوطہ(؛)Semicolon:

ان دو جملوں کے درمیان آتا ہے جن میں ایک دوسرے کے لئے سبب واقع ہو جیسے:

إذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ ؛ فإنَّ الناسَ يذهبونَ إلى المَصَايِفِ.

5- علامت استفہام(؟)Interrogation Sign:

علامت استفہام اس جملے کے بعد آتی ہے جسے حرف استفہام سے شروع کیا گیا ہو جیسے:

هَلْ سَافَرتَ إلى إسلام آباد؟

6- علامت تعجب(!)Exclamation Sign:

أ)- اظہار تعجب کے لئے جیسے:ما أجملَ الربيعَ! - ما أنفعَ الكتابَ! - لله دَرُّكَ! (آپ نے کمال کر دیا)

ب)- کسی بات پر ابھارنے کے لئے جیسے:العملَ العملَ!

کسی بات سے ڈرانے کے لئے جیسے: إيَّاكَ والكَذِبَ!

دعا کے بعد جیسے: اللهم اغفر ذنوبنا!.

استغاثت وفریاد کے بعد جیسے:ياللناس للفقير!-واغوثاه! -يا معتصماه!.

خوشی کے بعد جیسے:يا فرحتاه! - يا بشرى، قد نجحت في الاختبار!.

غم کے بعد جیسے:واكبداه!، واأسفاه، مات فلان!.

ترجی اور امید کے بعد جیسے:لعل الله يرحمنا!.

7-علامت شرطہ(-)Dash:

علامت شرطہ عدد و معدود کے درمیان آتی ہے جب کہ سطر کے شروع میں ہوں جیسے:

-1

-2

-3

اولا-

ثانیا-

ثالثا-

8- دو شرطے(--)Double Dash:

ان دونوں کے درمیان جملہ معترضہ ذکر کیا جاتا ہے جیسے:

قال الشيخ للفتى _ وكان قد استشاره _ اصبر.

9- اقواس ( ) "" [ ] ﴿ ﴾:

أ)- چھوٹی قوسین ( ) (Parentheses) درج ذیل جگہوں پر استعمال کی جاتی ہے:

ان کے درمیان ایسا کلام ذکر کیا جاتا ہے جو اپنے سے پہلے کی تشریح یا کسی دوسری زبان میں ترجمہ بیان کرتا ہو، جیسے:الذهب الأسود (البترول) يكثر في جزيرة العرب.

انہیں مختصر دعائیہ جملے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسے:قال (رحمه الله) صلوا فرضكم.

ب) علامت تنصیص یا دو قوموں "" (Quotation Mark) کے درمیان ایسا کلام ذکر کیا جاتا ہے جو دوسروں کے کلام سے حرف بحرف منقول ہو جیسے:قال (ﷺ): "من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد".

بڑی قوسین [ ] میں کاتب کی طرف کئے جانے والے اس اضافے کو جگہ دی جاتی ہے جو اقتباس شدہ عبارت میں کرتا ہے جیسے:أصدرت جامعةُ الرياض [جامعة الملك سعود حالياً] قرارا مهما ينظم قبول الطلاب۔

پھول دار قوسین ﴿ ﴾ کے درمیان قرآنی آیات کو لکھا جاتا ہے، جیسے:﴿وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين﴾.

10- علامت حذف(...) Delete Sign:

علامت حذف درحقیقت تین افقی نقطے ہیں جنہیں محذوف کلام کی جگہ لکھا جاتا ہے جیسے:أركان الإسلام خمسة وهي:شهادة أن لا إله إلا الله، وأن محمدا رسول الله، وإقام الصلاة و...

11- علامت تابعیت(=)Follow up Sign:

علامت تابعیت سے مراد دو متوازی شرطے(Dashes) ہیں جنہیں حاشیہ کی عبارت مکمل نہ ہونے کی صورت میں صفحے کے آخر میں اور اسی طرح اگلے صفحے کے شروع میں لکھا جاتا ہے، ان کے ذریعے اس بات کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے کہ یہ حاشیہ پچھلے صفحہ کے حاشیہ کے تابع ہے۔(۱)

اختصارات(Abbreviations):

قدیم زمانے کے مصنفین، کاتبین اور قلمی کتابیں لکھنے والوں کا دستور یہ تھا کہ وہ اپنی عبارت

۱- عناية، غازي (الدكتور)، إعداد البحث العلمي: ليسانس، ماجستير، دكتوراه. (الاسكندرية: مؤسسة شباب الجامعة، ۱۹۸۰م). ص ۷۷،۷۸-

میں کثرت سے آنے والے الفاظ کے لئے اختصارات استعمال کیا کرتے تھے۔ محقق کے لئے ان سے آگاہی حاصل کرنا اور مخطوط کے محققہ نسخہ میں انہیں مکمل شکل میں تحریر کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ آپ کے سامنے حروف تہجی کی ترتیب پر بعض اختصارات ذکر کئے جارہے ہیں جو مخطوطات میں استعمال ہوتے ہیں:

الخ	الی آخره	خ ل	نسخة بدل
الظه	الظاهر	رح	رحمة الله علیه
المص	المصنف	رحه	رحمه الله
المقص	المقصود	رضیه/رض	رضی الله عنه
انا	اخبرنا	انبا	انبانا
س	سوال	اه	انتهی
س	سطر	تع	تعالی
ش	شرح	ثنا	حدثنا
ص	صفحه	ج	جواب
ص	اصل	ج	جزء
صح	صحیح	ج	جمع
ح	حینئذ	ص	ﷺ
صلعم	ﷺ	للش	للشارح
صلم	ﷺ	م	للتاریخ المیلادی
ع	علیه السلام	م	مفرد
عم	علیه السلام	مج	مجلد
فح	فحینئذ	مم	ممنوع
فلانم	فلا نسلم	هـ	للتاریخ الهجری
ق.م	قبل المیلاد	هف	هذا خلف
قثنا	قال حدثنا	وظ	وهو ظاهر(۱)

۱۔ شلبي، احمد (الدکتور) . کیف تکتب بحثاً أو رسالة. (ط ــ۲۴، قاهره: مکتبة نهضة مصریة، ۱۹۹۷م). ص ۱۳۲، ۲۰۹-۲۱۲۔

- مرعشلی، یوسف (الدکتور) . أصول کتابة البحث العلمي . (ط ــ۱، لبنان: دار المعرفة، ۲۰۰۳م)، ص ۲۷۱، ۲۷۲.

اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات اور نبی کریم ﷺ سے متعلق اختصارات میں اہل علم نے اختصار کے بجائے پورے الفاظ ذکر کرنے کی تاکید کی ہے۔

کچھ مخصوص اختصارات:

بعض اختصارات مخصوص کتابوں کے ساتھ خاص ہوتے ہیں جیسے فیروزآبادی نے اپنی شہرہ آفاق لغت ''القاموس المحیط'' میں چند اختصارات استعمال کئے ہیں، جنہیں انہوں نے اپنے مقدمے میں ان کی مکمل صورت میں بیان کیا ہے:

وما فيه من رمز فخمسة أحرفٍ — ف(میم'')لمعروف و (عین)لموضع

و(جیم) لجمع ثم (هاء'') لقریة — وللبلدِ (الدالُ) التی أهملت فعِ

محدثین کے اختصارات:

علامہ سیوطی نے ''الجامع الصغیر'' کے مقدمہ میں درج ذیل اختصارات ذکر کئے ہیں:

خ	للبخاری فی صحیحه	هـ	لابن ماجه فی سننه
خد	للبخاری فی الادب المفرد	٤	للسنن الاربعة
تخ	للبخاری فی التاریخ الکبیر	۳	السنن إلاّ ابن ماجه
م	لمسلم فی صحیحه	حم	لاحمد بن حنبل فی المسند
ق	للمتفق علیه عندا لشیخین	عم	لعبدالله بن احمد فی زوائد المسند
د	لابی داؤد فی سننه	ک	للحاکم النیسابوری فی مستدرکه
ت	للترمذی فی سننه	حب	لابن حبان فی صحیحه
ن	للنسائی فی سننه	فر	للدیلمی فی مسند الفردوس
طب	للطبرانی فی المعجم الکبیر	حل	لابی نعیم فی حلیة الاولیاء
طس	للطبرانی فی الاوسط	هب	للبیهقی فی شعب الایمان
طص	للطبرانی فی الصغیر	هق	للبیهقی فی السنن الکبری
ص	لسعید بن منصور في سننه	ش	لابن ابی شیبه فی مسنده
عق	لعقیلی فی الضعفاء	عب	لعبدالرزاق فی مصنفه
عد	لابن عدی فی الکامل	ع	لابی یعلی فی مسنده
قط	للدار قطنی فی السنن	خط	للخطیب البغدادی فی تاریخ بغداد

علامہ سیوطی نے ''جمع الجوامع'' میں درج ذیل مزید اختصارات کا ذکر بھی کیا ہے:

ض	للضیاء المقدسی فی المختارة	بز	للبزار فی مسنده
ط	لابی داؤد الطیالیسی فی مسنده	ز	لأبی حامد البزاز
کر	لابن عساکر فی تاریخ دمشق		

ابن حجر عسقلانی نے ''تقریب التہذیب'' کے مقدمہ میں مذکورہ بالا کے علاوہ مندرجہ ذیل رموز بھی درج کئے ہیں:

خت	لتعلیقات البخاری فی صحیحه	کد	لأبی داؤد فی "مسائل مالک"
بخ	للبخاری فی "الادب المفرد"	تم	للترمذی فی "الشمائل"
عخ	للبخاری فی "خلق افعال العباد"	عس	للنسائی فی "مسند علی"
ر	للبخاری فی "جزء القراءة"	کن	للنسائی فی مسند مالک
ی	للبخاری فی "جزء رفع الیدین فی الصلاة"	ق:	لابن ماجة في السنن
فق	لابن ماجه فی "التفسیر" له	مد	لأبی داؤد فی "المراسیل"
ع	للجماعة الستة "البخاری و مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه		
اصد	لأبی داؤد فی "فضائل الانصار"	خد	لأبی داؤد فی "الناسخ"
قد	لأبی داؤد فی "القدر".	ف	لأبی داؤد فی "التفرد"
ل	لأبی داؤد فی "المسائل" (۱)		

۱۔ مرعشلی، یوسف (الدکتور) . مرجع السابق، ص ۲۷۳،۲۷۵.

ملحق (3):

عربی تحریر وکتابت کے بنیادی قواعد (۱)

ہمزہ قطعی:

ہمزہ قطعی وہ ہے جو کلمہ کے شروع میں اس طرح (أ) لکھا جاتا ہے اور ہمیشہ اس کا تلفظ بھی کیا جاتا ہے، یعنی یہ تلفظ میں کبھی حذف نہیں ہوتا۔ خواہ کلام کے شروع میں واقع ہو یا درمیان میں، جیسے:

(أد الأمانة إلى من ائتمنک ولا تخن من خانک

ہمزہ قطعی درج ذیل جگہوں پر لکھا جاتا ہے:

1۔ اسماء کے شروع میں:

ہمزہ قطعی کبھی اسماء کے شروع میں آتا ہے جیسے: إمام، أیمن، أحمد، أمجد

مندرجہ اسماء کا ہمزہ وصلی ہے جیسے:

۱۔اسم، اسمان.	۲۔است، استان.
۳۔ابن، ابنان.	۴۔ابنة، ابنتان.
۵۔ابنم (أی ابن و ابنمان).	۶۔امرؤ، امرؤان.
۷۔امرأة، امرأتان.	۸۔اثنان.
۹۔اثنتان.	۱۰۔ایم الله.

2۔ حروف کے شروع میں:

(ال) کے علاوہ باقی تمام حروف کا ہمزہ، ہمزہ قطعی ہے جیسے: إلى، إذن، أم، إما، أو، إن جبکہ (ال) کا ہمزہ وصلی ہے۔

3۔ چار حرفی ماضی، امر اور مصدر کے شروع میں:

جیسے: أجاد اور أجادت (ماضی کی مثال)

أحسِنْ اور أکرِمْ (امر کی مثال)

۱۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجئے: محمد عمر سلیمان. الإملاء الوظیفي من غیر الناطقین بالعربیة. (ط.1، الریاض: جامعة الملک سعود، ۱۹۹۱م) ص ۱۴۱۔۱۸۸.

إنصاف اور إفادة (مصدر کی مثال)

4۔ ہمزہ مضارع پر مشتمل مضارع کے شروع میں:

جیسے أری، أقرأ، أجری

5۔ ماضی ثلاثی کے شروع میں:

جیسے: أکل اور أمر

نوٹ: ہمزہ قطعی کو الف مہموز کی صورت میں لکھا جاتا ہے، اگر مضموم یا مفتوح ہو تو اسے الف کے اوپر اور اگر مکسور ہو تو الف کے نیچے لکھا جاتا ہے جیسے: أحسن إلی کل من یحسن إلي. اگر ہمزہ قطعی سے پہلے کوئی حرف بھی آئے تو ہمزہ کو الف مہموز کی صورت میں لکھا جاتا ہے، جیسے : لأنّ ، فــإنّ ، وإذا.

ہمزہ وصلی:

ہمزہ وصلی درمیان کلام میں صرف لکھا جاتا ہے، بولا نہیں جاتا۔ البتہ کلام کے شروع میں لکھا اور بولا جاتا ہے مگر الف پر ہمزہ کا نشان نہیں دیا جاتا، جیسے: اشکر کل من اختار هذه اللغة.

ہمزہ وصلی مندرجہ ذیل جگہوں پر آتا ہے:

ا۔ ثلاثی مجرد کا فعل امر۔ جیسے: اسمع، اسجد، اعبد، افعل۔

۲۔ پانچ حرفی ماضی، امر اور مصدر کے شروع میں۔ جیسے: احتکمَ، احتکمْ، احتکام۔

۳۔ چھ حرفی ماضی، امر اور مصدر کے شروع میں۔ جیسے: استعلمَ، استعلمْ، استعلام۔

☆۔ ہمزہ وصلی کو ہمزہ سے خالی الف کی صورت میں لکھا جاتا ہے۔

ہمزہ قطعی اور ہمزہ وصلی کی پہچان:

ہمزہ وصلی اور ہمزہ قطعی میں فرق معلوم کرنے کے لئے ہمزہ والے لفظ سے پہلے (و) یا (فا) لگائیے۔ اگر اس لفظ کو ادا کرتے وقت ہمزہ نہ بولا جائے تو وہ ہمزہ وصلی ہے۔ جیسے: لفظ (استطاع) کے شروع میں (و) یا (فا) داخل کریں تو اسے (وستطاع) یا (فستطاع) پڑھا جائے گا یعنی ہمزہ نہیں بولا جائے گا۔ البتہ کتابت میں باقی رہے گا اور (واستطاع) اور (فاستطاع) لکھا جائے گا۔ لیکن ہمزہ قطعی

نطق و کتابت میں موجود رہے گا اگرچہ اس سے پہلے (و) یا (فا) بھی آئے۔

الف جو لفظ کے شروع سے حذف ہو جاتا ہے:

ا۔ لفظ (اسم) کے شروع کا (الف) حذف ہو جاتا ہے جب وہ مکمل "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" میں آئے۔ لیکن وہ اس کے علاوہ ترکیبات میں حذف نہیں جیسے: باسم الله، باسم الحق، باسم القانون، باسم الأمة.....

۲۔ لفظ "ابــن" اور "ابــنة" کا الف بھی کتابت سے حذف کر دیا جاتا ہے بشرطیکہ یہ لفظ مفرد ہو، دو ناموں کے درمیان واقع ہو اور سطر کے شروع میں نہ ہو جیسے: محمد بن إبراهيم ۔

۳۔ (ال) کا الف بھی بعض اوقات کتابت سے حذف کر دیا جاتا ہے بشرطیکہ اس سے پہلے (لام) آئے اور جن اسماء پر وہ داخل ہے وہ لام سے شروع نہ ہوتے ہوں جیسے: للحق. للعلم. للجامعة.

لفظ کے درمیان آنے والے ہمزہ کی کتابت

1۔ ہمزہ جب ساکن ہو:

جب ہمزہ لفظ کے درمیان آئے اور ساکن ہو تو اسے اس سے پہلے حرف کی حرکت کے ہم جنس حرف کے اوپر لکھا جائے گا، جیسے: فأس، بئر، سؤر.

"فــأس" کا ہمزہ ساکن ہے اور اس سے پہلا حرف مفتوح ہے۔ فتحہ کا ہم جنس حرف الف ہے، لہٰذا ہمزہ کو الف کے اوپر لکھا جائے گا۔ اس کی مزید کچھ مثالیں ملاحظہ کیجئے۔ رأس، بأس، شأن.

"بئر" کا ہمزہ ساکن ہے اور اس سے پہلا حرف مکسور ہے، کسرہ کا ہم جنس حرف یاء ہے، لہٰذا ہمزہ کو یاء کے اوپر لکھا جائے گا اس کی مزید کچھ مثالیں ملاحظہ کریں۔ بئس، مئذنة.

"سؤر" کا ہمزہ ساکن ہے اس سے پہلا حرف مضموم ہے۔ ضمہ کا ہم جنس حرف واوَ ہے، لہٰذا ہمزہ کو واو کے اوپر لکھا جائے گا اس کی مزید کچھ مثالیں درج ذیل ہیں۔ لؤم، بؤس.

2۔ ہمزہ جب مکسور ہو:

لفظ کے درمیان میں آنے والا ہمزہ جب مکسور ہو تو اسے یاء پر لکھا جائے گا، جیسے: یئس، ذئی

3۔ ہمزہ جب مضموم ہو:

لفظ کے درمیان آنے والا ہمزہ مضموم ہوتو اسے واؤ پر لکھا جائے گا جیسے:شؤون، یؤم، قرؤوا.
البتہ اگر اس سے پہلے کسرہ قصیرہ یا کسرہ طویلہ ہوتو ایسے ہمزہ کو یاء پر لکھا جائے گا جیسے:
بریئون (کسرہ طویلہ کی مثال) یستھزئون (کسرہ قصیرہ کی مثال)

4۔ ہمزہ جب مفتوح ہو:

لفظ کے درمیان آنے والا ہمزہ مفتوح ہوتو اسے اس سے پہلے حرف پر آنے والی حرکت کے ہم جنس حرف پر لکھا جائے گا جیسے: سأل،فؤاد،فئة

☆۔ اگر ایسے ہمزہ سے پہلا حرف ساکن ہو اور حرف مدہ نہ ہوتو ہمزہ کو الف پر لکھا جائے گا جیسے: یسأل،ییأس،ھیأة.

☆۔ اگر اس سے پہلے حرف مدہ (الف یا واؤ) آئے تو اسے الگ لکھا جائے گا جیسے .تساء ل، تفاء ل ، لن یسوء ہ. إن وضوء ہ.

☆ اگر اس کا ماقبل مابعد سے ملا ہوا ہو یعنی جب حرف مد، یاء کی صورت میں ہوتو اسے ایسے لکھا جائے گا۔بیئة، خطیئة.

5۔ درمیان میں آنے والے ہمزہ کی ایک اور قسم:

مجمع اللغة کا خیال ہے کہ اگر ہمزہ کسی لفظ کے آخر میں آئے لیکن اس لفظ کے ساتھ کوئی دوسرا ایسا لفظ ملا ہو جو رسم الخط میں اسی لفظ کا حصہ شمار ہوتا ہے جیسے ضمائر، اور تثنیہ وجمع کی علامتیں، تو ایسی صورت میں ہمزہ کو کلمہ کے درمیان میں شمار کیا جائے گا یعنی جو احکامات کلمہ کے درمیان میں آنے والے ہمزہ کے ہوتے ہیں وہی اس کے بھی ہوں گے جیسے۔ جزاء ....إن ھذا جزاؤہ، یبدأ......یبدؤون، جزء....اشتریت جزأین من کتاب خزانة الأدب.

درمیان کلمہ کے وہ حروف جو کتابت میں حذف ہوتے ہیں:

کچھ صورتیں ایسی ہیں جن میں درمیان کلمہ میں آنے والے حروف کو حذف کر دیا جاتا ہے۔

☆۔ درج ذیل کلمات کے درمیان الف کو حذف کر دیا جاتا ہے:

القرآن، مرآة، اللہ، ذلک، السموات، إلہ، ھأنا، ھأنذا، یأیھا، یأھل،

یابراھیم، الرحمن، ھؤلاء، لکن، ھذا.

☆۔ مندرجہ ذیل کلمات سے نون کو حذف کر دیا جاتا ہے:

مما(من ،ما)، عما(عن ، ما)، ممن(من ، مَن)، ألا (أن ،لا).

☆۔ جو اسم دو واو پر مشتمل ہو اس سے ایک واو کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے:طاوس (طاووس) داود (داوود).

☆۔ مندرجہ ذیل اسماء موصولہ کے دوسرے لام کو حذف کر دیا جاتا ہے:الذی (اللذی)، التی (اللتی)، الذین (اللذین).

☆۔ تثنیہ میں (اللذان) اور (اللتان) باقی رہیں گے۔

درمیان کلمہ کے وہ حروف جن کا بغیر نطق کتابت میں اضافہ کیا جاتا ہے:

درج ذیل کلمات کے درمیان میں (واؤ) کا کتابت میں اضافہ کر دیا جاتا ہے لیکن واؤ کو بولا نہیں جاتا۔أولئک، أولاء، أولو(المرفوعة) ، أولی، (المنصوبة، المجرورة) أولات.

لفظ کے آخر میں آنے والے بعض حروف کی کتابت

لفظ کے آخر میں ہمزہ:

مجمع اللغہ العربیہ نے لفظ کے آخر میں آنے والے ہمزہ کے درج ذیل قواعد بیان کئے ہیں:

☆۔ اگر ایسے ہمزہ سے پہلے حرکت ہوتو اسے اس حرکت کے ہم جنس حروف پر لکھا جائے گا جیسے: یجرؤ ، یبدأ، یستھزئ.

☆۔ جب اس سے پہلے والا حرف ساکن ہوتو اسے الگ لکھا جائے گا جیسے:جزء، ھدوء، جزاء، شیء.

☆۔ جب ایسے ہمزہ سے پہلے کوئی حرف ساکن ہو لیکن ہمزہ پر نصب کی تنوین آرہی ہو ایسی صورت میں اگر ہمزہ اپنے ماقبل سے موصول ہوتو ہمزہ کو الف تنوین اور ماقبل حرف کے درمیان نبرہ پر لکھا جائے گا جیسے:بطیئًا، شیئًا.

☆۔ اگر ہمزہ سے پہلے ایسا حرف ہو جو مابعد کے ساتھ ملا کر نہیں لکھا جاتا تو ہمزہ کو علیحدہ لکھا جائے گا۔جیسے۔بدءاً۔

الف لین کو لکھنے کے طریقے اور قواعد

1۔ الف لین، اگر حروف میں آئے:

الف لین اگر حروف کے آخر میں آئے تو مندرجہ ذیل چار جگہوں کے علاوہ اسے اس کے لفظ کے مطابق الف ہی لکھا جائے گا۔مندرجہ صورتوں میں اسے یاء کی صورت میں لکھا جائے گا۔جیسے۔إلى، بلى، على، حتى.

2۔ الف لین، جب افعال میں آئے:

الف لین اگر افعال میں آئے تو اس کے مندرجہ ذیل قواعد ہیں:

الف۔ الف لین جب فعل ثلاثی ناقص یائی کے آخر میں آئے تو اسے یاء کی صورت میں لکھا جائے گا۔درحقیقت اس کی اصل یاء اس کے فعل مضارع سے معلوم ہوتی ہے۔جیسے۔مشی.... یمشی، مضی... یمضی، رمی.. یرمی

ب۔ وہ افعال جو ثلاثی ہوں لیکن ان میں حروف زوائد آرہے ہوں ایسے افعال کے آخر میں آنے والے الف کو یاء کی صورت میں لکھا جائے گا لیکن شرط یہ ہے کہ الف سے پہلے یاء نہ ہو، جیسے: ارتقی ،اهتدی

ج۔ اگر کسی الف لین کی اصل واؤ ہو تو اسے بھی الف کی صورت میں لکھا جائے گا۔جیسے۔دعا .....یدعو، علا ....یعلو، سما.....یسمو.

د۔ ثلاثی کے علاوہ دوسرے افعال میں اگر الف لین سے پہلے یاء ہو تو اسے الف کی صورت میں ہی لکھا جائے گا تاکہ یاء کا تکرار لازم نہ آئے۔جیسے۔استحیا....یستحی.

3۔ الف لین اگر اسماء میں آئے:

الف لین اگر اسماء میں آئے تو اس کے قواعد درج ذیل ہیں:

أ۔ اسم ثلاثی معرب میں الف لین کو الف کی صورت میں لکھا جائے گا بشرطیکہ اس کا الف واؤ

سے بدلا ہوا ہو، جیسے العصا، اس کا تثنیہ ''العصوان'' آتا ہے، جس سے اس کی اصل معلوم ہوتی ہے۔

ب۔ اگر اسم ثلاثی معرب کا یاء سے بدلہ ہوا ہو تو اسے یاء کی صورت میں لکھا جائے گا جیسے۔ الفتی۔۔۔۔اس کا تثنیہ ''الفتیان'' ہے جس سے اس کی اصل معلوم ہوتی ہے۔

ج۔ غیر ثلاثی اسماء کی دو قسمیں ہیں:

1۔ عربی أسماء:

اگر ایسے اسماء سے پہلے یاء نہ ہو تو انہیں یاء کی صورت میں لکھا جائے گا جیسے: کبری، صغری، فتوی، مصطفی، عذاری، اگر ان سے پہلے یاء ہو اور وہ اسماء اعلام ہوں تو یاء کے ساتھ لکھے جائیں گے جیسے: یحیی. اگر اسماء اعلام میں سے نہ ہو تو الف کے ساتھ لکھے جائیں گے جیسے: هدایا، زوایا.

2۔ عجمی أسماء.

تین حروف سے زائد عجمی اسماء میں الف لین کو الف کی صورت میں لکھا جائے گا: سوائے اور چار جگہوں کے وہ چار جگہیں یہ ہیں۔ کسریٰ، عیسیٰ، بخاریٰ، موسیٰ.

د۔ اسماء مبنیہ میں الف لین کو الف کی صورت میں لکھا جائے گا، مندرجہ ذیل پانچ مقامات اس سے مستثنیٰ ہیں۔لدی، أنی، متی، أولی، (اشاریہ) أولی (موصولہ)۔

لفظ کے آخر میں بڑھائے جانے والے حروف:

☆۔ لفظ ''کای'' کے آخر میں نون کا اضافہ کیا جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔﴿وکأین من نبی قاتل معه ربیون کثیر﴾ (آل عمران:146)۔

☆۔ حالت رفع اور حالت جر میں لفظ ''عمر'' کے آخر میں واؤ کا اضافہ کیا جاتا ہے جیسے (عمرو) جبکہ حالت نصب میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ اسے بغیر واؤ کے لکھا جاتا ہے جیسے۔''عمرا''

☆۔ واؤ جمع کے بعد الف بڑھایا جاتا ہے جیسے۔لقد علموا ،واعرفوا الحق من الباطل ، حتی یتبینوا.

☆۔ ایسا فعل جس کے آخر میں واؤ ہو لیکن شروع میں نون آرہا ہو، جیسے۔''ندعو'' ایسے فعل کے

آخر میں الف نہیں لکھا جاتا، کیونکہ یہ واؤ جمع نہیں بلکہ یہ کلمہ کا حصہ ہے۔اسی طرح واؤ اشباع کے بعد بھی الف کا اضافہ نہیں کیا جاتا جیسے شاعر کا قول۔ ''فان ھمو ذھبت اخلاقھم ذھبوا''.

☆۔ واؤ علت کے بعد بھی الف کا اضافہ نہیں کیا جاتا۔ جیسے: یدعو المعلم إلی الأخلاق.

جمع مذکر سالم اگر مضاف ہو اور اس کا (ن) ساقط ہو جائے تو باقی بچنے والی واؤ کے بعد الف کا اضافہ نہیں کیا جاتا ہے۔ ''المحترسون من الوقوع فیما یضرھم قلیلو العدد، وطالبو الشفاء مما ضرھم کثیرو العدد''.

ملحق (4):

اسلامی وادبی مصادر

ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ محقق طلبہ کو اسلامی علوم وفنون جیسے تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، معاجم، لغت، صرف ونحو، ادب، تاریخ، سیرت، انساب، اور تراجم کی اہم کتب کے متعلق معلومات فراہم کر دیں تا کہ دوران تحقیق ان کتب سے استفادہ کر سکیں اور ان کے لئے تحقیق کا راستہ سہل ہو سکے۔(۱)

تفسیر اور علوم قرآن

(أ) تفسیر ماثور کے اہم مصادر:

۱۔جامع البیان عن تأویل آی القرآن:

یہ تفسیر، تفسیر طبری کے نام سے مشہور ہے، اسے مشہور مفسر، مورخ اور محدث ابو جعفر محمد ابن جریر الطبری (224۔ 310ھ) نے تالیف کیا۔ ماثور تفاسیر میں سب سے زیادہ قدیم اور معتبر کتاب ہونے کا درجہ اسے ہی حاصل ہے۔ نیز یہ تفسیر معقول کے بھی اہم مصادر میں سے ہے کیونکہ اس میں بہت سے دقیق علمی استنباطات اور اقوال کی توجیہ وترجیح کے جا بجا نمونے ملتے ہیں، جن سے حسن نظر اور علم کی گہرائی کا احساس ہوتا ہے۔ علامہ سیوطی اس تفسیر کے بارے میں فرماتے ہیں:

> ''تفسیر طبری تمام تفاسیر میں ایک مایہ ناز اور عظیم مقام کی حامل تفسیر ہے۔اس میں اقوال کی توجیہ وترجیح کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ نیز وجوہ اعراب اور استنباط پر خاصی توجہ دی گئی ہے۔اس اعتبار سے یہ تفسیر متقدمین کی تمام تفاسیر پر فوقیت رکھتی ہے''۔

امام نووی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ''امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ تفسیر طبری جیسی تفسیر آج تک نہیں لکھی گئی''۔

تفسیر طبری بڑے سائز کی تیس جلدوں میں شائع کی گئی ہے۔

۱۔ مصادر ومراجع کی یہ فہرست کچھ اضافہ اور حذف وترمیم کے ساتھ ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب کی کتاب ''لمحات في المکتبة والبحث والمصادر'' (مطبوعہ موسسة الرسالة، بیروت ۱۹۸۳م) سے اخذ کی گئی ہے۔

2۔معالم التنزیل:

معالم التنزیل مشہور محدث ،فقیہ اور مفسر ابو محمد حسین بن مسعود بن محمد فراء بغوی شافعی (م510ھ) کی مایہ ناز تصنیف ہے۔امام خازن نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں ''معالم التنزیل'' کے بارے میں لکھا ہے:

''معالم التنزیل علم تفسیر میں لکھی گئی سب سے اعلی مستند، جید اور عمدہ کتاب ہے،اس میں صحیح اقوال کو جمع کیا گیا ہے اور یہ شبہ، تصحیف اور تبدیل سے خالی ہے۔اسے احادیث نبویہ اور احکام شرعیہ سے مزین کیا گیا ہے۔انوکھے واقعات اور ماضی کی دلچسپ باتیں اس میں موجود ہیں۔عمدہ اشارات اور واضح عبارات اس کا اہم جزو ہیں۔اس میں عبارات کو خوبصورت قالب اور فصیح اسلوب میں ڈھالا گیا ہے''۔

علامہ ابن تیمیہ تفسیر ''البغوی'' کے بارے میں فرماتے ہیں:

''یہ تفسیر ،ثعلبی کی تفسیر سے مختصر ہے لیکن مولف نے موضوع احادیث اور جدید گھڑی ہوئی آراء سے اسے محفوظ رکھا ہے''۔معالم التنزیل تفسیر ابن کثیر اور تفسیر الخازن کے ساتھ شائع ہوئی ہے''۔

3۔تفسیر القرآن العظیم:

امام حافظ محدث مفسر مورخ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن عمرو بن کثیر بصری دمشقی شافعی (700-774ھ) کی یہ تفسیر ماثور تفاسیر میں لکھی گئی تفاسیر میں تفسیر طبری کے بعد دوسرا بڑا اہم مرجع ہے۔ابن کثیر نے تفسیر القرآن بالقرآن اور تفسیر القرآن بالحدیث کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام اور اسلاف سے منقول اقوال بھی لئے ہیں۔ساتھ ساتھ آیات تفسیر میں روایت کردہ مرویات کے ضعف کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔انہوں نے اقوال کو ترجیح دینے کے ساتھ ساتھ دلائل کی توجیہات کو بھی بیان کیا ہے۔انہوں نے ایسی منکر روایات اور اسرائیلیات وغیرہ کو بھی بیان کیا ہے جن کے ذریعے مفسر کو کسی بات کو سمجھنا اور اسے نقلی، عقلی، لغوی اور شرعی نقطہ نظر سے پرکھنا آسان ہو جاتا ہے۔

اہل علم کے نزدیک اس کتاب کو عظیم مقام حاصل ہے۔اس کی عظمت اس قدر مسلمہ ہے کہ تفسیر میں دلچسپی رکھنے والا شخص اس سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔تفسیر ابن کثیر تفسیر بغوی کے ساتھ بھی شائع ہوئی اور علیحدہ بڑے سائز کی چار جلدوں میں بھی شائع ہوئی ہے۔دار الفکر لبنان نے اسے کئی مرتبہ چھاپا ہے۔

استاذ احمد محمد شاکر نے تفسیر ابن کثیر کا انتہائی باریک بینی سے اختصار کیا ہے،اور اس میں انہوں نے کتاب کی خصوصیات کا بھرپور خیال رکھتے ہوئے قرآن کی تفسیر قرآن کے ذریعے اور سنت صحیحہ کے ذریعے کرنے کا اہتمام کیا ہے۔انہوں نے آیات کے معانی و مقاصد کے بیان میں ابن کثیر کی عبارت کو باقی رکھا ہے۔انہوں نے اسانید، اسرائیلیات اور ضعیف احادیث کو حذف کر دیا ہے۔اسی طرح مکرر احادیث اور فقہی فروعات کو بھی ذکر نہیں کیا تا کہ یہ مسلم قوم کے لئے اجتماعی طور پر ایک معتدل مرجع کا کام دے سکے۔انہوں نے اس اختصار کو ''عمدة التفسیر عن الحافظ ابن کثیر'' کا نام دیا ہے یہ کتاب پانچ اجزاء میں دار المعارف مصر سے شائع ہوئی ہے۔

شیخ محمد علی صابونی نے بھی ''مختصر تفسیر ابن کثیر'' کے نام سے اس کا اختصار کیا ہے۔انہوں نے احادیث کی اسناد کو حذف کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی تخریج و تہذیب اور کانٹ چھانٹ کا کام بھی کیا ہے۔علاوہ ازیں انہوں نے کتاب پر حاشیہ بھی لکھا ہے اور اسے انتہائی خوبصورت انداز میں بڑے سائز کے تین اجزاء میں زیور طبع سے آراستہ کیا۔یہ اختصار پہلی مرتبہ 1393ھ میں بیروت کے دار القرآن سے اور دوسری مرتبہ اسی ادارے سے 1399ھ میں شائع ہوا۔

4۔الدر المنثور فی التفسیر بالماثور:

حافظ جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی شافعی (911ھ) نے اس تفسیر میں اسلاف سے منقول اقوال کو بڑی عمدگی سے جمع فرمایا ہے۔انہوں نے اس سلسلہ میں بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، احمد، ابوداؤد، اور طبری رحمہم اللہ وغیرہ سے منقول روایات کو لیا ہے ،لیکن انہون نے روایات میں ترجیح اور صحیح وضعیف کے امتیاز کو بیان نہیں فرمایا۔یہ انتہائی جامع کتاب ہے اور مکمل طور پر ایک تفسیر ماثور ہے،لیکن ضعیف روایات کے ضعف کو بیان کرنے کی ضرورت ابھی باقی ہے۔یہ کتاب بڑے سائز کی چھ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

مذکورہ بالا تفاسیر کے علاوہ تفسیر ماثور میں بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں جن کا تذکرہ اس قدر تفصیل طلب ہے کہ انہیں یہاں ذکر کرنا ممکن نہیں،ان میں سے کچھ کے نام درج ذیل ہیں۔

1۔ بحر العلوم ،لابی اللیث السمرقندی (م283ھ)

2۔ تفسیر ابی اسحاق الثعلبی النیشابوری (م427ھ)

3۔ تفسیر ابن عطیة الاندلسی الغرناطی (م546ھ)

4۔ الجواهر الحسان في تفسير القرآن، لابي زيد عبدالرحمن بن محمد الثعالبي الجزائري (876ھ)۔

2۔ تفسیر بالرائے (عقلی تفسیر) کے اہم مصادر:

5۔ الكشاف عن حقائق التنزيل وعيون الاقاويل في وجوه التاويل:

امام ابوقاسم محمود بن عمر خوارزمی زمخشری، جاراللہ (467-538ھ) کی یہ تفسیر اہل علم کے درمیان تفسیر کشاف کے نام سے مشہور ہے۔ یہ معتزلہ کی مشہور ترین تفسیر ہے۔ اگر ہم اس میں موجود اعتزال سے بالاتر ہو کر دیکھیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ آیات قرآنیہ کے اعجاز و جمال اور سحر بلاغت کو جس طرح علامہ زمخشری نے بیان کیا ہے اس طرح شاید ہی کسی نے بیان کیا ہو، کیونکہ علامہ زمخشری کو علوم بلاغت و معانی، عربی زبان، اشعار عرب، ادب، بیان اور علوم صرف ونحو میں یدطولیٰ حاصل تھا۔ انہوں نے اپنی علمی اور ادبی مہارت کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ تفسیر کشاف میں تحریر کا زیور پہنایا ہے، جس کی وجہ سے علماء کی نظریں اور مفسرین کے دل اس تفسیر کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔

بعد میں آنے والے بہت سے اہل سنت کے علماء نے علامہ زمخشری کی اس تفسیر سے استفادہ کیا ہے، البتہ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ علامہ زمخشری نے اپنی تفسیر میں معتزلہ کی آراء اور ان کے مذہب کی تائید میں بہت کچھ لکھا ہے۔ اگر اس میں اعتزال کے مسائل اور روح اعتزال نہ ہوتی تو یہ تفسیر اپنے فوائد جلیلہ کی وجہ سے دور حاضر کی شاندار ترین تفسیر ہوتی۔ انہوں نے اہل سنت سے معتزلہ کے بہت سے اختلافی مسائل میں سنی علماء کو چیلنج کے انداز میں خطاب کیا ہے، اور بہت سے مسائل پر ردوپیش کیا ہے۔ نیز انہوں نے ہر سورت کے آخر میں اس سورت کی فضیلت اور قاری کے ثواب پر مشتمل ایک حدیث لکھی ہے لیکن ان میں سے اکثر احادیث ضعیف یا موضوع ہیں۔

یہ تفسیر بڑے سائز کی چار جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ اس کے حاشیہ پر بہت سی کتابیں ہیں جن میں شیخ الاسلام شہاب الدین ابن حجر عسقلانی (852ھ) کی ''الکافی الشافی فی تخریج احادیث الکشاف'' قابل ذکر ہے۔ یہ کتاب مصطفیٰ حسین احمد کی تحقیق کے ساتھ 1946ء میں شائع ہوئی تھی اب اس کتاب کے مزید ایڈیشنز شائع ہو چکے ہیں۔

6۔ البحر المحيط:

یہ تفسیر مشہور نحوی مفسر اثیر الدین ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن علی (ابن حیان) اندلسی (654-745ھ) (جو کہ ابوحیان کے نام سے مشہور ہیں) کی تالیف ہے۔ قرآن مجید کے وجوہ اعراب میں اسے اولین مرجع شمار کیا جاتا ہے۔ ابوحیان نے نحوی مسائل کو جابجا بیان کرنے کے ساتھ نحویوں کے اختلاف کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ ابوحیان نے وجوہ قراءات، اسباب نزول، ناسخ ومنسوخ، اقوال فقہاء، اور اقوال سلف کو بھی کثرت سے ذکر کیا ہے۔ بسا اوقات وہ نحو اور فقہ کی کتابوں کا حوالہ بھی دیتے ہیں اور آیات میں موجود علم بیان اور علم بدیع پر بھی تبصرہ کرتے ہیں۔ وہ پہلے آیات کے مفردات کو لیتے ہیں اور اسلاف کے اقوال کی روشنی میں نحو، بیان، اور فقہی اعتبار سے اس پر بحث کرتے ہیں، پھر بلیغ اور مختصر عبارت میں اس کی تشریح کرتے ہیں۔ نیز وہ بعض اوقات اپنے سے پہلے بزرگوں کی کتابوں سے بھی نقل کرتے ہیں۔ اس اعتبار سے ان کی تفسیر ایک جامع تفسیر ہے البتہ اس پر نحوی رنگ غالب ہے۔

7. مفاتيح الغيب:

امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین بن الحسن الرازی (544-606ھ) کی تفسیر ۳۲ حصوں پر مشتمل ہے، اور تفسیر بالرائے میں سب سے ضخیم تفسیر ہونے کا درجہ بھی اسے ہی حاصل ہے۔ مختلف علوم میں انتہائی مفصل مباحث کی حامل ہونے کی وجہ سے اس تفسیر کو دوسری تفاسیر پر امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ امام رازی ایک سورت کا دوسری سورت اور ایک آیت کا دوسری آیت کے ساتھ ربط بیان کرتے ہیں۔ نیز علوم کونیہ اور علم کلام میں گفتگو کرتے ہوئے فلاسفہ کے اقوال ذکر کرتے ہیں، اور پھر اہل سنت (اشاعرہ) کے مذہب کے مطابق انہیں رد کرتے ہیں، اسی طرح امام رازی آیات کے اسرار ورموز کو کثرت سے بیان کرتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے بیشتر اوقات ''الاستنباطات العقلیہ لسورۃ کذا......'' کا عنوان باندھتے ہیں۔ جب آیات احکام میں سے کوئی آیت آتی ہے تو اس پر بحث کا حق ادا کرتے ہیں اور فقہاء کے مذاہب، ان کے استنباط اور دلائل کا تذکرہ ضرور کرتے ہیں۔ بعض اوقات اصولی، نحوی اور بلاغی مسائل میں بحث کو بہت زیادہ طول دیتے ہیں۔ امام رازی مناسب مواقع پر گمراہ فرقوں کے نظریات کا تعاقب کرتے ہوئے بھی دکھائی دیتے ہیں۔

واضح رہے کہ امام رازی ابھی اس تفسیر کو مکمل نہ کر پائے تھے کہ اجل نے انہیں آلیا، پھر بعد میں آنے والے کسی عالم نے ان کے منہج اور اسلوب کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی تکمیل کی۔ البتہ تکملہ

لکھنے والے نے اس بات کی تحدید نہیں کی کہ امام رازی کہاں تک لکھ پائے تھے۔ تفسیر کبیر کئی مرتبہ زیور طبع سے آراستہ ہوئی اور اس کے ایک نسخے پر استاذ محمد محی الدین عبدالحمید کی تحقیق ہے جو 1352ء میں شائع ہوا تھا۔

8. فتح القدير في الجمع بين الرواية والدراية في التفسير :

مایہ ناز محدث مفسر اور فقیہ محمد بن علی بن محمد شوکانی صنعانی (1173-1250ھ) کی اس تفسیر کا شمار ان تفاسیر میں ہوتا ہے جو تفسیر بالروایہ اور تفسیر بالدرایہ کو جمع کرنے والی ہیں۔ اس تفسیر کو اصول تفسیر میں اصل کا درجہ حاصل ہے۔ علامہ شوکانی نے اپنے سے پہلے علماء کی کتابوں سے بھی استفادہ کیا اور ان پر اضافہ بھی کیا۔ بعض مسائل میں انہوں نے اجتہاد سے بھی کام لیا ہے اور اس اجتہاد میں علماء نے ان کی مخالفت بھی کی ہے۔

علامہ شوکانی کا انداز تفسیر یہ ہے کہ وہ پہلے آیات ذکر کرتے ہیں، اور پھر ان کی معقولی تفسیر کرتے ہیں، جس میں اکثر اوقات مفسرین کے اقوال کو ذکر کرتے ہیں، پھر وہ قابل اعتماد قراءات اور ان کے قراء کا ذکر کرتے ہیں، وہ اہل لغت کے اقوال کو ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ وجوہ اعراب پر بھی روشنی ڈالتے ہیں، اور آیات احکام میں فقہاء کے مسالک اور دلائل پر تبصرہ کرنے کے بعد راجح قول کو دلیل کے ساتھ بیان کردیتے ہیں۔

بعض آیات کی تفسیر کے آخر میں ان آیات سے متعلق احادیث اور اقوال اسلاف نقل کر تے ہیں، لیکن اس مقام پر علامہ شوکانی نے بعض ضعیف روایات کو بھی ذکر کیا ہے۔ اور راوی کا ذکر کرنے پر اکتفا کر کے حدیث کا درجہ بیان نہیں کیا۔ یہ کام انہوں نے قاری پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ خود ان کے مصادر کی طرف رجوع کر کے درجہ حدیث کو تلاش کرے۔ ایک محدث ہونے کی حیثیت سے ان کے لئے بہتر یہ تھا کہ وہ درجہ حدیث کو بیان کر دیتے تاکہ قاری کے لئے اس معاملہ میں آسانی ہو جاتی۔ علامہ شوکانی نے بعض ایسی اخبار پر سکوت اختیار کیا ہے جو اہل سنت کے نزدیک ثابت شدہ نہیں اور یہ بات اہل علم پر مخفی نہیں۔ ان سب باتوں کے باوجود فتح القدیر ایک انتہائی شاندار اور اہم کتاب ہے، جسے ایک اسلامی لائبریری کی زینت ہونا چاہیے، کیونکہ اس میں ایسی بہت سی خصوصیات موجود ہیں جو دوسری تفاسیر میں نہیں۔ یہ تفسیر پانچ جلدوں میں مصر سے کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔

9. تفسير القاسمي المسمىٰ (محاسن التأويل):

بلاد شام کے علامہ شیخ محمد جمال الدین قاسمی (1866-1914ء) کی یہ تفسیر قیمتی فوائد پر مشتمل ہے اور محقق کو یکتا و نادر دقائق سے آگاہ کرتی ہے۔ علامہ قاسمی اپنی اس تفسیر کے مقدمہ میں اس کا تعارف کچھ یوں کراتے ہیں: ''میں اس تفسیر میں شاندار تحقیقات اور اہم مباحث ذکر کروں گا، اسرار کے خزانے اس میں واضح کروں گا، افکار کے نتائج کی کانٹ چھانٹ کروں گا، اس میں ان فوائد کو جمع کروں گا جو میں نے عظیم اسلاف کی کتابوں سے حاصل کیے ہیں۔ اس میں ان موتیوں کا تذکرہ کروں گا جو مجھے قیمتی علمی ورثے سے حاصل ہوئے۔ اس میں ان زوائد کا تذکرہ ہوگا جو میری ناقص فہم نے آشکار کیے، جن کی دلیل میرے پاس موجود ہے اور ان پر میرا اعتماد بھی راسخ ہے۔ اس کتاب کی گہرائیوں میں غوطہ زنی کرنے والا اس کی تعریف کیے بغیر رہ نہ سکے گا، کیونکہ میں نے اس میں نفیس عجائبات کو دلیل کے ساتھ لکھا ہے، اور صحیح اور حسن احادیث کو میں نے اس میں نقل کیا ہے۔ میں اس میں ایسی انوکھی باتیں بھی لایا ہوں جو ذہنوں کو حیران کردینے والی ہیں، کیونکہ یہ ذہنی کاوشوں کا نچوڑ ہیں اور اہل عقل کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہیں۔ میں نے انجانی باتوں کے ذریعے اپنی ابحاث کو طول دینے کی کوشش نہیں کی بلکہ مسائل کے حل میں، میں نے اختصار کو ترجیح دی ہے۔ نیز اگر کوئی شخص اس تفسیر میں اہل باطل کے خلاف دلائل کو تلاش کرنا چاہے تو اسے بہت کچھ مل جائے گا۔ شاید ہی کوئی ایسا شخص ملے جو اس کتاب کے تمام مضامین پر دسترس رکھتا ہو، اور اس میں موجود علم و دانش کی باتوں کو جانتا ہو۔ اس لئے کہ اس میں خفیہ راز ہیں اور حکمتوں کے جواہر ہیں، جنہیں تحقیق کے بعد وہی آشکار کر سکتا ہے جسے اللہ اس کام کے لئے چن لے۔

میں نے اس تفسیر کے شروع میں اصول تفسیر کے بارے میں ایک گرانقدر مقدمے کا اضافہ کیا ہے، جو مایہ ناز قواعد اور شاندار فوائد پر مشتمل ہے۔ یہ مقدمہ مضامین کتاب کے لئے چابی کی حیثیت رکھتا ہے، اور اس سمندر کی گہرائی میں غوطہ خوری کرنے والوں کے لئے راہ نما اور حقائق کی تفسیر میں مددگار ہے۔ اس کی وجہ سے تفسیر کے اسرار و دقائق تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے''۔

درحقیقت علامہ قاسمی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر کے بارے جو کچھ کہا بالکل ٹھیک کہا۔ اس تفسیر میں انہوں نے واقعتاً آیات قرآنیہ کے اسرار کو منکشف کیا، اور آیات احکام کی تفسیر میں فقہاء کے اختلاف کو واضح اسلوب کے ساتھ بیان کیا ہے، اور احادیث کو ان کے راوی اور ناقل کی طرف منسوب

کیا ہے۔اس تفسیر کی ایک بہت اہم خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے اس میں جہاں جہاں اہل علم کے اقوال لئے ہیں، ان کی کتابوں کے حوالے بھی پیش فرمائے ہیں۔جس کی وجہ سے محقق کے لئے کثیر علمی فوائد کے حصول کے لئے ان تک رسائی کرنا آسان ہو جاتا ہے۔مذکورہ خصوصیات کی بناء پر محاسن التاویل تفسیر کے میدان میں ایک ممتاز حیثیت کی حامل تفسیر ہے۔یہ تفسیر درمیانے سائز کی سترہ جلدوں میں 1376ھ اور 1380ھ میں مصر سے شائع ہوئی ہے۔اس کی آیات اور احادیث کی تخریج کا فریضہ فواد عبدالباقی نے سرانجام دیا ہے۔

10. فی ظلال القرآن:

عالم اسلام کے عظیم ادیب سید قطب (1906-1966ء) کی تفسیر تفسیر نگاری کے میدان میں نئی جہت اور جدید منہج کی حامل ہے۔سید قطب نے اس تفسیر میں انتہائی شاندار اسلوب کے ساتھ معقول ومنقول کو جمع کیا ہے کہ جس سے انسان کا دل قرآن مجید کے معانی ومقاصد کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے۔انہوں نے سورتوں اور آیات کے درمیان پائے جانے والے ربط کو واضح کیا، اور قرآن مجید کے مضامین کو آشکار کیا ہے جو انتہائی گہری اور باریک بین تحقیق کا نتیجہ ہی ہو سکتے ہیں۔انہوں نے اس تفسیر میں ہر وہ بات ذکر کی ہے جس نے ان کے دل ودماغ کو متاثر کیا۔اسی وجہ سے اس تفسیر کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ اسے تفاسیر کے زمرہ میں داخل کیا جائے یا نہیں۔سید قطب نے بھی اس بات کو اپنے مقدمہ میں کچھ یوں بیان کیا ہے:

''اس تفسیر کو پڑھنے والے بعض حضرات کا خیال یہ ہے کہ یہ تفسیر کا ہی ایک رنگ ہے۔جبکہ دوسرے بعض حضرات کا خیال یہ ہے کہ قرآنی مضامین پر مشتمل ایک تالیف ہے جس میں اسلام کے عمومی مسائل پر گفتگو کی گئی ہے۔جبکہ ایک تیسرے گروہ کا خیال یہ ہے کہ انسانی زندگی اور معاشرے کے لئے الٰہی دستور یعنی قرآن مجید کی شرح کی ایک کوشش ہے اور اس دستور کی حکمت کا بیان ہے۔جبکہ میرا خیال ان تینوں آراء سے مختلف ہے۔میں صرف یہ سمجھتا ہوں کہ میں نے اپنے خیالات اور اپنے دل کی باتوں کو تحریر کا جامہ پہنایا ہے اور میں اس کے سائے کے نیچے زندگی گزارتا ہوں۔میں نے اس بات کی پوری کوشش کی ہے کہ لغوی، فقہی، اور کلامی مباحث میں غوطہ زنی نہ کروں کیونکہ یہ چیزیں قرآن کو میری روح سے اور میری روح کو قرآن سے اوجھل کر دیں گی۔میں نے صرف ان چیزوں پر اپنی توجہ مرکوز رکھی ہے جن سے انسانی معاشرے، انسانی زندگی اور انسانی روح کو فائدہ پہنچ سکتا ہو۔کیونکہ قرآن نے

انہی چیزوں پر زور دیا ہے۔

میں نے اس بات کی بھی کوشش کی ہے کہ اس تفسیر میں اس کتاب معجز کے فنی حسن وجمال اور تعبیر وتصویر کے ساتھ اس کے الصاق پر بھی روشنی ڈالوں۔آٹھ سال پہلے (تقریباً 1364ھ) جب میں اپنی کتاب ''التصویر الفنی فی القرآن'' سے فارغ ہوا، اس وقت سے میری ایک خواہش تھی۔اس وقت مجھ پر یہ بات عیاں ہوئی تھی کہ تصویر خوبصورت قرآنی تعبیر میں ایک واضح قاعدہ ہے۔میری ایک خواہش تھی کہ اللہ تعالی مجھے قرآن مجید کو اس روشنی میں پیش کرنے کی سعادت بخشے۔پھر یہ خواہش میرے اندر دب گئی یا چھپ گئی، یہاں تک کہ اس ظلال میں یہ ایک مرتبہ پھر ظاہر ہوئی اور میں نے اس بات کا فیصلہ کیا کہ آیات کے باہمی ربط کو واضح کرتا ہوا جدید انداز میں ایسی آیات کو ایک مجموعہ کی شکل میں درس قرآن کی صورت میں پیش کروں جن میں کوئی خاص ربط وتعلق ہے اور ایک خاص ظل ان پر سایہ فگن ہے۔قرآن مجید کی ایسی آیات قرآن مجید کا ایک ربع یا کم وبیش ہیں۔میں نے خود کو اس بات کا پابند پورے قرآن مجید میں نہیں بنایا، البتہ میں نے اس بات کا اہتمام ضرور کیا ہے کہ قرآن مجید کے پورے تیس پاروں میں یہ تسلسل باقی رہے''۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ سید قطب نے اپنی تفسیر میں اسلام کی حقیقی صورت کو اسلامی عقائد، شریعت، اخلاق، مقاصد اور مفاہیم کی روشنی میں بڑے احسن انداز میں پیش کیا ہے۔ان کی اس تفسیر میں انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر شعبے میں موجود تصوف وسلوک اور وجدان کا رنگ بھی جھلکتا نظر آتا ہے۔سید قطب نے اپنی تحقیق کی گہرائی کے ساتھ ساتھ اس کی جامعیت اور اصالت کو بھی مدنظر رکھا ہے۔انداز بیان انتہائی شاندار اور اسلوب انتہائی منفرد ہے۔اپنی انہی خصوصیات کی بناء پر ''فی ظلال القرآن'' کو عوام وخواص میں انتہائی مقبولیت حاصل ہوئی۔یہ تفسیر درمیانے سائز کی تیس جلدوں میں چھ مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔

11. التفسیر الحدیث:

جدید دور کے اسلامی ادیب محمد عزہ دروزہ نے اس تفسیر کو قرآن مجید کی نزولی ترتیب کے مطابق لکھا ہے۔وہ اس کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

''ہماری رائے اس بات پر ٹھہری کہ ہم اس تفسیر کو سورتوں کی نزولی ترتیب کے مطابق لکھیں۔وہ اس طرح کہ سب سے پہلے سورۃ العلق کی تفسیر کی جائے، پھر سورۃ القلم کی، پھر سورۃ المزمل

کی، اور اس ترتیب کے مطابق پہلے مکی سورتیں مکمل کی جائیں، پھر سورۃ البقرۃ اور پھر سورۃ الانفال کی تفسیر کی جائے، اور اس ترتیب کے مطابق تمام مدنی سورتیں مکمل کی جائیں۔ اس ترتیب کو اپنانے کی جو وجہ ہمارے ذہن میں تھی وہ یہ ہے کہ ہمارے خیال کے مطابق یہ منہج قرآن فہمی اور قرآن کی خدمت کے لئے زیادہ افضل ہے کیونکہ اس کے ذریعے عہد بہ عہد اور سال بہ سال سیرت طیبہ کی اتباع ممکن ہے۔ نیز نزول قرآن کے ادوار اور مراحل کو زیادہ واضح اور باریک بینی کے ساتھ سمجھا جا سکتا ہے۔ نیز قاری کو قرآن مجید کے نزول کی فضا کو انتہائی مناسب انداز میں سمجھنے کا موقع ملتا ہے، جس سے اس کے سامنے تنزیل کی حکمتیں بھی عیاں ہوتی چلی جاتی ہیں۔

اس طریقہ کار کو اختیار کرنے سے پہلے ہم نے اس کے بارے میں بہت غور وفکر اور مشاورت کی کہ کہیں یہ قرآن مجید کے تقدس کے خلاف تو نہیں، لیکن ہمارا آخری فیصلہ یہی ٹھہرا کہ قرآن فہمی کے لئے اس ترتیب کو اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ تفسیر تلاوت سے ہٹ کر ایک معاملہ ہے۔ یہ ایک فنی اور ایک مستقل بالذات امر ہے۔ قرآن مجید کی ترتیب سے اس کا کوئی تعلق نہیں، اور نہ ہی تفسیر میں اس کی ترتیب کو مختلف کرنے سے قرآن مجید کے تقدس پر کوئی فرق پڑتا ہے۔

ماضی میں ہمیں بہت سے ایسے علماء، مفسرین اور محدثین ملتے ہیں جنہوں نے قرآن مجید کی کسی ایک یا چند سورتوں پر تفاسیر لکھیں، اور ان پر کسی قسم کی تنقید بھی نہیں ہوئی، اسی وجہ سے ہم نے اس طریقہ پر چلنے کا ارادہ کیا، جبکہ ہمارا مقصد صرف اور صرف زیادہ نافع انداز میں قرآن مجید کی خدمت کرنا ہے۔ نہ ہم اس سے انحراف کرنا چاہتے ہیں، اور نہ شذوذ میں پڑنا چاہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نیتوں کو زیادہ جاننے والا ہے"

"التفسیر الحدیث" میں محمد عزہ کا منہج یہ ہے کہ وہ پہلے سورت کا مختصر تعارف کراتے ہیں، اور ان بنیادی خطوط کا ذکر کرتے ہیں جن کے گرد سورت گھوم رہی ہے۔ اس کی اہمیت، خصوصیات، ترتیب نزول اور اس میں موجود مکی اور مدنی آیات کو بتاتے ہیں۔ پھر وہ آیات کے ایک مجموعے کو بیان کرتے ہیں جس کی تفسیر کرنا مقصود ہوتا ہے۔ کبھی تو یہ مجموعہ زیادہ آیات پر مشتمل ہوتا ہے اور کبھی تھوڑی آیات پر، وہ اسے ایک موضوعاتی اکائی بنا کر معنی اور سیاق کے اعتبار سے ان کی تشریح کرتے ہیں۔ کلمات نادرہ کی مختصر شرح کرنے کے ساتھ ساتھ لغوی استعمال اور استشہاد کا تذکرہ بھی کرتے ہیں۔ جب کوئی عبارت اپنے معانی ومفاہیم کو پوری طرح بیان کر رہی ہو تو اس کی تشریح میں مشغول نہیں ہوتے۔ آیات کے شان نزول کے

بارے میں جو روایات منقول ہیں ان کا اختصار سے تذکرہ بھی کرتے ہیں۔ پھر اس منتخب کردہ مجموعہ کے احکام ومبادی کا تذکرہ کرتے ہوئے انہیں سیرت نبویہ کے مشاہد ومناظر کے ساتھ مربوط کرتے ہیں، کیونکہ یہ ربط ہی ایک مسلم کی زندگی کو گہرے انداز میں متاثر کر سکتا ہے۔

محمد عزہ اپنی اس تفسیر میں بہت سے مقامات پر قرآن مجید میں آنے والے واقعات اور ترغیب وترہیب پر مشتمل امور کا ان کے مقاصد ومبادی کے ساتھ تعلق واضح کرتے ہیں۔ موضوعات پر عنوانات اور تعلیقات کو بھی ذکر کرتے ہیں۔ مذکورہ تمام خصوصیات کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ محمد عزہ نے قرآن مجید کے تیئس سالہ دور نزول کو سامنے رکھتے ہوئے اسلام کی حقیقی تصویر پیش کی، اور قرآن کریم کی روشنی میں کاروان دعوت الی اللہ کی رفتار کا لمحہ بہ لمحہ جائزہ پیش کیا ہے۔ یہ تفسیر درمیانے سائز کی بارہ جلدوں میں 1962ء سے 1964 تک قاہرہ کے دار احیاء الکتب العربیہ سے شائع ہوتی رہی۔

پروفیسر محمد عزہ کے تالیفی کارناموں میں "الیهود فی القرآن"، "القرآن والمبشرون" اور "القرآن والملحدون" بھی خاطر خواہ مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔ تفسیر بالمعقول میں مندرجہ بالا کتب کے علاوہ اور بھی بہت سی بیش قیمت تصانیف موجود ہیں جن کا تفصیلی تذکرہ تو انتہائی طوالت کا طلب گار ہے، البتہ ان میں سے کچھ نام یہاں ذکر کئے جا رہے ہیں۔

۱. تفسیر البیضاوي
۲. تفسیر النسفي
۳. تفسیر الخازن
۴. تفسیر النیشا پوري
۵. تفسیر جلالین
۶. تفسیر الخطیب الشربیني
۷. تفسیر ابی السعود
۸. تفسیر الآلوسی.

3۔ آیات احکام کی تفسیر (فقہی تفسیر) کے اہم مصادر:

اہل علم نے قرآن مجید کی ایک نئی جہت سے متعارف کرانے کے لئے صرف ان آیات کی تفسیر بھی لکھی ہے، جن کا تعلق احکام سے ہے۔ سابقہ مفسرین کی طرح اول سے آخر تک پورے قرآن مجید کی تفسیر کی بجائے صرف ان آیات کی تفسیر جن سے فقہی احکامات وابستہ ہیں۔ تفسیر کا ایک جداگانہ انداز ہے۔ ایسی کچھ تفاسیر کا تعارف یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔

12۔ أحکام القرآن:

یہ تفسیر ابوبکر احمد بن علی رازی حنفی (255-370ھ) کی ہے جو 'جصاص' کے نام سے مشہور ہیں۔ علامہ جصاص نے قرآن مجید کی تمام سورتوں میں سے صرف ان آیات کا انتخاب کیا ہے جو احکام

سے متعلق ہیں۔ امام جصاص آیات قرآنیہ سے مستنبط ہونے والے فقہی احکام کو ذکر کرتے ہیں، اور پھر ان مسائل میں اختلاف ائمہ کو دلائل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ علامہ جصاص نے فقہی مسائل، ان میں پائے جانے والے اختلاف اور دلائل کو اس کثرت اور طوالت سے بیان کیا ہے کہ دوران مطالعہ آپ کو یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ آپ تفسیر نہیں بلکہ تقابلی فقہ کی کوئی کتاب پڑھ رہے ہیں۔ یہ کتاب بڑے سائز کی تین جلدوں میں 1347ھ میں مصر کے المطبعة البهية المصرية سے اور پھر بیروت سے شائع ہوئی ہے۔

13۔ أحکام القرآن:

امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی (150-204ھ) کے فقہی اقوال کو امام حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی نیشاپوری (م 458ھ) نے ترتیب دیا ہے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ امام شافعی کی احکام القرآن میں ایک کتاب تھی لیکن وہ ہم تک نہیں پہنچی۔ اس کتاب کو بیہقی نے امام شافعی کی ان نصوص سے جمع کیا ہے جو امام شافعی اور ان کے شاگردوں جیسے علامہ مزنی، بویطی اور ابوثور کی کتابوں میں موجود تھیں۔

امام بیہقی نے احکام القرآن کو پہلے نقل کیا، پھر انہیں سنت سے مؤید کیا ہے۔ چنانچہ وہ پہلے آیت کو ذکر کرتے ہیں، پھر اس سے مستنبط ہونے والے احکام بیان کرتے ہیں، اور اس سلسلہ میں امام شافعی سے منقول احکام کا تذکرہ بڑے واضح اسلوب میں کرتے ہیں۔ اس دوران مخالفین کے دلائل کو نرمی اور انصاف کے ساتھ رد بھی کرتے ہیں۔ آیات احکام کی روشنی میں مذہب شافعی کے حوالے سے یہ کتاب فقہ میں ایک عظیم مقام کی حامل ہے۔ تفسیر یا فقہ میں دلچسپی رکھنے والا شخص اس سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔ احکام القرآن درمیانے سائز کی دو جلدوں میں 1372ھ میں سید عزت العطار الحسینی کی نگرانی میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔ اس پر شیخ عبدالغنی عبدالخالق کی وسیع اور طویل تحقیق بھی موجود ہے۔

14۔ أحکام القرآن:

یہ کتاب امام قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ محمد معافری اندلسی اشبیلی مالکی (468-543ھ) کی تالیف ہے جو ''ابن العربی'' کی کنیت سے مشہور ہیں۔ ابن العربی پہلے قرآن مجید کی کسی سورت کو ذکر کرتے ہیں، پھر اس میں موجود آیات احکام کی تعداد بتاتے ہیں، پھر ایک ایک آیت کو لے کر اس کی تشریح کرتے ہیں، اور یہ بھی بتاتے ہیں کہ اس آیت میں کل اتنے مسائل ہیں، پھر ہر مسئلے کو الگ الگ

عنوان دے کر ذکر کرتے چلے جاتے ہیں۔ ابن العربی کی احکام القرآن ایک جامع کتاب ہے۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ ابن العربی نے بعض مسائل میں اپنے مخالفین کی تردید میں انتہائی سخت لب ولہجہ اختیار کیا ہے، جو بعض اوقات غیر جانبداری کی حد پار کر جاتا ہے اور تعصب سے جاملتا ہے۔ آیات سے بعض معانی کے استنباط کے لئے ابن العربی نے لغوی استشہادات کو بھی پیش کیا ہے۔ انہوں نے نہ تو اسرائیلیات کو ذکر کیا اور نہ ہی احادیث ضعیفہ کو بیان کیا ہے بلکہ ان کے ذکر کو نامناسب خیال کیا ہے۔ یہ کتاب چار جلدوں میں علی محمد بجاوی کی تحقیق کے ساتھ 1957ء میں قاہرہ سے شائع ہوئی تھی۔

15۔ الجامع لأحکام القرآن:

امام مفسر ابوعبداللہ محمد ابن احمد انصاری اندلسی قرطبی (م 671ھ) کی آیات احکام کی تفسیر میں لکھی گئی جامع ترین کتاب ہے۔ انہوں نے اسباب نزول، قراءات، وجوہ اعراب، تخریج احادیث، قرآنی الفاظ غریبہ کی شرح، اشعار عربی سے استشہاد اور ایسی بہت سے چیزوں کو ذکر کیا ہے جن کی وجہ سے احکام کے استنباط اور وضاحت میں آسانی ہوسکتی ہے۔ کتاب کی عبارت انتہائی عمدہ اور واضح ہے۔ اسلاف کے اقوال کو کثرت سے پیش کیا گیا ہے اور ہر قول کے قائل کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ علامہ قرطبی نے اپنی اس تفسیر میں ابن العربی کی احکام القرآن سے بھی استفادہ کیا ہے۔ علامہ قرطبی فقہی مذاہب کو ذکر کرتے ہیں اور ساتھ ہی ان کے دلائل بیان کرتے ہیں اور پھر آیات کی عمدہ انداز میں تفسیر کرتے ہیں، اسرائیلیات اور ضعیف احادیث سے اجتناب کرتے ہیں اور انداز بیان میں تعصب اور سختی نہیں بلکہ انصاف، نرمی اور علمی شان کے مطابق لکھتے چلے جاتے ہیں۔

یہ کتاب بڑے سائز کی بیس جلدوں میں قاہرہ کے دار الکتب المصریہ سے 1935ء اور 1950ء میں شائع ہوئی تھی۔ بعد ازاں الدار القومية للطباعة والنشر سے بھی شائع کی گئی تھی۔

4۔ علوم القرآن کے اہم مصادر اور مراجع

1۔ البرہان فی علوم القرآن:

امام بدر الدین محمد بن عبداللہ زرکشی (745-794ھ) کی یہ تالیف علوم قرآن میں لکھی گئی جامع ترین کتاب ہے۔ اس میں انہوں نے اسلاف کی کتابوں کا خلاصہ کیا اور ان پر بہت سے امور کا اضافہ بھی فرمایا۔ قرآن کریم سے متعلق بہت سے مسائل کی تحقیق کی، مشکل اور مغلق باتوں کو حل کیا اور مختلف علوم سے متعلق پیدا ہونے والے اشکالات کو دور فرمایا۔ علامہ زرکشی کی یہ کتاب سنتالیس انواع پر

مشتمل ہے۔انہوں نے ہر نوع کا ہر اعتبار سے بھر پور حق ادا کیا ہے، جس کی وجہ سے یہ کتاب سب سے زیادہ جامع اور فائدہ مند کتاب بن گئی ہے۔ یہ کتاب بڑے سائز کی چار جلدوں میں استاذ محمد ابوالفضل ابراہیم کی تحقیق کے ساتھ 1957ء میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔

2۔ الإتقان فی علوم القرآن:

امام حافظ ابوبکر جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی (849-911ھ) کی علوم قرآن میں لکھی گئی ایک مایہ ناز جامع کتاب ہے۔انہوں نے اس کتاب کو اسی (80) انواع میں تقسیم کیا ہے۔ پہلی نوع مکی اور مدنی سورتوں کی معرفت میں اور آخری نوع مفسرین کے طبقات کے بارے میں ہے۔اللہ تعالی انہیں مسلمانوں کی جانب سے بہترین جزا دے کہ انہوں نے ہر نوع کا پورا پورا حق ادا کیا ہے۔علامہ سیوطی کی ''الاتقان'' بڑے سائز کی دو جلدوں میں بہت سے کتب خانوں سے شائع ہوچکی ہے۔ان میں المکتبۃ التجاریۃ بھی شامل ہے، اس کے حاشیے پر ابوبکر باقلانی کی اعجاز القرآن بھی شائع کی گئی ہے۔بہر حال قارئین کی آسانی اور استفادے کی سہولت کے لئے اس کتاب پر مزید محنت اور تحقیق کی ضرورت ہے۔

3۔ التبیان لبعض المباحث المتعلقۃ بالقرآن علی طریق الاتقان:

یہ کتاب ایک محقق عالم شیخ طاہر جزائری رحمہ اللہ (1268-1338ھ) کی تالیف ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں علوم قرآن سے متعلق تمام ضروری ابحاث کو جمع کر دیا ہے، اور انتہائی علمی، دقیق اور عمیق تحقیق فرمائی ہے۔علوم قرآن اور تفسیر سے دلچسپی رکھنے والا شخص اس کتاب سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔کیونکہ قرآن مجید کا اسرار واحکام کی بڑی عمدگی سے اس میں بیان کیا گیا ہے۔علامہ جزائری کا خیال یہ تھا کہ ان کی یہ کتاب اس تفسیر کا مقدمہ بنے گی جس کی تالیف کا وہ پہلے سے ارادہ فرما چکے تھے۔ یہ کتاب درمیانے سائز کی ایک جلد میں مصر کے مطبعۃ المنار سے 1334ھ میں شائع ہوئی تھی۔

4۔مناهل العرفان فی علوم القرآن:

جامعہ ازہر کے مایہ ناز اور معاصر عالم وشیخ محمد عبدالعظیم زرقانی نے اس کتاب میں علوم قرآن کی تاریخ کو موضوع بنایا ہے۔انہوں نے تنزیل القرآن اور اسباب نزول سے متعلق گفتگو کی اور قرآن مجید کے سات حروف پر نازل ہونے کے موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔علامہ زرقانی نے نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں جمع قرآن کو تفصیل

سے بیان کیا ہے اور اس حوالے سے پائے جانے والے شبہات کے دندان شکن جواب دئے ہیں۔ علامہ زرقانی نے سورتوں اور آیات کی ترتیب، کتابت قرآن، رسم قرآنی، مصاحف، قرأت، قراء، تفسیر، مفسرین اور ان کا منہج تفسیر، کتب تفسیر، ترجمہ قرآن، اور اس کا حکم، اس بارے میں علماء کے مذاہب اور ناسخ ومنسوخ کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔آپ نے محکم ومتشابہ وغیرہ کا تذکرہ کیا، اور ان سے متعلق پائے جانے والے علمی اشکالات کو بہترین انداز میں حل کیا ہے۔آپ نے اسلوب قرآن، خصائص قرآن، اعجاز قرآن، اور ان سے متعلق پائے جانے والے شبہات کو بخوبی واضح کیا ہے۔مذکورہ خصائص کی بنا پر علامہ زرقانی کی علوم قرآن کے بارے لکھی گئی یہ کتاب ایک شاہکار ہے اور شریعۃ کالجز میں اعلی تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کی علمی ضرورت پورا کرتی ہے۔مناهل العرفان کئی مرتبہ درمیانے سائز کی دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے اس کا تیسرا ایڈیشن 1973ء میں مصر سے شائع ہوا تھا۔

5۔ المدخل لدراسۃ القرآن الکریم:

یہ کتاب پروفیسر ڈاکٹر محمد محمد ابوشہبہ نے تالیف کی، جو علماء معاصرین میں سے ہیں۔انہوں نے اپنی اس کتاب میں علوم قرآن سے متعلق تمام اہم مباحث کو جمع کر دیا ہے۔انہوں نے اپنی کتاب کو قرآن مجید کے تعارف سے شروع کیا اور کتابت ورسم قرآن کے بیان پر اسے ختم کیا۔جمع قرآن سے متعلق پائے جانے والے تمام شبہات کا خاطر خواہ حل اس کتاب میں موجود ہے۔مباحث کے درمیان بہت سی شاندار علمی تحقیقات قاری کے پڑھنے کے لئے میسر آجاتی ہیں۔اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں مستشرقین اور مسیحی مشزیوں کی جانب سے اٹھائے جانے والے بہت سے اعتراضات کو رفع کیا گیا ہے۔درمیانے سائز کی ایک جلد پر مشتمل یہ کتاب جامعۃ الأزھر کے پریس سے 1958ء میں شائع ہوئی تھی۔

6۔ مباحث فی علوم القرآن:

لبنان کے مشہور عالم دین ڈاکٹر صبحی صالح نے اس کتاب میں علوم قرآن کے اہم مسائل کو علمی انداز میں بڑی عمدگی اور سلاست کے ساتھ جمع کر دیا ہے۔قرآن اور علوم قرآن سے متعلق کئے جانے والے اشکالات کے جواب بھی اس کتاب میں موجود ہیں۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ بڑے سائز کی ایک جلد میں جامعہ دمشق کے پریس سے 1958ء میں شائع ہوئی تھی، اس کے بعد اس کے کئی ایڈیشنز شائع ہو چکے ہیں۔

7۔ اَسبابُ النزول:

قرآنی آیات کے اسبابِ نزول کے بارے میں لکھی گئی سب سے قدیم کتاب ''اسبابُ النزول'' شیخ امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری (م 468ھ) کی ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین کے نقل کردہ اسبابِ نزول کو ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب 1279ھ میں مصر سے درمیانے سائز کی ایک جلد میں شائع ہوئی تھی۔

8۔ لبابُ النقول فی اَسبابِ النزول:

امام حافظ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی (849-911ھ) نے اپنی اس کتاب میں احادیث وتفاسیر کا نچوڑ ذکر کردیا ہے، جیسا کہ اس کتاب کے مقدمہ میں انہوں نے بذاتِ خود اس بات کا اظہار کیا ہے۔ ایک مناسب سائز کی جلد میں یہ کتاب کئی مرتبہ شائع ہوچکی ہے۔

9۔ حرز الاَمانی فی القرأت السبع:

امام القراء ابومحمد قاسم بن فیرہ بن خلف رعینی شاطبی اندلسی (538-590ھ) کی اس مایہ ناز تصنیف کو فنِ تجوید وقرأت میں سب سے قدیم ہونے کا درجہ حاصل ہے۔ اس کی سب سے بہترین شرح ملاعلی القاری رحمہ اللہ الباری نے لکھی ہے جو ہندوستان سے 1348ھ میں شائع ہوئی تھی۔

10۔ النشر فی القرأت العشر:

یہ کتاب حافظ ابوالخیر محمد بن محمد دمشقی شافعی (م 823ھ) کی تالیف ہے جو ابن الجزری کے نام سے مشہور ہیں۔ اس کتاب میں علوم قرآن، قراءات اور تجوید کے مباحث کو اس شاندار انداز میں جمع کیا گیا ہے کہ قرآن اور علوم قرآن میں دلچسپی رکھنے والا کوئی شخص اس سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔ یہ کتاب دو جلدوں میں علی محمد ضباع کی نگرانی میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔ مذکورہ کتاب کے علاوہ علامہ جزری کی چند اور تصنیفات بھی علوم قرآن کے میدان میں خاصی اہمیت کی حامل ہیں:

۱۔ التمهيد فی علم التجويد ۲۔ منجد المقرئين

۳۔ متن الجزرية،

یہ تجوید وقرأت میں ایک منظوم رسالہ ہے۔ جس کی شرح شیخ علی القاری نے لکھی ہے۔

11۔ التبیان فی آداب حملۃ القرآن:

قرآن مجید کے آداب کے بارے میں تالیف کی گئی سب سے زیادہ جامع اور مایہ ناز کتاب امام

حافظ ابوزکریا یحیٰ بن شرف الدین نووی (631-676ھ) کی تالیف ہے۔ اس کا سب سے عمدہ نسخہ دار الفکر سے شائع ہوا تھا۔

5۔ مطالعہ قرآن سے متعلق اہم مصادر:

1۔ اِعجاز القرآن:

قاضی ابوبکر محمد بن طیب باقلانی (م 403ھ) کی یہ تالیف بڑے سائز کی ایک جلد میں سید احمد صقر کی تحقیق کے ساتھ دار المعارف مصر سے شائع ہوئی تھی۔

2۔ اعجاز القرآن کے بارے میں تین اہم رسائل:

اعجاز قرآن سے متعلق لکھے گئے تین اہم رسائل محمد خلف اللہ اور محمد زغلول سلام کی تحقیق کے ساتھ ایک مجموعہ میں مصر سے شائع ہوئے تھے۔

1۔ بيان اعجاز القرآن ،لأبی سليمان حمد بن محمد الخطابی (319-344 ھ)

2۔ النكت فی اعجاز القرآن، لأبی الحسن علی بن عيسى الرمانی (296-386 ھ)

3۔ الرسالة الشافية ،لأبی بكر عبدالقاهر الجرجانی (471 ھ)

3۔ اِعجاز القرآن والبلاغۃ النبویۃ:

مصطفیٰ صادق رافعی (1297ھ-1356ھ) کی یہ کتاب ایک جلد میں کئی مرتبہ شائع ہوچکی ہے۔

4۔ تاویل مشکل القرآن:

ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ (213-276ھ) کی یہ کتاب سید احمد صقر کی تحقیق کے ساتھ ایک جلد میں قاہرہ کے دار احیاء الکتب العربیہ سے شائع ہوئی تھی۔

5۔ متشابہ القرآن:

قاضی عبدالجبار بن احمد معتزلی (م 415ھ) کی یہ جامع کتاب دو حصوں میں ڈاکٹر عدنان زرزور کی تحقیق کے ساتھ دار التراث، قاہرہ سے شائع ہوچکی ہے۔

6۔ دفع اِیہام الاضطراب عن آیات الکتاب:

شیخ محمد امین جکنی شنقیطی نے اس کتاب میں ان آیات کے درمیان تطبیق وتوافق کی صورتوں کو بیان کیا ہے جن میں بظاہر تعارض نظر آتا ہے۔ آیات کو سورتوں کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے۔ یہ کتاب درمیانے سائز کی ایک جلد میں 1375ھ میں ریاض سے شائع ہوئی تھی۔

7۔ **الجمان فی تشبیہات القرآن:**

ابو قاسم عبداللہ بن محمد (ابن ناقیا بغدادی) (410-485ھ) کی یہ کتاب ڈاکٹر عدنان زرزور اور ڈاکٹر محمد رضوان دایہ کی تحقیق کے ساتھ درمیانے سائز کی ایک جلد میں وزارۃ المعارف سے شائع ہوئی تھی۔

8۔ **الإکلیل فی المتشابہ والتأویل:**

شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ (661-728ھ) کی یہ کتاب ایک خوبصورت جلد میں مصر سے دوسری مرتبہ 1947ء میں شائع ہوئی تھی۔ ''مقدمۃ فی اصول التفسیر'' کے نام سے ابن تیمیہ کا ایک رسالہ مصر کے مطبعہ سلفیۃ سے 1370ھ میں شائع ہوا تھا۔ پھر ڈاکٹر عدنان زرزور کی تحقیق کے ساتھ دارالقرآن لبنان نے اسے 1971ء میں شائع کیا۔ آخری مرتبہ یہ رسالہ مئوسسۃ الرسالۃ سے شائع ہوا تھا۔

9۔ **التبیان فی أقسام القرآن:**

امام حافظ شمس الدین محمد بن ابی بکر، ابن القیم الجوزیہ (651-751ھ) نے اس کتاب میں قرآن مجید میں موجود قسم اور جواب قسم کو بھرپور طریقہ سے واضح کیا ہے۔ یہ کتاب 1321ھ میں مکہ مکرمہ مطبعہ میریہ سے شائع ہوئی تھی۔

10۔ **إمعان فی أقسام القرآن:**

عبدالحمید الفراہی کی یہ کتاب ایک عمدہ جلد میں قاہرہ کے مطبعہ سلفیہ سے 1349ھ میں شائع ہوئی تھی۔

11۔ **التعریف والإعلام بما أبہم فی القرآن من الأسماء والأعلام:**

صاحب روض الانف، حافظ عبدالرحمٰن سہیلی اندلسی (509-581ھ) کی یہ کتاب ایک مناسب سائز کی جلد میں قاہرہ سے شائع ہوئی تھی۔

12۔ **ترجیح أسالیب القرآن علی أسالیب الیونان:**

امام مجتہد محمد بن ابراہیم الوزیر الیمنی الصنعانی (775-840ھ) کی یہ کتاب مصر سے ١٣٤٩ھ میں شائع ہوئی۔

13۔ **القرآن ینبوع العلوم والعرفان:**

علی فکری نے اس کتاب میں سائنسی مضامین سے متعلق آیات قرآنیہ کو بڑی صراحت کے

بیان کیا، انہوں نے اس کتاب میں طب، فارمیسی، صحت، تاریخ، فزکس، بیالوجی، زوالوجی، یات اور کیمسٹری وغیرہ سے متعلق قرآنی آیات کی مختصر تفسیر وتشریح پیش کی ہے۔ وہ آیات کی تفسیر کے دوران اس علم کی اصطلاحات کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔ یہ کتاب درمیانے سائز کی تین جلدوں میں ١٩٣٦ء میں قاہرہ سے شائع ہوئی تھی۔

14۔ **التصویر الفنی فی القرآن:**

یہ کتاب سید قطب (م 1966ء) کی ایک مایہ ناز تصنیف ہے۔

15۔ **مشاهد القیامة فی القرآن:**

یہ بھی سید قطب کی تالیف ہے۔

16۔ **القرآن والعلوم العصریة:**

یہ کتاب مصر کے شہرہ آفاق عالم شیخ طنطاوی جوہری (1287-1358ھ) کے رشحات قلم کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ایک رسالے کی شکل میں 1951ء میں شائع ہوا تھا۔

17۔ **الفلسفة القرآنیة:**

عباس محمود العقاد (1889-1964ء) کی یہ کتاب ایک عمدہ جلد میں 1962ء میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔

18۔ **الظاهرة القرآنیة:**

یہ کتاب الجزائر کے معاصر مفکر اور مایہ ناز عالم مالک بن نبی کی تصنیف ہے۔

19۔ **المصطلحات الأربعة فی القرآن:**

یہ کتاب سید ابوالاعلیٰ مودودی، لاہور، پاکستان کی تالیف ہے۔

20۔ **بلاغه القرآن:**

جامعہ الازہر کے وائس چانسلر شیخ محمد خضر حسین (م 1958ء) نے اس کتاب میں دور حاضر کے طلبہ کے ذہن کو سامنے رکھتے ہوئے چند انتہائی اہم موضوعات پر گفتگو کی ہے۔ انہوں نے قرآن مجید کے دوسری زبانوں میں ترجمے، امثال القرآن، محکم، متشابہ، اعجاز قرآن، اور قرآن مجید کے فن قصص وغیرہ پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ یہ کتاب علی رضا تیونسی کی تحقیق کے ساتھ ١٣٩١ھ میں دمشق کے مطبعہ تعاونیہ سے شائع ہوئی تھی۔

21۔ من منهل الأدب الخالد:

یہ کتاب قرآن مجید کی ادبی نصوص کے مطالعہ پر مشتمل ہے اور اسے محمد مبارک نے تالیف کیا ہے۔ یہ کتاب ایک چھوٹی جلد میں 1964ء میں بیروت کے دارالفکر سے شائع ہوئی تھی۔

22۔ نظرة العجلان فی أغراض القرآن:

شیخ محمد بن کمال الخطیب نے اس کتاب میں آیات کی باہمی مناسبت اور سورتوں کی وحدت موضوع کو بیان کیا ہے۔ یہ کتاب درمیانے سائز کی ایک جلد میں 1365ھ میں دمشق کے مطبعہ عصریہ سے شائع ہوئی تھی۔

23۔ قصص القرآن:

یہ کتاب محمد احمد جادالمولی، محمد ابوالفضل ابراہیم، علی محمد بجاوی اور سید شحاتہ کی تالیف ہے۔ اس کتاب کا پانچواں ایڈیشن درمیانے سائز کی ایک جلد میں 1373ھ میں قاہرہ کے مطبعہ استقامہ سے شائع ہوا۔

24۔ الفن القصصي فی القرآن الکریم:

ڈاکٹر محمد احمد خلف اللہ کی اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن مناسب سائز کی ایک جلد میں قاہرہ کے مکتبة النهضة سے 1957ء میں شائع ہوا تھا۔

25۔ القرآن والعلم الحدیث:

عبدالرزاق نوفل کی اس مختصر کتاب کا پہلا ایڈیشن 1959ء میں مصر کے دارالمعارف سے شائع ہوا تھا۔

26۔ نظرات فی القرآن:

دور حاضر کے ایک عالم محمد غزالی کی اس کتاب کا پہلا ایڈیشن 1958ء میں مصر کے مؤسسة الخانجی سے شائع ہوا تھا۔

27۔ منهج القرآن فی التربیة:

دور حاضر کے ایک محقق محمد شدید کی یہ کتاب مصر کے مکتبة الآداب سے شائع ہوئی تھی۔

28۔ النبأ العظیم:

ڈاکٹر محمد عبداللہ دراز (م 1958ء) کی یہ گرانقدر کتاب قرآن مجید سے متعلق جدید نظریات

مشتمل ہے۔ یہ 1960ء میں مصر کے مطبعہ السعادة سے شائع ہوئی تھی، پھر کویت کے دارالقلم سے بھی اس کا ایک جدید ایڈیشن شائع ہوا تھا۔

29۔ دستور الأخلاق فی القرآن:

پروفیسر ڈاکٹر محمد عبداللہ دراز کی یہ کتاب قرآن مجید میں موجود نظری اخلاق کے تقابلاتی مطالعہ پر مشتمل ہے۔ اس میں انہوں نے قرآن مجید کی ان آیات کی تفسیر بھی کی ہے جو عملی اخلاق کا دستور کامل بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ یہ شاندار اور جامع کتاب پہلی مرتبہ فرانس سے 1950ء میں جامعہ الازہر کے شیوخ کی نگرانی میں شائع ہوئی تھی۔ پھر پروفیسر ڈاکٹر عبدالصبور شاہین نے اس کی تحقیق وتعریب کا بیڑا اٹھایا اور پروفیسر ڈاکٹر سید محمد بدوی نے اس کی مراجعت کی۔ عربی زبان میں اس کا پہلا ایڈیشن 1973ء میں بیروت کے مؤسسہ الرسالہ اور پھر کویت کے دارالبحوث العلمیہ سے شائع ہوا۔

30۔ أحسن الحدیث:

ڈاکٹر محمد سعید رمضان بوطی کی یہ کتاب قرآن مجید کے علمی وادبی افادات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کو مکتب اسلامی نے 1968ء میں شائع کیا تھا۔

31۔ التفسیر العلمی للآیات الکونیة:

دور حاضر کے ایک عالم حنفی احمد کی یہ کتاب مصر کے دارالمعارف سے دو مرتبہ شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب کا بنیادی مقصد آیات کونیہ کی تفسیر وتشریح کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اثبات ہے۔ نیز آیات کونیہ کے دقیق معانی کے استخراج کے ذریعے قرآن مجید کے سائنسی اور لغوی اعجاز کو بھی اس کتاب میں واضح کیا گیا ہے۔ یہ وہ آیات ہیں جو کائنات کے اسرار کے متعلق علم کو آشکارا کرتی ہیں۔ اس سے اہل ایمان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور قرآن مجید کی حقانیت پر شک کرنے والوں کو دندان شکن جواب ملتا ہے۔ نیز ان لوگوں کے زعم باطل کی بھی نفی ہوتی ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید میں کائنات کے متعلق کوئی علم موجود نہیں بلکہ عام لوگوں کے مشاہدہ کی باتیں ہیں۔

32۔ القرآن الکریم وأثره فی الدراسات النحویة:

یہ کتاب دور حاضر کے ایک عالم ڈاکٹر عبدالعال سالم مکرم کی ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں بہت سے سوالات کے جواب دیئے ہیں، اور بصرہ کوفہ، بغداد، اندلس، مصر اور شام کے نحوی

نظریات پر قرآن مجید کے اثرات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے کچھ ایسی تفاسیر کا بھی ذکر کیا ہے۔ جن میں نحو پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ نیز انہوں نے اعراب القرآن کے متعلق لکھی ہوئی چند تفاسیر کا بھی ذکر کیا ہے۔ ڈاکٹر عبدالعال نے نحو کے اصول استشہاد اور قرآن مجید سے استشہاد کے درجہ پر بحث کرتے ہوئے کچھ شبہات کے جواب بھی دیئے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالعال کی ذکر کردہ تمام ابحاث کا بنیادی نقطہ یہی ہے کہ قرآن مجید ایک معجزہ ہے۔ یہ کتاب مصر کے دارالمعارف سے 1965ء میں شائع ہوئی تھی۔

33۔ متشابه القرآن، دراسة موضوعية:

ڈاکٹر عدنان زرزور کی یہ کتاب دمشق کے دارالفتح سے 1969ء میں شائع ہوئی تھی۔

34۔ أضواء من القرآن على الإنسان ونشأة الكون:

عبدالغنی الخطیب کی یہ کتاب بھی دمشق کے دارالفتح سے شائع ہوئی تھی۔

35۔ التعريف بالقرآن والحديث:

علامہ شیخ محمد زفزاف رحمہ اللہ کی یہ کتاب قرآن مجید کی اہم مباحث سے متعلق ایک مختصر علمی شاہکار ہے۔ جس میں انہوں نے قرآن مجید کے ترجمہ، نزول، تاریخ، خصائص، اعجاز اور تفسیر جیسے اہم موضوعات پر گفتگو کی ہے۔ نیز حدیث کی تاریخ محدثین کی اصطلاحات اور حدیث کے منہج بحث پر بھی اس کتاب میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن 1955ء میں قاہرہ سے اور دوسرا ایڈیشن 1979ء میں کویت کے مکتبہ الفلاح سے شائع ہوا تھا۔

علوم قرآن کی مذکورہ بالا کتب کے تذکرہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے کیونکہ قرآن مجید کی ہر جہت سے اور ہر جانب سے متعلق لکھی گئی کتابوں کی تعداد احاطۂ شمار سے باہر ہے۔ اہل علم و دانش ہر لحظہ خدمت قرآن میں مشغول ہیں اور قرآن فہمی کے لئے نئی سے نئی کتاب وجود میں آ رہی ہے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ان کتابوں کا موضوع اور منبع ایک ایسا ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہے جس کا پانی کبھی کم نہیں ہوتا اور اس کا جمال کبھی ماند نہیں پڑتا۔ اہل علم جب بھی اس سے سیرابی حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کا تعلق اس کتاب عظیم سے اور بڑھ جاتا ہے۔

حدیث اور علوم حدیث

۱۔ حدیث کی مشہور کتابیں اور ان کی شروحات:

1. صحيح البخاري:

اس کتاب کا پورا نام یہ ہے۔ "الجامع الصحيح المسند المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه و أيامه" اس کی تالیف کا شرف امام حافظ امیر المومنین فی الحدیث ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل نخعی بخاری (194-256ھ) کو حاصل ہوا۔ صحیح بخاری حدیث صحیح میں تصنیف کی گئی پہلی کتاب ہے۔ امام بخاری نے اسے ابواب فقہ کی ترتیب پر تصنیف کیا اور فن حدیث اور ترجمۃ الباب میں تفنن وتنوع کا بہت خیال رکھا ہے۔ اس کتاب میں موجود بہت سے علمی استنباطات اور فوائد جلیلہ امام بخاری کے بے پناہ علم اور ان کے فہم کی گہرائی پر دلالت کرتے ہیں۔ انہوں نے رجال اور اسانید کے متعلق بھی تحقیق اور سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے۔ جس کی وجہ سے امام بخاری کی کتاب قرآن مجید کے بعد سب سے زیادہ مستند اور معتبر کتاب قرار پائی ہے۔ لوگوں نے اس کی حفاظت، مطالعہ اور اسے یاد کرنے کا اہتمام کیا اور بہت سے علماء نے اس کی شروحات لکھیں اور اس میں وارد ہونے والے علوم و فوائد کو بیان کیا۔ امام بخاری کی مایہ ناز کتاب اپنے علمی کمال کی وجہ سے ہر دور میں امت مسلمہ کی طرف سے توجہ، مطالعہ اور احترام وتقدس سے بہرہ ور رہی ہے۔ یہ اس قابل ہے کہ اس پر مزید محنت کی جائے اور آنے والی نسلوں کے لئے اسے محفوظ تر بنایا جائے۔

2. صحيح مسلم:

حجۃ الاسلام ابوالحسین مسلم بن الحجاج قشیری النیشاپوری (204-261ھ) نے اپنی اس الجامع الصحیح کو ابواب فقہ کی ترتیب پر مرتب فرمایا ہے، انہوں نے اپنی کتاب کو تین لاکھ احادیث سے منتخب فرمایا ہے اور رجال ومتون پر بھی خوب تحقیق کی ہے۔ امام مسلم ایک حدیث کے مختلف طرق کو ایک جگہ یکجا کر دیتے ہیں تا کہ ان کی طرف رجوع اور ان سے احکام کا استنباط آسان ہو سکے۔ صحیح مسلم صحیح بخاری کے بعد دوسرا مقام رکھتی ہے۔ اہل علم حضرات کا اس بات پر اجماع ہے کہ ان دونوں کتابوں میں موجود تمام روایتیں یقینی طور پر متصل، مرفوع اور صحیح ہیں اور یہ دونوں حدیث کی صحیح ترین کتابیں ہیں۔

یہاں اس امر کا تذکرہ بھی ضروری ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی کتابوں میں صحیح احادیث کا استیعاب کرنے کی کوشش نہیں کی، جیسا کہ خود امام بخاری فرماتے ہیں:

”میں نے اپنی جامع میں صرف وہی احادیث ذکر کی ہیں جو صحیح ہیں، البتہ بہت سی صحیح احادیث کو میں نے طوالت کے خوف سے چھوڑ دیا ہے“۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”یہ بات نہیں کہ میرے نزدیک جو احادیث صحیح درجے میں تھیں وہ ساری کی ساری میں نے اس کتاب میں جمع کر دیں بلکہ میں نے اس کتاب میں صرف وہ احادیث ذکر کی ہیں جن کی صحت پر اہل علم کا اجماع ہے“۔

مراد یہ ہے کہ اس میں وہ احادیث نقل کی گئی ہیں جن میں صحیح کی متفق علیہ شرائط موجود ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ صحاح ستہ میں احادیث کا ایک مخصوص اور مختصر مجموعہ ہے اور یہ مجموعہ سنن، مسانید اور صحیح روایات کے ساتھ دوسری کتابوں میں بھی موجود ہے۔ جیسے صحیح ابن خزیمہ (311ھ) یہ کتاب پہلی مرتبہ ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی کی تحقیق کے ساتھ بیروت کے المکتب الاسلامی سے 1971ء میں شائع ہوئی تھی۔ اسی طرح صحیح ابن حبان (354ھ) جس کا پہلا حصہ شیخ احمد شاکر کی تحقیق کے ساتھ 1952ء میں مصر کے دارلمعارف سے شائع ہوا تھا۔ اسی طرح ابو عبداللہ الحاکم النیشاپوری (321-405ھ) کی کتاب ”المستدرک علی الصحیحین“ بھی اسی قبیل سے ہے۔ یہ کتاب بیروت سے کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔

3. سنن أبي داؤد:

امام سید الحفاظ سلیمان بن اشعث بجستانی (202-275ھ) نے اس کتاب کو ابواب فقہ کی ترتیب پر مرتب کیا ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں صرف سنن و احکام کو ذکر کیا ہے اور قصص، مواعظ، اخبار، رقائق اور فضائل اعمال سے تعرض نہیں فرمایا۔

لہٰذا ان کی کتاب احادیث احکام کے ساتھ خاص ہے۔ انہوں نے صرف صحیح احادیث کی تخریج کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ صحیح، حسن اور ان کے علاوہ دوسری احادیث بھی ذکر کی ہیں۔ بعض اوقات کسی حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ بھی کر دیتے ہیں۔ سنن ابی داؤد کئی مرتبہ دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ قاہرہ کے المکتبۃ التجاریہ سے چار جلدوں میں محمد محی الدین عبدالحمید کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی تھی۔ پھر معالم السنن کے ہمراہ پروفیسر عزت دعاس کی تحقیق کے ساتھ پانچ جلدوں میں 1974ء میں شائع ہوئی تھی۔

4. سنن النسائي:

سنن النسائی امام حافظ ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی (215-303ھ) کی تالیف ہے۔ امام نسائی نے اپنی سنن میں ایسے راویوں سے کوئی روایت نہیں لی جن کے متروک ہونے پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب کو ابواب فقہ پر ترتیب دیا ہے۔ سنن النسائی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس انداز میں لکھی گئی کتابوں میں سب سے کم ضعیف احادیث اس میں آئی ہیں۔ یہ کتاب سنن ابی داؤد کے قریب ترین درجہ رکھتی ہے۔ سنن النسائی کئی مرتبہ 8 اجزاء میں شائع ہوئی ہے۔ اس کا سب سے بہترین نسخہ محققہ ”سنن النسائي بالتعليقات السلفية“ فضیلۃ الاستاذ محمد عطاء اللہ امرتسری کی تحقیق کے ساتھ پاکستان کے مطبعہ سلفیہ لاہور سے 1376ء میں شائع ہوا تھا۔

5. سنن الترمذي أو جامع الترمذي:

امام حافظ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی (209-279ھ) نے اپنی سنن کو ابواب فقہ پر ترتیب دیا ہے۔ علمی وسعت، جامعیت اور فن حدیث کے اعتبار سے یہ کتاب تمام کتب حدیث پر فائق نظر آتی ہے۔ امام ترمذی نے اپنی سنن میں صحیح، حسن، ضعیف اور غریب احادیث کو بھی ذکر کیا ہے۔ آپ معلل احادیث کو بھی ذکر کرتے ہیں اور پھر ان کی علت بیان کرتے ہیں۔ احادیث پر منکر ہونے کا حکم لگاتے ہیں اور وجہ نکارت کو آشکارا کرتے ہیں۔ آپ فقہ احادیث، مذاہب سلف اور راویوں کے بارے میں بھی کلام فرماتے ہیں۔ یہ کتاب کئی مرتبہ شائع ہوئی ہے۔ اس کا ایک نسخہ پروفیسر عزت دعاس کی تحقیق کے ساتھ حمص سے 1378ھ میں شائع ہوا تھا۔

ڈاکٹر نور الدین عتر نے ”الإمام الترمذي والموازنة بين جامعه وبين الصحيحين“ کے نام سے ایک کتاب لکھی جسے مصر کے ایک مطبعہ لجنة التاليف والترجمة والنشر نے 1970ء میں شائع کیا تھا۔

6. سنن ابن ماجه:

امام حافظ ابو عبداللہ محمد بن یزید قزوینی، ابن ماجہ (209-273ھ) کی یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے، جسے ابواب فقہ پر ترتیب دیا گیا ہے۔ امام ابن ماجہ نے اس میں صحیح احادیث کے لانے کا التزام نہیں کیا بلکہ صحیح، حسن، ضعیف اور ہر طرح کی احادیث اس میں جمع کی ہیں۔ اس کتاب میں ایسی بہت سی احادیث ہیں جو صحیحین اور سنن میں نہیں۔ اس خصوصیت کی وجہ سے علماء نے اسے صحاح ستہ میں

شمار کیا ہے۔ یہ کتاب کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ اس کا سب سے بہتر نسخہ محمد فواد عبدالباقی کی تحقیق کے ساتھ 1952ء میں دار احیاء الکتب العربیہ سے شائع ہوا تھا۔ اس میں بہت سی ایسی تحلیلی فہارس تیار کی گئی ہیں جن کے ذریعے احادیث تک رسائی آسان ہو جاتی ہے۔ حدیث کی پانچ مایہ ناز کتب میں سنن ابن ماجہ کا اضافہ سب سے پہلے ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی (448-508ھ) نے کیا تھا۔ لہذا سنن ابن ماجہ حدیث کی چھ مایہ ناز اور اولین کتابوں میں سے ایک قرار پائی۔ اس سے پہلے علماء امام مالک کی کتاب موطا کو بہترین چھٹی کتاب قرار دیتے تھے۔ اس لئے کہ یہ سنن ابن ماجہ سے زیادہ صحیح ہے۔

علماء نے سنن ابن ماجہ کو موطا امام مالک پر مقدم رکھا ہے، باوجود اس کے کہ موطا کی روایات سنن ابن ماجہ کی روایات سے زیادہ صحیح ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سنن ابن ماجہ میں ایسی بہت سی روایات موجود ہیں جو باقی پانچ کتابوں میں موجود نہیں، جبکہ موطا امام مالک کی اکثر روایات باقی پانچ کتابوں میں موجود ہیں۔ پس سنن ابن ماجہ کی موطا امام مالک پر تقدیم روایات کی صحت کی وجہ سے نہیں بلکہ کثرت زیادات کی وجہ سے ہے۔

7. موطا امام مالک:

یہ کتاب أبو عبداللہ مالک بن أنس بن مالک بن أبی عامر بن عمر وبن الحارث أصبحی حمیری مدنی (93-179ھ) کی تالیف ہے۔ امام مالک اسلام کے مایہ ناز ائمہ میں سے ایک اور دار الہجرۃ یعنی مدینہ منورہ کے امام ہیں۔ آپ 93ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور اسی دار حبیب میں پرورش پائی۔ آپ نے اکابر تابعین سے علم حاصل کیا۔ آپ کے اساتذہ میں امام محمد بن شہاب زہری، ہشام بن عروہ، سعید بن ابی سعید مقبری، ربیعہ بن عبدالرحمن (جو ربیعہ الرائی کے نام سے مشہور ہیں) محمد بن منکدر، یحی بن سعید انصاری، ایوب سختیانی اور عبدالرحمن بن قاسم شامل ہیں۔

آپ سے روایت کرنے والے حضرات کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ آپ کے جن اساتذہ نے آپ سے احادیث لی ہیں، ان میں ابن شہاب زہری، اور یحی بن سعید انصاری وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے ہم عصر علماء میں امام لیث بن سعد امام مصر اور ابن عیینہ نے ان سے روایت کی ہے۔ ان سے روایت کرنے والے اکابر میں امام ابوحنیفہ بھی ہیں، جن سے ان کے چند بڑے عمدہ مناظرے بھی ہوئے تھے۔ ان فقہی مناظروں سے دونوں حضرات اور دوسرے علماء کے دلوں کو ٹھنڈک نصیب ہوئی اور ان

دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کی تعریف کی ہے۔

امام شافعی نے بھی ان سے روایت کی ہے، اور انہیں موطا پڑھ کر سنائی۔ امام محمد بن حسن شیبانی (جو امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں) نے بھی امام مالک سے روایت کی ہے اور موطا کی ایک روایت ان سے بھی منقول ہے۔

امام مالک کے شاگردوں میں عظیم بزرگ حافظ عبداللہ بن مبارک، عبدالرحمن بن مہدی، یحی بن سعید قطان، عبداللہ بن مسلمہ قعنبی (جو امام بخاری اور امام مسلم کے شیخ ہیں) یحی بن یحی نیشاپوری (یہ بھی امام مسلم اور امام بخاری کے شیخ ہیں) اور یحی بن یحی ابن کثیر لیثی اندلسی (موطا مالک کے ایک مشہور ناسخ) شامل ہیں۔

امام مالک علیہ الرحمہ اپنے علم و کرم، وقار و تمکنت اور حدیث رسول ﷺ کی توقیر و عظمت میں خاص مقام رکھتے ہیں۔ جب طلبہ امام مالک کی مجلس میں بیٹھتے تو اس سکون اور خاموشی سے بیٹھتے گویا کہ پرندے آکر ان کے سروں پر بیٹھے ہیں۔ ایک مرتبہ ہارون الرشید نے آپ کو حکم دیا کہ وہ اس کے محل میں آکر اسے اور اس کے بیٹوں کو موطا پڑھائیں۔ لیکن امام مالک نے آنے سے انکار کر دیا۔ جس کے نتیجے میں ہارون الرشید اور اس کے بیٹے امام مالک کے پاس ان کے گھر حاضر ہوئے اور ان سے موطا پڑھا۔ علماء، امراء اور خلفاء امام مالک کا بہت احترام کیا کرتے تھے۔ امام مالک ان میں سے صرف نیک لوگوں کے ہدایا قبول کیا کرتے تھے۔ امام مالک کے ایک شاگرد ابن القاسم بیان کرتے ہیں کہ امام مالک کے پاس چار سو دینار تھے، جن سے وہ تجارت کیا کرتے تھے اور یہ ان کی معیشت کا سامان تھا۔

پہلے اہل مدینہ امام مالک کی عظمت کے قائل ہوئے پھر پورے عالم اسلام میں آپ کی عظمت کے گن گائے جانے لگے، اور آپ اہل علم کے لئے مرجع کی حیثیت سے مقبول ہونے لگے۔ آپ قوی شخصیت کے مالک تھے اور حق بات کہنے میں کبھی تردد نہ کرتے۔ اہل اقتدار کو نصیحت فرمایا کرتے تھے لیکن ان کی سیاست اور حکومتی سرگرمیوں میں ملوث نہ ہوتے۔

امام مالک ایک حدیث روایت کرتے تھے: ''طلاق دینے پر مجبور کیے جانے والے شخص کی طلاق نہیں ہوتی''۔ اس حدیث کی روشنی میں امام مالک زبردستی لی جانے والی طلاق کے وقوع کے قائل نہیں تھے۔ بعض بدخواہوں، حاسدوں اور مفاد پرستوں نے اسی پر قیاس کرتے ہوئے مشہور کر دیا کہ

امام مالک زبردستی لی جانے والی بیعت خلافت کے بھی قائل نہیں ہیں۔ امام مالک کے حوالے سے یہ خبر اس وقت مشہور کی گئی جب نفس زکیہ محمد بن عبداللہ بن حسن نے مدینہ میں خروج کیا، تو اس دور کے والی مدینہ کو کسی نے امام مالک کے خلاف خوب بھڑکایا، کہ امام مالک تمہاری بیعت خلافت کو نہیں مانتے۔ جس کے نتیجہ میں امام مالک اپنے گھر میں بند ہو کے رہ گئے۔ مدینہ کے والی جعفر بن سلیمان نے انہیں بلایا اور کوڑے لگوائے۔ یہ واقعہ نفس زکیہ محمد بن عبداللہ کے قتل (146ھ) کے تقریبا ایک سال بعد کا ہے۔ والی مدینہ کی اس حرکت کی وجہ سے اہل مدینہ بنو عباس اور ان کے حکمرانوں کے سخت خلاف ہو گئے۔ انہوں نے امام مالک کی حمایت میں شدید احتجاج کیا۔ جس کے بعد ابو جعفر منصور کے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ امام مالک سے معافی مانگے۔ چنانچہ جب وہ حج کے لئے حجاز آیا تو اس نے امام مالک سے معافی مانگی، اور ان کی شان میں تعریفی کلمات کہے، اور مدینہ کے گورنر کو سخت سزا کی دھمکی دی۔ ابو جعفر منصور نے اس موقع پر امام مالک سے کہا:

''میں نے اس بات کا حکم دے دیا ہے کہ مدینہ کے گورنر کو قید کیا جائے، اسے ذلیل کیا جائے اور اسے اس تکلیف سے کئی گنا زیادہ سزا دی جائے جو اس نے آپ کو دی ہے''۔

یہ سن کر امام مالک نے کہا:

''اے امیر المومنین! اللہ تعالی آپ کو عافیت عطا فرمائے، آپ کے مقام و مرتبہ کو مزید عمدہ بنائے، میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کی قرابت کی وجہ سے اسے معاف کر چکا ہوں''۔

ابو جعفر منصور نے کہا:

''اللہ تعالی آپ کو معاف فرمائے اور آپ کو جنت عطا فرمائے''۔

یہ واقعہ امام مالک کی وسیع ظرفی اور اعلی کردار پر دلالت کرتا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا انتقال 179ھ کو مدینہ منورہ میں ہوا، اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ علماء کی نظر میں امام مالک کا مقام و مرتبہ انتہائی بلند اور رفیع ہے۔ علماء آپ کے علم، دینداری اور استقامت کے معترف ہیں۔ آپ حدیث اور رجال حدیث، جرح و تعدیل، صحابہ کرام اور تابعین کی فقہ کے مایہ ناز عالم تھے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

امام مالک نے اپنی کتاب ''موطا'' کو ابواب کے مطابق ترتیب دیا ہے۔ اس میں انہوں نے اہل حجاز کی نقل کردہ قوی احادیث کو ذکر کیا ہے۔ آپ نے صرف مرفوع احادیث پر اکتفا نہیں کیا

بلکہ صحابہ کرام اور تابعین کے اقوال کو بھی نقل کیا ہے۔ آپ نے اس کتاب کے لئے اپنی یادداشت میں محفوظ ایک لاکھ احادیث سے دس ہزار احادیث کا انتخاب کیا۔ پھر ان دس ہزار احادیث میں بھی کانٹ چھانٹ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ موجودہ حالت میں باقی رہ گئی۔ آپ نے اس کتاب کی تصنیف اور تنقیح پر بہت سا زمانہ صرف کیا تھا۔ ایک مرتبہ امام اوزاعی کے شاگرد عمر بن عبدالواحد نے چالیس دن میں موطا امام مالک یاد کر لی تو امام مالک نے ان سے فرمایا:

''جس کتاب کو میں نے چالیس سال میں تصنیف کیا ہے تم نے اسے چالیس دن میں حاصل کر لیا! تمہاری قلت فقہ بھی کتنی عجیب ہے!''

امام مالک نے اپنی یہ کتاب لکھنے کے بعد مدینہ منورہ کے ستر فقہاء کے سامنے رکھی۔ ان سب نے اس کی تائید کی، اسی وجہ سے اس کا نام ''موطا'' (تائید کی ہوئی کتاب) رکھا گیا۔

امام مالک کو مدینہ منورہ کا پہلا مصنف کہا جاتا ہے، کیونکہ آپ کے زمانے میں عالم اسلام کے مختلف گوشوں میں کتابت کا آغاز ہو رہا تھا۔ لیکن مدینہ منورہ میں موطا سے پہلے کوئی اور تصنیف نظر نہیں آتی۔

اس کتاب کی تالیف کا سبب یہ تھا کہ ایک مرتبہ ابو جعفر منصور نے امام مالک سے عرض کیا کہ ایک ایسی کتاب لکھ دیں جس پر تمام لوگ عمل کریں اور ان کے اختلاف کا خاتمہ ہو سکے۔ ابو جعفر منصور نے کہا تھا:

''اجعل العلم یا أبا عبداللہ علما واحدا'' ''اے ابو عبداللہ! علم کو ایک علم بنا دیجئے''۔

امام مالک نے فرمایا:

''نبی کریم ﷺ کے صحابہ مختلف شہروں میں پھیل گئے تھے اور انہوں نے اپنے زمانے میں اپنی رائے کے مطابق فتوی دیا تھا، اس لئے اب لوگوں کو ایک چیز پر عمل کروانا ممکن نہیں ہے''۔

اسی طرح ایک مرتبہ ہارون رشید نے امام مالک سے کہا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ تمام لوگوں کو موطا پر عمل کرنے والے بنا دوں، جس طرح حضرت عثمان نے لوگوں کو قرآن پر جمع کیا تھا۔ اس پر امام مالک نے فرمایا:

''لوگوں کو موطا پر جمع کرنا ممکن نہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے صحابہ

مختلف علاقوں میں پھیل گئے تھے، اور ہر علاقے میں انہوں نے احادیث بیان کیں، اب ہر شہر والوں کے پاس اپنے اپنے علم پر احادیث موجود ہیں"۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا:

"صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فروع میں اختلاف کیا اور مختلف علاقوں میں تشریف لے گئے اور ان میں سے ہر ایک راہ حق پر ہے"۔

یہ سن کر رشید نے کہا:

"وفقک اللہ یا أبا عبداللہ" "اے ابوعبداللہ، اللہ آپ کو بھلائی کے کاموں کی توفیق دیتا ہے"۔

امام مالک کا تمام بلاد اسلامیہ میں تمام مسلمانوں کو موطا کی پابندی کروانے سے انکار کرنا آپ کے ورع وتقوی کی نشاندہی کرتا ہے۔

اس کتاب میں امام مالک کا طرز واسلوب یہ ہے کہ وہ پہلے باب کا عنوان ذکر کرتے ہیں۔ پھر ان احادیث کو بیان کرتے ہیں جن کی اسناد نبی کریم ﷺ تک پہنچتی ہیں۔ پھر نبی کریم ﷺ یا صحابہ کرام یا تابعین سے نقل کردہ بلاغات کو ذکر کرتے ہیں۔ بیشتر اوقات امام مالک اپنی فقہ کو عنوانات میں ہی ذکر کر دیتے ہیں، جیسے کتاب الطھارۃ میں آپ نے "فی المستحاضۃ" کا باب باندھا، اسی طرح کتاب الجمعہ میں آپ نے "باب ما جاء فی الإنصات یوم الجمعۃ والإمام یخطب" کا باب باندھا۔ یہ طرز عمل ان کی کتاب میں جابجا نظر آتا ہے۔ اسی وجہ سے سید محمد بن جعفر کتانی کہتے ہیں:

"موطا مالک میں تین ہزار مسائل ہیں اور سات سو احادیث ہیں"۔

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

"موطا امام مالک، صاحب کتاب اور ان کے مقلدین کے نزدیک ایک صحیح کتاب ہے، باوجود اس کے کہ اس میں مرسل، منقطع وغیرہ کو بھی حجت بنایا گیا ہے۔ لیکن اگر شرائط کی روشنی میں دیکھیں تو ایسا نظر نہیں آتا۔ امام مالک اور امام بخاری کی ذکر کردہ منقطع احادیث میں فرق یہ ہے کہ موطا کی منقطع اکثر اوقات امام مالک کی مسموع ہوتی ہیں اور وہ ان کے نزدیک حجت ہیں۔ جبکہ صحیح بخاری میں منقطع کی اسناد کو تخفیف کی غرض سے حذف کیا جاتا ہے۔ بشرطیکہ اس کا ذکر کسی دوسری جگہ وصل کے

ساتھ آرہا ہو۔ نیز اس منقطع کا ذکر تنویع کے لئے ہوتا ہے اگر وہ امام بخاری کی شرائط پر نہ ہو، تاکہ اسے کتاب کے موضوع سے نکال دیں۔ موطا میں مسند، متصل، مرفوع، مرسل، منقطع، اور بلاغات ہر قسم کی روایات موجود ہیں، اسی وجہ سے حافظ دیار مغرب ابن عبدالبر (368-463ھ) نے موطا کی مرسل و منقطع وغیرہ روایات کے وصل میں ایک کتاب لکھی تھی۔

موطا کے مرتبہ کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ صحیحین پر مقدم ہے بعض اسے ان کے برابر قرار دیتے ہیں۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اس میں موجود مرفوع متصل صحیحین کی احادیث کی طرح ہیں جبکہ ان کے علاوہ دوسری احادیث کا درجہ وہی ہوگا جو وہ ہیں۔ ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ موطا امام مالک کا درجہ صحیح مسلم کے بعد ہے۔ یہ آخری قول زیادہ بہتر اور راجح ہے۔ بہر حال حدیث کے میدان میں دوسری صدی کے نصف اول میں لکھی گئی کتابوں میں سب سے قدیم کتاب ہونے کا درجہ موطا امام مالک کو حاصل ہے۔ البتہ امام زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب کا مجموعہ حدیث جو پہلی صدی کے آخر اور دوسری صدی کے شروع میں منصۂ شہود پر آیا۔ اسے تالیف حدیث میں قدامت حاصل ہے۔

موطا امام مالک کا شمار اس زمانے کی جامع ترین کتابوں میں ہوتا تھا یہاں تک کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: "روئے زمین پر کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح کتاب امام مالک کی موطا ہے"۔

امام مالک سے موطا کو نقل کرنے والوں میں مدینہ، مکہ، مصر، عراق، مراکش، اندلس، قیروان، تیونس اور بلاد شام کے بہت سے محدثین شامل ہیں۔ یہ کتاب اسلامی دنیا میں پھیلی اور ایک خلق خدا نے اس سے استفادہ کیا۔ اس کی بہت سی شروحات بھی لکھی گئی ہیں۔ موطا امام مالک کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ اس کا سب سے عمدہ نسخہ محمد فواد عبدالباقی کی تحقیق کے ساتھ بڑے سائز کی دو جلدوں میں 1951ء میں قاہرہ کے دار احیاء الکتب العربیہ سے شائع ہوا تھا۔

8. مصنف عبدالرزاق:

حافظ ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع حمیری انتہائی ثقہ علماء میں سے ایک ہیں۔ آپ کی پیدائش 126ھ میں ہوئی۔ آپ نے بیس سال کی عمر میں علم حاصل کرنا شروع کیا، آپ نے سات سال تک معمر بن راشد کی ہم نشینی اختیار کی۔ آپ تجارت کے لئے بلاد شام میں تشریف لائے اور پھر حج کی سعادت بھی حاصل کی۔ اس دوران آپ کو ابن جریج، عبداللہ بن عمر، عبیداللہ بن عمر، عبداللہ بن سعید بن

ابی ہند، ثور بن یزید، اوزاعی، امام مالک، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ اور بہت سے علماء سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔ آپ کے شیوخ میں سے ابن عیینہ اور آپ کے ہم عصر حضرات میں وکیع بن جراح نے آپ سے روایت کی ہے۔ آپ سے روایت کرنے والوں میں امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، علی بن مدینی، ابوخیثمہ اور بہت سے لوگ شامل ہیں۔ لوگ دور دراز سے سفر کر کے آپ کے پاس حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ کیا آپ نے حدیث کے معاملے میں عبدالرزاق سے بہتر کسی کو دیکھا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ''نہیں''۔

معمر بن راشد، عبدالرزاق کے بارے میں فرماتے ہیں:

''عبدالرزاق اس قابل ہیں کہ اونٹوں پر سوار ہو کر انتہائی دور دراز کے فاصلے طے کر کے ان کے پاس حصول علم کے لئے حاضر ہوا جائے''۔

ابن السری فرماتے تھے:

''میں عبدالرزاق تک پہنچنے کے لئے اپنی سواری کو تھکا دوں گا''۔

بعض لوگوں نے عبدالرزاق پر تشیع کا الزام لگایا ہے اور انہیں اس مسلک کا زبردست حامی قرار دیا ہے۔ جبکہ علماء نے ان سے اس الزام کو دور کیا ہے۔ ایک مرتبہ عبداللہ بن احمد نے اپنے والد گرامی امام احمد سے عبدالرزاق کے بارے میں پوچھا: کیا وہ تشیع سے تعلق رکھتے تھے اور اس بارے میں افراط کا شکار تھے؟ اس پر امام احمد نے کہا کہ میں نے تو ان سے اس قسم کی کوئی بات نہیں سنی۔

حضرت سلمہ بن شبیب فرماتے ہیں کہ میں نے عبدالرزاق کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ کی قسم! کبھی میرے دل میں یہ بات پیدا نہیں ہوئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے افضل تھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم پر رحم فرمائے جو شخص ان سے محبت نہ کرے وہ مومن نہیں ہو سکتا۔ وہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اپنے تمام اعمال میں سب سے زیادہ بھروسہ ان حضرات کی محبت پر ہے۔

ابو ازہر کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرزاق کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ شیخین کی فضیلت اس وجہ سے ہے کہ حضرت علی نے خود انہیں اپنے اوپر فضیلت دی، اگر حضرت علی انہیں اپنے اوپر فضیلت نہ دیتے تو میں بھی انہیں حضرت علی سے افضل نہ سمجھتا۔ میرے گھٹیا پن کے لئے یہی بات کافی ہوتی کہ میں حضرت علی سے محبت کا دعویدار بھی بنوں اور ان کے قول کی مخالفت بھی کروں۔

ابن عدی فرماتے ہیں کہ عبدالرزاق سے بہت سی احادیث منقول ہیں۔ بہت سے ثقہ محدثین اور ائمہ کرام نے ان سے روایات لی ہیں۔ البتہ بعض اہل علم نے انہیں تشیع کی طرف منسوب کیا ہے۔ عبدالرزاق کو سترہ ہزار احادیث زبانی یاد تھیں۔ زندگی کے آخری ایام میں ان کی بینائی ختم ہوگئی تھی۔ ان کی بینائی کے ختم ہو جانے کے بعد ان کی بیان کردہ احادیث کو محدثین نے ضعیف قرار دیا۔ امام ذہبی فرماتے ہیں کہ چند منکر احادیث کے علاوہ ان سے منقول سب روایات کو اہل علم نے قابل حجت قرار دیا ہے۔ امام عبدالرزاق کا انتقال ماہ شوال 211ھ میں ہوا۔

امام عبدالرزاق کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے احادیث کو جمع کیا، انہیں یاد کیا، انہیں محفوظ کیا اور انہیں کتابی شکل میں ڈھالا۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ عبدالرزاق جب یمن میں تھے تو کتابوں کا پابندی سے مطالعہ کیا کرتے تھے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں کہ عبدالرزاق نے ایک بڑی اور جامع کتاب تالیف کی ہے جو علم کا خزانہ ہے۔

حافظ عبدالرزاق نے اپنی ''مصنف'' کو ابواب علم پر ترتیب دیا ہے۔ کتاب میں سب سے پہلے کتاب الطہارۃ، پھر کتاب الحیض، پھر کتاب الصلاۃ ہے۔ آخر میں ایک کتاب ''الجامع'' ہے۔ ہر کتاب کے تحت بہت سے ابواب ہیں اور ہر باب میں نبی کریم ﷺ کی احادیث مرفوعہ، صحابہ کرام کے اقوال وافعال اور بسا اوقات تابعین کے اقوال وافعال مکمل سند کے ساتھ نقل کئے گئے ہیں۔

بلا شک وشبہ یہ کتاب انتہائی مفید اور جامع کتاب ہے، جس میں احادیث اور آثار کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر موجود ہے۔ اس میں (21023) احادیث اور آثار ہیں۔ یہ کتاب گیارہ جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ اس پر محدث عظیم حبیب الرحمٰن اعظمی کی تحقیق وتخریج اور تعلیق موجود ہے۔ اسے مجلس علمی، بیروت نے شائع کیا ہے۔

9. مسند امام احمد بن حنبل:

امام احمد بن حنبل کا پورا نام ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد شیبانی مروزی بغدادی ہے۔ جب آپ کی والدہ حالت حمل میں تھیں تو ''مَرْو'' سے بغداد تشریف لے گئیں۔ اور آپ کی پیدائش بغداد میں ربیع الاول کے مہینے میں 164ھ میں ہوئی۔ آپ نے بغداد میں پرورش پائی اور وہیں علم حاصل کیا۔ آپ کے والد آپ کے بچپن میں ہی انتقال کر گئے تھے۔ بغداد میں آپ کو بہت سے اہل علم سے استفادہ کا موقع ملا کیونکہ ان دنوں بغداد عباسی سلطنت کا دارالخلافہ اور علم ودانش کا مرکز

تھا۔امام احمد نے صرف بغداد کے علماء سے کسب فیض پر اکتفا نہیں کیا بلکہ دوسرے علاقوں کے علماء و محدثین کے پاس بھی حاضر ہوئے۔آپ نے حدیث کی طلب میں کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ، یمن، شام، جزیرہ، فارس، خراسان وغیرہ کا سفر کیا اور پانچ مرتبہ حج کی سعادت حاصل ہوئی، جن میں سے تین مرتبہ آپ نے پیدل حج فرمایا۔ان اسفار کے دوران آپ کو بہت سے محدثین سے کسب فیض کا موقع ملا، جن میں بشر بن مفضل، اسماعیل بن علیہ، سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید القطان، ابوداؤد الطیالسی، امام شافعی اور دوسرے حضرات شامل ہیں۔آپ سے روایت کرنے والوں میں سے امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام شافعی، یزید بن ہارون، یحییٰ بن معین، علی بن المدینی، صالح بن علی، عبدالرحمٰن بن علی، ابوبکر اثرم، بقی بن مخلد اور دوسرے حضرات شامل ہیں۔امام احمد بن حنبل انتہائی ذہین، سرگرم عمل اور علم سے محبت کرنے والے عالم دین تھے۔یحییٰ بن قطان کہتے ہیں کہ امام احمد جیسا کوئی عالم نہیں آیا۔

اور ایک مرتبہ فرمایا:

امام احمد بن حنبل اس امت کے بڑے احبار و علماء میں سے ایک تھے۔امام شافعی کہتے تھے کہ میں بغداد سے اس حال میں نکلا کہ وہاں کوئی شخص امام احمد بن حنبل سے زیادہ فقیہ، زاہد، متقی اور عالم نہ تھا۔قتیبہ فرماتے تھے کہ احمد بن حنبل انتہائی باسنت اور بھلائی کے کاموں میں دلچسپی رکھنے والے امام اہل ارض تھے۔امام محمد بن ہارون فلاس فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل اپنے تقویٰ و بزرگی میں خاص مقام رکھتے تھے۔آپ کو دس لاکھ احادیث زبانی یاد تھیں۔

ابن حبان فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل مضبوط حافظے والے، مہارت والے، فقیہ، متقی اور انتہائی عبادت گزار تھے۔علمی دنیا میں امام احمد بن حنبل کو عظیم مقام حاصل ہوا، جس کی وجہ سے لوگ دور دراز کے فاصلے طے کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔یہاں تک کہ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری، امام احمد سے سماع کے لیے بغداد کی طرف روانہ ہوئے لیکن راستہ میں ہی ان کو امام احمد کی وفات کی اطلاع ملی۔امام احمد بن حنبل ایک سخی، زاہد، متواضع اور خوش مزاج انسان تھے۔آپ کو عہدہ قضا کی پیشکش کی گئی لیکن آپ نے اس سے انکار کر دیا۔آپ اہل اقتدار کے ہدایا اور تحفوں کو قبول نہیں کیا کرتے تھے۔ہمیشہ حق بات کہتے اور حق کہنے میں کسی کی پرواہ نہ کیا کرتے تھے۔قرآن مجید کو کلام اللہ کہنے اور اس کے مخلوق ہونے سے انکار پر آپ کو انتہائی تکلیف اور مشقت کا سامنا کرنا پڑا، کیونکہ خلیفہ وقت مامون اس مسئلہ میں آپ سے مختلف رائے رکھتا تھا۔امام احمد اپنے مسلک پر قائم رہے اور بہت

سے لوگوں نے اس میں آپ کی اتباع کی۔آپ کو قید و بند اور تشدد کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں، لیکن آپ نے صبر کیا اور اپنے قول سے رجوع نہ کیا۔آپ کے اس موقف کو اہل علم نے بہت سراہا اور آپ کی قدر و منزلت میں پہلے سے زیادہ اضافہ ہو گیا۔یہاں تک کہ علی بن المدینی فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مرتدین کے مقابلے میں اور امام احمد بن حنبل کو اس فتنہ کے مقابلے میں عزت عطا فرمائی۔متوکل کے زمانہ خلافت میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے اس آزمائش کو دور کر دیا اور خلیفہ نے آپ کے مقام و مرتبہ کے مطابق آپ کے ساتھ سلوک کیا۔

امام احمد بن حنبل کا انتقال 241ھ میں بغداد میں ہوا۔آپ کے جنازہ میں دس لاکھ علماء و طلبہ اور عوام الناس شریک ہوئے۔اللہ تعالیٰ ان پر اپنی کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔امام احمد بن حنبل کی کئی تالیفات ہیں، جن میں سب سے زیادہ مشہور آپ کی ''مسند'' ہے۔مسند احمد بن حنبل عالم اسلام میں تدوین کی گئی سب سے بڑی کتاب اور تیسری صدی کے شروع تک تالیف کی گئی کتب احادیث میں سب سے زیادہ احادیث پر مشتمل کتاب ہے۔امام احمد بن حنبل نے اس کتاب کی ترتیب میں دوسرے محدثین سے مختلف اسلوب اختیار فرمایا ہے۔انہوں نے اپنی کتاب کو صحابہ کرام کے ناموں کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے جیسا کہ باقی مسانید میں ہوتا ہے۔امام احمد نے ہر صحابی کی مسند کو الگ ذکر کیا ہے۔ مسند احمد بن حنبل کو پچاس ہزار سات سو احادیث سے انتخاب کر کے ترتیب دیا اور اس میں تیس ہزار کے لگ بھگ احادیث ہیں۔جن صحابہ کرام کی مسانید اس میں موجود ہیں ان کی تعداد آٹھ سو کے قریب ہے۔یہ امر قابل ذکر ہے کہ امام احمد نے اپنی کتاب میں صحابہ کرام یا تابعین کی فقہ کو ذکر نہیں کیا جیسا کہ امام مالک نے اپنے موطا میں کیا ہے۔

مسند احمد میں صحیح، حسن اور ضعیف تینوں طرح کی احادیث موجود ہیں۔اس میں ایسی احادیث بھی ہیں جنہیں صحاح ستہ میں نقل کیا گیا اور اس میں ایسی صحیح احادیث بھی ہیں جو صحاح ستہ میں موجود نہیں۔اس میں موجود حسن اور ضعیف احادیث بھی قابل حجت ہیں۔امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسند احمد میں موجود ہر حدیث مقبول ہے کیونکہ مسند احمد کی ضعیف حدیث بھی حسن کے قریب ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند کی احادیث جمع کرنے میں انتہائی محنت فرمائی ہے۔انہوں نے صرف ان راویوں کی روایات لی ہیں جن کی صداقت و دیانت ان کے ہاں ثابت شدہ تھی۔احادیث کے انتخاب میں باریک بینی اور رجال کے احوال کے تتبع نے مسند احمد کو کتب

حدیث میں امامت کا درجہ دلوایا ہے، جیسا کہ امام احمد نے خود اپنے بیٹے سے فرمایا تھا: ''احتفظ بهذا المسند ،فإنه سيكون للناس إماما'' ۔''اس مسند کو اچھی طرح یاد کرلو؛ کیونکہ عنقریب یہ لوگوں کے لئے امام ہوگی''۔

یہ ضخیم کتاب چھ جلدوں میں مصر سے حاشیہ پر کنز العمال کے ساتھ 1313ھ میں شائع ہوئی تھی۔مسند احمد ہندوستان سے بھی شائع ہوئی ہے۔ضروری تھا کہ مسند احمد کی تحقیق وتخریج کی جائے، اس عظیم کارنامے کو مصر کے مایہ ناز عالم شیخ احمد محمد شاکر نے انجام دیا۔انہوں نے اس کی احادیث کی تخریج کی اوران کے نمبر لگائے، موضوعات کی فہارس بنائیں اوراپنی قیمتی تعلیقات کے ذریعے اس عظیم مسند کی بے مثال خدمت سرانجام دی ہے۔انہوں نے بعض مقامات پر ہونے والے شبہات کے جواب بھی دیئے ہیں۔مسند احمد کا یہ محققہ نسخہ درمیانے سائز کی پندرہ جلدوں میں شائع ہوا۔البتہ احمد محمد شاکر ابھی اس تحقیق کی تکمیل نہ کر پائے تھے کہ اللہ تعالی نے انہیں اپنے پاس بلالیا۔

علی بن حسین بن عروہ حنبلی (758-838ھ) کی کتاب ''الكواكب الدراري في ترتيب مسند احمد على أبواب البخاري' 'مسند احمد سے متعلق ایک شاندار اور قیمتی کتاب ہے، اسے اسلاف کے نادر علمی خزانوں میں شمار کیا گیا ہے۔اسی طرح چودھویں صدی ہجری کے ایک مصری عالم شیخ احمد بن عبدالرحمن ساعاتی نے مسند احمد بن حنبل کی ایک مایہ ناز خدمت سرانجام دی، انہوں نے مسند احمد کو ابواب کے مطابق ترتیب دیا، جن مقامات کی شرح کی ضرورت تھی ان کی شرح کی، احادیث کی تخریج کی اور عبداللہ بن احمد کے زوائد کی طرف اشارہ کیا۔انہوں نے اس ترتیب کو ''الفتح الرباني لترتيب مسند احمد بن حنبل الشيباني'' کا نام دیا اوراسے سات اقسام میں تقسیم کیا ہے۔یہ انتہائی عمدہ کتاب ہے۔اس کے ذریعے موضوعات کی تلاش آسان اور مسند احمد سے استفادہ بہت سہل ہوگیا ہے۔اس کتاب میں اور بھی بہت سے علمی فوائد موجود ہیں۔

مسند احمد ''الفتح الربانی'' کے ساتھ بڑے سائز کی بائیس جلدوں میں مصر سے شائع ہوئی ہے۔اس کا پہلا ایڈیشن 1353ھ میں شائع ہوا تھا۔

(ب) اُمہات الکتب سے اخذ کردہ کتب حدیث:

اب ہم ان کتب حدیث کا تذکرہ کرتے ہیں جنہیں امہات الکتب سے اخذ کیا گیا ہے، یا یہ کتابیں امہات الکتب کا خلاصہ یا ان پر اضافات کا درجہ رکھتی ہیں۔

1. شرح السنة:

حافظ شیخ الاسلام حسین بن مسعود الفراء البغوی (م516ھ) نے اس کتاب میں صحاح، سنن، مسانید، معاجم اور اجزا میں سے قابل حجت احادیث کا انتخاب کیا ہے۔ان کی کتاب میں عقائد، اصول دین، علم، عبادات، معاملات، دلائل النبوۃ، وحی، سیر، مغازی، مناقب، اشراط الساعۃ، بعث وحساب، رقائق، حسن اخلاق اور آداب کا بہترین انتخاب آگیا ہے۔اس اعتبار سے یہ کتاب ایک مسلمان کے لئے باقاعدہ طور پر اس کے دین، عقیدہ، شریعت، عبادت اوراخلاق میں ایک راہ نما کا درجہ رکھتی ہے۔اس کتاب میں صحیح اور حسن احادیث بھی موجود ہیں۔لیکن ان ضعیف احادیث کو یا تو صحیح حدیث کی شرح کے لئے ذکر کیا جاتا ہے یا پھر انہیں اس جگہ ذکر کیا جاتا ہے جہاں کوئی صحیح یا حسن حدیث نہ ملے یا ضعیف حدیث کو شواہد اور متابعات میں ذکر کیا جاتا ہے۔

علامہ بغوی نے اپنی اس کتاب کو چونکہ ابواب علم پر ترتیب دیا ہے اس لئے فقہ، اجتہاد صحابہ، اجتہاد تابعین اور اقوال ائمہ، متفق علیہ اور مختلف فیہ مسائل کے بارے میں اس کتاب سے استفادہ انتہائی آسان ہے۔علامہ بغوی نے بیشتر مقامات پر علماء کے دلائل کو ذکر کیا ہے، اور جہاں ایک دلیل کو دوسری پر ترجیح دی جاسکتی تھی وہاں ترجیح دی ہے۔انہوں نے غریب الفاظ کی تفسیر کی ہے۔، اسماء رواۃ اوران کے انساب کو ضبط کیا، بعض رواۃ کے حالات کو بھی بیان کیا ہے۔امام بغوی نے اپنے سے پہلے لکھی گئی کتابوں پر بہت اعتماد کیا ہے اوراپنی کتاب میں جابجا ان کے حوالے بھی دیئے ہیں۔یہ کتاب پانچ اجزا میں شعیب ارناؤوط اور زہیر شاویش کی تحقیق کے ساتھ 1971ء میں بیروت کے مکتب اسلامی سے شائع ہوئی تھی۔

2. جامع الأصول من أحاديث الرسول ﷺ:

امام حافظ مجد الدین ابوالسعادات مبارک بن محمد ابن اثیر جزری (544-606ھ) نے اس کتاب میں احادیث کی بنیادی کتابوں کو جمع کر دیا ہے، جن میں موطا امام مالک، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن النسائی، سنن الترمذی شامل ہیں۔انہوں نے اس مجموعے میں سنن ابن ماجہ کو نہیں لیا۔ابن اثیر نے احادیث کی پوری اسناد ذکر نہیں کیں بلکہ صحابی راوی کے نام پر اکتفا کیا ہے، اور احادیث کو ابواب فقہ کی ترتیب پر ذکر کیا ہے اور کتاب میں موجود مختلف کتب کی حروف تہجی کی ترتیب پر درجہ بندی کی۔ ہر حرف کے تحت کئی کتابیں ہیں مثلاً۔حرف ہمزہ کے تحت دس کتابیں ہیں، جو کتاب

الایمان والاسلام سے شروع ہوتی ہیں اور کتاب الامل والاجل پر پہنچ کر ان کا اختتام ہوتا ہے۔ کتابوں کو ابواب کی طرف اور ابواب کو فصول کی طرف تقسیم کیا ہے۔ مثلاً کتاب الایمان والاسلام میں تین ابواب ہیں۔ پہلا باب ان دونوں کی حقیقی اور مجازی تعریف کے بیان میں ہے، اور اس میں دو فصلیں ہیں۔۔۔ اس طرز تالیف سے قاری کے لئے تلاش آسان ہو جاتی ہے۔ علامہ ابن اثیر نے ہر فصل میں ان احادیث کو ذکر کیا ہے جو اس موضوع کے تحت آتی ہیں۔ اور پھر ان کے نقل کرنیوالے امام کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ بعض اوقات صحابہ کرام اور تابعین کے اقوال بھی نقل فرماتے ہیں۔ جب ہر حرف کی کتاب ختم ہو جاتی ہے تو پھر ہر حرف کی کتب کی ترتیب کے مطابق غریب الفاظ کی شرح کرتے ہیں۔

حروف کے اس مجموعے کی آخری کتاب کتاب الیاء ہے، جس میں کتاب الیمین کے نام سے ایک باب ہے۔ اس کے بعد امام ابن اثیر نے اللواحق کے نام سے متفرق احادیث کو جمع کیا ہے۔ کتاب کے آخر میں انہوں نے ایک فہرست دی ہے، جس کے ذریعے مجہول المقام احادیث تک رسائی ممکن ہو جاتی ہے۔ جامع الاصول 1949-1955ء میں بڑے سائز کی بارہ جلدوں میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔ اور اس میں (9483) احادیث ہیں۔ محمد حامد فقی نے اس کی تخریج و تحقیق کا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اس کتاب کو حدیث کے باب میں سب سے ضخیم اور سب سے قدیم کتاب ہونے کا درجہ حاصل ہے۔

یہاں پہلی جلد میں موجود ابن اثیر کے عظیم الشان مقدمہ کا ذکر بھی ضروری ہے جس میں انہوں نے اصول حدیث اور احکام حدیث کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔ اس طرح علوم حدیث، انواع حدیث اور طرق حدیث کا مفصل بیان اس میں آ گیا ہے۔ نیز انہوں نے کتب ستہ کے مولفین کے حالات اور ان تک اپنی اسناد پر تحقیقی روشنی ڈالی ہے۔ کوئی محقق طالب علم اس مقدمہ سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ جامع الاصول 1974ء میں شیخ عبدالقادر ارناؤوط کی تحقیق کے ساتھ گیارہ جلدوں میں دمشق سے شائع ہوئی تھی۔

قاضی القضاۃ شرف الدین ہبۃ اللہ بن عبدالرحیم ابن بارزی قاضی حماہ (625-738ھ) نے "تجرید الاصول فی احادیث الرسول" کے نام سے جامع الاصول کی کانٹ چھانٹ کی اور بعض ابواب کو دوسرے ابواب میں ضم کر دیا، اس میں آنے والے تکرار کو ختم کیا، اور شرح الغریب اور اعراب

میں آنے والے غیر ضروری امور کو ختم کر کے جامع الاصول کے تقریباً ایک ربع کو کم کر دیا تھا۔

شیخ عبدالرحمٰن بن علی المعروف بہ ابن دیبع شیبانی زبیدی شافعی (م944ھ) نے بھی اس کتاب کی عظیم خدمت انجام دی ہے۔ انہوں نے کتاب کی ترتیب کو درست کیا اور حدیث نقل کرنے والے ائمہ کے رموز کے بجائے مکمل نام کو ذکر کیا اور احادیث کے بعض الفاظ کی شرح بھی لکھی۔ انہوں نے اس اختصار کو "تیسیر الوصول الی جامع الاصول من حدیث الرسول ﷺ" کا نام دیا۔ یہ کتاب بڑے سائز کی چار جلدوں میں مصر کے مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی سے 1934ء میں شائع ہوئی تھی۔ یہ کتاب اہل علم کے یہاں متداول اور بلند مقام رکھتی ہے۔

3. الترغیب والترهیب:

امام حافظ شیخ زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری الشامی ثم المصری (581-665ھ) کی ترغیب وترہیب کے موضوع پر لکھی ہوئی جامع ترین کتاب ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے وہ احادیث ذکر کی ہیں جو ترغیب وترہیب کے بارے میں صریح ہیں۔ انہوں نے حدیث کے راوی صحابی کے ذکر کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔ وہ حدیث کے ناقل کو ذکر کرتے ہیں اور حدیث کی صحت، حسن اور ضعف کو بھی بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب کو ابواب فقہ پر مرتب فرمایا ہے جیسے: کتاب العلم، کتاب الطہارۃ، کتاب الصلاۃ اور کتاب النوافل وغیرہ۔ کتاب کے آخر میں "کتاب صفۃ الجنۃ والنار" ہے اور اس کے ساتھ کتاب الادعیۃ اور علم کی فضیلت کے بارے میں منقول آیات قرآنیہ کو نقل کیا گیا ہے۔ یہ جامع اور مفید کتاب پانچ جلدوں میں مصطفیٰ محمد عمارہ کی تحقیق کے ساتھ 1352ھ میں مطبعہ البابی الحلبی مصر سے شائع ہوئی تھی۔ دوسری مرتبہ 1954ء میں پروفیسر محی الدین عبدالحمید کی تحقیق کے ساتھ چار جلدوں میں بھی شائع ہوئی تھی۔

4. ریاض الصالحین:

"ریاض الصالحین"، شیخ الاسلام فقیہ حافظ ابو زکریا محی الدین یحی بن شرف النووی الشافعی (م631-672ھ) کی تالیف ہے۔ امام نووی اس کتاب کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

"مجھے خیال ہوا کہ میں احادیث صحیحہ پر مشتمل ایک مختصر مجموعہ تالیف کروں جو ایک مسلمان کے لئے آخرت کی راہ دکھانے والا ہو۔ اس میں ظاہری اور باطنی آداب جمع ہوں۔ ترغیب وترہیب پر مشتمل احادیث کا جامع ہو۔ اس میں سالکین کے تمام آداب جیسے زہد، ریاضت نفوس، تہذیب الاخلاق،

طہارت قلوب، علاج قلوب وجوارح کی حفاظت، برائیوں کی سرکوبی اور عارفین کے دوسرے مقاصد کی جامع احادیث شامل ہوں۔ میں نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ اس میں صرف صحیح احادیث کو ذکر کروں اور صحیح اور مشہور کتابوں کا حوالہ بھی دوں۔ میں نے ابواب کو آیات قرآنیہ سے شروع کیا ہے اور عمدہ تنبیہات کے ساتھ احادیث کے پوشیدہ معانی کو بھی بیان کیا ہے"۔

امام نووی نے ان الفاظ میں اپنی کتاب کا پورا پورا تعارف کرادیا ہے، جس کے بعد مزید کسی تبصرے کی ضرورت نہیں رہتی۔ ریاض الصالحین ایک ضخیم جلد میں شائع ہوئی ہے۔ اہل علم و دانش اور خواص وعوام میں اس کتاب کو خوب پذیرائی حاصل ہوئی اور عالم اسلام کے تمام اطراف واکناف میں یہ کتاب پڑھی پڑھائی گئی ہے۔ بعض علماء نے اس کتاب کی شروحات بھی لکھی ہیں جو کئی مرتبہ شائع بھی ہوئیں۔ اس کا بہترین نسخہ شیخ علوی مالکی کی تعلیق کے ساتھ شائع ہوا۔ اسی طرح اس پر رضوان محمد رضوان کی بھی تعلیق ہے۔

5. مجمع الزوائد و منبع الفوائد:

حافظ نورالدین علی بن ابی بکر ہیثمی (م 807ھ) نے اس کتاب میں مسند امام احمد کی زوائد (صحاح ستہ سے زائد احادیث جو ان میں موجود نہیں) ابویعلی کی زوائد، مسند بزار کی زوائد اور طبرانی کی زوائد (جو معجم کبیر، معجم اوسط اور معجم صغیر میں ہے) کو جمع کیا ہے، انہوں نے ان تمام کتابوں کی وہ احادیث جو صحاح ستہ پر زائد ہیں اپنی اس کتاب میں یکجا کردی ہیں۔ وہ احادیث کے درجہ صحت، حسن اور ضعف کو بھی بیان کرتے ہیں، نیز راویوں کی جرح وتعدیل بھی کرتے ہیں۔ کتاب درمیانے سائز کی دس جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ اس کا پہلا ایڈیشن حسام الدین قدسی کی تحقیق کے ساتھ قاہرہ سے اور یہی نسخہ دوسری مرتبہ بیروت سے 1967ء میں شائع ہوا تھا۔ یہ کتاب انتہائی قابل قدر ہے اور اہل علم کے یہاں عظیم مقام رکھتی ہے۔

6. جمع الفوائد من جامع الاصول و مجمع الزوائد:

محدث ادیب محمد بن محمد بن سلیمان الفاسی السوسی المغربی (1037-1094ھ) نے علامہ ہیثمی کی "مجمع الزوائد" اور ابن اثیر جزری کی "جامع الاصول" کو جمع کیا ہے، اور سنن ابن ماجہ اور مسند دارمی کی زوائد کو بھی ساتھ ملایا ہے۔ اس اعتبار سے ان کی کتاب حدیث نبوی کی سب سے جامع تصنیف ہے کیونکہ اس میں چودہ کتابوں کو مرتب کیا گیا ہے۔ علامہ سوسی نے اس کتاب کو ابواب فقہ پر

ترتیب دیا ہے اور حدیث کی تخریج کرنے والے مصنفین کے حوالے بھی دیئے ہیں۔ یہ کتاب بڑے سائز کی دو جلدوں میں سید عبداللہ ہاشم یمانی مدنی کی تحقیق کے ساتھ 1961ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ عبداللہ ہاشم یمانی مدنی کی "اعذب الموارد فی تخریج جمع الفوائد" بھی ہے۔ جمع الفوائد میں موجود احادیث کی تعداد (10131) ہے۔

7. التاج الجامع للاصول:

شیخ منصور بن علی ناصف جامعہ ازہر کے مایہ ناز علماء میں سے ہیں۔ انہوں نے اس کتاب میں حدیث کی درج ذیل پانچ بنیادی کتابوں کو جمع کیا ہے: صحیح البخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤ، سنن النسائی، سنن الترمذی۔

شیخ منصور نے اسانید کو حذف کیا اور احادیث کو چار اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ پہلی قسم ایمان، علم اور عبادات کے بیان میں ہے۔ دوسری قسم میں معاملات، احکام اور عادات کو جمع کیا ہے۔ تیسری قسم میں فضائل تفسیر اور جہاد کا بیان ہے۔ چوتھی قسم اخلاق اور سمعیات کے بیان میں ہے۔ انہوں نے عبادات اور معاملات کو ابواب فقہ پر ترتیب دیا ہے۔ یہ کتاب پانچ جلدوں میں کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ اس کا تیسرا ایڈیشن 1961ء میں داراحیاء الکتب العربیہ سے شائع ہوا تھا۔ مولف نے "غایة المامول شرح التاج الجامع للاصول' کے نام سے خود اپنی کتاب کی شرح بھی لکھی ہے جو انتہائی عمدہ فوائد پر مشتمل ہے۔

(ج) احادیث احکام کے اہم مصادر ومراجع:

گذشتہ صفحات سے یہ بات پوری طرح عیاں ہوئی کہ علماء نے حدیث نبوی ﷺ پر بہت محنت کی ہے، اور اس میدان میں امت کے لئے بہت عظیم سرمایہ چھوڑا ہے۔ علماء نے احادیث احکام کو ابواب فقہ کے مطابق ترتیب دینے کا بھی اہتمام کیا ہے، جن میں رقائق، ترغیب، ترہیب، مکارم اخلاق، فتن اور اشراط الساعة وغیرہ کا بیان نہیں۔ اس موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں، جن میں سے بعض انتہائی طویل، بعض درمیانی اور بعض مختصر ہیں۔ ہم ان میں سے کچھ اہم کتابوں کا یہاں ذکر کرتے ہیں:

1. العمدة فی الاحکام فی معالم الحلال و الحرام عن خیر الانام محمد علیه الصلوة و السلام:

امام حافظ تقی الدین ابومحمد عبدالغنی ابن عبدالواحد مقدسی حنبلی (541-600ھ) نے اس

کتاب میں مختلف ابواب فقہ میں امام بخاری ومسلم کی متفق علیہ احادیث کو جمع کر دیا ہے۔ یہ کتاب پروفیسر احمد محمد شاکر کی تحقیق کے ساتھ ایک جلد میں 1373ھ میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔

2. أحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام:

امام حافظ تقی الدین ابن دقیق العید (625-702ھ) نے اس میں علامہ مقدسی کی کتاب العمدۃ کی شاندار شرح کی ہے۔ان کی یہ کتاب کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔اس کا ایک بہترین ایڈیشن محمد حامد فقی کی تحقیق اور شیخ احمد شاکر کی مراجعت کے ساتھ 1953ء میں مصر سے شائع ہوا تھا۔علامہ محمد اسماعیل الامیر الصنعانی نے ''کتاب العمدۃ'' کے نام سے ابن دقیق العید کی ''احکام الاحکام'' کا حاشیہ لکھا ہے جو علی بن محمد الہندی کی تحقیق کے ساتھ چار جلدوں میں مصر سے شائع ہوا تھا۔ابن دقیق العید نے ''الالمام باحادیث الاحکام'' کے نام سے احادیث احکام پر مشتمل ایک کتاب بھی لکھی ہے۔جس میں انہوں نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ صرف انتہائی مستند اور صحیح احادیث کو ہی ذکر کیا جائے۔اس میں انہوں نے (1471) احادیث کو جمع کیا ہے، اور انہیں ابواب فقہ کے مطابق ترتیب دیا اور حدیث کے ناقل مصنف کا بھی حوالہ دیا ہے۔یہ کتاب پروفیسر محمد سعید مولوی کی تحقیق کے ساتھ درمیانے سائز کی ایک جلد میں 1963ء میں شائع ہوئی تھی۔

3. المنتقى من أخبار المصطفى:

امام محدث ابوالبرکات مجد الدین عبدالسلام ابن تیمیہ الحرانی (590-653ھ) نے اس کتاب میں ان احادیث رسول ﷺ کو جمع فرمایا ہے جو اصول احکام کا درجہ رکھتی ہیں۔انہوں نے اپنی اس کتاب کو صحیح بخاری، صحیح مسلم، مسند احمد، اور سنن اربعہ سے اخذ کیا ہے۔اس میں کچھ آثار صحابہ بھی نقل کئے ہیں اور اسے ابواب فقہ پر ترتیب دیا ہے۔اس اعتبار سے یہ کتاب احادیث احکام میں ایک اہم مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔اس میں (5029) احادیث ہیں اور یہ بڑے سائز کی دو جلدوں میں محمد حامد فقی کی تحقیق کیساتھ 1351ھ میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔

4. بلوغ المرام من أدلة الأحكام:

بلوغ المرام شیخ الاسلام احمد بن علی بن حجر العسقلانی (773-852ھ) کی تصنیف ہے۔وہ اس کتاب کے مقدمہ میں اس کا تعارف ان الفاظ میں کرواتے ہیں: ''یہ مختصر کتاب ان احادیث پر مشتمل ہے جو احکام شرعیہ کے لئے اصول کا درجہ رکھتی ہے۔میں نے اسے بڑی محنت سے تحریر کیا ہے

تاکہ جو اسے یاد کرلے اسے اپنے ہم عصروں کے درمیان خاص مقام حاصل ہو جائے۔میں نے ہر حدیث کے بعد حوالہ کے طور پر اسے ذکر کرنے والے امام کا نام بھی لکھ دیا ہے''۔

یہ انتہائی شاندار کتاب ہے جسے ابواب فقہ پر ترتیب دیا گیا ہے۔اس میں پندرہ سو چھیانوے (1596) احادیث ہیں۔یہ کتاب درمیانے سائز کی ایک جلد میں محمد حامد فقی کی تحقیق کے ساتھ 1352ھ میں شائع ہوئی تھی۔

5. سبل السلام شرح بلوغ المرام من أدلة الأحكام:

امام محمد بن اسماعیل بن صلاح امیر کحلانی صنعانی (1099-1152ھ) کی یہ کتاب دراصل بلوغ المرام کی شرح ہے۔یہ شرح قاضی علامہ شرف الدین الحسین بن محمد مغربی (1048-1119ھ) کے کلام کا اختصار ہے۔یہ انتہائی جامع کتاب ہے۔جس میں مذاہب فقہاء اور خاص طور پر اہل بیت کے مذاہب کو ذکر کیا گیا ہے۔نیز ائمہ اربعہ کے مذاہب بھی اس میں موجود ہیں۔صاحب کتاب انتہائی مختصر انداز میں بعض مسائل کی تردید بھی فرماتے ہیں، اور بعض اوقات ایسے مسائل بھی ذکر کردیتے ہیں جن کے اصول قاری کے لئے ظاہر نہیں ہوتے، اور بعض مسائل کے ذکر میں استطراد وطوالت سے بھی کام لیتے ہیں۔یہ کتاب چار جلدوں میں کئی بار شائع ہو چکی ہے۔

اس کا ایک ایڈیشن 1357ھ میں شائع ہوا تھا۔اس کتاب کی تحقیق اور تصحیح کی بہت ضرورت ہے۔

6. نيل الأوطار شرح منتقى الأخبار من أحاديث سيد الأخيار:

یمن کے چیف جسٹس امام محمد بن علی بن محمد شوکانی (م1255ھ) کی یہ کتاب دراصل ابن تیمیہ کی کتاب ''المنتقی'' کی شرح ہے۔علامہ شوکانی اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

''میں نے اس کتاب کی شرح میں اختصار کا راستہ اختیار کیا ہے اور بہت سی ایسی تعریفات اور مباحث کو ذکر نہیں کیا جو طوالت کا باعث بن سکتی تھیں۔خاص طور پر ایسے مقامات میں جہاں اختلافات کم ہیں۔البتہ وہ مقامات جہاں علماء اور ائمہ کا اختلاف کثیر ہے وہاں میں نے بھی خوب بحث وتمحیص اور طوالت سے کام لیا۔آپ کی خدمت میں ایک ایسی کتاب پیش کی جارہی ہے جو سینوں کے انشراح کا سبب ہوگی، اور دلیل وبرہان کے راستوں پر جادہ پیما ہوگی۔خواہ جمہور کو اس سے اختلاف ہی کیوں نہ ہو۔جس چیز کو میں حق سمجھتا ہوں جہاں تک مجھ سے ہو سکا میں نے اس کی تائید ونصرت کی ہے۔میں نے نفس کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی ہے کہ تعصب سے بالاتر رہے جو کہ ہلاکت کا

پیش خیمہ ہے۔جن مقامات پر اختلاف علماء نہیں وہاں میں نے حدیث کی حالت بیان کی ہے اور غریب الفاظ کی تشریح پر اکتفا کیا ہے اور اس باب میں وارد دوسری احادیث کے حوالے دے دیئے ہیں جو اس کتاب میں مذکور نہیں۔کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس سے اہل عقل طالبین حدیث کو بہت فائدہ پہنچے گا۔ میں نے راویوں کا تعارف کرانے میں طوالت سے کام نہیں لیا۔البتہ کسی جگہ پر تنبیہ کرنے کے لئے کسی راوی کا نام یا اس کے احوال کا تذکرہ آ ہی جاتا ہے۔خاص طور پر ان جگہوں میں جہاں تحریف یا تصحیف کا اندیشہ ہو۔۔۔جس جگہ کسی کے کلام کو نقل کرنا ضروری تھا میں نے حوالے کے ساتھ نقل کیا۔اگر اس پر گفتگو کی ضرورت تھی تو میں نے اس کے بارے میں اپنا تبصرہ دیا ہے۔اور اگر کسی کا کلام نقل کرنے کے بعد اس کا تعقب کرنے کی ضرورت تھی تو میں نے اس کلام کا تعقب بھی کیا ہے۔اور میں نے وہاں ضرور کلام کیا ہے جہاں سکوت بہتر نہ تھا"۔

حاصل کلام یہ کہ اس کتاب میں احادیث احکام سے متعلق تمام اہم ابحاث اور دراسات کو جگہ دی گئی ہے۔احادیث غریبہ کی تفسیر، فقہ، حدیث، علماء کے مذاہب، اصولی ابحاث، دلائل شرعیہ کے فرعی احکامات اور ان ائمہ کے اقوال جو عام طور پر کتابوں میں نہیں ملتے یہ سب کچھ اس کتاب میں آ گیا ہے۔یہ کتاب کئی مرتبہ آٹھ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

7. الموجز فی أحادیث الأحکام:

ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب کی یہ کتاب 1975ء میں دمشق یونیورسٹی سے شائع ہوئی تھی۔ڈاکٹر عجاج الخطیب دمشق یونیورسٹی کے کلیہ شریعہ میں علوم حدیث کے پروفیسر ہیں۔اس کتاب میں کتاب النکاح، کتاب الفرقة بین الزوجین، کتاب الجنایات، کتاب التعزیر، کتاب الحدود، کتاب الجہاد، کتاب الاطعمہ، کتاب الصید، کتاب الذبائح، کتاب الاضاحی، کتاب الایمان، کتاب النذور، کتاب القضاء، کتاب الشھادات، کتاب الدعاوی، اور کتاب البینات سے متعلق احادیث کو جمع کیا گیا ہے۔

اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کی امہات الکتب کی ان شروحات کا ذکر کر دیا جائے جنہیں احادیث احکام اور دوسری احادیث کی شرح میں بنیاد ہونے کا درجہ حاصل ہے۔ان میں ایک تو امام نووی کی شرح صحیح مسلم ہے اور دوسری ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری شرح صحیح البخاری ہے۔یہ دونوں کتابیں علمی اور اسلامی انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہیں اور خاص طور پر احادیث احکام میں مشغول ہونے والا باحث ان سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔اسی طرح حدیث اور فقہ سے متعلقہ سیر حاصل معلومات

ان میں موجود ہیں۔ان میں بہت سے قیمتی علمی قواعد، دقیق مسائل اور ایسی شاندار مباحث موجود ہیں جو روایت اور درایت کی جامع ہیں۔

(د) الفاظ حدیث کی مشہور معاجم:

1. الجامع الصغیر من حدیث البشیر النذیر:

امام حافظ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی (849-911ھ) کی یہ کتاب معاجم حدیث میں سب سے جامع کتاب ہے۔امام سیوطی نے اسے حروف ہجاء پر ترتیب دیا ہے۔انہوں نے اپنی کتاب کو تیس کتابوں سے اخذ کیا ہے، اور اس میں دس ہزار احادیث موجود ہیں۔انہوں نے ہر حدیث کے درجہ اور اس کے ناقل کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔یہ کتاب بڑے سائز کی دو جلدوں میں کئی بار شائع ہو چکی ہے۔اور بہت سے علماء نے اس کی شروحات بھی لکھیں ہیں۔یہ انتہائی مشہور اور آسان کتاب ہے۔کوئی عالم یا طالب علم اس سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔

2. ذخائر المواریث فی الدلالة علی مواضع الحدیث:

شیخ امام عارف باللہ عبدالغنی بن اسماعیل نابلسی حنفی دمشقی (1050-1143ھ) نے اس کتاب میں درج ذیل سات کتابوں میں موجود احادیث کی اطراف کو جمع کیا ہے:

۱۔موطا امام مالک ۲۔صحیح البخاری ۳۔صحیح مسلم
۴۔سنن الترمذی ۵۔سنن النسائی ۶۔سنن ابن ماجہ
۷۔سنن ابی داؤد

انہوں نے اس کتاب کو صحابہ کرام کی مسانید کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے۔اور ہر صحابی کے نام کے بعد ان سات کتابوں میں موجود ان احادیث کی اطراف ذکر کی ہیں جو اس صحابی سے منقول ہیں۔وہ سب سے پہلے حدیث کا پہلا حصہ ذکر کرتے ہیں، پھر اس کی تخریج کرنے والے کا نام، اور پھر اس کے حوالہ کے لئے کتاب اور باب کو ذکر کرتے ہیں۔یہ کتاب درمیانے سائز کی چار جلدوں میں کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔اس کا ایک ایڈیشن 1934ء میں قاہرہ کی جمعیة النشر والتالیف الازہریہ نے شائع کیا تھا۔اس کتاب میں بارہ ہزار تین سو دو (12302) اطراف احادیث ہیں۔یہ انتہائی اہم کتاب ہے۔علم حدیث میں مشغول کوئی شخص اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

3. مفتاح كنوز السنة:

اس کتاب کو انگریزی زبان میں ڈاکٹر اے جے ونسنک (Dr.A.J.Vensenk) نے تالیف کیا تھا۔ پھر پروفیسر محمد فواد عبدالباقی نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا۔ یہ کتاب احادیث نبویہ تلاش کرنے کے لئے ایک عام تفصیلی معجم ہے جس میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، سنن الترمذی، سنن النسائی، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ، سنن الدارمی، مسند زید بن علی، مسند ابی داؤد الطیالسی، مسند احمد، طبقات ابن سعد، سیرۃ ابن ہشام اور مغازی الواقدی میں موجود احادیث کی اطراف کو ذکر کیا ہے۔ اس معجم کو موضوعات پر مرتب کیا گیا ہے اور موضوعات کو حروف تہجی کی ترتیب پر ذکر کیا گیا ہے۔ وہ کسی موضوع سے متعلق حدیث یا اس کے بعض حصے کو نقل کرتے ہیں اور اس کے ناقل محدث کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ یہ کتاب انتہائی آسان اور مفید ہے اور اس کے ذریعے ان کتب میں احادیث تک پہنچنا سہل ہو جاتا ہے۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن بڑے سائز کی ایک جلد میں 1934ء میں مصر سے شائع ہوا تھا اور پھر یہ کتاب لبنان سے بھی شائع ہوئی ہے۔ اور اس کا ایک ایڈیشن ادارہ ترجمان السنہ، مطبعہ معارف، لاہور سے 1978ء میں بھی شائع ہوا ہے۔

4. المعجم المفهرس لألفاظ الحديث النبوی:

اس کتاب کو مستشرقین کی ایک جماعت نے ترتیب دیا ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں صحاح ستہ، موطا مالک، مسند احمد، اور سنن دارمی کی احادیث کے تمام الفاظ کو حروف تہجی کے مطابق ترتیب دیا ہے، اور ہر لفظ کے تحت اس سے متعلقہ احادیث بیان کی ہیں نیز اس حدیث کے ناقلین کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ الفاظ احادیث کی یہ معجم تمام معاجم میں سب سے زیادہ جامع اور آسان ہے، کیونکہ اس میں باحث ایک لفظ کے ذریعے پوری حدیث کو تلاش کر سکتا ہے۔ نیز اس کے حوالے کو بھی ڈھونڈ سکتا ہے۔ مثال کے طور پر نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان۔ (ابتسامتك فی وجه أخيك صدقة) اس حدیث کو آپ مادہ "بسم" "وجہ" اور "صدق" میں تلاش کر سکتے ہیں۔ ان میں سے ہر لفظ میں آپ کو یہ حدیث شریف مل جائے گی۔ اس کتاب کے متعلق یہ بات باعث افسوس ہے کہ اس کے محدود نسخے محدود مکتبوں سے ہی شائع ہوئے ہیں۔ اس کا ایک نسخہ 1970ء میں بیروت سے شائع ہوا تھا۔

5. كنز العمال فی سنن الأقوال و الأفعال:

شیخ علاء الدین علی متقی ھندی (م 975ھ) نے اس کتاب میں الجامع الصغیر، الجامع الکبیر میں

وارد شدہ قولی اور فعلی احادیث کو جمع کرنے کے ساتھ ساتھ اس پر اضافے بھی کئے ہیں اور اسے فقہی ابواب کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے۔ مولف خود فرماتے ہیں:

"جو اس کتاب کو حاصل کر لے تو گویا اس نے جمع الجوامع کو ابواب بندی اور احادیث کثیرہ کے اضافہ کے ساتھ حاصل کر لیا۔ کیونکہ مولف نے الجامع الصغیر میں بھی اضافہ کیا اور اس کے ذیل میں ایسی احادیث جمع کیں جو جمع الجوامع میں نہ تھیں" یہ کتاب چار جلدوں میں ہندوستان سے 1364ھ میں شائع ہوئی تھی۔

(ھ) احادیث مشہورہ کی اہم تالیفات:

1. المقاصد الحسنة فی بيان كثير من الأحاديث المشهورة على الألسنة:

امام حافظ مورخ محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی (831-902ھ) نے اس کتاب کو ابواب اور حروف تہجی کی بنیاد پر ترتیب دیا ہے۔ وہ حدیث کو اس کے حرف میں ذکر کرتے ہیں، پھر اس کے درجہ صحت کو بیان کرتے ہیں، پھر یہ بتاتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے یا اس کی کوئی اصل نہیں۔ نیز اس حدیث کے بارے میں اقوال علماء اور ان کتابوں کا ذکر کرتے ہیں جن میں وہ حدیث موجود ہے۔ یہ کتاب ایک جلد میں 1375ھ میں شائع ہوئی تھی۔

2. كشف الخفاء و مزيل الإلباس عما اشتهر من الأحاديث على ألسنة الناس:

محدث شیخ اسماعیل بن محمد عجلونی جراحی (1162ھ) کی یہ کتاب سابقہ کتب سے حاصل کی گئی ہے اور اسے انہوں نے حروف ہجا کی ترتیب پر مرتب کیا ہے اس میں (3281) احادیث ہیں۔ علامہ عجلونی حدیث کے ناقل، اس میں کلام کرنیوالے علماء، اس کے درجہ صحت وضعف اور اس کے موضوع ہونے کو بیان کرتے ہیں۔ "کشف الخفاء" دراصل علامہ سخاوی کی "المقاصد الحسنہ" کا اختصار ہے، اور انہوں نے اس میں ابن حجر کی کتاب "اللآلی المنثورة فی الأحاديث المشهورة" اور ابن دیبع شیبانی کی کتاب "تمييز الطيب من الخبيث فيما يدور على ألسنة الناس من الحديث" کو بھی شامل کیا ہے، جس کی وجہ سے یہ کتاب انتہائی مفید، جامع اور باکمال بن گئی ہے۔

انہوں نے اس کتاب کا اختتام ایک شاندار خاتمہ پر کیا ہے۔ جس میں بعض کتابوں کے بارے میں کچھ معلومات دیں، اور ان کے درجہ کا ذکر کیا ہے۔ نیز بعض صحابہ اور تابعین کی طرف منسوب کچھ مقامات کا بھی ذکر کیا ہے۔ انہوں نے بعض احادیث موضوعہ، ابواب فقہ نیز ان سے متعلق صحیح، ضعیف، اور موضوع احادیث کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب بڑے سائز کی دوجلدوں میں احمد قلاش کی تعلیق کے ساتھ موسسہ الرسالہ سے شائع ہوئی تھی۔ اس کے آخر میں حروف کی فہرست کے ساتھ ابواب کی فہرست بھی ذکر کی گئی ہے۔

(و) موضوع احادیث اور ان کے واضعین کے بارے میں لکھی گئی مشہور کتابیں

1. تذكرة الموضوعات:

ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسی (448-507ھ) نے اس کتاب کو حروف معجم پر ترتیب دیا ہے۔ وہ پہلے حدیث کو ذکر کرتے ہیں، پھر اس کے راوی پر جرح کرنے والے امام کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ کتاب 1323ء میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔

2. اللآلي المصنوعة في الأحاديث الموضوعة:

حافظ جلال الدین سیوطی (849-911ھ) نے اس کتاب کو ابواب فقہ اور موضوعات کے اعتبار سے تالیف کیا ہے۔ وہ پہلے حدیث ذکر کرتے ہیں، پھر اس کے بارے میں پائے جانے والے اقوال ائمہ کا تذکرہ کرتے ہیں۔ پھر وہ اس کے واضع اور وضع کے ملزم کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ یہ کتاب کئی مرتبہ دوجلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

3. تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة:

ابوالحسن علی بن محمد (ابن عراق) الکنانی (923ھ) کی یہ کتاب ابواب کے مطابق ترتیب دی گئی ہے۔ یہ کتاب دوجلدوں میں مصر سے 1378ھ میں شائع ہوئی تھی۔

4. المصنوع في معرفة الموضوع:

محدث شیخ ملاعلی القاری (م1014ھ) کی اس کتاب کو 'الموضوعات الصغریٰ' بھی کہتے ہیں۔ یہ کتاب درمیانے سائز کی ایک جلد میں شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کی تحقیق کے ساتھ 1969ء

میں حلب کے مکتب مطبوعات اسلامیہ سے شائع ہوئی تھی۔ ملاعلی قاری نے ''الاسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة'' کے نام سے بھی ایک کتاب لکھی ہے جو الموضوعات الکبریٰ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کتاب محمد الصباح کی تحقیق کے ساتھ 1971ء میں بیروت کے دارالامامہ اور موسسہ الرسالة سے شائع ہوئی تھی۔

(ز) اختلافِ احادیث پر لکھی گئی مشہور کتابیں

1. تأويل مختلف الحديث:

امام حافظ عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ الدینوری (213-276ھ) نے اس کتاب میں منکرین حدیث کے شبہات کا رد کیا ہے، جن کا یہ الزام ہے کہ اصحاب حدیث نے متعارض اور متناقض احادیث کو نقل کیا ہے۔ علامہ دینوری نے ان احادیث کو جمع کیا ہے جن میں بظاہر تعارض نظر آتا ہے، پھر اس تعارض کو رفع کرنے کی صورت بتائی اور شبہات کا ازالہ فرمایا۔ اور ان پیچیدہ مسائل کو بھی حل کیا ہے جنہیں سمجھنا بظاہر مشکل نظر آتا ہے۔ یہ کتاب درمیانے سائز کی ایک جلد میں 1326ھ میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔

2. مشكل الآثار:

محدث فقیہ ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی (239-321ھ) کی یہ کتاب 1333ھ میں ہندوستان سے شائع ہوئی تھی۔

3. مشكل الحديث وبيانه:

امام محدث ابوبکر محمد بن الحسن (ابن فورک) انصاری اصبہانی (م406ھ) کی یہ کتاب درمیانے سائز کی ایک جلد میں 1362ھ میں ہندوستان سے شائع ہوئی تھی۔

(ح) حدیث کے ناسخ ومنسوخ کے بارے میں لکھی گئی اہم کتاب

1. الإعتبار في الناسخ والمنسوخ من الآثار:

امام حافظ ابوبکر محمد بن موسیٰ حازمی ہمذانی (548-584ھ) کی یہ کتاب اپنے موضوع میں لکھی گئی جامع ترین کتاب ہے۔ اس کتاب کو ابواب فقہ کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے اور ہر باب میں ایسی احادیث ذکر کی گئی ہیں جن میں بظاہر تعارض نظر آتا ہے، ان کے بارے میں علماء کے اقوال کو ذکر

کرنے کے ساتھ ساتھ ناسخ ومنسوخ احادیث کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔عام طور پر صاحب کتاب اپنی رائے پیش کرتے ہیں۔اور اقوال کے درمیان ترجیح کا فیصلہ بھی کرتے ہیں۔علامہ حازمی نے اپنی کتاب کو ایک قیمتی علمی مقدمہ سے شروع کیا ہے جس میں اس علم کا آغاز وارتقاء اور اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔نیز اصول ترجیح اور ان کے درجات کو بھی بیان کیا گیا ہے۔یہ کتاب کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔اس کا سب سے عمدہ ایڈیشن شیخ راغب طباخ حلبی کی تحقیق کے ساتھ 1346ھ میں حلب سے شائع ہوا تھا۔

(ط) احادیث کے اسباب ورود کے بارے میں اہم کتاب

1. البيان والتعريف فى أسباب ورود الحديث الشريف:

محدث سید ابراہیم بن محمد بن کمال الدین جو ابن حمزہ حسینی دمشقی (1054-1120ھ) کی کتاب ہے۔انہوں نے اس کتاب کو حروف معجم پر ترتیب دیا ہے۔وہ پہلے حدیث کو ذکر کرتے ہیں، پھر اس کا سبب ورود بیان کرتے ہیں۔یہ کتاب 1329ھ میں حلب سے بڑے سائز کی دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

(ی) احادیث کے الفاظ غریبہ اور لغوی ونحوی تحقیق کے بارے میں اہم کتب

1. الفائق فى غريب الحديث:

ابوالقاسم جاراللہ محمد بن عمر الزمخشری (427-538ھ) کی یہ کتاب محمد ابوالفضل ابراہیم اور علی محمد البجاوی کی تحقیق کے ساتھ تین جلدوں میں قاہرہ سے 1366ھ میں شائع ہوئی تھی۔

2. النهاية فى غريب الحديث والأثر:

امام مجد الدین ابوالسعادات مبارک بن محمد (ابن الاثیر جزری) (544-606ھ) کی یہ کتاب غریب الحدیث میں جامع ترین اور مشہور ترین کتاب ہے۔اس میں انہوں نے اپنے سے پہلے علماء کی محنتوں کے ساتھ اپنی عظیم کاوش اور گہرے علم کو بھی جمع کر دیا ہے۔اسے انہوں نے حروف معجم کے مطابق ترتیب دیا ہے۔وہ پہلے غریب لفظ کے لغوی مادہ کو ذکر کرتے ہیں۔پھر اس حدیث کو لاتے ہیں جس میں وہ لفظ استعمال ہوا۔پھر اس کا معنی بیان کرتے ہیں اور حدیث ولغت سے اس کے شواہد پر روشنی ڈالتے ہیں۔ان امور کی وجہ سے یہ کتاب بہت سے علمی فوائد کی جامع ہو گئی ہے۔یہ کتاب کئی مرتبہ چار

جلدوں میں مصر سے شائع ہوئی اس کا ایک شاندار ایڈیشن پروفیسر احمد زاوی اور محمود محمد طناحی کی تحقیق کے ساتھ 1383ھ/ 1963ء میں قاہرہ کے دار احیاء الکتب العربیہ سے شائع ہوا تھا۔

3. إعراب الحديث النبوى:

نحو کے امام ابوالبقاء عبداللہ بن الحسین العکبری (538-616ھ) نے یہ کتاب اپنے طلبہ کو ابوالفرج بن الجوزی کی جامع المسانید کی تدریس کے دوران املا کروائی۔جب بھی وہ کسی حدیث کی قابل شرح عبارت یا کسی قابل توجہ محل اعراب سے گزرتے تو طلبہ کو اس کی تفصیل لکھوا دیتے۔اس طرح علامہ ابوالبقاء نے اپنے طلبہ کو احادیث نبویہ ﷺ کے چار سو پچیس مسائل املاء کروائے۔یہ مسائل قرآنی آیات اور اشعار کے شواہد کے علاوہ ہیں۔اس اعتبار سے یہ کتاب انتہائی اہم اور قابل قدر ہے۔یہ کتاب عبد الإله نبهان کی تحقیق کے ساتھ دمشق کے مجمع اللغہ العربیہ سے 1977ء میں شائع ہوئی تھی۔محقق نے اس میں تسہیل استفادہ کی خاطر فہارس کا اضافہ کر دیا ہے۔

(ک) علل حدیث کی اہم کتاب:

1. كتاب علل الحديث:

حافظ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی (240-327ھ) نے اس کتاب کو ابواب پر ترتیب دیا ہے،اور کتب علل حدیث میں اب تک یہ کتاب سب سے جامع کتاب ہے۔یہ کتاب دو جلدوں میں مصر سے 1343ھ میں شائع ہوئی تھی۔اس میں موجود احادیث کی تعداد دو ہزار آٹھ سو چالیس (2840) ہے۔

(ل) رواۃ کے بارے اہم کتب:

1. تذكرة الحفاظ:

امام حافظ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی (673-748ھ) نے اس کتاب کو راویوں کے طبقات کے اعتبار سے تصنیف کیا ہے۔انہوں نے پہلے صحابہ کرام پھر تابعین پھر بعد میں آنے والے حضرات پر مشتمل کل گیارہ طبقات بنائے،جو اسلام کے ابتدائی زمانے سے لے کر حافظ جمال الدین یوسف بن عبدالرحمٰن مزی (654-742ھ) تک کے تذکرے پر مشتمل ہے۔انہوں نے اس کتاب میں اپنے شیوخ کا تذکرہ بھی کیا ہے۔اس طرح ان کی اس کتاب میں مذکور شخصیات کی

تعداد 1176 تک جا پہنچتی ہے۔ یہ کتاب چار جلدوں میں کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ اس کا ایک ایڈیشن 1957ء میں ہندوستان میں شائع ہوا۔ اسی طرح ایک مرتبہ بیروت سے بھی یہ کتاب شائع ہوئی ہے۔ امام ذہبی کے ایک شاگرد حافظ ابوالمحاسن محمد بن علی حسینی دمشقی (715-765ھ) نے "ذیل طبقات الحفاظ للذھبی" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔

اسی طرح حافظ تقی الدین ابوالفضل محمد بن محمد بن فہد ہاشمی مکی (787-871ھ) نے "لحظ الالحاظ بذیل طبقات الحفاظ" کے نام سے اس کا تتمہ لکھا ہے، جس میں علامہ ذہبی اور علامہ حسینی دونوں کی کتابوں کا استدراک کیا ہے۔ اسی طرح امام جلال الدین سیوطی نے بھی "ذیل طبقات الحفاظ للذھبی" کے نام سے اس کا ضمیمہ لکھا ہے۔ یہ تینوں ضمیمے بڑے سائز کی ایک جلد میں حسام الدین قدسی کی تحقیق کے ساتھ 1347ھ میں دمشق سے شائع ہوئے تھے۔

2. تہذیب التہذیب:

حافظ شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی ابن حجر عسقلانی (773-852ھ) نے اس کتاب کو حروف معجم کے مطابق ترتیب دیا ہے۔ اس میں انہوں نے تمام رواۃ کے تراجم کا احاطہ کرنے کوشش کی ہے۔ یہ کتاب بارہ جلدوں میں ہندوستان سے 1325ھ اور 1327ھ میں شائع ہوئی تھی، پھر 1387ھ میں بیروت سے بھی شائع ہوئی۔

(م) جرح وتعدیل کے اہم مصادر

1. الضعفاء:

امیر المومنین فی الحدیث محمد بن اسماعیل البخاری (194-256ھ) کی یہ تالیف ایک تصنیف نفیس ہے۔ انہوں نے اسے حروف معجم کے مطابق ترتیب دیا ہے اور ہر حرف کے تحت آنے والے اسماء کو ذکر کیا ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں صرف ضعیف راویوں کے نام اکٹھے کئے ہیں اور اختصار کے ساتھ ہر راوی کا حکم بھی بیان کر دیا ہے۔ یہ کتاب ہندوستان سے کچھ رسائل کے ساتھ 1349ھ میں اور پھر مستقل طور پر بھی شائع ہوئی۔ نیز امام نسائی کی کتاب "الضعفاء" بھی اس کے حاشیہ میں شائع ہو چکی ہے۔

2. کتاب الضعفاء المتروکین:

امام حافظ احمد بن شعیب النسائی (215-303ھ) نے اس کتاب کو حروف معجم پر ترتیب دیا

ہے اور ہر حرف کے تحت اس کے اسماء ذکر کئے ہیں۔ انہوں نے بھی صرف ضعفاء کے تذکرے پر اکتفا فرمایا ہے۔ یہ کتاب ایک عمدہ جلد میں ہندوستان سے شائع ہوئی تھی۔ یہاں اس امر کا تذکرہ ضروری ہے کہ امام بخاری اور امام نسائی نے اپنی کتابوں میں تمام ضعفاء کا استیعاب نہیں کیا۔

3. الجرح والتعدیل:

عبدالرحمن بن ابی حاتم الرازی (240-327ھ) کی یہ کتاب جرح وتعدیل کے باب میں متقدمین کی کتابوں میں سب سے جامع کتاب ہے۔ یہ کتاب علمی مواد اور کثرت فوائد سے لبریز ہونے کے ساتھ ساتھ تاریخ حدیث کے ماہر اور نقاد علماء کے تذکرے پر بھی مشتمل ہے۔ اس میں (18050) حضرات کا تذکرہ آیا ہے۔ یہ کتاب 9 جلدوں میں ہندوستان سے شائع ہوئی تھی، ان میں سے ایک جلد مقدمہ پر مشتمل ہے، جس میں رواۃ کی چھان پھٹک کے ماہر محدثین کے تراجم اور اس علم سے متعلقہ ضروری قواعد بیان کئے گئے ہیں۔

4. میزان الاعتدال:

امام حافظ شمس الدین محمد بن احمد الذھبی (673-748ھ) نے اس کتاب کو حروف معجم پر ترتیب دیا ہے۔ انہوں نے راویوں کی جرح وتعدیل کے بارے میں علماء کے اقوال بیان کئے ہیں۔ اس کتاب میں (11053) سوانح موجود ہیں۔ یہ کتاب کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے، جن میں سے ایک مرتبہ علی محمد بجاوی کی تحقیق کے ساتھ 1963ء میں درمیانے سائز کی چار جلدوں میں قاہرہ سے شائع ہوئی تھی۔ اس فن میں علامہ ذہبی کی ایک اور کتاب "المغنی فی الضعفاء" بھی ہے جو 1971 میں ڈاکٹر نورالدین عتر کی تحقیق کے ساتھ حلب کے دارالمعارف سے درمیانے سائز کی دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

5. لسان المیزان:

ابن حجر عسقلانی (773-852ھ) نے اس کتاب میں ان حضرات کا تذکرہ کیا ہے جن کا ذکر علامہ ذھبی نے میزان الاعتدال میں نہیں کیا۔ انہوں نے تقریبا (14343) سوانح کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ کتاب 1331ھ میں بڑے سائز کی چھ جلدوں میں ہندوستان سے شائع ہوئی تھی۔

6. کتاب الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل:

امام ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی ھندی (1264-1304ھ) کی یہ کتاب انتہائی اہم اور

شاندار تصنیف ہے۔انہوں نے اس میں جرح وتعدیل کے اہم قواعد اور اس بارے میں نقاد ائمہ کی اصطلاحات کو انتہائی عمدگی سے ذکر کیا ہے، اور اس اہم جلیل الشان علم کے بارے میں بہت سے ایسے امور بیان کئے ہیں جن سے اس علم میں مشغول ہونے والا شخص کبھی بے نیاز نہیں ہو سکتا۔انہوں نے ان تمام اصولوں کو بیان کیا ہے جن کی بنا پر کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف قرار دیا جائے گا۔نیز اس سلسلے میں علماء ومحدثین کے درمیان پائے جانے والے اختلاف اور ان کے درمیان رائج اصطلاحات کی بھی وضاحت کی ہے۔یہ کتاب درمیانے سائز کی ایک جلد میں شیخ عبدالفتاح ابو غدہ کی تحقیق وتعلیق کے ساتھ 1383ھ میں حلب سے شائع ہوئی تھی۔

(ن) تخریج احادیث کے اہم مصادر:

1. نصب الراية لأحاديث الهداية:

امام حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی حنفی (م762ھ) نے اس کتاب میں فقہ حنفی کے بنیادی مصادر میں سے ایک ''الھدایۃ'' میں موجود احادیث کی تخریج کی، اور اس کے درجہ، ناقل اور طرق کو بیان کیا۔یہ کتاب ایک نفیس حاشیہ ''بغیۃ الالمعی فی تخریج الزیلعی'' کے ساتھ ادارۃ مجلس علمی کی تحقیق کے ساتھ 1938ء میں بڑے سائز کی چار جلدوں میں ہندوستان سے شائع ہوئی تھی۔

2. الدراية في تخريج احاديث الهداية :

شیخ الاسلام الحافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کتاب میں امام زیلعی کی کتاب کی تلخیص کی ہے۔یہ کتاب 1299ھ میں دہلی سے شائع ہوئی۔اس کا ایک جدید ایڈیشن سید عبداللہ ہاشم یمانی مدنی کی تحقیق کیساتھ 1964ء میں قاہرہ سے شائع ہوا تھا۔

3. تلخيص الحبير :

ابن حجر عسقلانی نے اس کتاب میں امام ابوالقاسم رافعی کی شرح الوجیز میں موجود احادیث کی تخریج کی ہے۔یہ کتاب درمیانے سائز کی چار جلدوں پر مشتمل ہے، اور عبداللہ ہاشم یمانی کی تحقیق کے ساتھ مصر سے شائع ہوئی ہے۔اسی طرح یہ امام نووی کی المجموع کے حاشیہ پر بھی شائع ہو چکی ہے۔

4. تخريج احاديث إحياء علوم الدين للإمام الغزالي:

حافظ زین العابدین عبدالرحیم بن حسین العراقی (م806ھ) نے امام غزالی کی ''احیاء

العلوم'' میں موجود احادیث کی تخریج کی ہے اور اس کا نام ''المغنی عن حمل الأسفار في الأسفار في تخريج ما في الإحياء من الأخبار'' رکھا ہے۔بعد ازاں ابن حجر نے امام عراقی سے رہ جانے والی احادیث کی بھی تخریج کی ہے۔

5. مناهل الصفا في تخريج أحاديث الشفا:

حافظ جلال الدین سیوطی نے اس کتاب میں قاضی عیاض (م544ھ) کی ''الشفا في تعريف حقوق المصطفى'' کی تخریج کی ہے، اور یہ کتاب دو اجزاء میں ہندوستان سے شائع ہوئی ہے۔مذکورہ کتب کے علاوہ ابن حجر کی ''ہدایۃ الرواۃ إلى تخريج المصابيح والمشكاة'' اور ''تخريج أحاديث الكشاف'' بھی قابل ذکر ہیں۔

(س) سنت وحدیث کی اہمیت ومرتبہ اور اس سے متعلق اعتراضات کے جواب پر مبنی اہم مصادر

1. كتاب الرد على الجهمية:

عثمان بن سعید دارمی کی اس کتاب کو ''رد الدارمی علی بشر المریسی'' بھی کہا جاتا ہے اور یہ کتاب ایک نفیس جزء میں 1358ھ میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔

2. الروض الباسم في الذب عن سنة أبي القاسم:

امام مجتہد ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم الوزیر الیمانی (م775ھ) کی یہ کتاب دو جلدوں میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔

3. الأجوبة الفاضلة للأسئلة العشرة الكاملة:

امام محمد عبدالحی لکھنوی کی یہ کتاب شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کی تحقیق کے ساتھ درمیانے سائز کی ایک جلد میں 1964ء میں حلب سے شائع ہوئی تھی۔

4. تحقيق معنى السنة وبيان الحاجة إليها:

سید سلیمان ندوی کی یہ کتاب ایک جز لطیف میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔

5. السنة ومكانتها في التشريع الإسلامي:

ڈاکٹر مصطفی السباعی (1384ھ / 1964ء) کی یہ کتاب بڑے سائز کی ایک جلد میں

1961ء میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔

6. **الأنوار الكاشفة لما في كتاب أضواء على السنة من الزلل و التضليل والمجازفة:**

شیخ عبدالرحمٰن بن یحییٰ معلمی یمانی کی یہ کتاب درمیانے سائز کی ایک جلد میں 1378ھ میں مصر کے مطبعہ سلفیہ سے شائع ہوئی تھی۔

7. **الحديث والمحدثون:**

ڈاکٹر محمد محمد ابوزہو، کی یہ کتاب پہلی مرتبہ مصر سے 1958ءمیں شائع ہوئی تھی۔

8. **ظلمات ابی ریه:**

محمد عبدالرزاق حمزہ کی یہ کتاب 1379ھ میں مصر کے مطبعہ سلفیہ سے شائع ہوئی تھی.

9. **السنة قبل التدوين:**

محمد عجاج الخطیب کی یہ کتاب پہلی مرتبہ بڑے سائز کی جلد میں 1383ھ میں اور دوسری مرتبہ بیروت کے دارالفکر سے 1391ھ میں شائع ہوئی تھی۔

10. **أبو هريره راوية الإسلام:**

محمد عجاج الخطیب نے اس کتاب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور آپ کی روایات سے متعلق پائے جانے والے شبہات کا جواب دیا ہے۔ یہ کتاب 1963ء میں مصر سے شائع ہوئی۔

11. **دفاع عن السنة ورد شبه المستشرقين والكتاب المعاصرين:**

ڈاکٹر محمد محمد ابوشہبہ کی یہ کتاب مصر کے مجمع البحوث الاسلامیہ نے شائع کی ہے۔

12. **بحوث في تاريخ السنة المشرفة:**

ڈاکٹر اکرم ضیاء عمری کی اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن 1972 میں بغداد سے شائع ہوا تھا۔

13. **سنت کی آئینی حیثیت:**

سید ابوالاعلیٰ مودودی کی یہ کتاب اسلامک پبلیکیشنز لاہور سے (1981ء) شائع ہوئی تھی۔

14. **سنت خیر الانام:**

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کی یہ کتاب ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور سے شائع ہوئی۔

15. **حجیت حدیث:**

مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی یہ کتاب ریلوے روڈ لاہور سے شائع ہوئی۔

16. **حجیت حدیث:**

جسٹس محمد تقی عثمانی کی یہ کتاب ادارہ اسلامیات لاہور سے 1991ء میں شائع ہوئی تھی۔

(ع) علوم حدیث سے متعلق اہم مصادر:

1. **المحدث الفاصل بين الراوي والواعي:**

قاضی حسن بن عبدالرحمٰن بن خلاد رامہرمزی (م360ھ) کی یہ کتاب اصول حدیث کے بارے میں لکھی گئی سب سے قدیم کتاب ہے۔ یہ کتاب بڑے سائز کی ایک جلد میں ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب کی تحقیق کے ساتھ بیروت کے دارالفکر سے 1971ء میں شائع ہوئی تھی۔

2. **معرفة علوم الحديث:**

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیشاپوری (م405ھ) نے اس کتاب میں علوم حدیث کی پچاس انواع ذکر کی ہیں۔ یہ کتاب ڈاکٹر معظم حسین کی تحقیق کے ساتھ 1937ء میں مصر سے شائع ہوئی ہے۔

3. **الكفاية في علم الرواية:**

حافظ ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی کی یہ کتاب (م1357ھ) میں ہندوستان سے شائع ہوئی تھی۔ انہوں نے اس میں علوم حدیث کے اصول ودقائق کو جمع کیا ہے، اور یہ کتاب بہت سے فوائد پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کو علوم حدیث کا اہم مرجع شمار کیا جاتا ہے۔ خطیب بغدادی نے "الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع" کے نام سے بھی ایک کتاب لکھی جس پر ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب کی تحقیق موجود ہے۔

4. **الالماع إلى معرفة أصول الرواية وتقييد السماع:**

قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ یحصبی (476-554ھ) کی یہ جامع کتاب ان سے پہلے مؤلفین کے افادات پر مشتمل ہے۔ انہوں نے اس میں اپنی تحقیقات کا اضافہ بھی کیا ہے۔ یہ کتاب سید احمد صقر کی تحقیق کے ساتھ 1970ء میں مصر کے دارالتراث اور پھر تیونس کے المکتبہ العتیقہ سے شائع ہوئی ہے۔

5. علوم الحدیث:

امام ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن شہرزوری ابن الصلاح (577-643ھ) کی یہ کتاب چھٹی اور ساتویں ہجری میں لکھی گئی جامع اور عمیق ترین کتاب ہے۔ یہ کتاب مقدمة ابن الصلاح کے نام سے مشہور ہے، اورانہوں نے اس میں علوم حدیث کی (65) انواع کو جمع کیا ہے۔ یہ کتاب کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے اوراس کا ایک ایڈیشن ڈاکٹر نورالدین عتر کی تحقیق کے ساتھ 1966ء میں شائع ہوا تھا۔

6. تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی:

امام جلال الدین سیوطی نے اس کتاب میں امام نووی کی ''التقریب والتیسیر لمعرفة أحادیث البشیر والنذیر'' کی شرح کی ہے۔ انہوں نے اس میں علوم حدیث کے دقائق اورفوائد کثیرہ کو جمع فرمایا ہے۔ یہ کتاب 1966ء میں پروفیسر عبدالوہاب عبداللطیف کی تحقیق کے ساتھ دو اجزا میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔

7. توضیح الأفکار لمعانی تنقیح الأنظار:

علامہ محمد بن اسماعیل الامیر الصعانی (1182ھ) کی یہ کتاب چند قابل اعتراض مسائل کے باوجود ایک عمدہ کتاب ہے۔ یہ کتاب محمد محی الدین عبدالحمید کی تحقیق کے ساتھ 1366ھ میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔

8. قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث:

بلاد شام کے علامہ محمد جمال الدین قاسمی (1283-1333ھ) کی یہ کتاب انتہائی عمدہ فوائد پر مشتمل ہے۔ اس میں علوم حدیث کے بنیادی مسائل ودقائق اوراس بارے میں علماء کی آراء کو آسان انداز میں ذکر کر دیا گیا۔ اس کتاب کا ایک ایڈیشن 1961ء میں قاہرہ سے شائع ہوا تھا۔

9. توجیه النظر إلی أصول الأثر:

عالم محقق شیخ طاہر الجزائری (1268-1338ھ) کی یہ کتاب علوم حدیث کی ایک مایہ ناز اور قابل قدر کتاب ہے۔ اس میں بہترین مسائل ونکات اور علماء سابقین کی کتابوں میں موجود فوائد کثیرہ کو جمع کیا گیا ہے۔ یہ کتاب دسویں صدی کے بعد اس موضوع پر لکھی گئی بہترین کتاب شمار کی جاتی ہے۔ یہ کتاب 1329ھ میں مصر سے اورایک مرتبہ لبنان سے بھی شائع ہوئی ہے۔

10. قواعد فی علوم الحدیث:

پاکستان کے مایہ ناز عالم محقق علامہ ظفر احمد عثمانی تھانوی کی یہ کتاب حدیث کے اصول، قواعد اور علوم پر مشتمل ایک مایہ ناز کتاب ہے۔ اس کا تیسرا ایڈیشن شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کی تحقیق کے ساتھ 1972ء میں حلب کے مکتب المطبوعات الاسلامیة سے شائع ہوا تھا۔

11. علوم الحدیث ومصطلحه:

ڈاکٹر صبحی صالح نے اس کتاب میں علوم حدیث کو عمدہ علمی انداز میں پیش کیا ہے یہ کتاب 1959ء میں جامعہ دمشق سے شائع ہوئی تھی۔ یہ کتاب کئی مرتبہ لبنان سے بھی شائع ہو چکی ہے۔

12. أصول الحدیث (علومه ومصطلحه):

ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب نے موجودہ زمانے کی ضرورت کے مطابق اس کتاب میں علوم حدیث کو انتہائی عمدہ اور درسی انداز میں پیش کیا ہے۔ اس کتاب میں اس علم کے فروع اور اصول کے درمیان موجود تعلق کو بھی واضح کیا گیا ہے۔ اس میں حدیث کی حفاظت اور علماء کی اس میدان میں لاثانی اور بے مثال محنت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ ڈاکٹر محمد عجاج نے اپنی کتاب کا اختتام علوم حدیث کی اہم مباحث پر کیا ہے۔ یہ کتاب 1971ء میں لبنان کے دارالفکر سے شائع ہوئی تھی۔

13. کتاب الشهاوی فی مصطلح الحدیث:

پروفیسر ابراہیم دسوقی شہاوی کی یہ کتاب 1966ء میں شائع ہوئی تھی۔

14. لمحات فی أصول الحدیث والبلاغة النبویة:

ڈاکٹر محمد ادیب صالح کی اس کتاب کا پہلا جزء 1970ء میں دمشق سے شائع ہوا تھا۔

15. منهج النقد فی علوم الحدیث:

ڈاکٹر نورالدین عتر کی یہ کتاب درمیانے سائز کی ایک جلد میں 1972ء میں شام کے دارالفکر سے شائع ہوئی تھی۔

فقہ اسلامی

(أ) فقہ حنفی:

1. المبسوط:

شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی (م 483ھ) کی یہ کتاب 1324ھ میں قاہرہ کے مکتبہ ''مطبعہ السعادۃ'' سے تیس جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ دراصل امام سرخسی نے مبسوط کو امام احناف ابوالفضل محمد بن محمد مروزی المعروف حاکم شہید رحمہ اللہ (م 334ھ) کی کتاب ''الکافی'' کی شرح کے طور پر لکھا ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے فقہ کے تمام ابواب کا احاطہ کیا ہے۔ اس کتاب میں امام سرخی کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ پہلے مسئلہ ذکر کرتے ہیں، اور پھر فقہ حنفی کے مطابق اس کے دلائل بیان کرتے ہیں، پھر دوسرے مذاہب اور ان کے دلائل بیان کرتے ہیں، پھر دلائل کے درمیان موازنہ کر تے ہوئے اس مسئلہ کی وجوہ ترجیحات بیان کرتے ہیں جو ان کے نزدیک راجح ہوتا ہے۔ بعض اوقات فقہ حنفی کے علاوہ دوسرے مسائل کو بھی راجح قرار دے دیتے ہیں، اور پھر اس کی وجوہ ترجیحات بھی بیان کرتے ہیں۔ بعض اوقات احناف اور دوسرے اصحاب مذاہب کے دلائل کے درمیان ایسی عمدہ تطبیق بیان کرتے ہیں کہ تعارض ختم ہو جاتا ہے۔ احناف کے علاوہ اکثر امام مالک اور امام شافعی کا مسلک ذکر کرتے ہیں۔ اور بعض اوقات امام احمد بن حنبل اور اصحاب ظواہر کا مسلک بھی نقل کر دیتے ہیں۔

یہ کتاب فقہ میں مدون کی گئی کتابوں میں ایک لاجواب کتاب ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ حنفی کی سب سے بڑی کتاب ہے۔ بعد میں آنے والے مصنفین نے امام سرخسی کی اس کتاب سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔ جب ہمیں علماء رجال کی زبانی اس کتاب کے متعلق ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے تو اس کتاب اور اس کے مولف کی قیمت اور قدر و منزلت اور بھی بڑھ جاتی ہے، وہ یہ کہ امام سرخسی نے اس پوری کتاب کو یا اس کے اکثر حصہ کو زبانی اپنے حافظہ کے بل بوتے پر اس وقت لکھوایا جب وہ فرغانہ کے علاقہ اوزجند کے ایک پرانے کنویں میں قید تھے۔ فقہ کی تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کنویں کے کنارے پر بیٹھ جاتے تھے اور امام سرخسی گہرے کنویں میں بیٹھ کر طلبہ کو املا کروایا کرتے تھے۔

2. تحفۃ الفقہاء:

علاء الدین محمد بن احمد سمرقندی (م 540ھ) کی کتاب ہے۔ یہ کتاب 1958 میں دمشق

سے ڈاکٹر محمد زکی عبد البر کی تحقیق کے ساتھ تین جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ اور دوسری مرتبہ سید محمد جعفر اور ڈاکٹر وہبہ زحیلی کی تخریج کے ساتھ دمشق ہی سے چار جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

3. بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع:

علاء الدین ابوبکر ابن مسعود بن احمد کاشانی (م 587ھ) کی کتاب ہے۔ مولف مذکور فقہ حنفی کے کبار ائمہ میں سے ہیں اور حلب کے رہنے والے ہیں۔ آپ کو ''ملک العلماء'' (علماء کا بادشاہ) کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ انہوں نے یہ کتاب علامہ سمرقندی کی کتاب تحفۃ الفقہاء کی شرح کے طور پر لکھی تھی۔ یہ فقہ کی ایک جامع اور سلیس ترین کتاب ہے جو 1382ھ میں دمشق سے سات بڑی جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

4. الهداية:

علی بن ابو بکر مرغینانی کی یہ کتاب 1355ھ میں مصر سے چار جلدوں مین شائع ہوئی تھی۔ ہدایہ کی بہت سی شروحات لکھی گئی ہیں جن میں امام کمال بن ہمام (م 861ھ) نے ہدایہ کی شرح ''فتح القدیر'' کے نام سے لکھی، لیکن اس کی تکمیل سے پہلے آپ کا انتقال ہو گیا اور پھر شمس الدین احمد بن قودر جو کہ قاضی زادہ کے نام سے معروف ہیں، انہوں نے اس کا تکملہ لکھا، جس کا نام ''نتائج الافکار'' رکھا۔ یہ کتاب آٹھ جلدوں میں (چھ ابن ہمام کی اور دو قاضی زادہ کی) قاہرہ کے مکتبہ تجاریہ سے شائع ہوئی تھی۔

5. ردالمختار علی الدرالمختار علی متن تنویر الأبصار:

شیخ محمد امین بن عمر عابدین (1198-1252ھ) کی کتاب ہے مولف مذکور فقہ حنفی کے ائمہ میں سے ہیں۔ یہ کتاب ''حاشیہ ابن عابدین'' کے نام سے معروف ہے اور مصر سے 1326ھ میں پانچ بڑی جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ مولف اس حاشیہ کو پورا کرنے سے پہلے ہی انتقال فرما گئے تھے لہذا ان کے فرزند ارجمند شیخ محمد علاء الدین (م 1306ھ) نے دو جلدوں میں اس کتاب کا تکملہ لکھا جس کا نام ''قرۃ عیون الاخبار لتکملۃ رد المحتار'' رکھا۔ یہ تکملہ 1326ھ میں مصر سے شائع ہوا تھا۔

(ب) فقہ مالکی:

1. المدونة الکبری:

امام مالک بن انس اصبحی (93-179ھ) کی مشہور زمانہ کتاب ہے۔ امام مالک

کے شاگرد عبدالرحمٰن بن قاسم سے اس کتاب کو نقل کرنے والے ''امام عبدالسلام بن سعید بن حبیب تنوخی'' (160-240ھ) ہیں جو ''سحنون'' کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں، اور بلاد مغرب میں ریاست علم کے تاجدار تھے۔ یہ کتاب قاہرہ کے مطبعۃ السعادہ سے 1323ھ میں آٹھ بڑی جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ مدونہ کبریٰ میں فقہ کے تمام ابواب کو جمع کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا غالب منہج یہی ہے کہ امام سحنون نے امام عبدالرحمٰن بن قاسم سے سوالات کیے اور عبدالرحمٰن بن قاسم نے ان سوالات کے وہ جواب دیے جو انہوں نے امام مالک سے سنے تھے۔ اگر انہیں کسی مسئلہ میں امام مالک کا جواب یاد نہ ہوتا تو اپنی طرف سے جواب دیتے اور جواب کو اپنی طرف منسوب کرتے۔ بعض اوقات مسائل فقہیہ کو سوال و جواب کے انداز سے ہٹ کر بھی بیان کرتے ہیں اور کبھی دلائل نقلیہ (قرآن، سنت، آثار صحابہ و تابعین و فقہاء اہل مدینہ) کو بھی ذکر کرتے ہیں۔ علماء نے اس کتاب کو بہت اہمیت دی اور اس کی بہت سی شروحات و حواشی لکھے۔ اس کی سب سے مشہور شرح ''الطراز'' ہے جو شیخ سند بن عنان مصری کی لکھی ہوئی ہے۔ اسی طرح ابوالحسن علی بن محمد عبدالحق نے بارہ جلدوں میں اس کی ایک شرح لکھی ہے۔ مدونہ کا ایک حاشیہ ''المقدمات الممهدات'' ہے جو قرطبہ کے قاضی ابوالولید محمد بن رشید (450-520ھ) کا لکھا ہوا ہے اور یہ حاشیہ مدونہ کے ساتھ مطبوعہ شکل میں مل جاتا ہے۔

2. بداية المجتهد و نهاية المقتصد:

محمد بن احمد بن رشد قرطبی (520-595ھ) کی کتاب ہے اور دو جلدوں میں مصر سے شائع ہو چکی ہے۔

3. القوانين الفقهيه:

محمد بن احمد ابن جزی کلبی غرناطی کی کتاب ہے جو 1344ھ میں تیونس سے ایک خوبصورت جلد میں شائع ہوئی تھی۔ بعد میں لبنان سے بھی شائع ہوئی۔

4. مواهب الجليل لشرح مختصر خليل:

محمد بن محمد مغربی (م954ھ) کی کتاب ہے مولف ''حطاب'' کے لقب سے مشہور ہے۔ یہ کتاب علامہ خلیل بن اسحاق بن موسیٰ (م767ھ) کی مختصر کی شرح ہے۔ یہ شرح (1328ھ) میں مصر میں چھ جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

5. الشرح الكبير على مختصر خليل منح القدير:

احمد بن محمد بن احمد عدوی المعروف بہ دردیر (م1201ھ) کی یہ کتاب 1309ھ میں مصر سے چار جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ علامہ شمس الدین محمد بن احمد بن عرفہ دسوقی (1230ھ) نے علامہ دردیر کی اس کتاب پر حاشیہ لکھا ہے۔ یہ کتاب علامہ شیخ محمد علیش مالکی کی تقریرات کے ساتھ مصر کے مکتبہ دار احیاء الکتب العربیہ سے بڑے سائز کی چار جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

(ج) فقہ شافعی:

1. كتاب الأم:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (150-204ھ) کی یہ کتاب قاہرہ کے مطبعہ امیریہ سے 1321ھ میں بڑے سائز کی سات جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ اس کے حاشیہ میں اسماعیل بن یحییٰ مزنی کی مختصر اور امام شافعی کی کتاب اختلاف الحدیث ہے۔ کتاب الام مصر سے دوسری مرتبہ بھی شائع ہوئی تھی۔ کتاب الأم میں فقہ کے تمام ابواب کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ امام شافعی نے اسے کتاب در کتاب ترتیب دیا ہے، اور ہر کتاب کے تحت کئی ابواب ذکر کیے ہیں۔ یہ ابواب اکثر کسی ایسی آیت یا حدیث سے شروع ہوتے ہیں جنہیں اس باب کی اصل قرار دیا جاتا ہے۔ باب ذکر کرنے کے بعد امام شافعی اپنے مذہب کے احکامات کو عمدہ اور واضح عبارت میں بیان کرتے ہیں۔

2. المهذب:

ابو اسحاق ابراہیم بن علی شیرازی (م427ھ) کی یہ کتاب مصر سے کئی بار چھپ چکی ہے

3. المجموع شرح المهذب:

امام یحیٰ بن شرف النووی (م627ھ) کی یہ کتاب فقہ شافعی کی سب سے جامع کتاب ہے۔ البتہ اس کتاب کو مکمل کرنے سے پہلے مولف انتقال فرما گئے۔ یہ کتاب قاہرہ سے بڑے سائز کی نو جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ امام نووی کی ''منهاج الطالبين وعمدة المفتين'' بھی فقہ شافعی میں لکھی گئی کتابوں میں ممتاز حیثیت کی حامل ہے۔ یہ کتاب 1338ھ میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔ بہت سے علماء نے اس کتاب کی شروحات لکھی ہیں، جن میں سب زیادہ مشہور احمد بن حجر ہیتمی (974ھ) کی ''تحفة المحتاج بشرح المنهاج'' ہے۔ یہ مصر سے آٹھ جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ اسی طرح جلال الدین محمد بن احمد بن محمد محلی (791-864ھ) کی لکھی ہوئی کنز الراغبین بھی دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ علاوہ

ازیں یہ علامہ عمیرہ (م 975ھ) اور علامہ قلیوبی (م 1069ھ) کے حواشی کیساتھ مصر کے مکتبہ داراحیاء الکتب العربیہ سے بڑے سائز کی چار جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔اس کی ایک اور مشہور شرح ''مغنی المحتاج الی معرفہ معانی الفاظ المنہاج'' مصر کے مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی سے کئی جلدوں میں 1958ء میں شائع ہوئی تھی۔اسی طرح شمس الدین محمد بن احمد رملی مصری (م 1004ھ) جو شافعی صغیر کے لقب سے مشہور ہیں ان کی ''نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج''، مصر کے مکتبہ ''مصطفیٰ البابی الحلبی'' سے بڑے سائز کی چار جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

4. الأشباه و النظائر:

حافظ جلال الدین سیوطی کی لکھی ہوئی یہ کتاب مکہ اور مصر سے کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔

(د) فقہ حنبلی:

1. المغنی:

موفق الدین عبداللہ بن احمد ابن قدامہ مقدسی (م 620ھ) کی لکھی ہوئی عظیم الشان کتاب ہے۔اس کتاب میں علامہ مقدسی نے ابو قاسم عمر بن الحسین (م 334ھ) کی ''مختصر الخرقی'' کی شرح کی ہے۔یہ فقہ حنبلی کی سب سے زیادہ جامع کتاب ہے۔اس کے ساتھ ساتھ اس میں ائمہ ثلاثہ اور سلف صالحین کے اقوال و آراء کو بھی جگہ دی گئی ہے۔فقہ میں یہ ایک انتہائی قیمتی اور اہم انسائیکلوپیڈیا ہے۔ نوجلدوں میں کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔یہ تیسری مرتبہ قاہرہ سے 1367ھ میں سید رشید رضا کی نگرانی میں شائع ہوئی تھی۔

2. الشرح الکبیر علی متن المقنع:

شمس الدین عبدالرحمٰن ابن قدامہ مقدسی (م 682ھ) کی یہ کتاب 1348ھ میں بارہ جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔اس کے ساتھ مغنی ابن قدامہ بھی شائع کی گئی تھی۔

3. الفتاوی الکبری:

شیخ الاسلام ابو العباس تقی الدین احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ (م 728ھ) کے مرتب کردہ فتاوی کا عظیم الشان مجموعہ ہے۔1382ھ میں ریاض سے بڑے سائز کی پندرہ جلدوں میں شائع ہوا۔

4. الفروع:

محمد بن مفلح المقدسی (762ھ) کی تحریر کردہ یہ کتاب مصر سے شائع ہوئی تھی۔

5. کشاف القناع علی متن الاقناع:

شیخ منصور بن یونس بہوتی (1000-1051ھ) کی یہ کتاب 1366 میں شائع ہوئی تھی پھر اس کا نیا ایڈیشن مکہ مکرمہ کے گورنمنٹ پریس سے 1394ھ میں شائع ہوا تھا۔

6. الدرر السنية في الأجوبة النجدية:

اس کتاب میں عبدالرحمٰن بن قاسم عاصمی قحطانی نجدی نے نجد کے ارباب دعوت و اصلاح کے ان اقوال کو جمع کیا ہے جو فقہ، عقائد، سیاست شرعیہ اور امور دین سے متعلق ہیں۔اس کتاب کی ترتیب بہت عمدہ ہے اور اس کی ایک اہم بات یہ ہے کہ انہوں نے اس میں ان کے قائلین کے حالات کا تذکرہ بھی کیا ہے۔سب سے پہلے امام الدعوۃ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب، پھر امام محمد بن سعود اور پھر دوسرے ائمہ کا ذکر ملتا ہے۔یہ کتاب تراجم کے جز کے علاوہ چھ جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔اس کتاب میں فقہ کے اصولی اور فروعی مسائل کو جمع کیا گیا ہے، اور کتاب کی ابتدا ان مسائل سے کی گئی ہے، جن کا تعلق تفسیر سے ہے۔یہ کتاب دوسری مرتبہ بیروت سے 1965ء میں شائع ہوئی۔مذکورہ بالا کتب کے علاوہ فقہ حنبلی کی اور بھی بہت سی کتابیں مل جاتی ہیں: مثلاً ابن قیم جوزیہ کی ''الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ'' اور آپ ہی کی ''اعلام الموقعین'' قابل ذکر ہیں۔ان کی ایک کتاب ''زاد المعاد'' بھی فقہ سے تعلق رکھتی ہے۔لیکن ہم اس کا تذکرہ کتب سیرت میں کریں گے۔

(ھ) فقہ شیعہ:

فقہ امامیہ:

1. الکافی:

شیعوں کے مشہور عالم محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی (م 329ھ) نے اس کتاب کو اصول و فروع کے نام سے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔اصول میں وہ توحید، ایمان اور اخلاق کا بیان کرتے ہیں اور فروع میں فقہی مسائل کا تذکرہ کرتے ہیں۔اس میں ان احادیث نبویہ سے استشہاد کرتے ہیں جو اہل بیت اور ائمہ شیعہ کے حوالہ سے منقول ہیں، اور ان آثار سے حجت پکڑتے ہیں جو ان ائمہ سے منقول ہیں جو ان کے نزدیک معصوم ہیں۔یہ کتاب طہران سے 1381ھ میں بڑے سائز کی سات جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

2. جواهر الكلام في شرح شرائع الإسلام في أحكام الحلال والحرام:

یہ محمد حسن بن محمد باقر نجفی (م1322ھ) کی کتاب ہے اور 1323ھ میں چھ جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

فقہ زیدیہ:

1. المجموع الفقهي:

امام زید بن علی زین العابدین (م122ھ) کی اس کتاب کو اس لحاظ سے ایک تاریخی دستاویز جیسی اہمیت حاصل ہے کہ اس سے دوسری صدی ہجری کی ابتدا میں تصنیف وتالیف کا وجود ملتا ہے۔ اس کے ساتھ امام زید کے فقہ وحدیث پر مشتمل مجموعے کو بھی ملایا گیا ہے۔ امام زید نے اس مجموعہ کو ابواب العلم پر مرتب کیا ہے اور اس کے تحت کئی کتابوں کو رکھا ہے جن میں مختلف ابواب ہیں۔ ہر باب ایک مرفوع حدیث یا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر موقوف حدیث سے شروع ہوتا ہے۔ یہ کتاب کئی مرتبہ قاہرہ اور دوسرے شہروں سے شائع ہو چکی ہے۔ اس کی سب سے عمدہ شرح ''الروض النضير شرح مجموع الفقه الكبير'' ہے جس کے مولف قاضی شرف الدین حسین احمد سیاغی (1180-1221ھ) ہے۔ یہ شرح بڑے سائز کی چار جلدوں میں تھی، اور اس کی تکمیل سے پہلے امام سیاغی کا انتقال ہوگیا۔ پھر اس کی پانچویں جلد سید تقی عباس بن احمد حسنی کے ہاتھوں مکمل ہوئی۔ یہ پوری شرح دوسری مرتبہ 1388ھ میں دمشق کے مکتبہ دار البیان اور طائف کے مکتبۃ المؤید سے شائع ہوئی تھی۔

2. البحر الزخار الجامع لمذاهب علماء الأمصار:

احمد بن یحیی بن مرتضی (764-840ھ) نے اس کتاب کو ان مباحث سے شروع کیا ہے جن کا جاننا شرعیات میں ضروری ہے، پھر انہوں نے مختلف ائمہ کے اعتقادی مسائل پر بحث کی ہے، اور اعتقادیات میں تقلید کے عدم جواز کو ثابت کیا ہے۔ پھر عبادات اور معاملات میں فقہی مسائل کو شروع کیا، اور کتاب کا اختتام ایک رسالہ پر کیا جس کا نام ''كتاب التكملة للأحكام والتصفية من بواطن الآثام'' رکھا، اس میں انہوں نے آفات کی سترہ قسموں کو ذکر کیا۔ یہ کتاب قاہرہ کے مکتبہ الخانجی سے 1366 اور 1368ھ میں بڑے سائز کی پانچ جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ مولف مذکور کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ پہلے مسئلہ ذکر کرتے ہیں، اور پھر اس سے متعلق صحابہ یا تابعین یا بعد کے سلف صالحین کا قول

ذکر کرتے ہیں۔ اس کتاب کو فقہ زیدی کے اہم ترین مصادر میں شمار کیا جاتا ہے، بلکہ اسے تقابلی فقہ کی دوسری تمام میسر کتابوں پر ترجیح دی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے علماء نے اس کتاب کو اہمیت دی اور اسے ایک حوالہ جاتی کتاب قرار دیا۔ محمد بن یحیی (م975ھ) نے اپنی کتاب ''جواهر الاخبار والآثار المستخرجة من لجة البحر الزخار'' میں ''البحر الزخار'' کی احادیث کی تخریج کی ہے۔ یہ کتاب البحر الزخار کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔ البحر الزخار موسسۃ الرسالہ سے چھ جلدوں میں بھی شائع ہو چکی ہے۔

3. جوهرة الفرائض:

علم فرائض میں فرقہ زیدیہ کی مشہور ترین کتاب'' جوهرة الفرائض شرح مفتاح الفائض'' ہے۔ یہ شیخ محمد بن احمد ناظری کی کتاب ہے۔ انہوں نے اس علم میں اسے قول فیصل کی حیثیت سے لکھا ہے۔ انہوں نے اس میں اسباب میراث، موانع میراث، اصحاب فروض، حجب، اسقاط، احوال الاب والجد کے تفصیلی تذکرہ کے ساتھ ساتھ اس علم کے مسائل مشہورہ کا ذکر بھی کیا ہے۔ یہ کتاب 1394ھ میں دمشق کے دار البیان اور طائف کے مکتبۃ المؤید سے شائع ہوئی تھی۔

فقہ ظاہریہ:

المحلی:

معروف اندلسی عالم ابو محمد علی بن احمد بن حزم الظاہری (384-456ھ) کی کتاب قاہرہ کے مطبعہ منیریہ سے 1352ھ میں گیارہ جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب کو نہ صرف فقہ ظاہریہ بلکہ تقابلی فقہ اسلامی کے لئے بھی سب سے بڑے مصدر کی حیثیت حاصل ہے۔ ابن حزم نے اس کتاب کی تمہید میں دو اہم بحثوں کا ذکر کیا ہے۔ پہلی بحث توحید سے متعلق ہے اور دوسری قواعد اصولیہ اور قرآن وسنت اور اجماع کے ذریعے استنباط احکام پر مشتمل ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں قیاس کو حجت قرار دینے اور اللہ کی شریعت میں کسی کی تقلید کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے فقہی مباحث کو شروع کیا ہے۔ اس میں طرز یہ اختیار کیا کہ پہلے فقہ ظاہری کے مطابق مسئلہ کو ذکر کرتے ہیں، پھر اس میں فقہاء کے اقوال اور پھر ان کے دلائل کو بیان کرتے ہیں۔ پھر مخالفین کے دلائل کو ذکر کر کے ان کو رد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر مسئلہ نقلی ہو تو خاص کو عام کے ذریعہ، مطلق کو مقید کے ذریعہ، منسوخ کو ناسخ کے ذریعہ اور ضعیف کو قوی کے ذریعے رد کرتے ہیں۔ اور اگر عقلی ہو تو ایک دلیل کا دوسری

دلیل سے معارضہ کرتے ہیں۔بعض اوقات مخالف کے قیاس کو قیاس معارض کے ذریعہ باطل قرار دیتے ہیں۔لیکن اس قیاس سے ان کا مقصد مخالف کے قیاس کو رد کرنا ہوتا ہے نہ کہ قیاس کو دلیل بنانا،اس اسلوب کے ذریعہ مخالف کی دلیل اس کے خلاف دلیل بن جاتی ہے۔اسی طرح بعض اوقات صحابہ کرام اور تابعین کے اقوال کو بھی نقل کرتے ہیں۔ابن حزم کی یہ کتاب اور ان کی دوسری مولفات کو دیکھنے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ابن حزم کے مزاج میں شدت اور سختی موجود ہے۔یوں بھی ابن حزم کی شدت مشہور ہے،ایک عربی مقولہ ہے''لسان ابن حزم وسیف الحجاج شقیقان'' ''ابن حزم کی زبان اور حجاج کی تلوار دونوں سگی بہنیں ہیں''ان کی سخت مزاجی اور شدت ان کے معاصر علماء کی ان سے بیزاری کا سبب بنی تھی۔اس کتاب کی اہمیت اور فقہ میں اس کے ٹھوس علمی مقام کی وجہ سے جامعہ دمشق کے کلیہ الشریعہ میں''موسوعۃ الفقہ الاسلامی'' کے زیر نگرانی اس کی ایک عمدہ تحلیلی فہرست تیار کی گئی ہے،جس کی مدد سے اس کتاب سے استفادہ بہت آسان ہوگیا ہے۔یہ فہرست''معجم المحلی فی الفقہ الظاہری'' کے نام سے دو جلدوں میں 1966ء میں دمشق سے شائع ہوئی تھی۔

جدید فقہی کتابیں

1. كتاب أحكام التركات والمواريث:

شیخ محمد ابوزہرہ کی یہ کتاب 1949ء، میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔

2. التشريع الجنائى فى الإسلام مقارنا بالقانون الوضعي:

عبدالقادر عودۃ (1954ء) کی یہ کتاب اس موضوع پر لکھی گئی کتابوں میں سب سے زیادہ جامع ہے،اور مصر کے مکتبہ دار العروبہ سے 1387ھ میں بڑے سائز کی دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی اور پھر موسسۃ الرسالہ سے بھی دو بڑی جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

3. الإسلام والعلاقات الدولية فى السلم والحرب:

جامعہ ازہر کے شیخ محمود شلتوت کی یہ کتاب 1352ھ میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔

4. الأحوال الشخصية:

پروفیسر ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی رحمہ اللہ کی یہ کتاب تین جلدوں پر مشتمل ہے۔پہلی جلد میں نکاح اور فسخ کے شرعی احکام بیان کئے گئے ہیں۔دوسری جلد میں اہلیت و وصیت کو بیان کیا گیا ہے،اور تیسری

جلد میں ترکات ومیراث کو بیان کیا گیا۔یہ کتاب کئی مرتبہ چھپی ہے۔پہلی مرتبہ دمشق یونیورسٹی کے مکتبہ سے 1378ھ میں چھپی تھی۔مصطفیٰ السباعی کی ایک اور کتاب''المرأة بين القانون والفقه'' جامعہ الدول العربیہ کے مطبعہ سے 1382ھ میں شائع ہوئی۔

5. الفقه الإسلامى فى ثوبه الجديد:

یہ کتاب پروفیسر مصطفیٰ الزرقا کی مایہ ناز تالیف ہے۔موصوف کی ایک اور کتاب''المدخل الفقہی'' بہت اہم ہے،جو دو جلدوں پر مشتمل ہے۔اس کتاب کے آٹھ ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔چوتھا ایڈیشن پہلے سے زیادہ تنقیح وتحقیق پر مشتمل تھا۔بعد میں اسی کا عکس چھاپا گیا ہے۔مصطفیٰ زرقا کی کتاب ''مدخل الی نظریۃ الالتزام فی الفقہ الاسلامی'' کے بھی پانچ ایڈیشن آچکے ہیں۔ان کی ایک اور کتاب عقد بیع کے موضوع پر''العقود المسماۃ'' کے نام سے شہرت حاصل کرچکی ہے۔یاد رہے کہ پروفیسر زرقا کی کتاب''عقد التامین وموقف الشریعہ منہ'' بھی کئی مرتبہ شائع ہوچکی ہے۔

6. ملكية الارض فى الإسلام:

سید ابوالاعلیٰ مودودی کی یہ کتاب 1976ء میں دمشق کے مکتبہ الشباب المسلم سے اور پھر کویت کے دار القلم سے شائع ہوچکی ہے۔

7. مدى حرية الزوجين فى الطلاق:

ڈاکٹر عبدالرحمٰن صابونی کی یہ کتاب 1382ھ میں دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ان ہی کی ایک کتاب''شرح قانون الاحوال الشخصیه السوری'' بھی ہے۔

8. فصول من الفقه الإسلامى العام:

ڈاکٹر محمد فوزی فیض اللہ نے اس کتاب میں غصب،احیاء الارض الموات،صید،شفعہ،قسمت، حقوق الارتفاق،رہن،مزارعت،مساقات،مغارست،جنایات،ذبائح،اضحیہ،حظر واباحت پر بحث کی ہے۔یہ کتاب بڑے سائز کی ایک جلد میں 1976ء میں جامعہ دمشق کے کتب خانہ سے شائع ہوئی تھی۔مولف مذکور کی ایک کتاب''المسئولية التقصيرية بين الفقه والقانون'' بھی ہے۔

9. الشركات فى الفقه الإسلامى ،بحوث مقارنة:

شیخ علی الخفیف کی یہ کتاب 1922ء میں قاہرہ کے ایک ادارہ معہد الدراسات العربیہ العالیہ سے شائع ہوئی تھی۔

10. **التعبير عن الإرادة في الفقه الإسلامي ،دراسة مقارنة بالفقه الغربي:**

ڈاکٹر وحید الدین سوار کی یہ کتاب بڑے سائز کی ایک جلد میں 1379ھ میں قاہرہ کے مکتبہ النھضہ المصریہ سے شائع ہوئی ہے۔

11. **آثار الحرب في الفقه الاسلامي ،دراسة مقارنة:**

ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی کی یہ کتاب دوسری مرتبہ بڑے سائز کی ایک جلد میں دمشق کے مکتبہ حدیثیہ سے 1385ھ میں شائع ہوئی ہے۔ڈاکٹر وہبہ کی ایک کتاب ''الفقہ الاسلامی فی اسلوبہ الجدید'' دو جلدوں میں چھپی ہے۔پہلی جلد میں بیع، ایجار، شرکات، ایمان، نذور اور کفارات پر بحث کی گئی ہے۔ اور دوسری جلد میں عقود، امانات، مصالحات، عقود التوثیق، عقوبات شرعیہ، قضاء، طرق الاثبات، جہاد اور اس کے توابع پر بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب دمشق کے دارالکتب سے 1387ھ میں شائع ہوئی تھی۔مولف مذکور کی ایک کتاب ''نظریۃ الضرورۃ الشرعیۃ'' اور ایک کتاب ''نظرية الضمان أو احكام المسئولية المدنية والجنائية في الفقه الاسلامي والقانون الوضعي'' بھی ہے جو دمشق سے 1379ھ میں شائع ہوئی تھی۔

12. **الحق ومدى سلطان الدولة في تقييده ،ونظرية التعسف في استعمال الحق بين الشريعة والقانون:**

ڈاکٹر فتحی الدرینی کی یہ کتاب بڑے سائز کی ایک جلد میں جامعہ دمشق کے مطبعہ سے 1386ھ میں شائع ہوئی تھی۔

13. **الدرر المباحة في الحظر والإباحة:**

شیخ خلیل بن عبدالقادر الشیبانی النحلاوی کی یہ کتاب محمد سعید برہانی (م 1967ء) کی تعلیق کے ساتھ دوسری مرتبہ دمشق کے مطبعہ الآداب والعلوم سے شائع ہوئی تھی۔

14. **الفرقة بين الزوجين ومايتعلق بها من عدة ونسب:**

پروفیسر علی حسب اللہ کی یہ کتاب 1387ھ میں قاہرہ کے دارالفکر العربی سے شائع ہوئی۔

15. **الحج والعمرة في الفقه الإسلامي :**

ڈاکٹر نورالدین عتر کی ایک انتہائی عمدہ اور جامع کتاب ہے، جس میں جغرافیائی تصویروں

کے ساتھ وضاحت بھی موجود ہے۔یہ کتاب حلب کے المکتبہ العربیہ سے شائع ہوئی تھی۔ڈاکٹر نورالدین کی ایک اور کتاب ''من هدى النبي ﷺ في الصلوات الخاصة الجمعة، الوتر، التراويح، العيدين، المسافر، الاستسقاء، الكسوف، المحاربين ،المريض. الجنازه. الاستخاره، التسبيح'' دارالفکر سے 1390 میں شائع ہوئی تھی۔مولف مذکور ہی کی ایک کتاب ''ماذا عن المرأة'' بھی ہے جو حلب کے مکتبہ الھدی سے 1390ھ میں شائع ہوئی تھی۔

16. **محاضرات في الفقه المقارن:**

ڈاکٹر محمد سعید بوطی کی یہ کتاب دارالفکر سے 1390ھ میں شائع ہوئی تھی۔

17. **فقه الزكاة:**

ڈاکٹر یوسف قرضاوی کی یہ کتاب بڑے سائز کی دو جلدوں میں ہے۔آپ ہی کی ایک کتاب ''العبادة في الاسلام'' ایک جلد میں موسسہ الرسالہ سے چھپ چکی ہے۔مذکورہ بالا کتب کے علاوہ جدید فقہی مباحث میں مصر کے الدار القومیہ نے رسائل کی شکل میں مندرجہ ذیل اہم کتب کی اشاعت کی ہے:

18. **احكام الأولاد في الاسلام ،شيخ زكريا برى:**
19. **التكافل الاجتماعي في الاسلام ،شيخ محمد أبوزهره:**
20. **الميراث والوصية في الاسلام ،محمد زكريا برديسي:**
21. **العلاقات الدولية في الاسلام:**

شیخ محمد ابوزہرہ کی یہ کتاب 1384ھ میں مصر سے شائع ہوئی۔

اصول فقہ اور تاریخ تشریع کی اہم کتب:

1. **الرسالة:**

امام محمد بن ادریس شافعی علیہ الرحمہ (150-204ھ) کی یہ کتاب شیخ احمد محمد شاکر کی تحقیق کے ساتھ مصر سے شائع ہوئی ہے۔

2. **كشف الأسرار على أصول البزدوي:**

عبدالعزیز بخاری (م 330ھ) کی یہ کتاب 1307ھ میں چار جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

3. كتاب المعتمد فى أصول الفقه:

ابوالحسین محمد بن علی بن طیب بصری معتزلی (م426ھ) کی یہ کتاب محمد حمید اللہ، محمد بکر اور حسن حنفی کی تحقیق کے ساتھ دمشق کے المعهد العلمي الفرنسي للدراسات العربية سے بڑے سائز کی دو جلدوں میں (1384,1385ھ) میں شائع ہوئی تھی۔

4. الأحكام فى أصول الأحكام:

محمد بن علی ابن حزم کی یہ کتاب شیخ احمد محمد شاکر کی تحقیق کے ساتھ دو جلدوں میں 1345ھ میں شائع ہوئی تھی۔

5. المستصفى من علم الأصول:

امام ابو حامد غزالی کی یہ کتاب قاہرہ سے 1356ھ میں شائع ہوئی تھی۔اسی طرح مولف مذکور کی ''المنخول من تعليقات الأصول'' پہلی مرتبہ شیخ محمد ہیتو کی تحقیق کے ساتھ 1390ھ میں شائع ہوئی تھی۔

6. الإحكام فى أصول الأحكام:

علی بن محمد آمدی (م631ھ) کی یہ کتاب 1322ھ میں چار جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

7. المسودة فى أصول الفقه:

مجد الدین ابوالبرکات عبدالسلام بن عبداللہ بن تیمیہ (م652ھ) کی اس کتاب میں ان کے بیٹے شیخ شہاب الدین عبدالحلیم بن عبدالسلام (م682ھ) اور پوتے شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ (661-728ھ) بھی شریک ہیں۔یہ کتاب پروفیسر محی الدین عبدالحمید کی تحقیق کے ساتھ 1384ھ میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔

8. قواعد الأحكام في مصالح الأنام:

عزالدین عبدالسلام (م660ھ) کی یہ کتاب ایک جلد میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔

9. أصول الفقه:

شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن تیمیہ (م728ھ) کی یہ کتاب ان کے جملہ فتاوی کے ساتھ بڑے سائز کی دو جلدوں میں 1382ھ میں شائع ہوئی تھی۔

10. إعلام الموقعين عن رب العالمين :

محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیہ (م751ھ) کی یہ کتاب مصر سے چار اجزاء میں 1374ھ میں شائع ہوئی۔

11. الموافقات فى أصول الشريعة:

امام ابواسحاق ابراہیم ابن موسی شاطبی (م790ھ) کی یہ کتاب چار جلدوں میں مصر سے شائع ہوئی تھی

12. مسلم الثبوت:

محب اللہ بن عبدالشکور (م1119ھ) کی یہ کتاب مصر سے دو بڑی جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

13. إرشاد الفحول إلى تحقيق الحق من علم الأصول:

محمد بن علی بن محمد شوکانی (م1250ھ) کی یہ جامع اور مختصر کتاب ایک جلد میں 1349ھ میں مصر سے شائع ہوئی۔

14. تاريخ التشريع الإسلامي :

پروفیسر عبداللطیف سبکی، محمد علی سایس اور محمد یوسف بربری کی یہ کتاب تیسری مرتبہ قاہرہ کے مطبعہ الاستقامہ سے 1365 میں شائع ہوئی تھی۔

15. تاريخ التشريع الاسلامي :

چودھویں صدی کے معروف عالم شیخ محمد خضری کی یہ کتاب کئی مرتبہ شائع ہوئی۔تیسری بار مصر سے 1358ھ میں شائع ہوئی تھی۔

16. مصادر التشريع الإسلامي فيما لانص فيه:

استاذ شیخ عبدالوہاب خلاف کی یہ کتاب مصر کے دارالکتاب العربی سے 1955ء میں شائع ہوئی تھی۔دراصل یہ کتاب ان کے ایسے لیکچرز کا مجموعہ ہے جو انہوں نے معہد الدراسات العربیہ العالیہ کے طلبہ کو 1954ء میں دیئے تھے۔مولف مذکور کی اصول فقہ میں لکھی ہوئی کتاب ''خلاصۃ تاریخ التشریع الاسلامی'' بھی کئی بار چھپ چکی ہے۔اس کا ساتواں ایڈیشن 1376ھ میں مصر سے چھپا تھا۔اس کتاب کی آسانی اور تعبیر کی سہولت کے پیش نظر اسے مبتدئین کے لئے بہترین شمار کیا جاتا ہے۔

17. أصول الفقه:

شیخ محمد ابوزہرہ کی یہ کتاب مصر سے 1377ھ میں شائع ہوئی۔

18. أصول التشريع الإسلامي:

استاذ علی حسب اللہ کی یہ کتاب کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔اس کا تیسرا ایڈیشن مصر کے مکتبہ دار المعارف سے 1383ھ میں شائع ہوا تھا۔

19. محاضرات فی تاريخ الفقه الإسلامي:

ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ نے یہ لیکچرز معہد الدراسات العربیہ العالیہ کے طلبہ کو جامعہ الدول العربیہ میں دیئے تھے۔یہ لیکچرز 1955ء میں شائع ہوئے تھے۔دراصل یہ لیکچرز ہی ان کی کتاب ''تاریخ الفقہ الاسلامی'' کی اساس بنے جو قاہرہ کے دارالکتب سے 1378ھ میں شائع ہوئی تھی۔

20. محاضرات فی أسباب اختلاف الفقهاء:

استاذ شیخ علی الخفیف کے ان لیکچرز کا مجموعہ ہے جو انہوں نے جامعہ الدول العربیہ کے طلبہ کو دیئے تھے۔یہ کتاب 1375ھ میں قاہرہ سے درمیانے سائز کی ایک جلد میں شائع کی گئی ہے۔

21. الشريعة الإسلامية صالحة لكل زمان ومكان:

جامعہ ازہر کے شیخ محمد خضر حسین (1874-1958ء) نے اس کتاب میں انتہائی دقیق اور علمی بحثیں کی ہیں۔اس میں انہوں نے من جملہ دوسرے موضوعات کے مندرجہ ذیل موضوعات پر قلم اٹھایا ہے:

١. الإجتهاد فی أحكام الشريعة

٢. بناء الشريعة على حفظ المصالح ودرء المفاسد

٣. الأصول النظريه الشرعية: القياس، الإستصحاب، مراعاة العرف، سد الذرائع، المصالح، الاستحسان.

٤. حكمة التشريع.

٥. النسخ فی الشريعة

٦. صحيح البخاری وأثره فی حفظ الشريعة

یہ کتاب دمشق کے مطبعہ تعاونیہ سے 1391ھ میں علی رضا تیونسی کے تعاون سے شائع ہوئی تھی۔

22. النسخ فی القرآن الكريم:

ڈاکٹر مصطفیٰ زید جو جامعہ قاہرہ کے کلیۃ دار العلوم میں استاد ہیں،ان کی یہ جامع کتاب مصر کے دار الفکر سے 1383ھ میں بڑے سائز کی دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

23. مدخل الفقه الإسلامي:

ڈاکٹر محمد سلام مدکور جو جامعہ قاہرہ کے کلیۃ الحقوق کے استاذ ہیں، انہوں نے اس کتاب میں شریعت اسلامیہ اوراس کی خصوصیات پر بحث کرتے ہوئے فقہ اسلامی کے اطوار ومراحل اور فقہ اسلامی میں مصادر احکام اوران سے احکامات کے استنباط کے طریقوں پر بحث کی ہے۔اس کتاب کا ایک باب احکامات شرعیہ کا انسانی مصالح اور معتبر مصالح کے ساتھ ارتباط کا بیان بھی ہے۔یہ کتاب قاہرہ کے الدار القومیہ للطباعۃ والنشر سے 1374ھ میں شائع ہوئی۔

24. تفسير النصوص فی الشريعة الإسلامية:

جامعہ دمشق کے کلیۃ الشریعہ کے استاذ ڈاکٹر محمد ادیب صالح کی یہ کتاب وسیع اور عمیق تحقیق کی حامل ہے، اوراس میں اصولیین کے نزدیک الفاظ کی دلالت پر بحث کی گئی ہے۔یہ کتاب 1964ء میں دمشق سے شائع ہوئی تھی۔

25. مصادر التشريع الإسلامي ومناهج الاستنباط:

مولف مذکور کی یہ کتاب 1967ء میں دمشق کے مطبعہ تعاونیہ سے شائع ہوئی تھی۔

26. ضوابط المصلحه فی الشريعة الاسلامية:

جامعہ دمشق کے استاذ ڈاکٹر محمد سعید رمضان بوطی کی یہ کتاب دمشق کے المکتبہ الامویہ سے 1386ھ میں شائع ہوئی تھی۔

27. أصول الفقه:

جامعہ دمشق کے استاذ ڈاکٹر عبدالرحمٰن صابونی کی یہ کتاب جامعہ حلب کے کلیۃ الحقوق کے طلبہ کے لئے شائع ہوئی تھی۔

عربی لغات

Arabic Dictionaries

1. کتاب العین:

خلیل بن احمد فراہیدی (م160ھ) کی یہ کتاب عربی زبان کی سب سے پہلی ڈکشنری ہے۔مولف نے اس لغت میں کوشش کی ہے کہ تمام الفاظ عربیہ کا احاطہ کیا جائے۔انہوں نے اس معجم کی تنظیم کے سلسلہ میں تین بنیادی اصولوں کو سامنے رکھا ہے:

اصول اول) الفاظ لغت کی حروف کے مطابق ترتیب:

انہوں نے اپنی طرف سے ایک نظام صوتی وضع کیا ہے۔حروف کا یہ صوتی نظام ان کے مخارج کے مطابق اقصی حلق سے ہونٹوں تک ہے۔انہوں نے کتاب کا اختتام حروف علت پر کیا ہے۔کتاب العین میں حروف کی ترتیب نظام صوتی کے مطابق مندرجہ ذیل طریقہ پر ہے:" ع ح ہ خ غ ق ک ج ش ض ص س ز ط ت ظ ذ ث ر ل ن ف ب م و ا ی ء " امام خلیل نے اپنی کتاب کو ان حروف کی تعداد کے اعتبار سے مختلف اقسام میں تقسیم کیا ہے، اور ان میں سے ہر حرف کا نام کتاب رکھا ہے، اور کتاب کا نام کتاب العین اس وجہ سے رکھا ہے کیونکہ ان کی اس معجم کا آغاز عین سے ہوتا ہے۔

اصول ثانی) یہ صرفی بناوٹ کا اصول ہے۔یعنی الفاظ کے صیغوں کا اصول ہے۔الفاظ کبھی ثنائی ہوتے ہیں، کبھی ثلاثی، کبھی رباعی اور کبھی خماسی۔

اصول ثالث) یہ مبدأ تقلیب ہے۔یعنی حروف مادہ کی جگہ کو تبدیل کر دینا، مثلا ''کتب'' کے مادہ کی تقلیب کے بعد مندرجہ ذیل تراکیب وجود میں آتی ہیں: کبت، بتک، بکت، تکب، تبک۔ کتاب العین کے متعلق علماء نے مختلف قسم کا کلام کیا ہے، اور اس کے بارے میں مختلف قسم کی آراء پیش کی ہیں۔اس بارے میں بھی بحث ہے کہ یہ امام خلیل کی کتاب ہے یا ان کے شاگرد لیث بن مظفر کی۔بہرحال عربی زبان میں لکھی گئی لغات پر کتاب العین کا گہرا اثر موجود ہے۔اس کی وجہ ظاہر ہے کہ یہ عربی زبان کی سب سے پہلی لغت ہے۔

2. جمہرۃ اللغۃ:

اس کتاب کو ابوبکر محمد بن حسن بن درید الازدی (م321ھ) نے تالیف کیا ہے۔مولف

مذکور کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس کتاب میں عربی زبان کے ان الفاظ کو جمع کر دیں جو کثیر الاستعمال ہیں۔اسی وجہ سے انہوں نے ان الفاظ سے صرف نظر کیا جو لغات نادرہ یا غریبہ میں شمار ہوتے ہیں۔ابن درید نے امام خلیل کی کتاب العین کی تالیف کے طویل عرصہ بعد جمہرۃ کو ترتیب دیا۔وہ امام خلیل کی کتاب العین سے بہت متاثر تھے، لیکن وہ سمجھتے تھے کہ اس میں وضع کردہ الفاظ کی مخارج حروف کے لحاظ سے ترتیب بہت مشکل ہے، جس کی وجہ سے یہ کتاب سہل الاستفادہ نہیں۔لہذا ابن درید نے اس منہج کو آسان کرنے کی غرض سے تبدیل کرنے کا فیصلہ کیا اور مخارج کے لحاظ سے حروف کے بارے میں امام خلیل کے نظام کو اختیار نہ کیا۔لہذا آپ نے ترتیب مخرج کو چھوڑ کر ترتیب ہجائی کو اختیار کیا جو لوگوں کے ہاں معروف ہے۔لیکن وہ کتاب کی جمع و ترتیب، مواد کی کانٹ چھانٹ اور ابواب کی تقسیم پر امام خلیل کے طرز پر ہی چلے ہیں۔ہم دیکھتے ہیں کہ ابن درید نے دو اصولوں میں امام خلیل کی پیروی کی ہے۔(1) صرفی صیغوں کے اعتبار سے الفاظ کی مختلف ابواب کثیرہ میں تقسیم (2) ہر مادہ کی تقلیب سے پیدا ہونے والی تراکیب کو ذکر کرنا۔جمہرۃ اللغہ حیدر آباد دکن سے 1344ھ سے 1351ھ تک شائع ہوتی رہی۔اس کا مقدمہ ف، کرنکوی (F. Krenkow) نے لکھا تھا۔

3. مقاییس اللغۃ:

ابوالحسن احمد بن فارس بن زکریا (م395ھ) کی یہ تالیف ہے۔مولف ابن فارس کے نام سے مشہور ہیں۔اس معجم کی غرض لغت کے مسائل میں سے ایک دقیق اور مشکل مسئلہ کو ذکر کرنا اور اس کی تحقیق کرنا ہے، اور وہ مسئلہ ہے: ''ایک مادہ کے تمام معانی کے درمیان پائی جانے والی ایک اصل مشترک ہے''۔اس موقع پر ابن فارس کی رائے یہ ٹھہری کہ ایک معنی اساسی ہوتا ہے یا اصل واحد ہوتی ہے یا اکثر اوقات ایک مادہ مختلف معانی اور مختلف صیغوں میں مشترک ہوتا ہے۔انہوں نے اسی مسئلہ کو لیا، اور اپنی معجم کو اسی مسئلہ پر لکھا، اور اس سلسلہ میں سعی بلیغ فرمائی۔یہ کتاب اول سے آخر تک ایک علمی برہان ہے، جسے ابن فارس نے ''باب الثنائی المضاعف'' اور ''باب الثلاثی'' اور ''باب ما زاد علی الثلاثی'' کے اثبات کے لئے پیش کیا ہے۔ابن فارس نے اس میں مبدأ تقلیب کو ترک کیا ہے، جسے امام خلیل نے ایجاد کیا تھا، اور انہوں نے اپنی طرف سے ایک مبدأ ایجاد کیا ہے اور وہ ہے: ''مقاییس کی ہر کتاب میں الفاظ کی ترتیب میں حروف کے ساتھ دوران کا مبدأ اور وہ اس طرح کہ انہوں نے ہر کتاب کو ایسے کلمہ سے شروع کیا ہے جس کے شروع میں وہ حرف آتا ہے جس پر اس کتاب کی بنا رکھی گئی ہے، اور اس

کلمہ کا دوسرا حرف وہ ہے جو حروف ہجا کی ترتیب کے مطابق اس کے بعد آتا ہے، نہ کہ حرف الف، اور وہ پہلا حرف ہے۔ مثلاً کتاب الجیم لفظ ''جح'' سے شروع ہوتی ہے، یعنی اس لفظ سے جس کا پہلا حرف ''جیم'' اور دوسرا حرف ''حا'' ہے، پھر وہ لفظ لائے جس کا پہلا حرف جیم اور دوسرا حرف دال ہے۔ ابن فارس اسی طریقہ پر چلتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ حرف ''یا'' پر پہنچے تو پھر عود کیا اور ایسے کلمات لائے جن کا پہلا حرف ''جیم'' اور دوسرا حرف ''الف'' ہے، پھر وہ الفاظ لائے جن کا دوسرا حرف ''باء'' اور پھر وہ جن کا دوسرا حرف ثاء ہے، اور اسی طرح یہ دور مکمل کیا ہے۔ معجم مقاییس اللغۃ پہلی مرتبہ 1371ھ میں استاذ عبدالسلام محمد ہارون کی تحقیق کے ساتھ چھ جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

4. الصحاح:

ابونصر اسماعیل بن حماد الجوہری (م397ھ) کی یہ معجم ''تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ'' کے نام سے موسوم ہے اور اختصاراً اسے ''صحاح'' کہا جاتا ہے۔ یہ لفظ بکسر الصاد بھی منقول ہے۔ اس صورت میں ''صحیح'' کی جمع ہوگا اور بفتح الصاد بھی۔ اس صورت میں یہ صحیح کے معنی میں ہوگا۔ علامہ جوہری نے اس کتاب میں صرف ان الفاظ کو جگہ دی ہے جو خالصتاً عربی ہیں۔ اور جن کی صحت ثابت شدہ ہے۔ اور دوسرے الفاظ کے ذکر سے اعراض کیا ہے، اسی وجہ سے اس لغت کا حجم بہت چھوٹا ہے۔

امام جوہری نے صحاح کو حروف ہجاء کی بنیاد پر ترتیب دیا ہے، اور اسے حروف ہجاء کی ترتیب کے مطابق اٹھائیس ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ ان سے ہر حرف ایک باب ہے اور پھر تمام ابواب کو اٹھائیس فصول میں تقسیم کیا ہے، پس الف مہموز اس کا پہلا باب ہے اور ''یا'' کتاب کا آخری باب ہے۔

اس کتاب کے بارے میں یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ علامہ جوہری نے الفاظ کو ہر باب میں ان کے آخری حرف کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے نہ کہ پہلے حرف کے اعتبار سے۔ یعنی وہ ترتیب میں آخری حرف کو دیکھتے ہیں نہ کہ پہلے حرف کو، جیسے کہ ان سے پہلے حضرات کا طرز عمل تھا۔

اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ صحاح میں لفظ ''قرأ'' باب ہمزہ میں ہے نہ کہ باب قاف میں۔ اور لفظ ''کتب'' باب باء میں ہے نہ کہ باب کاف میں۔ لفظ ''أخذ'' باب ذال میں ہے نہ کہ باب ہمزہ میں۔ یہ طرز امام جوہری کی ایجاد ہے۔ صحاح پہلی مرتبہ دو جلدوں میں قاہرہ کے مطبعہ بولاق سے 1292ھ میں شائع ہوئی تھی۔ پھر دوسری مرتبہ احمد عبدالغفور عطار کی تحقیق کے ساتھ 1952ھ اور 1957ھ میں شائع ہوئی تھی۔

5. لسان العرب:

یہ لغت جمال الدین ابوالفضل محمد بن مکرم (م711ھ) کی ہے جو ابن منظور افریقی کے نام سے معروف ہیں۔ ان کی معجم لسان العرب عربی زبان کی سب سے زیادہ جامع اور شواہد سے بھرپور معجم ہے۔ ان کی اس لغت کی خصوصیات میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ وہ روایات متعارضہ کو ذکر کرتے ہیں اور پھر اقوال کو ترجیح دیتے ہیں۔

اصل کے ساتھ ساتھ وہ الفاظ سے مشتق ہونے والے اسماء اشخاص، اسماء قبائل اور اسماء امکنہ کو بھی فراموش نہیں کرتے۔ اس اعتبار سے اس لغت کو لغوی وادبی انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت حاصل ہے، کیونکہ اس کا علمی مواد، اس کا احاطہ الفاظ اور جامعیت ووسعت بے مثال ہے۔

ابن منظور افریقی نے اپنی معجم کو ابواب وفصول میں تقسیم کیا ہے۔ انہوں نے حروف ہجاء کو باب بنایا، لہٰذا پہلا باب ہمزہ ہے اور آخری باب الف لین کا ہے۔ انہوں نے حروف ہجاء کے اعتبار سے ہر باب میں فصول مقرر کی ہیں اور ایک باب اور فصل کے دوسرے حرف کو ذکر کرنے میں حروف ہجاء کی ترتیب کا خیال رکھا ہے۔ امام افریقی نے اپنی معجم کے کلمات میں آخری حروف کا اعتبار کیا ہے، لہٰذا جس کلمہ کا آخری حرف لام ہے ہم اسے باب اللام میں پائیں گے، لہٰذا ''ابل، اتل، اثل، اجل اور ادل'' جیسے الفاظ آپ کو باب اللام میں ملیں گے۔ پس باب اللام میں فصول باب کے ہر کلمہ میں حروف ہجاء کی ترتیب پر آئیں گی، اور ہم ایک باب اور ایک فصل میں حرف ثانی کو بھی حروف ہجاء کی ترتیب کے مطابق پائیں گے۔ باب اللام فصل الالف میں اس کی مثال یہ ہے کہ ہم ان مادوں کو دیکھتے ہیں: ''ابل، اتل، اثل، اجل، ادل، ازل، اسل، اصل........اھل. ایل'' اور کلمات رباعیہ میں دوسرے حرف کی ترتیب کے بعد تیسرے حرف کی ترتیب کا بھی خیال رکھا جاتا ہے۔ پس مادہ ''بحل'' میں بحدل، بحشل اور بحظل جیسے الفاظ بھی مل جائیں گے۔ اسی طرح ہم کسی معنی کی تلاش کے لئے لفظ کو اس کے ثلاثی کی طرف لوٹانے کے محتاج ہیں۔ اور پھر ہم اس کے باب اور فصل کو دیکھیں گے۔

لسان العرب پہلی مرتبہ قاہرہ کے علاقہ بولاق کے مطبعہ امیریہ سے 1308ھ میں بیس جلدوں میں شائع ہوئی تھی، پھر بیروت سے 1955ء میں پندرہ جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ اسی طرح بیروت سے ہی 1969ء میں دار لسان العرب سے شائع ہوئی تھی۔

6. القاموس المحیط:

مجد الدین ابو طاہر محمد بن یعقوب فیروز آبادی (م816ھ) نے یہ کتاب یمن کے علاقے زبید میں ترتیب دی۔ پھر اسے یمن کی دولت رسولیہ کے بادشاہ اسماعیل بن عباس کی خدمت میں پیش کیا۔ فیروز آبادی پہلے تو ایک مفصل اور جامع معجم لکھنے کا ارادہ رکھتے تھے، پھر ان سے گزارش کی گئی کہ وہ اس کو مختصر انداز میں لکھیں، لہٰذا انہوں نے اس کتاب کو تالیف کیا۔ وہ چاہتے تھے کہ اس میں زیادہ سے زیادہ الفاظ کو جمع کریں اور الفاظ کا احاطہ کریں۔ اس کتاب میں وہ تمام الفاظ آجاتے ہیں جو لسان العرب میں موجود ہیں۔ اس کتاب کی ترتیب میں مولف نے لغت کی دو مشہور کتابوں کو سامنے رکھا ہے، ایک ابن سیدہ کی ''کتاب المحکم'' اور دوسری صغانی لاہوری (م650ھ) کی کتاب ''العباب الزاخر''۔

علامہ فیروز آبادی نے اس کتاب کی ترتیب میں علامہ جوہری کی اتباع کی ہے، لیکن ان کا خیال یہ تھا کہ اس کتاب میں اختصار کو مدنظر رکھا جائے، لہٰذا انہوں نے اپنی اس معجم کو عربی اشعار، کہاوتوں، آیات واحادیث سے خالی رکھا۔ اسی طرح انہوں نے ان کلمات میں اختصار سے کام لیا جن کا شرح قاموس میں تکرار ہورہا تھا، اور ان کے لئے رموز کا استعمال کیا مثلاً لفظ ''موضع'' کی جگہ حرف ''ع'' کو بطور رمز کے استعمال کیا، حرف دال کو ''بلد'' کی جگہ استعمال کیا، حرف ''ۃ'' کو قریہ کی جگہ استعمال کیا، حرف ''ج'' کو جمع کی جگہ استعمال کیا، حرف ''م'' کو معروف کی جگہ استعمال کیا اور حرف ''جج'' کو جمع الجمع کی جگہ استعمال کیا۔

فیروز آبادی کی قاموس کی امتیازی خصوصیات یہ ہیں کہ انہوں نے اس میں پودوں، طبی جڑی بوٹیوں اور مختلف علوم کی اصطلاحات مثلاً صرف ونحو وفقہ وعروض وغیرہ کی وضاحت کردی ہے۔ اسی طرح صاحب قاموس نے صحابہ، تابعین، محدثین اور فقہاء وغیرہ کا تعارف بھی کروایا ہے، جبکہ ہمیں معلوم ہے کہ اس سے پہلے اصحاب لغات صرف شعراء اور بادشاہوں کے ذکر پر ہی اکتفا کرتے تھے۔ اس معجم میں اماکن اور شہروں کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ علماء نے ''قاموس'' کو بہت اہمیت دی اور اسی کی مختلف شروحات اور تعلیقات بھی لکھی ہیں۔ ان میں سب سے ممتاز نام احمد فارس الشدیاق (1887ء) ''الجاسوس علی القاموس'' کا ہے، اور اس کی سب سے بڑی شرح فرزند برصغیر پاک وہند سید محمد مرتضیٰ زبیدی کی ''تاج العروس'' ہے۔ القاموس المحیط بولاق سے 1272ھ میں اور 1302ھ میں اور حلب میں اور چوتھی مرتبہ قاہرہ کے مکتبہ تجاریہ سے 1954ھ میں شائع ہوئی تھی۔

7. تاج العروس:

یہ کتاب محب الدین، ابوالفیض، محمد مرتضیٰ حسینی بلگرامی زبیدی کی ہے۔ ان کی نسبت زبیدہ کی طرف ہے جو یمن کا ایک شہر ہے۔ مجد الدین فیروز آبادی کا مسکن بھی یہی تھا اور انہوں نے اسی جگہ قاموس محیط لکھی تھی۔ سید محمد مرتضیٰ زبیدی کا اصل وطن ہندوستان کا علاقہ بلگرام تھا۔ پھر آپ یمن چلے گئے، اور ایک عرصہ تک زبید میں قیام پذیر رہے اور اسی کی طرف منسوب ہوئے، پھر مصر تشریف لائے اور قاہرہ میں سکونت اختیار فرمائی اور یہاں ''تاج العروس من جواہر القاموس'' کو ترتیب دیا اور 1205ھ (1790ء) میں یہیں انتقال فرمایا۔ زبیدی متاخر الزمان ہیں اور آپ کی معجم لغات قدیمہ میں سب سے آخری اور بڑی لغت شمار ہوتی ہے۔

زبیدی نے القاموس المحیط کا منہج وطریقہ اور ترتیب کو اختیار کیا۔ اس نے قاموس کے متن کو قوسین کے درمیان نقل کیا ہے، اور پھر شواہد وروایات اور اضافات کی کثرت کے ساتھ اس کی شرح کی ہے۔ ابن منظور کی لسان العرب زبیدی کے لئے ایک بڑا مرجع تھی۔ زبیدی اپنی تاج العروس میں ایک بہت بڑے لغوی عالم کی حیثیت سے نمودار ہوتے ہیں، اور ان کی تاج العروس اپنی ضخامت، مواد کی کثرت، احاطہ مفردات، فنون ومعارف اور علوم کی جامعیت میں لسان العرب سے فائق نظر آتی ہے۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ عرب علماء صاحب تاج کو کسی طرح فرزند برصغیر ماننے پر تیار نہیں۔

پہلی مرتبہ ''تاج العروس'' 1287ھ میں مطبعہ وھبیہ، مصر سے ناقص صورت میں پانچ جلدوں میں شائع کی گئی۔ دوسرا طبعہ دس جلدوں میں مطبعہ خیریہ سے 1307ھ میں شائع ہوا۔ پھر کویت سے استاذ عبدالستار احمد فراج کی تحقیق کے ساتھ بائیس جلدوں میں 1965ء میں اور استاذ علی شیری کی تحقیق کے ساتھ دار الفکر، بیروت سے 1994ء میں شائع ہوئی۔

فقہ اللغۃ کی اہم کتب:

1. إصلاح المنطق:

اس کتاب کو ابو یوسف یعقوب بن اسحاق المعروف بہ ابن سکیت (م244ھ) نے تالیف کیا ہے۔ آپ کے والد ''سکیت'' کے لقب سے مشہور تھے کیونکہ وہ اکثر اوقات خاموش رہتے تھے۔ کتاب کا نام کتاب کے مقصد کی طرف اشارہ کرتا ہے، یعنی زبان کی اصلاح کرنا، بول چال میں

درست اسلوب کی طرف رہنمائی کرنا اور لحن اور کلام میں اغلاط کی اصلاح کرنا۔ انہوں نے اپنی کتاب کو ایک باب سے شروع کیا جس کا نام ''باب: فَعل و۔فِعل باختلاف معنیٰ'' رکھا اور باب کے شروع میں لکھا: ''الحَمل: وہ چیز جو بطن مادر میں یا درخت پر لگے ہوئے پھل کی صورت میں ہو، اس کی جمع احمال ہے اور ''الحِمل: وہ چیز جو پشت پر یا سر پر لادی جائے''۔

ابن سکیت صرف کے صیغوں سے اسماء اور افعال کے اوزان بناتے ہیں، اور پھر انہوں نے اسی انداز میں کتاب کے ابواب وفصول کو ترتیب دیا ہے، وہ الفاظ لغت کو جمع کرتے ہیں اور پھر انہیں ان ابواب وفصول کے گرد گھماتے ہیں، یہ کتاب پہلی مرتبہ قاہرہ سے احمد محمد شاکر اور عبدالسلام محمد ہارون کی تحقیق کے ساتھ 1969ء میں شائع ہوئی۔

2. الخصائص:

ابوالفتح عثمان بن جنی الازدی (م 392ھ) کی تالیف ہے، ابن جنی کو علم التصریف میں امام و حجت مانا جاتا ہے۔ آپ کے علمی رسوخ کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ آپ نے امام خلیل کی کتاب العین اور ابن درید کی جمہرۃ اللغۃ میں پیش آمدہ غلطیوں کی اصلاح کی ہے۔ کتاب الخصائص کے نام سے ظاہر ہے کہ اس میں عربی زبان کے خصائص سے متعلق بحث کی گئی ہے، اگرچہ اس میں ایسی ابحاث بھی ہیں جن کا تعلق عمومی صفت لغت سے ہے، جیسے قول اور کلام کے درمیان فرق کی بحث۔ اسی طرح یہ بحث کہ لغت ایک اصطلاحی چیز ہے یا الہامی، ان کے علاوہ باقی ابحاث عربی زبان، اس کے فلسفہ اور اس کے مسائل کے ساتھ خاص ہیں۔ مولف نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ اس کتاب کی تالیف سے ان کا مقصد لغت کے جزئی مسائل کو حل کرنا نہیں بلکہ وہ لغت کے بنیادی اور کلی مسائل یعنی اس کے فلسفہ کو واضح کرنا چاہتے ہیں۔

جب ابن جنی کسی صرفی یا لغوی مسئلہ میں بحث کرتے ہیں تو اس میں بحث اس کی ذات کے اعتبار سے نہیں بلکہ اسے ایک دوسرے لغوی مسئلے تک پہنچنے کے لئے ذریعہ بناتے ہیں مثلاً انہوں نے کلام اور قول کے درمیان فرق کو بیان کرنے کی بحث کا آغاز ''قول'' کے مادہ کی تصریف کے ساتھ کیا، پھر اسکی تقلیبات کو ذکر کیا۔ یہ تقلیبات: ''قول، وقل، ولق، لقو، اور لوق'' میں منحصر ہیں۔ پھر انہوں نے عربی ادب کو سامنے رکھ کر ان الفاظ کی شرح شروع کر دی اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ ان تمام الفاظ میں ''حرکت'' کا معنیٰ موجود ہے۔ پھر انہوں نے لفظ ''کلم'' کی تصریفات وتقلیبات کو ذکر کیا جیسے:

''کلم، کمل، لکم، مکل، اور ملک'' اور پھر ان تمام کا مشترک معنیٰ ''شدت وصلابت'' کی صورت میں نکالا۔

ابن جنی نے اس تحلیل وتجزیہ کا یہ خلاصہ نکالا کہ کلام وہ لفظ ہے جو اپنی ذات کے اعتبار سے مستقل ہو اور معنیٰ کا فائدہ دے اور نحوی اسے ''جمل'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور قول کی اصل یہ ہے کہ وہ ایسا کلمہ ہے جس کی ادائیگی کے وقت زبان کو حرکت ہو خواہ وہ مکمل ہو یا ناقص، اسی بنا پر قرآن مجید کو کلام اللہ کہا جاتا ہے، قول اللہ نہیں کہا جاتا۔ کتاب الخصائص اپنے لغوی موضوعات کی گہرائی، تحقیق میں منطقی اسلوب کی آمیزش اور مولف کی ثقاہت وحفظ کی بنیاد پر فقہ اللغۃ کی کتابوں میں ایک عظیم مقام کی حامل ہے اور عصر حاضر میں یورپ میں کی جانے والی لسانی تحقیقات اور لغوی ابحاث کا مقابلہ کرتی ہے۔ کتاب الخصائص کا جزء اول 1913ء میں قاہرہ سے شائع ہوا تھا اور پھر دارالکتب سے محمد علی نجار کی تحقیق کے ساتھ 1952ء سے 1955ء تک تین اجزاء میں یہ کتاب شائع ہوتی رہی۔

3. المنصف:

ابوالفتح عثمان بن جنی ازدی (م 392ھ) نے اس کتاب میں ابوعثمان مازنی بکیر بن بقیہ (م 236ھ) کی کتاب التصریف کی شرح کی ہے۔ ابراہیم مصطفیٰ اور عبداللہ امین نے اس کتاب پر تحقیق کی ہے، اور یہ 1954ء میں مصر کے مطبعہ حلبی سے شائع ہوئی تھی۔

4. الفروق اللغوية:

ابوہلال حسن بن عبداللہ بن سہل عسکری (م 395ھ) نے اپنی اس کتاب کا تعارف ان الفاظ میں کروایا ہے: ''میں نے علوم کی ہر نوع اور آداب کے ہر فن میں تصنیف کی گئی ایسی کتابوں کو دیکھا ہے جو اس علم وفن کی اطراف وجوانب کا احاطہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ لیکن مختلف قریب المعنیٰ الفاظ کے فرق پر مجھے ایسی کوئی کتاب نہیں مل سکی، مثلاً: علم ومعرفت، فطانت وذکاوت، ارادہ ومشیت، غضب وسخط، خطاء وغلط، کمال وتمام، حسن وجمال اور اس قسم کے دوسرے الفاظ کے درمیان باہمی فرق کیا ہے۔ میں نے اس کتاب میں تطویل وتقصیر کو نظر انداز کر کے اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے، اور میں نے اس میں ان الفاظ کو ذکر کیا ہے جو قرآن مجید میں، فقہاء ومتکلمین کی عبارتوں میں اور لوگوں کی باہمی گفتگو میں استعمال ہوتے ہیں۔ لہٰذا میں نے غریب اور نادر الفاظ کو ذکر کر کے اس کتاب کو بے جا طویل نہیں بنایا تاکہ کتاب درمیانی حالت میں رہے اور بہترین امور درمیانے ہی ہوتے ہیں''۔

یہ کتاب 1353ھ میں قاہرہ سے اور 1393ھ/ 1973ء میں بیروت سے شائع ہوئی تھی۔

5. كتاب الصناعتين:

ابو ہلال حسن بن عبداللہ بن سہل عسکری (م395ھ) نے اس کتاب میں ادب کی دو اہم اصناف شاعری وانشاپردازی کا ذکر کیا ہے، اس میں انہوں نے بلاغی موضوعات، محسنات بدیعیہ اور ان کے وجوہ وفنون کا جائزہ لیا ہے اور اس سلسلہ میں تفصیلی گفتگو کی ہے۔ انہوں نے اس بات کو تاکید سے بیان کیا ہے کہ اس میں ان کی غرض متکلمین کے طرز سے دور رہتے ہوئے شعراء اور ادباء کے انداز کلام کی صنعتوں کو اجاگر کرنا ہے، یہ کتاب آستانہ سے 1320ھ میں محمد علی البجاوی اور محمد ابوالفضل ابراہیم کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی تھی، اسی طرح دار احیاء الکتب العربیۃ سے 1953ء اور 1971ء میں شائع ہو چکی ہے۔

6. الصاحبی فی فقه اللغة و سنن العرب فی كلامها:

احمد بن فارس بن زکریا ابوالحسن (395ھ) نے اس کتاب کو صاحب بن عباد الوزیر کے لئے تالیف کیا اور انہی کے نام سے اسے موسوم کیا، یہ کتاب فقه اللغة پر لکھے گئے مختلف موضوعات کا مجموعہ ہے، یہ "فقہ اللغۃ" کے عنوان سے پہلی عربی تالیف ہے، ثعالبی نے بھی اپنی کتاب "فقه اللغة وسر العربية" میں انہی کا طرز اختیار کیا ہے۔ ابن فارس نے اپنی اس کتاب میں کسی قسم کی جدت کا دعوی نہیں کیا، بلکہ وہ اعتراف کرتے ہیں کہ یہ متفرق مواد کی جمع، مشکل مقام کی شرح مختصر جگہوں کی تفصیل اور تفصیلی مقامات کے اختصار سے عبارت ہے۔ ان کا خیال یہ ہے کہ علم عربیت دو اقسام کا ہوتا ہے، ایک قسم فرعی ہے جو کلمات ومفردات کے ساتھ خاص ہے، اور دوسری قسم اصلی واساسی ہے اور اس کا موضوع نحو وصرف، فقہ اللغۃ، بلاغت اور بیان ہے۔ قسم فرعی کے بارے میں بعض اجزاء میں نقص واہمال درست ہے، البتہ قسم اصلی واساسی میں مطلقاً ذرہ برابر غفلت واہمال جائز نہیں کیونکہ اس کے بغیر قرآن وحدیث کو سمجھنا ممکن نہیں۔ ابن فارس ایک لغوی فقیہ ہیں۔ وہ ہمارے لئے عربوں کا طریقہ کار ان کے کلام سے اخذ کر کے بیان کرنا چاہتے ہیں، اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اس حقیقت کو نمایاں کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں کہ قرآن مجید عربوں کے کلام کے موافق نازل ہوا، اور یہ کہ اس میں تعبیر واسلوب کے اختیار میں عربوں کی ذہنی سطح اور لغوی رجحان کا خیال رکھا گیا۔

اس کتاب کو چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، قسم اول ایسے موضوعات کے ساتھ خاص ہے

جو عربی زبان کے ساتھ عمومی طور پر متصل ہیں۔ قسم ثانی علم صرف اور صوتی ابحاث کے لئے خاص ہے۔ قسم ثالث تراکیب اور تعبیر کے طریقوں کے بیان پر مشتمل ہے اور قسم رابع میں شاعری کا بیان ہے۔ یہ کتاب اپنے اختصار کے باوجود بنیادی موضوعات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ علامہ سیوطی نے اس کتاب کی قدر وقیمت کا حق ادا کیا ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب "المزہر" کے مقدمہ کے لئے ابن فارس کی اس کتاب سے بہتر مقدمہ نہیں پایا۔ لہٰذا انہوں نے اسے ہی من وعن نقل کر دیا، اسی طرح انہوں نے اپنی کتاب کے بعض ابواب میں اس کتاب کی بعض ابحاث کو نقل کیا ہے، یہ کتاب مصر کے مطبعہ المؤید سے 1328ھ میں شائع ہوئی تھی، پھر محب الدین خطیب نے اسے ڈاکٹر مصطفی شویمی کی تحقیق وتقدیم کے ساتھ 1963ء میں بیروت سے شائع کیا۔

7. فقه اللغة وسر العربية:

ابو منصور عبدالملک بن محمد بن اسماعیل ثعالبی (م429ھ) نے امیر ابوالفضل عبیداللہ بن احمد میکالی کے کہنے پر اسے تالیف کیا۔ مولف نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں قدیم علماء لغت کا تذکرہ بھی کیا ہے جن کی کتابوں کو انہوں نے ماخذ بنایا ہے۔ مولف نے اپنی کتاب کو تیس ابواب میں تقسیم کیا ہے، یہ ابواب معانی عامہ پر مشتمل ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب کے ہر باب کو کئی چھوٹی فصول میں تقسیم کیا ہے، ان فصول میں الفاظ لغت کو ان کی شرح کے ساتھ ذکر کیا ہے، امام ثعالبی نے ان فصول میں مترادفات کے درمیان فرق کو بھی بیان کیا ہے، اسی طرح متقارب ومشترک الفاظ کے باہمی فرق کو بھی نظرانداز نہیں کیا، امام ثعالبی نے معانی کے شواہد کو کثرت کے ساتھ بیان نہیں کیا، البتہ بعض مقامات پر قرآن وحدیث اور اشعار سے استدلال کیا ہے۔ یہ کتاب بیروت اور قاہرہ سے کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے، اس کی سب سے قدیم اور عمدہ طباعت قاہرہ کے المطبعة الادبية سے 1312ھ میں ہوئی۔

8. المزهر فی علوم اللغة وأنواعها:

امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی (م911ھ) کی یہ کتاب فقہ اللغۃ پر تالیف کی گئی کتب میں سب سے جامع کتاب ہے۔ المكتبة الأزهرية سے شائع ہوئی، اور محمد احمد جاد المولی، علی محمد البجاوی اور محمد ابوالفضل ابراہیم کی تحقیق کے ساتھ دار احیاء الکتب العربیہ سے 1378ھ بمطابق 1985ء میں شائع ہوئی تھی۔

9. کتاب الاشتقاق و التعریب:

مشہور ادیب اور ماہر لغت شیخ عبدالقادر بن مصطفیٰ مغربی (م1375ھ) کی یہ کتاب 1366ھ بمطابق 1937ء میں قاہرہ سے شائع ہوئی۔

10. فقه اللغة:

ڈاکٹر علی عبدالواحد وافی کی یہ کتاب دورِ جدید میں فقہ اللغۃ پر لکھی گئی کتابوں میں سب سے جامع کتاب ہے۔ یہ کتاب 1944ء میں مصر کے مطبعہ الاعتماد سے طبع ہوئی تھی، پھر دوبارہ 1950ء میں بھی شائع ہوئی تھی۔

11. الأصوات اللغوية:

یہ ڈاکٹر ابراہیم انیس کی کتاب ہے، اس کے علاوہ ان کی کتابیں ''دلالة الالفاظ''، ''اسرار العربية'' اور ''لهجات عربية'' بھی مصر سے شائع ہو چکی ہیں، یہ کتابیں اپنے موضوع کی قیمتی ابحاث پر مشتمل ہیں۔

12. فقه اللغة و خصائص العربية:

پروفیسر محمد مبارک نے اس کتاب میں کلمات عربیہ کا تحلیلی و تقابلی مطالعہ کیا ہے، اور تجدید و تولید کے بارے میں عربی زبان کے بنیادی منہج کو پیش کیا ہے۔ یہ کتاب لبنان کے دار الفکر سے 1964ء میں شائع ہوئی تھی۔

13. دراسات فی فقه اللغة:

ڈاکٹر صبحی صالح کی یہ کتاب موجودہ دور میں فقہ اللغۃ پر لکھی گئی کتابوں میں جامع ترین کتاب ہے۔ یہ بیروت کے المکتبة الأهلية سے 1962ء میں پہلی مرتبہ اور پھر دار العلم للملایین سے 1968ء میں شائع ہوئی تھی۔

نحو وصرف کے مصادر

1. الکتاب:

یہ کتاب ابو بشر عمرو بن عثمان بن قنبر مولی بنی الحارث بن کعب ملقب بہ سیبویہ کی تالیف ہے۔ سیبویہ فارسی میں چھوٹے سیب یا سیب کی خوشبو کو کہا جاتا ہے۔ ہمیں سیبویہ کے مفصل تعارف کی

ضرورت نہیں ہے، ان کی شہرت تو مغرب و مشرق اور عرب وعجم میں پھیلی ہوئی ہے۔ ان کی تاریخ پیدائش و وفات کے بارے میں شدید اختلاف ہے۔ مشہور قول یہ ہے کہ امام سیبویہ شیراز کی ایک بستی بیضاء میں پیدا ہوئے اور تقریباً 180ھ میں شیراز ہی میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کی عمر تیس سے چالیس سال کے درمیان تھی۔ بچپن میں بصرہ کا سفر کیا اور بلادِ عرب میں نشوونما پائی۔ مختلف شیوخ مثلاً خلیل بن احمد، یونس بن حبیب، عیسی بن عمر اور ابو الخطاب اخفش الاکبر وغیرہ سے عربی زبان کا علم حاصل کیا۔ سیبویہ کی یہ کتاب عربی گرامر کی اولین کتاب ہے، اور اس وقت نحو کی سب سے قدیم کتاب یہی ہے۔ اس کی شہرت نے آسمان کی بلندیوں کو چھوا، علماء نحو نے اسے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا، اس کی شروحات لکھیں اور مشرق و مغرب میں مختلف ادوار میں اس کے شواہد کی شرح بھی کی گئی۔ اس کی شرح لکھنے والوں میں ممتاز نام ابو سعید السیرافی (م368ھ) اور ان کے ہم عصر ابو علی فارسی کا ہے۔ سیبویہ کی یہ کتاب علماء کے درمیان ''الکتاب'' کے عنوان سے معروف ہے۔ جب کوئی عالم کہے ''قال فی الکتاب'' تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ بات امام سیبویہ نے اپنی کتاب ''الکتاب'' میں کہی ہے۔

امام مازنی کا قول ہے کہ جو شخص سیبویہ کے بعد نحو میں کوئی بڑی کتاب لکھنا چاہے تو اسے شرم وحیاء میں رہنا چاہیے۔ علماء نے اس کتاب کو سمندر سے تشبیہ دی اور اس کی تعریف میں اس حد تک مبالغہ کیا کہ اسے ''نحو کا قرآن'' تک قرار دیا اور اس تشبیہ سے مقصد محض اس کی اہمیت کو بیان کرنا ہے۔

ڈیرن بورج (Derenbourg) نے 1881ء میں پیرس سے اسے شائع کیا تھا، پھر 1316ھ میں بولاق سے شائع کی گئی، اس کے حاشیہ میں ابو سعید الحسن بن عبداللہ سیرافی (م368ھ) کی تعلیقات ہیں، علاوہ ازیں اس کے ساتھ ابو الحجاج یوسف بن سلیمان اعلم شنتمری (م476ھ) کی الکتاب کے شواہد پر مشتمل کتاب ''تحصیل عین الذہب من معدن جوہر الادب فی علم مجازات العرب'' شائع ہوئی۔ علاوہ ازیں یہ کتاب بیروت سے 1966ء میں شائع ہوئی، دوسری مرتبہ عبدالسلام ہارون کی تحقیق کے ساتھ 1968ء سے 1973ء تک شائع ہوتی رہی۔ دنیا کی مختلف دوسری زبانوں جیسے جرمن اور ہسپانوی زبان میں اس کے ترجمے بھی کیے گئے ہیں۔

2. شرح ابن عقيل على ألفية ابن مالك:

ابو عبداللہ محمد جمال الدین ابن مالک الطائی الاندلسی (م672ھ) نے نحو میں اپنی مشہور کتاب ''الفیۃ'' تحریر کی۔ بہت سے علماء نے اس کی شروحات لکھیں، لیکن ان میں سب سے زیادہ

مشہور امام عبداللہ بہاء الدین مصری (م 769ھ) کی شرح ہے، یہ ابن عقیل کی کنیت سے مشہور ہیں۔

شرح ابن عقیل اور اس کے ساتھ محمد محی الدین عبدالحمید کی "منحة الجليل بتحقيق شرح ابن عقيل" شائع ہوئی تھی۔ اس کا چودھواں ایڈیشن 1965ء میں دو بڑی جلدوں میں شائع ہوا تھا۔

صاحب المغنی ابن ہشام نے بھی "الفية" کی شرح لکھی ہے جس کا نام "أوضح المسالك الى ألفية ابن مالك" ہے، اسی طرح مصر کی وزارت تربیت وتعلیم کے نگران پروفیسر محمد عبدالعزیز النجار نے بھی "التوضيح والتكميل لشرح ابن عقيل" کے نام سے اس کی شرح لکھی ہے جو 1966ء میں دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

3. الانصاف في مسائل الخلاف بين النحويين البصريين والكوفيين:

ابوالبرکات، کمال الدین، عبدالرحمٰن بن محمد الانباری (م 577ھ) نے اس کتاب میں کوفہ اور بصرہ کے نحویوں کے مابین پائے جانے والے ایک سو بیس اختلافی مسائل جمع کیے ہیں۔ اس میں انہوں نے دلکش اسلوب اور منظم باب بندی کو مدنظر رکھا ہے، یہ کتاب 1913ء میں لائیڈن سے اور 1945ء میں مصر کے مطبعہ الاستقامہ سے شائع ہوئی، پھر 1955ء میں محمد محی الدین عبدالحمید کی تحقیق کے ساتھ مطبعہ السعادۃ سے شائع ہوئی تھی۔

4. مغني اللبيب عن كتب الأعاريب:

جمال الدین، عبداللہ بن یوسف بن احمد (ابن ہشام انصاری) (م 761ھ) نے اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے، پہلا حصہ عربی زبان کے حروف اور ان کے عامل وغیر عامل ہونے کی بحث پر مشتمل ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور اشعار وامثال کو ان کے معانی اور احکام کے بارے میں بطور استشہاد پیش کیا ہے۔ دوسری قسم مفردات (افعال، اسماء) جملہ، اقسام جملہ، احکام جملہ، شبہ جملہ، احکام شبہ جملہ اور اعراب کی کیفیت پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب 1372ھ میں قاہرہ کے المكتبة التجارية الكبرى سے دو بڑی جلدوں میں شائع ہوئی تھی، اس پر محمد امیر ازہری کا حاشیہ بھی تھا، اسی طرح استاذ سعید افغانی اور ڈاکٹر مازن مبارک کی تحقیق کے ساتھ 1965ء میں دمشق کے دار الفکر سے بھی شائع ہوئی تھی۔

5. شرح شذور الذهب في معرفة كلام العرب:

یہ کتاب بھی مولف مذکور کی ہے۔ اس کتاب کے ذریعہ انہوں نے اپنی ہی کتاب "شذور الذهب في معرفة كلام العرب" کی شرح کی۔ اس کے شواہد کو مکمل کیا اور اس کی عبارت کو واضح کیا۔ ہر مسئلہ کے اختتام پر اس سے متعلق آیت کو ذکر کرتے ہیں اور اس کے بعد ضروری اعراب، تفسیر اور تاویل کو بھی ذکر کرتے ہیں۔ یہ کتاب "منتهى الارب بتحقيق شرح شذور الذهب" کے ساتھ مصر کے مطبعہ السعادۃ سے محی الدین عبدالحمید کی تحقیق کے ساتھ 1953ء میں شائع ہوئی تھی۔

6. المفصل في صناعة الإعراب:

محمود بن عمر زمخشری، جاراللہ (م 538ھ) کی یہ کتاب اسکندریہ سے 1291ھ میں اور قاہرہ سے 1313ھ میں شائع ہوئی تھی۔

7. شرح المفصل للزمخشري:

ابن یعیش موفق الدین (م 643ھ) کی یہ شرح 1882ء میں لیپزگ سے اور پھر مصر کے المكتبة النبوية سے دس اجزاء میں طبع ہوئی تھی۔

8. جامع الدروس العربية:

شیخ مصطفیٰ بن محمد غلایینی (م 1364ھ) جو لبنان کے اکابر علماء میں سے تھے، ان کی یہ کتاب املاء، نحو اور صرف میں عربی زبان کے بنیادی قوانین کا مجموعہ ہے۔ یہ کتاب تین حصوں میں ہے اور کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔ اس کا دسواں ایڈیشن 1385ھ بمطابق 1966ء میں شائع ہوا۔

9. النحو الوافي:

جامعہ قاہرہ کے کلیۃ دار العلوم میں شعبہ نحو، صرف اور عروض کے چیئرمین پروفیسر عباس حسن نے اس کتاب میں نحو کی جملہ ابحاث کا استیعاب کیا اور اس کی تقسیم اور باب بندی کو اعلیٰ معیار تک پہنچایا۔ انہوں نے اپنی کتاب کے ہر جزء کو دو حصوں میں تقسیم کیا، پہلے حصہ میں مختصر انداز میں طلبہ کے لئے علمی مواد کو پیش کیا، پھر اس قسم کو مستقل عنوان "زيادة وتفصيل" کے ساتھ اس انداز میں پیش کیا جو اساتذہ اور ماہرین عربی زبان کے لئے مناسب ہے۔ اس طرح اس کتاب میں عربی زبان میں دلچسپی رکھنے والا ہر شخص اپنا مطلوب ومقصود حاصل کرسکتا ہے۔ یہ کتاب کئی مرتبہ شائع ہوئی، اس کا دوسرا ایڈیشن چار حصوں میں قاہرہ کے دار المعارف سے 1968ء میں شائع ہوا تھا۔

10. الموجز فی قواعد اللغة العربية وشواهدها:

دمشق اور لبنان کی جامعات میں عربی زبان کے پروفیسر سعید افغانی کی یہ کتاب عربی زبان کے قواعد، ان کی گرامر اور املاء کی جامع ہے۔ یہ کلام عرب کے شواہد سے لبریز ہے، انہوں نے اس میں رائج اور قوی مذاہب کو ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب عرب یونیورسٹیز کے طرز تعلیم کی عکاسی کرتی ہے اور اس میں عرب دنیا کی تمام جامعات کے نصابات ومناہج کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ 1390ھ / 1970ء میں بیروت کے دار الفکر سے شائع ہوئی۔

عربی شاعری کے مجموعے

1. المعلقات:

عرب کے نامور سات شعراء کے کلام کا یہ انتخاب ''المعلقات'' کے نام سے موسوم ہے۔ ان شعراء کو اصحاب المعلقات کہا جاتا ہے۔ ہر معلقہ ان شعراء کے کلام کا بہترین انتخاب ہے۔ ان سات معلقات کو مذہبات، السبع الطوال اور السموط بھی کہا جاتا ہے۔ ہمارے پاس موجود شعری مجموعوں میں عرب شعراء کا سب سے قدیم مجموعہ یہی ہے۔ ان قصائد کو جمع کرنے والے اور عربوں سے نقل کرنے والے حماد الراویہ ہیں۔ اصحاب معلقات کے نام یہ ہیں:

١۔امرؤ القيس ٢۔طرفة بن العبد ٣۔زهير بن أبی سلمی
٤۔عنترة بن شداد العبسی ٥۔عمروبن كلثوم التغلبی ٦۔حارث بن حلزه اليشكری
٧۔لبيد بن ربيعه العامری

ابوبکر ابن الانباری نے اپنی کتاب ''شرح القصائد السبع الطّوال'' میں اسی ترتیب سے ان معلقات کو ذکر کیا ہے۔ پانچویں صدی میں خطیب تبریزی نے حماد اور ابوعبیدہ کی روایتوں کو جمع کیا، اس طرح یہ معلقات نو (9) ہوگئے اور پھر دس پورے کرنے کے لئے لبید بن ابرص کے قصیدہ کو ملایا، پھر ان دس قصیدوں کا نام خطیب تبریزی نے ''القصائد الطوال'' رکھا۔ معلقات کے اشعار کو لغت، نحو اور بلاغت وغیرہ کی کتابوں میں استشہاد، نمونہ اور مثالوں کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، اور اس سے مشہور لغت کی تصحیح اور قواعد عربیہ کا اثبات ہوتا ہے۔ معلقات کی سب سے مشہور شرح ابوبکر بن انباری (م328ھ) کی ہے جو کہ ''شرح القصائد السبع الطوال الجاہلیات'' کے نام سے مشہور ہے، اور 1963 میں عبد السلام

ہارون کی تحقیق کے ساتھ دار المعارف، قاہرہ سے چھپی تھی۔ اسی طرح قاضی ابوعبداللہ حسین بن احمد الزوزنی (م486ھ) کی شرح ''شرح المعلقات السبع'' بھی کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ اس کا ایک ایڈیشن محمد علی حمد اللہ کی تحقیق کے ساتھ دمشق کے المکتبۃ الامویۃ سے 1963ء میں شائع ہوا تھا۔

2. المفضليات:

یہ شعری مجموعہ عرب کے قدیم جاہلی اور اسلامی شعراء کے قصائد کے انتخاب پر مشتمل ہے۔ اس کا یہ نام مشہور راوی عالم مفضل بن محمد الضبی الکوفی (م168ھ) کی طرف نسبت کی وجہ سے ہے۔ عباسی خلیفہ منصور نے انہیں اپنے بیٹے ولی عہد محمد المہدی کی تعلیم وتربیت کے لئے مقرر کیا تھا، اور ان سے خواہش کی تھی کہ وہ اس لڑکے کو عربوں کے اشعار کا بہترین انتخاب سکھائیں اور اسے باادب بنائیں۔ چنانچہ مفضل نے قصائد کا انتخاب کیا جو اس کتاب میں موجود ہیں اور مفضلیات کے نام سے موسوم ہیں۔ اس کتاب میں 67 شاعروں کے ایک سو تیس (130) قصیدے ہیں، ان میں سے 47 شاعر جاہلی ہیں، چودہ مخضرمین میں سے ہیں اور چھ شاعر اسلامی ہیں۔ قصائد مفضلیات قدیم شعراء کے عمدہ ترین اور بہترین کلام کا مجموعہ ہیں، اسی وجہ سے یہ لغت کے شیوخ نحو کے علماء اور ادب کے ماہرین کا اساسی مصدر ہے۔ وہ اپنی کتابوں میں اس کے شواہد کو بکثرت پیش کرتے ہیں۔ مفضلیات کی سب سے مشہور شرح ابو محمد الانباری (م305ھ) کی ہے اور ایک مستشرق لائل (Lyall) کی تحقیق کے ساتھ 1920ء میں بیروت کے کیتھولک پریس سے شائع ہوئی تھی۔ مفضلیات مصر اور یورپ سے کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ اس کا سب سے بہترین طبعہ احمد محمد شاکر اور عبد السلام محمد ہارون کی تحقیق کے ساتھ 1943ء میں قاہرہ کے دار المعارف سے شائع ہوا تھا۔

3. الأصمعيات:

القصائد المفضلیات کی طرح یہ بھی قدیم اشعار کا مجموعہ ہے جسے ابوسعید عبد الملک بن قریب الاصمعی (م216ھ) نے جمع کیا ہے۔ انہی کی طرف نسبت کرتے ہوئے اس مجموعہ کو ''اصمعیات'' کہا جاتا ہے۔ اصمعی نے اس مجموعہ میں جاہلیت اور اسلام کے بہترین لیکن کم گو شعراء کے کلام کو جمع کیا ہے۔ اس میں اکہتر (71) شعراء کے بانوے (92) قصائد ہیں۔ مفضلیات کی طرح اصمعیات بھی قدیم شعراء کے کلام کا بہترین انتخاب ہے۔ اس میں لغت، امثال اور جاہلیت کے عربی اخلاق واقدار کا بے بہا خزانہ موجود ہے۔ اصمعیات پہلی مرتبہ ایک مستشرق آلورد کی تحقیق کے ساتھ 1902ء میں جرمنی

سے شائع ہوئی۔ پھر احمد محمد شاکر اور عبدالسلام کی تحقیق کے ساتھ 1955ء میں قاہرہ کے دار المعارف سے طبع ہوئی تھی۔

4. جمهرة أشعار العرب:

زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام کے نامور شعراء کے منتخب قصائد کا یہ مجموعہ چوتھی صدی ہجری کے ایک راوی عالم ابوزید محمد بن ابی الخطاب القرشی نے تیار کیا تھا۔ اس کتاب کو سات اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے:

۱۔المعلقات، ۲۔المجمهرات، ۳۔المنتقيات، ٤۔المذهبات، ٥۔المراثى، ٦۔المشوبات، ۷۔الملحمات

معلقات، مجمہرات اور منتقیات کے شعراء سارے کے سارے جاہلی شعراء ہیں۔ مشوبات کے تمام شعراء مخضرمین میں سے ہیں اور ملحمات کے سب شعراء اسلامی ہیں۔ جمہرہ میں بعض اشعار ایسے بھی ہیں جو ہمیں اس کے علاوہ کہیں نہیں ملتے۔ یہ اس کتاب کی ایسی خصوصیت ہے جو اسے دوسری کتابوں سے ممتاز کر دیتی ہے۔ جمہرہ پہلی مرتبہ قاہرہ کے مطبعہ بولاق سے 1308ھ میں شائع ہوئی اور پھر 1967ء میں قاہرہ سے علی محمد بجاوی کی تحقیق کے ساتھ دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

5. ديوان الحماسة:

ابوتمام حبیب بن اوس الطائی (م231ھ) کی یہ کتاب عربی اشعار کا مشہور ترین مصدر ہے اور جاہلی و اسلامی شاعری کا اہم ترین مجموعہ ہے۔ یہ ہر تحقیق کرنے والے اور پڑھنے والے کے لئے بہترین ادبی غذا ہے۔ حماسہ میں کل دس ابواب ہیں: ۱۔الحماسه ۲۔المراثى ۳۔الادب ٤۔التشبيب ٥۔الهجاء ٦۔الاضياف و المديح ۷۔الصفات ۸۔السير والنعاس ۹۔الملح ۱۰۔مذمة النساء۔ ابوتمام کی یہ کتاب پہلے باب کی نسبت سے مشہور ہے۔ علماء نے دیوان حماسہ کی اہمیت کے پیش نظر اس کی شروحات لکھیں اور اس کی تلخیص بھی کی۔ اس کی مشہور ترین شرح علی بن احمد مرزوقی کی شرح ہے جو احمد امین اور عبدالسلام ہارون کی تحقیق کے ساتھ 1371ء میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔ اسی طرح ایک شرح امام تبریزی کی بھی ہے۔ ڈاکٹر محمد عبدالمنعم خفاجی نے اس کا اختصار کیا ہے جو 1374 بمطابق 1955ء میں دو حصوں میں مصر سے شائع ہوا تھا۔ برصغیر پاک و ہند کے علماء میں سے مولانا اعزاز علی دیوبندی اور شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی کے بانی صدر شعبہ علامہ فیض الحسن

سہارنپوری نے بھی دیوان حماسہ کی شروح لکھی ہیں۔

6. كتاب الحماسة للبحترى:

ابوتمام کے حماسہ نے اہل علم حضرات اور ادباء کو بہت متاثر کیا، لہٰذا انہوں نے ابوتمام کے طرز پر اس قسم کے شعری مجموعے تیار کیئے اور اپنے ایسے انتخابات کو اسی کے نام سے موسوم کیا۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور ابوعبادہ ولید بن عبید بحتری (م284ھ) کا حماسہ ہے۔ اہل عرب کے بہترین اشعار کو اس میں جمع کیا۔ یہ کتاب کمال مصطفیٰ کی تحقیق کے ساتھ 1929ء میں مصر سے شائع ہوئی۔

7. الحماسه:

شریف ضیاء الدین ابو السعادات ہبۃ اللہ بن علی البغدادی المعروف بابن الشجری (م542ھ) نے اس کتاب میں ابوتمام کے طرز کی پیروی کی ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب کو نو (9) ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ یہ کتاب حیدر آباد دکن سے 1345ھ میں شائع ہوئی تھی۔

8. الحماسة البصرية:

ابوالحسن علی بن ابی الفرج البصری (م659ھ) بھی اپنے حماسہ میں ابوتمام کے طرز پر چلتے ہیں، البتہ انہوں نے اپنے حماسہ میں ابوتمام کی بہ نسبت چار ابواب کا اضافہ کیا ہے۔ یہ حماسہ انتہائی عمدہ اشعار پر مشتمل ہے اور ڈاکٹر مختار الدین کی تحقیق کے ساتھ 1964ء میں حیدر آباد دکن کے دائرۃ المعارف العثمانیہ سے شائع ہوا تھا۔

ادبی انسائیکلوپیڈیاز

1. البيان والتبيين:

یہ ابوعثمان عمرو بن بحر الجاحظ (م255ھ) کی تالیف ہے، جو عربی زبان و ادب کے امام شمار کئے جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنی اس کتاب میں "بیان" کی انواع کو پیش کیا ہے اور اس سے مراد کلام عربی کی مختلف انواع مثلاً خطابت، شاعری اور کتابت کو پیش کیا۔ اس طرح "تبیین" کو بھی پیش کیا ہے، تبیین سے مراد یہ ہے کہ مافی الضمیر کو خوبصورت اسلوب اور عمدہ وضاحت و تفصیل کے ساتھ بیان کرنا، اور خطیب، کاتب اور شعراء کے لئے رہنمائی فراہم کرنا کہ وہ کس طرح اعلیٰ ادبی معیار اپنا سکتے ہیں۔ جاحظ نے اس کتاب میں فصاحت و بلاغت اور الفاظ کی خوبصورتی کا فیضان عام کیا ہے اور ہر

حرف کو اس کا حق دینے کے ساتھ حروف کے مخارج کا بھی خیال رکھا ہے۔ نیز نطق وتکلم کے مختلف عیوب پر بحث کی اور آیات قرآنیہ اور اشعار کثیرہ کے ذریعے فصاحت کی فضیلت کو بھی سراہا۔ انہوں نے ادائیگی کے طریقہ سے بھی بحث کی ہے اور ادائیگی میں لحن اور غلطی کرنے والے بعض بلغاء کا بھی ذکر کیا ہے۔ بیشتر مقامات پر جاحظ نے عربوں کی فصاحت وبلاغت کی بلندیوں کا تذکرہ کیا اور بعض عادات خطابت وکتابت میں ان پر تنقید کرنے والوں کا رد کیا۔ جاحظ کی یہ کتاب عربی ثقافت کے ایسے اصول و مصادر میں شمار کی جاتی ہے کہ کوئی بھی محقق اس کی طرف رجوع کرنے سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ اسی وجہ سے ابن خلدون نے اس کتاب کی بنیادی حیثیت کو بیان کرتے ہوئے کہا تھا ''ہم نے تعلیم کی مجلس میں اپنے شیوخ سے سنا ہے کہ فن ادب کے بنیادی ارکان چار ہیں:

۱۔ ابن قتیبہ کی ادب الکاتب ۲۔ مبرد کی کتاب الکامل ۳۔ جاحظ کی البیان والتبیین ۴۔ ابوعلی القالی البغدادی کی کتاب النوادر۔ ان چار کے علاوہ باقی سب انہی کے تابع ہیں۔ البیان والتبیین مصر سے کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے، اس کا سب سے بہترین نسخہ عبدالسلام ہارون کی تحقیق کے ساتھ 1948ء میں مصر سے چار حصوں میں شائع ہوا تھا۔

2. أدب الكاتب:

ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری (م276ھ) نے اس کتاب کو نئے لکھاریوں کی رہنمائی اور مبتدئین کی تعبیر کو پختہ کرنے اور ان کے لسانی ملکہ کو مضبوط کرنے کے لئے تالیف کیا۔ اس میں انہوں نے قرآن کریم، لغت اور اشعار کے اہتمام کے ساتھ ساتھ الفاظ کے انتخاب میں ان کے اسلوب کو عمدہ بنانے کا بھی خیال رکھا ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے خطا اور لحن سے حتی الامکان دور رہنے کے طریقے سکھائے اور بعض عوام میں زبان زد عام اغلاط پر متنبہ کیا۔ انہوں نے اپنی اس کتاب میں فقہ، لغت، نحو، اس کے شواہد اور املاء کے اصول بھی جمع کئے۔ ایک مستشرق جرونز نے اس کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا اور یہ قاہرہ سے 1300ھ میں شائع ہوئی اور پھر جوالیقی کی شرح کے ساتھ مصر کے مطبعہ القدسی سے 1350ھ میں شائع ہوئی تھی اور پھر محمد محی الدین عبدالحمید کی تحقیق کے ساتھ مصر سے 1958ء میں شائع ہوئی تھی۔

3. الكامل في اللغة والأدب:

ابوالعباس محمد بن یزید الازدی المبرد (م285ھ) نے اس کتاب کو تالیف کیا، مبرد لغت اور

نحو میں اہل بصرہ کے امام تھے اور ان کی کتاب ''الکامل'' ادب کی بنیادی کتابوں میں سے ایک ہے۔ یہ کتاب عربوں کے اشعار وامثال، ان کے خطبات اور اقوال فصیحہ کا بہترین مجموعہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آیات قرآنیہ کے اضافے اور احادیث کے جملوں نے اس کے حسن کو چار چاند لگادیئے ہیں۔ یہ کتاب لغت ونحو کے بہت سے مسائل پر مشتمل ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مولف لغت اور نحو کے بہت بڑے عالم ہیں۔ لہٰذا ان کی کتاب ان کے علم اور میلان کی عکاسی کرتی ہے۔ اس کتاب میں مبرد کا منہج و اسلوب انتہائی واضح اور سادہ ہے۔ پہلے وہ ایک ادبی شاہکار کو پیش کرتے ہیں، پھر اس کی نص میں وارد ہونے والے الفاظ وعبارات کی ایسی تشریح کرتے ہیں جس سے معنی واضح اور آسان ہوجاتا ہے، یا پھر اس پر تعلیق وتبصرہ کرتے ہیں یا بعض ایسے عمدہ واقعات وادبی اقوال پیش کرتے ہیں جو اس نص کے ارد گرد گھومتے ہیں اور اس کے فہم اور مقصود کے ادراک میں مدد دیتے ہیں۔ مبرد کی کتاب الکامل خالص عربی ثقافت کے ان رموز واسرار سے آگاہ کرتی ہے جو تیسری صدی ہجری میں پڑھے لکھے لوگوں کے درمیان رائج تھے، وجہ اس کی یہ ہے کہ اس نے کتاب میں صرف عربوں کے آداب ہی کو بیان کیا ہے۔ ان خصوصیات کی وجہ سے اس طویل عرصہ میں مبرد کی یہ کتاب اہل علم کا مرجع اور عربی ادب کے طلبہ کے لئے نصابی ودرسی کتاب رہی ہے۔ اس کی اہمیت کی بنا پر ابن خلدون نے اسے عربی زبان وادب کی چار بنیادی کتب میں شمار کیا ہے۔ کتاب الکامل یورپ اور عربی ممالک سے کئی مرتبہ شائع ہوچکی ہے۔ اس کا ایک ایڈیشن ایک مستشرق ''رائٹ'' نے جرمنی سے 1864ء، 1881ء میں شائع کیا تھا۔ یہ کتاب مصر سے زکی مبارک کی تحقیق کے ساتھ 1307ھ میں اور محمد ابوالفضل ابراہیم کی تحقیق کے ساتھ 1936ء میں شائع ہوا تھا۔

4. العقدالفرید:

ابوعمر احمد بن عبدربہ اندلسی (م327ھ) کی یہ کتاب ایک ادبی مجموعہ ہے۔ اس میں انہوں نے سابق ماہرین ادب جیسے جاحظ، مبرد، ابن قتیبہ اور ابن مقفع وغیرہ سے استفادہ کیا ہے۔ اور ابن قتیبہ کی عیون الاخبار کے طرز کو اپنایا ہے اور ابواب بندی اور مواد کے جمع کرنے میں انہی کے طریقہ کو اختیار کیا ہے۔ العقد الفرید میں ابن عبدربہ کی اپنی کوئی چیز نہیں جیسا کہ عیون الاخبار میں ابن قتیبہ کی اپنی کوئی چیز نہیں۔ بلکہ یہ تو ادبی اخبار وحکم، نوادرات، اشعار اور عربی ادب کی امثال کا مجموعہ ہے، جنہیں مولف نے جمع کیا، اور اپنی کتاب میں نقل کردیا، اور اپنی طرف سے کچھ بھی اضافہ نہ کیا، اور اسی طرح اس میں

اندلسی ادب کا بھی بہت کم ذکر کیا، بلکہ یہ تو مشرقی عربوں کا ادب تھا جسے ہو بہو نقل کر دیا گیا۔ اسی وجہ سے مشہور وزیر اور ادیب صاحب بن عباد نے العقد الفرید کا مطالعہ کیا تو تبصرہ کرتے ہوئے کہا: ''ھذہ بضاعتنا رُدَّتْ إلينا'' ۔۔۔۔۔۔ ''یہ ہماری پونجی ہے جو ہماری طرف لوٹائی گئی ہے، میرا خیال تھا کہ یہ کتاب ان کے ملک کے ادبی حالات پر مشتمل ہوگی لیکن یہ تو ہمارے ملک کے حالات پر مشتمل ہے، اس کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔'' ابن عبدربہ نے اس کتاب کو پچیس بڑے ابواب میں تقسیم کیا ہے اور ہر باب کا نام ہار کے موتیوں میں سے ایک موتی کے نام پر رکھا ہے، اور اپنی کتاب کو جواہرات سے بنے ہار کے ساتھ تشبیہ دی اور اس کا نام العقد الفرید رکھا۔ یہ کتاب قاہرہ کے مطبعہ لجنہ تالیف وترجمہ ونشر سے 1940ء سے 1949ء تک سات جلدوں میں شائع ہوئی۔ اس کی تحقیق کی ذمہ داری احمد امین، احمد زین اور ابراہیم ابیاری نے سرانجام دی۔

5. کتاب الآمالي:

ابو علی اسماعیل بن قاسم القالی البغدادی (م 356ھ) کی نسبت ارمیہ کے شہر ''قالی قلا'' کی طرف ہے۔ ان کی یہ کتاب عربی اخبار و اشعار، امثال، آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کا بہترین انتخاب ہے۔ اس میں عربی زبان کے غرائب وخصائص کا وافر ذخیرہ موجود ہے۔ نیز مستند اور قیمتی لغوی تعلیقات اور شروحات کی کثرت ہے۔ یہ کتاب اپنے موضوع میں مبرد کی ''کامل فی اللغۃ'' کے مشابہ ہے۔ البتہ قالی نے لغت اور خصائص لغت کا خصوصی اہتمام کیا ہے جبکہ مبرد کا زیادہ میلان نحو اور اس کے مسائل کی طرف ہے۔ امام قالی نے اس کتاب کو اپنی یادداشت سے دروس کی شکل میں املا کروایا۔ یہ ان دروس کا مجموعہ ہے جو وہ اندلس کے شہر قرطبہ کی جامع مسجد میں ہر جمعرات کو دیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے اسے کتاب الآمالی کہا جاتا ہے۔ قالی نے یہ کتاب ایک موضوع سے دوسرے موضوع کی طرف بغیر کسی ربط کے منتقل ہوتے ہوئے ''کیف ما اتفق'' املاء کروائی ہے۔ قالی نے اپنی کتاب کو ابواب میں تقسیم نہیں کیا بلکہ کتاب کے مواد کو پے درپے امالی کی شکل میں ترتیب دیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کتاب الامالی کو عربی ذخیرہ ادب میں طلبہ اور علماء کے لئے بنیادی مرجع اور اساسی مصدر ہونے کی حیثیت حاصل ہے۔ ابن خلدون نے اسے عربی ادب کی چار بنیادی کتابوں اور ارکان ادب میں شمار کیا ہے۔ ابو عبید بکری اندلسی (م 487ھ) نے اس کی ایک شرح لکھی اور اسے ''اللآلی فی شرح أمالی القالی'' کے نام سے موسوم کیا۔ یہ علامہ عبدالعزیز میمنی، سابق صدر شعبہ

عربی پنجاب یونیورسٹی لاہور، کی تحقیق کے ساتھ 1936ء میں قاہرہ سے شائع ہوئی تھی۔ کتاب الامالی پہلی مرتبہ قاہرہ کے مطبع بولاق امیریہ سے 1322ھ میں اور پھر دار کتب مصریہ سے 1926ء میں دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی، پھر اس کا دوسرا ایڈیشن 1953ء میں قاہرہ کے مطبعہ سعادۃ سے شائع ہوا تھا۔

6. غرر الفوائد ودرر القلائد:

شریف المرتضی ابو القاسم علی بن الحسین (م 436ھ) کی یہ کتاب امالی المرتضی کے نام سے معروف ہے۔ لغت وادب کی یہ کتاب، کتاب الکامل اور کتاب الامالی کے مشابہ ہے۔ اس میں منتخب اشعار، نادر اخبار، ایام العرب کے واقعات، قرآن کی مشکل آیات اور احادیث کے جملہ شرح وتفسیر کے ساتھ موجود ہیں۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ 1273ھ میں طہران سے، پھر 1325ھ میں قاہرہ سے، پھر محمد ابو الفضل ابراہیم کی تحقیق کے ساتھ 1954ء میں قاہرہ سے شائع ہوئی تھی۔

7. زهر الآداب و ثمر الألباب:

ابو اسحاق ابراہیم بن علی حصری قیروانی (م 453ھ) کی یہ کتاب زمانہ قدیم سے لے کر مولف کے زمانہ تک بڑے شعراء وفصحاء کے اشعار ونثر کے انتخاب کا مجموعہ ہے۔ یہ کتاب علی محمد بجاوی کی تحقیق کے ساتھ 1953ء میں دو حصوں میں شائع ہو چکی ہے۔

8. نهاية الأرب في فنون الأدب:

شہاب الدین ابو العباس احمد بن عبدالوہاب مصری نویری (م 732ھ) کی یہ کتاب عام ثقافت عرب کا ضخیم مجموعہ ہے۔ اس میں ہر فن کا علمی سرمایہ موجود ہے۔ جس کی وجہ سے یہ کتاب ادب، تاریخ، طب، علم الحیوان، جغرافیہ، طبیعات، اور نباتات کے علم کا بہت بڑا مصدر و مرجع ہے۔ 1923ء میں قاہرہ کے دار الکتب مصریہ سے شائع ہو چکی ہے۔

9. صبح الأعشى في صناعة الإنشاء:

یہ کتاب شیخ ابو العباس احمد بن علی مصری المعروف بہ قلقشندی (م 821ھ) کی ہے جو ادب کا بہت بڑا دیوان ہے۔ ان کی یہ کتاب اسلام اور قبل از اسلام عربی زبان کی حالت اور سلطنت اسلامیہ کے عروج میں عربی زبان کے مقام کی عکاسی کرتی ہے، اور اس میں اس زبان کی اس زبوں حالی کا بھی

ذکر ہے جو اسلامی سلطنت کے زوال کے بعد حاصل ہوئی ۔ سلطنت اسلامیہ کے اس اتار چڑھاؤ پر بحث کرتے ہوئے فاضل مصنف نے مشرق ومغرب کی مختلف چھوٹی چھوٹی ریاستوں اور ان کے والیوں اور حکمرانوں کا ذکر کیا، اور وہاں کے نادر واقعات کو قلمبند کیا۔ مختلف علاقوں اور دریاؤں کا تعارف بھی درج کیا ہے۔ اس اعتبار سے ان کی یہ کتاب ایک ایسا ادبی علمی انسائیکلوپیڈیا بن گئی ہے جس میں تاریخ وسیر، لغت وادب، فقہ، تفسیر، حدیث، عربی زبان کی ضرب الامثال اور حکمت بھری باتیں، نظام حکومت اور خاص طور پر مصر کے نظام حکومت کے متعلق جمع کردہ معلومات کا بیش قیمت مجموعہ ہے۔ اس کتاب میں بعض ایسی چیزیں بھی ہیں جو ہمیں اس کے علاوہ کسی اور کتاب میں نہیں ملتیں۔ یہ کتاب دارالکتب مصریہ سے چودہ جلدوں میں 1913ء میں شائع ہو چکی ہے۔

سیرت نبوی ﷺ کی اہم کتب

1. مغازی رسول اللہ ﷺ:

ابوعبداللہ محمد بن عمر واقدی (م207ھ) نے اس کتاب میں نبی کریم ﷺ کے غزوات کی تاریخ بیان کی اور آپ ﷺ کی وفات تک کے واقعات کو قلم بند کیا، یہ کتاب 1367ھ/ 1948ء میں مصر سے شائع ہو چکی ہے۔

2. سیرۃ النبی ﷺ:

ابومحمد عبدالملک بن ہشام (م218ھ) کی یہ سیرت، ابن اسحاق (م151ھ) کی سیرت کا خلاصہ ہے۔ ابن ہشام کی سیرت کو جامع ترین اور قدیم ترین سیرت شمار کیا جاتا ہے۔ یہ کتاب محمد محی الدین عبدالحمید کی تحقیق کے ساتھ 1937ء میں مصر سے شائع ہو چکی ہے۔

3. الطبقات الکبری:

محمد بن سعد (م230ھ) نے اس کتاب کو تالیف فرمایا۔ طبقات کا جزء اول اور جزء ثانی کا اکثر حصہ نبی کریم ﷺ کی سیرت پر مشتمل ہے۔ مولف نے نبی کریم ﷺ کے نسب نامہ اور آپ کی زندگی کے تمام مراحل کو آپ کی ولادت سے وفات تک مکمل طور پر مستند روایات کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس سیرت کو اس علم میں لکھی گئی کتابوں میں سب سے زیادہ با اعتماد شمار کیا جاتا ہے۔ یہ کتاب لائیڈن سے شائع ہوئی، پھر 1958ء میں بیروت سے آٹھ اجزاء میں شائع ہوئی تھی۔

4. الشمائل النبویۃ والخصائل المحمدیۃ:

ابوعیسی محمد بن عیسی ترمذی (م279ھ) کی یہ کتاب نبی کریم ﷺ کی صفات وعادات اور شمائل وخصائل پر لکھی گئی۔ کتابوں میں سب سے جامع کتاب ہے۔ اس کی ایک خوبصورت، جامع، ضخیم اور مستند شرح ابن حجر ہیتمی مکی (م975ھ) نے (اشرف الوسائل إلی فہم الشمائل) کے نام سے تحریر کی جسے ڈاکٹر خالق داد ملک نے تنقیدی مطالعہ، تحقیق اور تخریج سے آراستہ کیا ہے۔ شیخ علی بن سلطان قاری (م1074ھ) (جمع الوسائل فی فہم الشمائل) کے نام سے اس کی شرح لکھی ہے۔ یہ کتاب محمود سامی کی تحقیق کے ساتھ 1369ھ/1950ء میں مصر کے دار طباعہ عامرہ سے شائع ہوئی تھی۔

5. سیرۃ الرسول ﷺ:

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری (م310ھ) نے اس سیرت کو اپنی مشہور کتاب ''تاریخ الامم والملوک'' میں جمع کیا ہے۔ یہ سیرت نبویہ کا مضبوط ترین ماخذ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ابن جریر طبری اس فن کی باریکیوں اور تحقیق سے آگاہ تھے۔ ان کی تاریخ کی دوسری جلد سیرت نبوی پر مشتمل ہے۔

6. أخلاق النبی ﷺ وآدابہ:

حافظ عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حیان اصفہانی المعروف بابی الشیخ (م369ھ) نے اس کتاب میں نبی کریم ﷺ کی تمام صفات وعادات، اخلاق وشمائل اور طرز زندگی کو جمع فرمایا ہے۔ یہ کتاب 1959ء میں محمد صدیق غماری کی تحقیق کے ساتھ قاہرہ سے شائع ہوئی تھی۔

7. دلائل النبوۃ:

حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی (م430ھ) کی یہ کتاب حیدرآباد دکن سے مطبعہ مجلس دائرہ معارف عثمانیہ سے 1950ء میں شائع ہو چکی ہے۔

8. الشفاء بتعریف حقوق المصطفی:

قاضی عیاض بن موسی (م544ھ) کی یہ کتاب انتہائی جامع اور قیمتی سیرت ہے اور 1290ھ میں مطبعہ خلیل افندی سے خلافت عثمانیہ میں شائع ہوئی تھی۔ امام سیوطی نے اپنے ایک رسالہ ''مناھل الصفاء فی تخریج احادیث الشفاء'' میں اس کی احادیث کی تخریج کی ہے۔ شیخ علی بن سلطان قاری (م1014ھ) نے اس کی شرح لکھی جو 1316ھ میں دوحصوں میں شائع ہوئی۔ اس کی ایک شرح شہاب الدین احمد بن محمد

خفاجی (1069ھ) نے "نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض" کے نام سے بھی کی ہے جو کہ 1267ھ میں مصر کے دارطباعہ عامرہ سے چار حصوں میں شائع ہوئی تھی۔

9. **جوامع السیرۃ:**

امام ابو محمد علی بن احمد المعروف بہ ابن حزم اندلسی (م 456ھ) کی یہ کتاب ڈاکٹر احسان عباس اور ڈاکٹر ناصر الدین الاسد کی تحقیق کے ساتھ مصر کے دار معارف سے شائع ہوئی تھی۔

10. **الروض الأنف:**

امام عبدالرحمن بن عبداللہ سہیلی (م 581ھ) نے اس میں ابن ہشام کی سیرت کی شرح کی، اس کا حاشیہ لکھا اور اس کی تحقیق کی۔ یہ کتاب 1914ء میں مصر سے بڑے سائز کی دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

11. **زاد المعاد فی هدی خیر العباد:**

امام ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر المعروف بہ ابن قیم الجوزیہ (م 752ھ) کی یہ کتاب فقہ السیر ۃ کی قدیم ترین کتاب ہے، کیونکہ مصنف نے محض سیرت کے تمام مراحل بیان کرنے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اس سے احکام کا استنباط کیا۔ فقہی مسائل میں علماء کے اقوال ذکر کئے اور بعض احکامات کے اثبات کے لئے انتہائی قیمتی اور جدید ابحاث کو ذکر کیا اور بعض آراء کی تردید بھی کی۔ یہ علمی تحقیقات اور نادر فوائد علمیہ ابن القیم کی وسعت علمی اور قوت حفظ کی نشاندہی کرتی ہیں کیونکہ ابن القیم نے یہ کتاب اپنے حافظہ کے بل بوتے پر حج کے راستہ میں لکھی تھی۔ یہ کتاب 1399ھ/1979ء میں شیخ شعیب ارنوط اور شیخ عبدالقادر ارنووط کی تحقیق کے ساتھ بیروت کے موسسۃ رسالہ سے شائع ہو چکی ہے۔

12. **السیرۃ النبویۃ:**

امام عمادالدین ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر (م 774ھ) کی یہ کتاب چار حصوں میں 1965ء میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔

13. **السیرۃ الحلبیۃ:**

اس کا اصل نام "انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون" ہے۔ شیخ علی بن ابراہیم حلبی قاہری شافعی (م 1044ھ) نے اس میں اسانید سے قطع نظر کرتے ہوئے سیرت کو ذکر کیا ہے اور صرف خبر کے راوی کا نام ذکر کیا، بعض مقامات پر انتہائی لطیف اسلوب میں تبصرہ کیا اور ان کی یہ کتاب عام

وخاص کی توجہ کا مرکز ہے۔ 1349ھ میں مصر سے دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

14. **فقه السیرة:**

ڈاکٹر محمد سعید رمضان بوطی کی یہ کتاب فقہ السیر ۃ میں لکھی گئی جدید ترین کتاب ہے۔ مولف نے لطیف عبارت اور عمدہ اسلوب کے ساتھ شریعت کے اہم احکام واسرار کا استنباط کیا ہے۔ یہ کتاب پہلے 1967ء میں دو جلدوں میں اور پھر لبنان سے 1969 میں ایک بڑی جلد میں شائع ہوئی تھی۔

15. **سیرۃ خاتم النبیین ﷺ:**

شیخ ابوالحسن علی الحسنی ندوی (م 2007ء) نے دوررس نگاہ اور گہرے غور وخوض کے بعد حیات پیغمبر ﷺ کو علمی و تحقیقی انداز میں پیش کیا ہے۔ یہ کتاب دمشق کے موسسۃ رسالۃ سے ایک جلد میں شائع ہوئی ہے۔

تاریخ اسلام کے اہم مصادر

1. **تاریخ خلیفة بن خیاط:**

محدث ومورخ خلیفہ بن خیاط عصفری (م 240ھ) نے اس تاریخ کو نبی کریم ﷺ کی پیدائش سے شروع کیا، آپ کی سیرت کا تذکرہ کیا اور مختلف سالوں میں پیش آمدہ واقعات اور بعض شخصیات کا مختصر تعارف 232ھ تک ذکر کیا ہے۔ یہ تاریخ سہیل زکار کی تحقیق کے ساتھ دو جلدوں میں 1967 میں دمشق سے شائع ہوئی تھی۔ پھر ڈاکٹر اکرم ضیاء عمری کی تحقیق کے ساتھ 1968ء میں نجف میں شائع ہوئی تھی۔ یہ کتاب ہمارے پاس تاریخ اسلامی کا قدیم ترین مسودہ ہے۔

2. **تاریخ الأمم والملوک:**

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری (310ھ) نے اس کتاب کو سالوں کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے۔ ہر سال کے واقعات وشخصیات کو ذکر کیا اور تخلیق ارض، تخلیق آدم اور بعد میں آنے والے انبیاء ورسل کے احوال کا مختصر تذکرہ کرنے کے بعد نبی کریم ﷺ کی سیرت کو ذکر کیا، پھر اسلام کے زمانہ ابتداء کے حالات، سلطنت امویہ وعباسیہ کے احوال کو 302ھ تک ذکر کیا۔ یہ کتاب مصر سے آٹھ جلدوں میں 1357ھ میں شائع ہوئی، پھر محمد ابوالفضل ابراہیم کی تحقیق کے ساتھ مصر کے دارالمعارف سے 1966ء میں شائع ہوئی تھی۔

3. كتاب البدء والتاريخ:

مطہر بن طاہر مقدسی (م355ھ) نے اس کتاب میں توحید سے بحث کا آغاز کیا، پھر بدء خلق کا ذکر کیا اور دولت امویہ اور سلطنت عباسیہ کا اختصار سے جائزہ لیا۔ یہ تاریخ بغداد کے مکتبہ مثنی سے 1916ء میں چھ حصوں اور دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

4. المقتبس فی أخبار بلدالاندلس:

حیان بن خلف قرطبی معروف بہ ابن حبان (م469ھ) نے اس میں اندلس کی تاریخ کو جمع کیا ہے۔ یہ کتاب ڈاکٹر عبدالرحمٰن علی حجی کی تحقیق کے ساتھ بیروت کے دارالثقافہ سے 1965ھ میں شائع ہوئی تھی۔

5. المنتظم فی تاریخ الملوک والامم:

ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی المعروف بابن جوزی نے اس تاریخ کو سالوں کے حساب سے ترتیب دیا ہے اور یہ 1359ھ میں ہندوستان میں طبع ہوئی تھی۔

6. المعجب فی تلخیص أخبار العرب:

مورخ عبدالواحد مراکشی (م621ھ) نے اس کتاب میں انتہائی باریک بینی کے ساتھ اندلس کی تاریخ کو فتح سے لے کر موحدین کے زمانہ کے اختتام تک بیان کیا ہے اور یہ کتاب ایک جلد میں محمد سعید العریان اور محمد العربی کی تحقیق کے ساتھ 1949ء میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔

7. الکامل فی التاریخ:

امام عزالدین علی بن محمد المعروف ابن الاثیر (م630ھ) نے اس کتاب کو سالوں کے اعتبار سے ترتیب دیا اور تمام اسلامی ممالک کی 628ھ تک کی تاریخ کو جمع کیا۔ کامل کو اسلامی تاریخ کا اہم مرجع ہونے کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ کتاب 1374ھ میں مصر سے 12 اجزاء میں شائع ہوئی تھی۔

8. تاریخ الإسلام وطبقات المشاهير والأعلام:

حافظ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (م748ھ) نے اس تاریخ کو سالوں کے اعتبار سے ترتیب دیا اور اکابر علماء کے حالات حروف تہجی کے اعتبار سے ذکر کئے، یہ کتاب مصر سے شائع ہوئی تھی۔

9. البداية والنهاية:

امام ابوالفداء، عمادالدین، اسماعیل بن کثیر (م774ھ) نے اس کتاب کو سالوں کے اعتبار

سے مرتب کیا اور اکابر علماء کے حالات کو ذکر کیا۔ یہ کتاب 1966ء میں بیروت سے چودہ اجزاء میں شائع ہوئی تھی۔

10. كتاب العبر وديوان المبتدأ والخبر:

ابوزید ولی الدین، عبدالرحمٰن بن خلدون (م808ھ) کی یہ کتاب ان کے تاریخی مقدمہ کے ساتھ شائع ہوئی اور اہل علم کے درمیان ''مقدمۃ ابن خلدون'' کے نام سے معروف ہے۔ ابن خلدون نے اپنی اس تاریخ کو تین کتابوں میں تقسیم کیا۔ قسم اول میں عمرانیات، ملک، سلطان، کسب، معاش، صنائع اور علوم کا بیان ہے اور قسم ثانی وثالث میں تاریخی روایات جمع کی گئی ہیں۔ یہ کتاب مصر کے شہر بولاق میں 1284ھ میں سات اجزاء میں شائع ہوئی تھی۔

11. نفح الطيب من غصن الأندلس الرطيب:

احمد بن محمد مقری تلمسانی (م1041ھ) کی یہ کتاب اندلس کی فتح سے لے کر مسلمانوں کے خروج کی تاریخ تک کی بنیادی اور مستند کتاب ہے۔ مولف نے اپنی کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے، پہلے حصہ میں اندلس کے جغرافیہ اور مسلمانوں کی فتح کے ساتھ ساتھ یہاں کے طرز بود و باش، خلفاء، والیوں اور اندلسی ادبیات کا ذکر ہے، اور دوسرے حصہ میں لسان الدین ابن الخطیب کے خانوادے اور اس کے علمی آثار کا تذکرہ ہے۔ یہ کتاب 1279ھ میں مصر کے شہر بولاق سے چار اجزاء میں شائع ہوئی تھی۔ اور پھر مصر ہی کے مطبعہ سعادۃ سے محمد محی الدین عبدالحمید کی تحقیق کے ساتھ 1949ء میں شائع ہوئی تھی۔

12. سمط النجوم العوالی فی أنباء الاوائل والتوالی:

شیخ عبدالملک بن حسین بن عبدالملک عصامی مکی (م1111ھ) نے اس کتاب میں گیارہویں صدی ہجری کے آخر تک کی تاریخ اسلامی کو ذکر کیا ہے، اس کتاب کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حجاز کی تاریخ کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ کتاب کا آخری حصہ مولف کے مشاہدات یا ان باتوں پر مشتمل ہے جو مولف نے اپنے آباؤ اجداد یا شیوخ سے سماعت کی ہیں۔ اس میں بعض ایسی گراں قدر تفصیلات ہیں جو کسی اور کتاب میں نہیں ملتی۔ یہ قاہرہ کے مطبعہ سلفیہ سے 1379ھ میں چار اجزاء میں شائع ہوئی تھی۔

13. محاضرات تاريخ الأمم الأسلامية:

شیخ محمد بن عفیفی خضری (م1345ھ) نے اختصار اور باریک بینی کے ساتھ دولت امویہ اور سلطنت عباسیہ کی تاریخ لکھی ہے جو 1382ھ میں دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

14. تاريخ المسلمين و آثارهم فی الأندلس من الفتح العربی حتی سقوط الخلافة بقرطبة:

ڈاکٹر عبدالعزیز سالم کی یہ کتاب قاہرہ کے دارالمعارف سے 1962ء میں طبع ہوئی تھی۔

15. تاريخ الإسلام السياسی والدينی والثقافی والاجتماعی:

ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن کی یہ کتاب نبی کریم ﷺ کی بعثت سے لے کر دولت عباسیہ کے تاتاریوں کے ہاتھوں سقوط تک کی مختصر ترین تاریخ ہے جو قاہرہ کے مکتبہ نھضہ مصریہ سے 1967 میں 4 اجزا میں شائع ہوئی۔

16. تاريخ التمدن الإسلامی:

جرجی زیدان کی یہ کتاب اسلامی سلطنت کی تاریخ، اس کے تمدن وثقافت، اجتماعی طرز زندگی، معاشرتی نظام، اجتماعی ادبیات اور دولت عباسیہ کے دور کے آخر تک کے حالات کی مختصر انداز میں عکاسی کرتی ہے۔ یہ کتاب 1967ء میں دو جلدوں اور پانچ حصوں میں شائع ہوئی تھی۔

17. تاريخ الشعوب الإسلاميه:

مشہور مستشرق کارل بروکلمان نے بعثت نبوی سے لے کر 1939ء تک اسلامی اقوام کے حالات کو اختصار کے ساتھ قلمبند کیا ہے۔ بروکلمان نے اس تاریخ کی تدوین میں استشراقی نقطہ نظر کا مظاہرہ کرتے ہوئے بعض ایسے خیالات کا اظہار کیا ہے جو مسلمان مورخین کے نقطہ نظر سے میل نہیں رکھتے۔ اس لئے تحقیق کرنے والے کے لئے اس میں ذکر کردہ ہر بات سچ مان لینا ضروری نہیں کیونکہ ایک تو یہ مختصر ہے اور دوسرا اس میں بعض حقائق کو بدل دیا گیا ہے۔ یہ کتاب امین فارس اور منیر بعلبکی کی تحقیق کے ساتھ ایک بڑی جلد میں شائع ہوئی تھی، اس کا چوتھا ایڈیشن 1965ء میں بیروت سے چھپا تھا۔

کتب انساب وسوانح

کتب انساب:

1. جمهرة أنساب العرب:

ابومحمد علی بن احمد المعروف بابن حزم اندلسی (م456ھ) کی یہ کتاب پروفیسر عبدالسلام ہارون کی تحقیق کے ساتھ مصر سے 1962ء میں ایک جلد میں شائع ہوئی تھی۔

2. كتاب الأنساب:

امام ابوسعد عبدالکریم بن محمد بن منصور تمیمی سمعانی (م562ھ) کی یہ کتاب انساب میں جامع ترین کتاب ہے۔ اس میں ہر نسبت کو قبیلہ، بطن، شہر، گاؤں، اجداد یا پیشہ کی طرف ثابت کیا گیا ہے۔ اس میں قبائل وبطون کی نسبت کے ساتھ آباؤاجداد اور فروع واصول میں مذاہب کی نسبت کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ جیسے کسی کا شافعی، حنفی، شیعی اور معتزلی ہونا۔ یہ کتاب حروف معجم کے اعتبار سے ترتیب دی گئی اور ہندوستان میں 1382ھ سے 1386ھ تک شائع ہوتی رہی۔

3. نهاية الأرب فی معرفة أنساب العرب:

ابوالعباس احمد بن علی قلقشندی (م821ھ) نے اس کتاب میں علم انساب اور اس کے فوائد کو جمع کیا۔ اس میں انہوں نے ان لوگوں کی بھی وضاحت کی جن پر لفظ عرب کا اطلاق ہوتا ہے، انہوں نے انساب کے طبقات کا تعارف کرایا اور عربوں کے قدیم مسکن کی وضاحت بھی کی۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے مکمل نسب نامہ اور اس سے نکلنے والی شاخوں کو بیان کیا اور اس کتاب کو حروف تہجی کی بنیاد پر ترتیب دیا گیا ہے۔ یہ کتاب قاہرہ سے 1959ء میں ابراہیم ابیاری کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی تھی۔

4. سبائک الذهب فی معرفة قبائل العرب:

ابوالفوز محمد امین سویدی (م1246ھ) جو عراقی عالم ہیں۔ انہوں نے اس کتاب میں قلقشندی کی ترتیب کی مخالفت کی ہے اور وہ اس طرح کہ انہوں نے قبائل کے اواخر کو اوائل سے ملایا ایسے خطوط کے ساتھ جو آباء سے اولاد کی طرف کھینچے گئے، انہوں نے انساب حضرت آدم علیہ السلام سے شروع کئے۔ یہ کتاب مصر کے مکتبہ تجاریہ سے ایک جلد میں شائع ہوئی تھی۔

5. معجم قبائل العرب القديمة و الحديثة:

اس کتاب کو پروفیسر عمر رضا کحالہ نے حروف تہجی پر ترتیب دیا ہے اور یہ کتاب تین جلدوں میں شائع ہوچکی ہے۔اس کا دوسرا ایڈیشن بیروت سے 1388ھ میں شائع ہوا تھا۔

کتب سوانح:

(أ) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے سوانح:

1. الاستيعاب فی معرفة الأصحاب:

ابوعمر یوسف بن عبداللہ المعروف بابن عبدالبر قرطبی (م463ھ) نے اس کتاب کو حروف تہجی پر ترتیب دیا ہے اور آخری مرتبہ علی محمد بجاوی کی تحقیق کے ساتھ مصر سے چار اجزاء میں شائع ہوئی تھی۔

2. الاستبصار فی نسب الصحابة من الأنصار:

شیخ موفق الدین عبداللہ بن قدامہ مقدسی (م620ھ) کی یہ کتاب استاذ علی نویہض کی تحقیق کے ساتھ 1971ء میں بیروت کے دارالفکر سے شائع ہوئی تھی۔

3. أسد الغابة فی معرفة الصحابة:

ابن الاثیر عزالدین ابوالحسن علی بن محمد (م630ھ) نے اس کتاب میں 7ہزار پانچ سو چون صحابہ کرام کے حالات کو ذکر کیا اور یہ مصر سے پانچ جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

4. تجريد أسماء الصحابة:

حافظ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد ذھبی (م748ھ) کی یہ کتاب 1310ھ میں ہندوستان سے دو اجزاء میں شائع ہوئی تھی۔

5. الإصابة فی تمييز الصحابة:

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی احمد بن علی (م852ھ) کی یہ کتاب صحابہ کرام کے حالات میں تصنیف کردہ سب سے جامع کتاب ہے۔اس میں (9477) اسماء ، (1268) صحابہ کی کنیتیں اور (1552) صحابیات کے سوانح کو جمع کیا گیا ہے۔یہ کتاب ہندوستان اور مصر سے پانچ جلدوں میں کئی مرتبہ شائع ہوچکی ہے۔

6. حياة الصحابة:

شیخ محمد یوسف کاندھلوی (م1384ھ) کی یہ کتاب سیر صحابہ میں ایک اہم اور مستند دستاویز ہے۔یہ کتاب شیخ نایف عباس اور محمد علی دولة کی تحقیق کے ساتھ چار جلدوں میں دمشق سے 1390ھ/1970ء میں شائع ہوچکی ہے۔

(ب) راویوں کے حالات پر مشتمل کتب:

1. تذكرة الحفاظ:

امام حافظ شمس الدین، ابوعبداللہ، محمد بن احمد بن عثمان ذھبی (م748ھ) نے اس کتاب کو راویوں کے طبقات کے اعتبار سے ترتیب دیا۔لہٰذا پہلے صحابہ کرام پھر تابعین اور پھر بعد کے حضرات کے اکیس طبقے بنائے اور ایک ہزار ایک سو چھہتر (1176) راویوں کے حالات جمع کئے۔یہ کتاب 1975ء میں ہندوستان سے چار جلدوں میں شائع ہوئی۔

2. تهذيب التهذيب:

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی احمد بن علی (م852ھ) نے اس کتاب کو حروف معجم کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے اور یہ کتاب 1327ھ میں ہندوستان سے 12 جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

(ج) مشاہیر واعلام کے حالات پر مشتمل کتب:

1. الطبقات الكبرى:

محمد بن سعد (م230ھ) نے اس کتاب میں نبی کریم ﷺ ،صحابہ کرام، تابعین اور اپنے زمانہ تک کے بڑے علماء کے احوال کو قلم بند کیا ہے۔آخری جلد میں معروف خواتین کے حالات کو جگہ دی، یہ کتاب 1958ء میں بیروت سے آٹھ جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

2. كتاب الطبقات:

امام ابوعمرو، خلیفہ بن خیاط عصفری (م240ھ) نے اس کتاب کو تین بنیادوں پر ترتیب دیا۔1۔نسب 2۔طبقات 3۔مدن وبلدان۔یہ کتاب اکرم ضیاء عمری کی تحقیق کے ساتھ 1967ء میں بغداد سے شائع ہوئی تھی۔

3. **كتاب المعرفة والتاريخ:**

ابو یوسف، یعقوب بن سفیان بسوی (م 277ھ) نے مختصر انداز میں رجال کے تراجم کو ذکر کیا اور تاریخ کو سالوں کے اعتبار سے بیان کیا، گویا کہ معرفت سے مراد رجال کی معرفت اور تاریخ سے مراد سالوں کے اعتبار سے تاریخ ہے۔ یہ کتاب ڈاکٹر اکرم ضیاء عمری کی تحقیق کے ساتھ 1974ء میں بغداد کے مطبعہ ارشاد سے شائع ہوئی تھی۔

4. **تاريخ بغداد:**

حافظ ابو بکر، احمد بن علی بن ثابت بغدادی المعروف بہ خطیب بغدادی (م 463ھ) نے اس کتاب میں بغداد کے علماء، قضاۃ، امراء، ارباب اختیار، ادباء اور شعراء کا ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب قاہرہ سے 1931ء میں شائع ہوئی تھی جو (7831) شخصیات کے حالات پر مشتمل ہے۔

5. **سير أعلام النبلاء:**

حافظ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذھبی (م 748ھ) کی یہ کتاب علماء، امراء، حفاظ، قراء، اور ہر فن کے اہل مہارت حضرات کی سوانح حیات میں سب سے بڑے ذخیرہ سے عبارت ہے۔ علامہ ذھبی نے اس کتاب کو طبقات کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے اور کل پینتیس طبقات بنائے ہیں۔ اس کتاب کے کل چودہ حصے ہیں۔ پہلے دونوں حصے سیرت النبی ﷺ اور سیرت الخلفاء الراشدین پر مشتمل ہیں۔ اور تیسرے حصے کو عشرہ مبشرہ سے شروع کیا اور پھر کبار صحابہ کا تذکرہ کیا اور پھر تدریجا آگے بڑھتے ہوئے تابعین تک کے حالات کو جمع کیا۔ یہ کتاب بہت سے محققین کی تحقیق کے ساتھ جامعہ الدول العربیہ کے ادارہ معہد مخطوطات عربیہ اور مصر کے دار المعارف کے تعاون سے 1957ء سے 1979ء تک شائع ہوتی رہی۔

6. **الوافي بالوفيات:**

صلاح الدین، خلیل بن ایبک صفدی (م 764ھ) کی یہ ضخیم کتاب بہت سے علماء، وزراء، حفاظ، قراء، قضاۃ، اصحاب فتویٰ، ادباء، شعراء اور اہل فضل حضرات کے ایک کثیر مجموعہ کے حالات پر مشتمل ہے۔ مصنف نے اسے حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے اور یہ کتاب دمشق کے مطبعہ ہاشمیہ سے 1959ء میں شائع ہوئی تھی۔

7. **الدرر الكامنة في أعيان المئة الثامنة:**

شیخ الاسلام احمد بن علی، ابن حجر عسقلانی نے اس کتاب میں آٹھویں صدی ہجری کے علماء، ادباء، مصنفین، وزراء، بادشاہوں اور شعراء کا تذکرہ کیا ہے۔ اور یہ کتاب 14 اجزاء میں حیدر آباد دکن کے مطبعہ دائرہ معارف عثمانیہ سے 1348ھ میں شائع ہوئی تھی۔

8. **الضوء اللامع لأهل القرن التاسع:**

حافظ شمس الدین، محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی (م 902ھ) کی یہ کتاب انتہائی شاندار تصنیف ہے۔ انہوں نے اسے حروف تہجی کے مطابق ترتیب دیا ہے، اور یہ کتاب حسام الدین قدسی کی نگرانی میں 1355ھ میں مصر سے بارہ حصوں میں شائع ہوئی تھی۔

9. **البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع:**

یمن کے چیف جسٹس محمد بن علی شوکانی (م 1250ھ) نے اس کتاب میں آٹھویں صدی ہجری سے لے کر اپنے زمانہ تک کے ائمہ، بڑے علماء اور مشہور شخصیات کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ کتاب حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دی گئی ہے اور 1348ھ میں مصر سے دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

10. **الأعلام:**

خیر الدین زرکلی نے اس کتاب میں مشہور عرب، مستعرب اور مستشرق رجال وخواتین کا تذکرہ کرتے ہوئے ہر ترجمہ کے مصادر کا بھی ذکر کیا ہے۔ ان مصادر میں سے مخطوط اور مطبوع کی وضاحت کی اور اپنی کتاب کو مختلف خطوط اور رسوم سے آراستہ کیا ہے۔ اس کا دوسرا ایڈیشن 1954 تا 1959ء مصر سے دس جلدوں میں شائع ہوا۔

11. **معجم المؤلفين:**

پروفیسر عمر رضا کحالہ نے اس عظیم الشان کتاب میں تدوین کتب کی ابتداء سے لے کر دور حاضر تک عربی وعجمی مصنفین کے حالات کو حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے، اور کثیر التالیف علماء کی محض پانچ کتابوں کے تذکرہ پر اکتفاء کیا۔ مصنف نے اس کتاب میں اپنے ماخذ ومصدر کے ذکر کو بھی اہمیت دی اور ان کی یہ کتاب پندرہ حصوں میں 1957ء تا 1961ء دمشق سے شائع ہوئی۔

(د) علماء لغت ونحو اور ادباء کے سوانح حیات:

1. **طبقات النحويين و اللغويين:**

ابو بکر محمد بن الحسن زبیدی اندلسی (م379ھ) نے اس کتاب میں صدر اسلام سے لے کر اپنے زمانہ تک کے لغوی اور نحوی علماء کا تذکرہ کیا، اور اس کتاب کو علاقوں کے اعتبار سے ترتیب دیا، جیسے کوفہ، بصرہ، مصر، افریقہ اور اندلس وغیرہ۔ پھر ہر علاقہ کے علماء کو ان کے طبقات کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے، ان کی یہ کتاب محمد ابوالفضل ابراہیم کی تحقیق کے ساتھ 1954ء میں قاہرہ سے شائع ہوئی تھی۔

2. **إنباه الرواة على أنباء النحاة:**

جمال الدین علی بن یوسف قفطی (م646ھ) نے اس کتاب میں قرن اول ہجری سے لے کر اپنے زمانہ تک کے علماء لغت ونحو کا تذکرہ کیا ہے، یہ اس موضوع پر سب سے جامع تصنیف ہے۔ مولف نے علماء کے تراجم کو حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے اور یہ کتاب محمد ابوالفضل کی تحقیق کے ساتھ مطبعہ مصریہ سے 1950ء تا 1955ء تین اجزاء میں شائع ہوئی۔

3. **بغية الوعاة فى طبقات اللغويين و النحاة:**

حافظ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطی (م911ھ) کی یہ کتاب اسلام کے ابتدائی دور سے لے کر نویں صدی ہجری تک کے اہل لغت اور اہل نحو علماء کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دی گئی ہے اور یہ کتاب قاہرہ سے 1966ء میں محمد ابوالفضل ابراہیم کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی تھی۔

4. **إرشاد الاريب إلى معرفة الأديب (معجم الأدباء):**

شہاب الدین یاقوت بن عبداللہ حموی (م626ھ) نے اس کتاب میں نحوی، لغوی، علماء، ماہرین علم الانساب، مشہور قراء، اخباریین، مورخین، وراقین، مشہور مصنفین، مدونین رسائل، مولفین اور ہر اس شخص کا تذکرہ کیا ہے، جس نے ادب میں کوئی نہ کوئی تالیف چھوڑی ہے، اور پھر اسے حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے۔ اور پھر مترجم اور اس کے باپ کے نام میں بھی اس ترتیب کی رعایت کی گئی ہے۔ یہ کتاب مصر کے دارالمامون سے 20 اجزا میں 1936ء تا 1938ء شائع ہوئی۔

5. **معجم الشعراء:**

یہ کتاب ابوعبداللہ محمد بن عمران مرزبانی (م384ھ) کی ہے جو ادب اور شعر کے ممتاز علماء میں سے تھے، انہوں نے اس کتاب میں تقریباً (5000) مشہور شعراء کا تذکرہ کیا ہے، ان میں ایک ہزار کا تذکرہ عبدالستار احمد فراج کی تحقیق کے ساتھ قاہرہ سے 1960ء میں چھپ چکا ہے۔

6. **يتيمة الدهر فى محاسن أهل العصر:**

ابومنصور ثعالبی (م429ھ) نے اس کتاب میں اپنے زمانہ کے شعراء کا تذکرہ کیا ہے اور یہ ایک انتہائی قیمتی اور جامع کتاب ہے۔ علامہ ثعالبی نے اس کتاب میں بہت سے اشعار و حکایات اور دلچسپ ادبی نکات کو بھی ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب محمد محی الدین عبدالحمید کی تحقیق کے ساتھ 1947ء میں قاہرہ سے شائع ہوئی تھی۔

فہارس کتب

1. **الفهرست:**

محمد بن اسحاق الندیم المعروف بابن الندیم (385ھ) نے مختلف علوم پر مشتمل عربی زبان کی جملہ تصانیف کو ذکر کیا اور ہر عالم کے مختصر حالات زندگی اور ان کی تالیفات کا مختصر تعارف درج کیا۔ انہوں نے ہر علم کے آغاز سے لے کر 377ھ تک لکھی گئی تمام کتابوں کے تذکرہ کی کوشش کی ہے، اور ان کی کتاب مصر اور بیروت سے کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔

2. **الفهرست:**

محمد بن خیر اشبیلی جو چھٹی صدی ہجری کے عالم ہیں، ان کی یہ فہرست اندلس کے مکتبہ عربیہ کی لاجواب کتاب شمار کی جاتی ہے۔ یہ کتاب ایسی قیمتی معلومات پر مشتمل ہے کہ ہم ان معلومات کو کسی دوسری کتاب میں نہیں پا سکتے۔ مصنف نے اس کتاب کو موضوعات میں تقسیم کیا ہے اور ہر موضوع کے لئے ایک باب خاص کیا ہے، اور انہوں نے کتاب کی آخری قسم میں ان علماء کا تذکرہ کیا جن سے ان کی ملاقات ہوئی اور جن سے شرف تلمذ حاصل کیا، اور ان شیوخ کا ذکر بھی کیا جنہوں نے مصنف کو روایت کی اجازت دی۔ ابن خیر کی یہ فہرست 1893ء میں اسپین سے شائع ہوئی پھر دوسری مرتبہ 1963ء میں بغداد سے شائع ہوئی۔

3. **كشف الظنون عن أسامي الكتب و الفنون:**

مصطفیٰ بن عبداللہ (م1067ھ) جو حاجی خلیفہ اور کاتب چلپی کے نام سے مشہور ہیں، آپ

نے زمانہ تدوین کی ابتداء سے لے کر اپنے زمانہ تک کی تمام کتابوں کو حروف معجم کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے۔ وہ کتاب کا نام، مولف کا نام اور کتاب کی مختصر خصوصیات ذکر کرتے ہیں۔ نیز کتاب کے مقدمہ میں آنے والے مضامین کا تذکرہ بھی کرتے ہیں۔ اسماعیل پاشا بغدادی نے ''ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون'' کے نام سے کشف الظنون کا ضمیمہ لکھا ہے جو 1945ء میں ایک ضخیم جلد میں شائع ہوا تھا۔ اسماعیل پاشا کی ایک اور تالیف ''ہدیۃ العارفین: اسماء المؤلفین وآثار المصنفین'' 1951ء میں استنبول سے شائع ہوئی تھی۔

4. **تاریخ الأدب العربی:**

کارل بروکلمان کی یہ کتاب مختلف علوم اسلامیہ کے بارے میں تصنیف کی گئی کتابوں میں جامع ترین کتاب ہے۔ پہلے مصنف علم کو ذکر کرتے ہیں پھر اس علم کے مشہور علماء اور ان کے علمی نقوش کا تذکرہ کرتے ہیں، اور مخطوطات کے تذکرے کو فراموش نہیں کرتے، اور اس کے ساتھ ساتھ کتاب کی تاریخ ومکان، طبعات کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ (یہ کتاب انگلش میں تھی اس لئے) ڈاکٹر عبدالحلیم نجار نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا اور یہ کتاب 1961ء میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔

5. **معجم المطبوعات العربیۃ والمعربۃ:**

یوسف الیان سرکیس (م 1351ھ) نے اس کتاب میں پوری دنیا میں طبع کی گئی تمام کتابوں کا ذکر کرنے کے ساتھ ان کے مولفین کا مختصر تذکرہ کیا، اور یہ پریس کے ظہور پذیر ہونے سے لے کر 1919ء تک کے زمانے پر مشتمل ہے۔ مصنف نے مولفین کے اسماء کو حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے۔ طرز یہ ہے کہ وہ مصنف کا ذکر کرتے ہیں، ان کی طبع شدہ کتاب کا ذکر کرتے ہیں اور اس کے صفحات اور تاریخ اشاعت کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ ان کی یہ کتاب 1928ء میں مصر کے مطبعہ سرکیس سے دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

کتب جغرافیہ

1. **معجم ما استعجم من أسماء البلاد والمواضع:**

مشہور عالم اور وزیر ابو عبیدہ عبداللہ بن عبدالعزیز بکری اندلسی (م 478ھ) نے اس کتاب کو حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے اور اس میں کلمہ کے پہلے اور دوسرے حرف کی رعایت کی ہے۔

یہ کتاب پروفیسر مصطفیٰ السقا کی تحقیق کے ساتھ 1945ء میں چار اجزاء میں شائع ہوئی تھی۔

2. **معجم البلدان:**

شہاب الدین یاقوت بن عبداللہ حموی بغدادی (م 626ھ) نے اس کتاب کو حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے نیز کلمہ میں اس کے حروف کی ترتیب کا بھی خیال رکھا ہے۔ چنانچہ وہ علاقوں، شہروں، پانیوں، وغیرہ کا ذکر کرتے ہیں اور ان کی طرف منسوب مشہور شخصیات کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ یہ کتاب 1323ھ میں آٹھ اجزاء اور پانچ جلدوں میں 1376ھ/1957ء میں بیروت سے شائع ہوئی تھی۔

3. **بلاد العرب:**

حسن بن عبداللہ اصفہانی نے جزیرہ عرب کے ہر قبیلہ کے منازل ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ اماکن کی تحدید وتعیین بھی کی ہے۔ یہ کتاب حمد الجاسر اور ڈاکٹر صالح العلی کی تحقیق کے ساتھ 1968ء میں ریاض سے شائع ہوئی تھی۔ محققین نے اس کتاب کی بہت سی عمدہ فہارس تیار کی ہیں۔

4. **صحیح الأخبار عما فی بلاد العرب من الآثار:**

شیخ محمد بن عبداللہ نجدی (م 1958ء) نے اس کتاب میں ان مقامات، شہروں اور علاقوں کا ذکر کیا ہے جن میں زمانہ جاہلیت اور صدر اسلام کے شعراء نے زندگی گزاری یا ان کے اشعار میں ان مقامات کا ذکر آیا۔ علاوہ ازیں موجودہ دور کے حوالہ سے بھی ان علاقوں کی نشاندہی اور تعیین کی ہے، اور اس میں انہوں نے اپنے مشاہدہ اور معتمد روایات کو بنیاد بنایا ہے۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ جزیرہ عرب پر تحقیق کرنے والے اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ یہ کتاب محمد محی الدین عبدالحمید کی نگرانی میں مصر سے 1951ء میں پانچ اجزاء میں شائع ہوئی تھی۔

الفاظ قرآنیہ کی معاجم

1. **المعجم المفہرس لألفاظ القرآن الکریم:**

محمد فواد عبدالباقی (م 1388ھ) نے اس معجم میں قرآن مجید کے تمام الفاظ کی فہرست تیار کی ہے۔ طریقہ کار یہ ہے کہ ہر کلمہ کے تحت وہ تمام آیات ذکر کرتے ہیں جن میں یہ کلمہ استعمال ہوا ہے۔ اور آیت کا نمبر اور اسی طرح سورت کا نام اور نمبر بھی ذکر کرتے ہیں۔ یہ معجم انتہائی مفید ہے، علوم شرعیہ یا

ادبیہ میں مشغول محقق اس سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔ یہ کتاب بڑے سائز کی ایک جلد میں 1364ھ میں مصر سے شائع ہوئی، بعدازاں لبنان، ایران اور پاکستان سے بھی شائع ہوئی تھی۔

2. المرشد إلى آيات القرآن الكريم و كلماته:

پروفیسر محمد فارس برکات دمشقی کی یہ کتاب دمشق کے مطبعہ ہاشمیہ سے بڑے سائز کی ایک جلد میں شائع ہوئی تھی۔

3. الجامع لمواضيع آيات القرآن الكريم:

مصنف مذکور نے اس کتاب میں ان لوگوں کے لئے بہت آسانی پیدا کی ہے جو قرآنی موضوعات کے متعلق آیات کو جمع کرنا چاہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب کو مباحث اور مقاصد کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے اور ان تمام آیات کو جمع کیا جو کسی موضوع کی مختلف جوانب میں سے کسی ایک پہلو کے متعلق ہیں مثلاً: ایمان کے باب میں ایمان بالله، ایمان بالملائكة، ایمان بالكتب، ایمان بالرسل، ایمان باليوم الآخر وغیرہ کی آیات کو ذکر کیا ہے۔ تکرار سے اجتناب کیا اور محض آیت نمبر، سورت اور ان کلمات کو ذکر کیا جو اس پر دلالت کرتے ہیں اور اسے مشابہ الفاظ سے ممتاز کردیئے ہیں۔ یہ کتاب بھی دمشق کے مطبعہ ہاشمیہ سے 1959ء میں بڑے سائز کی ایک جلد شائع ہوئی ہے۔

4. تفصيل آيات القرآن الحكيم:

یہ ایک فرانسیسی مستشرق جول لابوم کی تالیف ہے، اس کے ساتھ مستدرک بھی ہے، یہ قرآنی معلومات کی فہرست ہے، جسے محمد فواد عبدالباقی نے عربی میں ترجمہ کیا۔ مرتب نے قرآن مجید کے موضوعات کو اٹھارہ ابواب میں ترتیب دیا اور ہر باب کے تحت اس سے متعلق قرآنی آیات کو ذکر کیا اور ہر آیت کا نمبر اور سورت نمبر کا نام بھی بتادیا۔

5. المفردات في غريب الألفاظ:

ابوالقاسم حسین بن محمد المعروف راغب اصفہانی (502ھ) نے اس کتاب میں قرآن مجید کے الفاظ غریبہ کی شرح کی اور انہیں حروف تہجی کے اعتبار سے معجمی ترتیب کے مطابق جمع کیا اور پھر ہر حرف کے لئے ایک باب مخصوص کیا۔ پہلے کسی کلمہ غریبہ کو اس کے مادہ میں ذکر کرتے ہیں، پھر اس کے تحت آنے والی آیات کو بتاتے ہیں، پھر اس کا معنی بیان کردیتے ہیں۔ یہ کتاب پروفیسر محمد سید گیلانی کی تحقیق کے ساتھ 1961ء میں مصر سے بڑے سائز کی ایک جلد میں شائع ہوئی تھی۔

ملحق (5):

ایم. فل اور پی ایچ. ڈی کے خاکہ جات (Synopsis) کے نمونے

(أ) ایم. فل اسلامیات کے خاکہ جات

(ب) ایم. فل عربی کے خاکہ جات

(ج) پی ایچ. ڈی اسلامیات کے خاکہ جات

(د) پی ایچ. ڈی عربی کے خاکہ جات

(أ) ایم . فل اسلامیات کے خاکہ جات

خاکہ برائے تحقیقی مقالہ ایم فل، علوم اسلامیہ

قرآن مجید میں رجولیت کا تصور

مونوگرام

مقالہ نگار
سعدیہ تبسم
رول نمبر......

نگران
ڈاکٹر خالق داد ملک
چیئرمین شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی لاہور

شعبہ علوم اسلامیہ، کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز
منہاج یونیورسٹی لاہور

سیشن: 2010-2012ء

مقدمہ

(Preface)

تعارف موضوع:(Topic Introduction)

قرآن نے ''رجل'' ان افراد کو قرار دیا جو ہمہ جہت صلاحیتوں کے حامل ہوں، جن کی فکر عمیق، قلب ونظر وسیع اور امت کے درد سے پر ہوتے ہیں۔ جو''الدین نصیحة'' پر سرتاپا عمل پیرا ہوں اور جو''خیر الناس من ینفع الناس'' کی عملی تصویر ہوں، جن کی زندگی کا مقصد ذاتی مفادات کا حصول نہیں بلکہ امت مسلمہ اور تمام انسانیت کی فلاح و بہبود ہو۔ خواہ وہ مرد ہوں یا عورت قرآن انہیں ''رجال'' سے تعبیر کرتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے امت مسلمہ کو تمام وسائل وذرائع اور افرادی قوت سے نوازا ہے مگر اس کے پاس کمی صرف صاحب عقل سلیم، بڑے دل، مضبوط عزائم، پختہ ارادوں کی حامل قیادت کی ہے۔ قرآن مجید میں ایسی صفات والے رجل کا یوں تذکرہ ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''مومنوں میں سے (بہت سے) مردوں نے وہ بات سچ کر دکھائی جس پر انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا، پس ان میں سے کوئی (تو شہادت پا کر) اپنی نذر پوری کر چکا ہے اور ان میں سے کوئی (اپنی باری کا) انتظار کر رہا ہے، مگر انہوں نے (اپنے عہد میں) ذرا بھی تبدیلی نہیں کی''۔

جو صاحب مذہب وعقیدہ قرآن کریم کے دسترخوان پر پلا بڑھا وہ سچا سپاہی ہے تاکہ اپنے بل بوتے پر عزت واکرام اور اپنے ملکوں کی آزادی کے ساتھ ترقی کی منازل طے کر سکے۔ گویا موجودہ دورِ زوال کو عروج میں بدلنے کے لئے کسی ایسے ''رجل'' کی ضرورت ہے جس کے اثرات دین کے کسی ایک پہلو تک محدود نہ ہوں بلکہ وہ دین کے تمام پہلوؤں پر بیک وقت محنت بھی کر سکے اور اثرات ونتائج بھی پیدا کر سکے۔ جس کی شخصیت ایک ہمہ جہت شخصیت ہو، جو بیک وقت سکالر بھی ہو، معیشت دان بھی، خطیب بھی اور قوم کا طبیب بھی۔ بقول اقبال:

جباری وقہاری وقدوسی وجبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

ایسا رجل جو قوم وملت کا ستون، ترقی کی روح، انقلاب کا مرکز ہو جبکہ معاشرہ مشکلات سے

گھرا ہوا ہے۔

یہ تحقیق اس لئے ہے کہ حقیقت واضح ہو کہ قوم کو اس وقت کس ''رجل'' کی ضرورت ہے جو اس کی ڈوبتی ناؤ کو پھر سے کنارے لگا دے۔

میرے ذہن میں ایک Insisting سوال ابھرا جو جامع جواب کا محتاج ہے کہ قرآن جنہیں رجال کہتا ہے اس سے آخر اس کی مراد کیا ہے؟ اسی جواب کی تلاش میں میں نے مذکورہ بالا موضوع کا انتخاب کیا۔

اہمیت موضوع:(Importance of the Subject)

رجولیت کی ضرورت واہمیت میں کوئی اختلاف نہیں۔ رجال امت کے کندھوں پر ہی اقوام کی ترقی اور تہذیبی عروج کا انحصار ہے۔ کسی بھی قوم کی ترقی اور آزادی کی باگ ڈور سچے رجال پر منحصر ہوتی ہے، وہ جنہوں نے تعمیر وترقی کے لئے سخت محنتیں اور جدوجہد کی ہو۔

اس کی سب سے اعلیٰ واقرب مثال ہمارے سامنے حضور نبی اکرم ﷺ کے اسوہ مبارک سے لے کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صورت میں بدرجہ اتم موجود ہے، جنہوں نے ہر لمحہ سخت آزمائش، تکلیف اور مشکلات میں گزارے اور علم اسلام کو چاردانگ عالم میں بلند کرنے کی خاطر بھوک اور خوف پر صبر کیا۔ حتیٰ کہ انہیں اپنا ملک، شہر، گھر بار اور بیوی بچے تک کو خیر باد کہنا پڑا، لیکن اس کے باوجود انسانی بزرگی اور احترام انسانیت کو اس کڑے وقت میں بھی برقرار رکھنے کی تگ ودو کرتے رہے اور حق کی راہ پر استقامت اختیار کیے رکھی۔

مسائل سے دوچار معاشرے کو ایسے ہی رجال کی ضرورت ہے جبکہ ہم بار بار مغلوب اور شکست خوردہ ہیں اور تمام اقوام عالم میں پستی کی طرف جا رہے ہیں۔

دور حاضر کی زبوں حالی کو دیکھ کر افسوس ہوتا ہے جب ہم ان لوگوں کو دیکھتے ہیں جنہوں نے اپنے ذاتی مفادات کی خاطر عروج کو زوال میں بدل دیا اور ان اقوام کو ضائع کیا جن کے بارے میں اللہ کے حضور اور تاریخ ملت کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ یہ سب اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اپنے ضمیر کو مغربی تجارت میں فروخت کر دیا وہ کبھی یہ عزت بزرگی حاصل نہیں کر سکتے ہیں۔

جب صالح رجولیت کی وضاحت کا ارادہ رکھتے ہیں تو ہم پر منہج ربانی اور دین حنیف لازم ہے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے ہی ایسی صفات حمیدہ کی طرف رہنمائی ملتی ہے جو کہ معین اور

واضح ہیں۔ان مآخذ سے ہم اصول کافیہ اور منابع صافیہ کو حاصل کر کے اپنے مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔

یہ میری تحقیق رجولیت کی حقیقت کی معرفت پر مبنی ہے تاکہ یہ اس کے پردوں میں چھپے مضامین جو کتاب اللہ، اس کی سورتوں اس کی آیات اور جو اس کے حروف بتاتے ہیں ان کو منکشف کرے۔

سابقہ کام کا جائزہ: (Literature Review)

سابقہ کام کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن مجید کے مختلف فنون پر باقاعدہ طور پر کتب موجود ہیں لیکن ''رجولیت'' پر ایم فل سطح کا کوئی کام کسی یونیورسٹی میں پیش نہیں ہوا۔

عصر حاضر میں اس موضوع پر لکھنا انتہائی ضروری ہے تاکہ رجولیت کا معنی اس کا اطلاق اور اس کے احکام سے آگاہی ہو سکے۔یہ مقالہ اہل علم کی تشنگی بجھانے کے لئے اہم قدم ثابت ہوگا۔

اسلوب تحقیق: (Research Methodology)

۱۔ مقالہ بیانیہ تحلیلی واستنباطی تحقیق پر مشتمل ہوگا۔

۲۔ مقالہ کو مستند بنانے کے لئے تمام بنیادی مآخذ سے استفادہ کیا جائے گا۔

۳۔ بوقت ضرورت بنیادی مآخذ سے اقتباسات کا اندراج کیا جائے گا۔

۴۔ تحقیقی کام میں انٹرنیٹ اور مختلف علمی سافٹ ویئرز کا استعمال کیا جائے گا۔

۵۔ مقالہ کی تکمیل کے دوران اساتذہ کرام اور اہل علم حضرات سے خصوصی استفادہ کیا جائے گا۔

۶۔ تحقیقی کام کے لئے پاکستان کی مختلف لائبریریوں سے استفادہ کیا جائے گا۔

۱۔ مرکزی لائبریری ---- پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

۲۔ قائداعظم لائبریری ---- باغ جناح لاہور۔

۳۔ مرکزی لائبریری ---- منہاج القرآن یونیورسٹی۔

۴۔ لائبریری ---- دیال سنگھ ٹرسٹ لاہور۔

۵۔ مین لائبریری ---- کنیئرڈ کالج لاہور۔

فہرست ابواب وفصول

(List of Chapters & Sections)

مآخذ ومراجع:

۱۔ الخضری، محمد بک۔إتمام الوفاء في سيرة الخلفاء۔ط۴۔القاہرۃ:مطبعۃ الاستقامۃ،۱۹۸۶ء۔

۲۔ سعید حوی۔الأساس في التفسیر۔ط۲۔الریاض: دارالسلام،۱۹۸۹ء۔

۳۔ الشعراوی، محمد متولی۔تفسیر القرآن۔القاہرۃ: قطاع الثقافۃ (بدون طبعہ وتاریخ)

۴۔ ابن عاشور، محمد طاہر۔التحریر والتنویر۔بیروت: دارالکتب (بدون طبعہ وتاریخ)

Synopsis For M. Phil. (Islamic Studies)

Status of Recreational Activities in Islam

Presented By:
Muhammad Ijaz Nasim
Roll no...

Supervised By:
Dr.Khaliq Dad Malik
Chairman Arabic Department
Punjab University, Lahore

Faculty of Arabic And Islamic Studies Minhaj University Lahore

Session:2009-2012

Introduction And Importance of The Topic:

Islam is complete and comprehensive, addressing all aspects of our lives and all of our needs, including our need for diversions and for recreation. It provides for us lawful means to fulfil this need.

People require rest and recreation. This is something completely natural. Without it, a person conanot be productive in life.

Recreation is sometimes used synonymously with leisure. However, recreation is usually used to describe active leisure. Sometimes its use implies that activities have postive value in terms of mental and physical therapy.

Recreation is the expenditure of time with intent to gain some refreshment. It is a break from monotony and a diversion from the daily routine. It is a positive change from the stereotypical lifestyle and involves active participation in some entertaining activity. Recreation activities involve an element of enjoyment and happiness obtained from engaging into something one likes.

We read in the Holy Qur'an how the brothers of Joseph (A.S.) appealed to their father, the Prophet Jacob (A.S.) on the basis of this fundamental human need. They said:

قالوا یاأبانا مالک لا تأمنا علی یوسف وإنا له لناصحون أرسله معنا غدا یرتع ویلعب وإنا له لحفظون (سورة یوسف ۱۲:۱۱.۱۰)

"They said: O our father! Why wilt thou not trust us with Joseph, when lo! we are good friends to him? Send him with us tomorrow that he may enjoy himself and play. And lo! we shall take good care of him". (Yusuf 12: 11-10)

Then they fabricated a lame excuse and said to thier father:

قالوا یاأبانا إنا ذهبنا نستبق وترکنا یوسف عند متاعنا (یوسف ۱۲، ۱۷)

"Saying: O our father! We went racing one with another, and left Joseph by our things".(Yusuf 12: 12-17)

In the Sunnah, we see the Companions participating in many different forms of lawful entertainment and play. They engaged in sports like footraces, horseracing, wrestling, and archery. They spent time in telling jokes and in lightearted conversation.

It is authentically related that the Prophet (Peace be upon him) said to Jabir when he married a matron: "Why did you not marry a virging whom you could play with and who would play with you?" (Sahih al-Bukhari and Sahih Muslim)

The following narration strengthens and clarifies this:

عن علقمة، قال: کنت أمشي مع عبدالله بمنی. فلقیه عثمان. فقام معه یحدثه. فقال یا أبا عبدالرحمن! ألا نزوجک جاریة شابة. لعلها تذکرک بعض ما مضی من زمانک. قال فقال عبدالله: لئن قلت ذاک لقد قال لنا رسول الله ﷺ. "یا معشر الشباب! من استطاع منکم الباءة فلیتزوج. فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج. ومن لم یستطع فعلیه بالصوم. فإنه له وجاء". (Sahih Muslim).

"Alqama reported: While I was walking with 'Abdullah at Mina, 'Uthman happened to meet him. He stopped there and began to talk with him. Uthman said to him: Abu 'Abd al-Rahman, should we not marry you to a young girl who may recall to you some of the past of your bygone days, thereupon he said: If you say so, Allah's Messenger (may peace be upon him) said: O young men, those among you who can support a wife should marry, for it restrains eyes fom casting (evil glances). and preserves one from immorality; but those who cannot should devote themselves to fasting for it is a means of controlling sexual desire.

وما خلقت الجن والإنس إلا لیعبدون (الذاریات 56:51)

I created the jinn and humankind only that might worship Me:

According to the "Islamic Philosphy of Recreational Activities" permissible games are those that help to strengthen the body and energize the mind, increase understanding and knowledge, and are free of haraam (forbidden) things. The Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) approved of the Abyssinians playing with their spears in the mosque, because that was training for them in carrying weapons and the like.

قالت عائشة رضی الله عنها:

والله! لقد رأیت رسول الله ﷺ یقوم علی باب حجرتي. والحبشة یلعبون بحرابهم. في مسجد رسول الله ﷺ. یسترني بردائه. لکی أنظر إلی لعبهم. ثم یقوم من أجلی. حتی أکون أنا التي أنصرف. فاقدر الجاریة الحدیثة السن، حریصة علی اللهو".

"A'ishah relates the following about her husband, the Prophet (peace be upon him):

I swear by Allah that I saw Allah's Messenger (peace be upon him) standing at the door of my room while the Abyssinians were engagd in spear play in the mosque of Allah's Messenger (peace be upon him). He screened me with his cloak so I could watch them performing.

He stood there for my sake until I decided that I had enough. Now just imagine how much time a young girl eager for entertainment would stand there watching." (Sahih al-Bukhari and Sahih Muslim)

Recreational activities give us an opportunity to spend time with our near ones and ourselves. They give us an opportunity to meet

new people, make new friends and socialize. Someof the recreational activities help us in developing leadership qualities and interpersonal skills. Although excessive amount of recreation is not advisable, a little amount of recreation on a daily basis is the need of our busy life of today. While being a part of the rat race of today, while we struggle to stay in the competition, it is also necessary to give some time to ourselves. Recreational activities serve this very need of humans.

Islam stresses the importance of striving to benefit for both this world and the next. The life of this world is the harvasting ground for the hereafter. It is but a passing phase and the life to come is the eternal abode. A Muslim, therefore, should expend his efforts for the sake of the should excel in cultivating and developing the Earth while gearing his Allah says:

وسخر لكم ما فى السموات وما فى الأرض جميعا منه إن فى ذالك لايت لقوم يتفكرون (سورة الجاثية: ٣١)

"And He has made of service unto you whatsoever is heavens and whatsoever is in the Earht; it is all fom Him. Lo! Here in are signs for a people who reflect." (Surah al-Jathiya:13)

Our work and our efforts are important in Islam, and as Muslims, we are encouraged to be industrious. Allah says:

وقل اعملوا فسيرى الله عملكم ورسوله والمؤمنون وستردون إلى علم الغيب والشهادة فينبئكم بما كنتم تعملون. (التوبة٩:١٠٥)

And say (unto them): Act! Allah will behold your actions, and (so will) His messenger and the believers, and ye will be brought back to the knower of the Invisible and the Visible, and He will tell you what ye used to do. (Al-Tawba 9:105)

Allah makes clear to use the effect that our works have on our recompense in the Hereafter. He says:

هل جزآء الإحسان إلا الإحسان(الرحمٰن٥٥:٦٠)

Is the reward of goodness aught save goodness? (Ar-Rahman 55:60)

Research Objectives:

The Muslim world today is behind everyone else in knowledge, enterprise, and productivity. One of the reasons for this is that Muslims are not making productive use of their time and generally do not have a positive work ethic. We must resolve to stop wasting time, to stop falling short in our work, and to put an end to our unproductive habits.

It is the need of the hour that the Muslims should rise and enforce Islam in every walk of their life. Viewing this topic so that the masses should be intimated about the permissible and not permissible recreational activities. Today, numerous computer and electronic games are spoiling the pure minds of the young ones with their impurities. Hence, it is obligatory to propagate the perils of these games.

Literature Review:

The comprehensive, compatc and terse print material on this topic is very rare and is not easily available. The books on recreational activities are countless but they have not been written with an Islamic approach. If any book of this kind is available , that is anonymous. Further, it has been attempted with research motive. In this way, the current research work would be definitely beneficial and useful.

Methodology:

1- Literature review, analytical, logical, critical and deductive method will be adopted.

2- Original sources, i.e., the Holy Quran and the hadith will be resorted.

3- Anyhow, secondary sources like the quotations of the Companions of the Holy Prophet (PBUH), other relevant research books, journals, periodicals, magazines, manuscripts, newspapers, libraries, and websites will be fullyutilized.

Contents

Section (iii) Views of other projecting Islamic Scholars

a. Hazrat Ali (R.A.)

b. Hazrat Abu Darda (R.A.)

c. Imam Ghazali

d. Ibn Miskawayh

e. Ibn Jama'ah

Chapter 4 Status of Recreational Activities

Section (i) Islamic philosophy of recreation

Section (ii) Purpose of creation

Section (iii) Status of recreation in Islam

☆- Summary, Findings, Recommendations

☆- Technical Indexes

References:

1- Ibn Asir, Ali bin Muhammad .Usad-ul-Ghaba fi Marift Al-Sahaba. Beirut: Darul-Kutub Al-ilmia, 1985.

2. Ibn Hisham, Abdul Malik. Al-Seerat Al-Nabwia.Beirut: Dar Ibn Kasir , 1988.

3. Albarusi, Ismail Haqqi.Tafseer Rooh-ul-Bayan. Beirut: Dar-ul-Fikr(N.D.)

(ب) ایم . فل عربی کا خاکہ

نموذج مشروع رسالة ايم . فل

خطة البحث لمرحلة ايم فل في اللغة العربية

عنوان الرسالة: **النفاق والقرآن الكريم**

إعداد
(اسم الطالب)

إشراف
(اسم الأستاذ المشرف)

قسم اللغة العربية، جامعة بنجاب بلاهور

العام الدراسي: -----

المقدمة:

تتضمن الخطة ما يلي:

١ـ أسباب اختيار الموضوع

٢ـ أهمية الموضوع

٣ـ الكتابات السابقة في الموضوع

٤ـ خطة الموضوع

٥ـ منهج البحث

٦ـ المصادر الأولية للموضوع

١. أسباب اختيار الموضوع:

النفاق هو إظهار الإيمان ومحبة الإسلام والمسلمين أمام الناس وإبطال الكفر، والعداوة للإسلام وأهله، وهو سلوك منحرف في الحياة، ومظهر من مظاهر الإنسان الفاسد، له دوافع نفسية عديدة تدفع صاحبه لاتخاذ هذا السلوك السيء في حياته.

والنفاق يختلف من عصر لآخر باختلاف دوافعه، وقد نشأ منذ العهد الأول للدعوة الإسلامية ولايزال مستمراً في كل عصر حتى أيامنا هذه، وله دور خطير في زعزعة كيان المجتمع الإسلامي من داخله، فأهله هم أعداء الداخل، ويختلف باختلاف الناس والزمان، وله دوافعه وأسبابه..... ولكنه أصبح منظماً في العصر الحديث تديره جهات معادية للإسلام والمسلمين.

وإذا استطلعنا النفاق في حياتنا المعاصرة وجدنا من أسبابه: الثقافات والعلوم المدسوسة بافكار الإلحاد والمنظمات والجمعيات والأحزاب التي تستدرج الشباب المسلم إليها من خلال مصالح دنيوية، فنشأ وسط المجتمع الإسلامي جيل بعيد عن الإسلام، يقلد ويعجب بالغرب، مع انتسابه للإسلام ولقومه وأهله المسلمين،وهو من أكبر معاول الهدم للمجتمع الإسلامي.

أضف إلى ذلك انتشار الانحرافات الخلقية الواسعة التي أرادها أعداء الإسلام صورة كاملة للنفاق بألوانه وأشكاله في عصرنا، مع الدعوة القوية لتبني الافكار العلمانية

والمادية ودسّها في أحكام الإسلام.

ومن آثار النفاق أنه لم يعد هناك اليوم المجتمع الإسلامي السليم، ولا الفرد المسلم الصادق بإيمانه وبمبادئه الإسلامية ـ إلا رحم ربّنا ـ قلة بين بحر من أناس ينتسبون فقط انتساباً للإسلام ولا يتمثلونه ولا يطبقونه لا من بعيد ولا من قريب.

من هنا جاءت الحاجة إلى ترشيد الصحوة الإسلامية وإلى تنقيتها من شوائب النفاق، بتوعية وتربية إسلامية صحيحة خالية من أي أخلاط غريبة عن الإسلام، وهذا كان من أهم أسباب اختياري للموضوع.

٢. أهمية الموضوع:

١ـ موضوع النفاق قدتناول القرآن الكريم بالتفصيل والإيجاز في معظم سوره، لعلاقته الوثيقة بصحة عقيدة المسلم وانعكاسها على سلوكه وصفاته وأعماله،ومن هنا جاءت أهمية الموضوع بالدرجة الأولى.

٢ـ يبيّن هذا الموضوع مكايد المنافقين ليحذر المسلمين منهم ولا ينخدعوا بهوياتهم الإسلامية الكاذبة.

٣ـ التفطن إلى صفاتهم بعرض نماذج من المنافقين عبر التاريخ وطريقة سلوكهم وتعاملهم مع المسلمين، وتحذير المسلمين من اتخاذ بطانة منهم.

٤ـ توضيح للإسلام على أنه انتماء إرادي عقدي وتطبيق علمي صادق، وليس أمراً نتوارثه عن الأهل.

٥ـ الوعي والصحوة والتنبيه من الغفلة مما يكيده أعداء الإسلام للمسلمين.

٣. الكتابات السابقة في الموضوع:

يعتبر الإمام جعفر بن محمد (ت ٣٠١ هـ) أول من أفرد الكلام عن النفاق في تاليف مستقل في كتابه: "النفاق والمنافقون" وقد جمع فيه الآيات الواردة في شأن المنافقين كما حشد فيه أحاديث كثيرة رواها بأسانيده على طريقة المحدثين. وممن أفرد النفاق أيضاً إبراهيم علي سالم من القاهرة في كتابه: "النفاق والمنافقون في عهد رسول الله ﷺ" ومنهم الأستاذ عبدالرحمن حسن حبنكه في كتابه: "ظاهرة النفاق

وخبائث المنافقين في التاريخ"ـ.

٤. منهج البحث:

سوف أتبع إن شاء الله في هذا البحث المنهج الاستقرائي الوصفي التحليلي فسأرجع إلى القرآن الكريم آية آية لاستخلاص آيات النفاق، ثم ارتبها حسب نزولها لما فيه من بيان عامل الزمن في بيان نشأة النفاق وتطوره عند العرب وأسبابه وأنواعه ،وكيف تعامل القرآن مع المنافقين ،فكشف نفاقهم وبين صفاتهم وأفعالهم وحذر النبي ﷺ والمسلمين من شرورهم.

وبعد تتبع آيات النفاق في القرآن سوف أرجع إلى أقوال المفسرين لبيان معانيها ولكتب الأحاديث النبوية الشريفة وشروحها وذكر أقوال العلماء فيها كما سأرجع إلى كتب التوحيد والعقيدة الإسلامية لبيان معنى النفاق الاصطلاحي وإلى كتب اللغة لبيان معناه اللغوي. كما سوف أحلل كل قول وأستنبط منه النتائج لأناقشها إن شاء الله.

٥. المصادر الأولية للموضوع:

١ـ القرآن الكريم

٢ـ تفسير الرازي

٣ـ تفسير الطبري

٤ـ تفسير القرطبي

٥ـ تفسير ابن كثير

٦ـ روح المعاني للآلوسي

٧ـ تفسير أبي سعود

٨ـ عقائد النسفي

٩ـ شروح عقائد النسفي

١٠ـ شرح الطحاوي

١١ـ الكتب الستة وشروحها

٦. خطة الموضوع: (تفاصيل خطة البحث)

يتضمن هذا الموضوع مقدمة وتمهيد وسبعة فصول وخاتمة.

أما المقدمة : فسوف أبين فيها إن شاء الله أسباب اختيار الموضوع، وأهميته وخطته ومنهجه، والمصادر السابقة فيه وعلاقتها ببحثي.

وأما التمهيد فيشتمل على تعريف النفاق وتعريف القرآن، وهل عرف العرب النفاق قبل الإسلام، أبين فيه أولاً: معنى النفاق لغة واصطلاحاً ثم أبين صلته بالإيمان وأركانه، وهل عرف أهل مكة النفاق، ومتى ظهر النفاق وأين ولماذا، ومن هو زعيمهم ولماذا؟

الفصل الأول: من هو المنافق: آيات من سورة البقرة.

الفصل الثاني: النفاق لماذا: حقيقة المرض وأسبابه.

الفصل الثالث: صفات المنافقين: حسد، جبن، ضعف الشخصية، آيات من سورة المنافقين، التوبة، الحشر وغيرها.

الفصل الرابع: المنافقون والكفار: علاقتهم بأهل الكتاب، وبالمشركين.

الفصل الخامس: المنافقون والنبيﷺ: ما آذوا به النبي ﷺ، مما ورد في سورة النساء، والتوبة، والمنافقون.

الفصل السادس: المنافقون والمؤمنون: موقفهم في غزوة أحد، والخندق مما سجله الوحي في سورة آل عمران والأحزاب.

الفصل السابع: أثر النفاق على الفرد والمجتمع.

الخاتمة: وفيها أهم نتائج البحث

الفهارس العلمية للموضوع: ومنها فهرس للآيات، والأحاديث، والأعلام، وثبت المصادر والمراجع، وفهرس محتويات الكتاب.

اقتراح: وأقترح على مجلس قسم اللغة العربية الموقر أن يكون المشرف على بحثي فضيلة الأستاذ الدكتور ...... لتخصصه في تفسير القرآن الكريم، أو من ترونه مناسباً. وكذلك أحيطكم علما بأنّ هذه الخطة قابلة للتغيير والتبديل حسب ارشادات المشرف وتوجيهات لجنة الجامعة.

(ج) پی ایچ. ڈی اسلامیات کا خاکہ تحقیق

خاکہ تحقیق برائے پی ایچ۔ڈی، علوم اسلامیہ

ابن عربیؒ کے نظریہ وحدۃ الوجود کی اشاعت میں مشائخ چشت کا کردار

مقالہ نگار:
شبیر احمد جامی
رول نمبر:......

نگران:
پروفیسر ڈاکٹر خالق داد ملک
چیئرمین شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی، لاہور

شعبہ علوم اسلامیہ، کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز
منہاج یونیورسٹی لاہور

سیشن: 2009-2012ء

تعارف موضوع:

الہیات اسلامیہ، علم الکلام، فلسفہ کا وہ ارمغان رنگ ہے۔ جس کی خوشبو، مستانِ توحید کو کشاں کشاں اپنی جانب رواں دواں رکھے ہوئے ہے۔ یہاں ایک طرف اگر عقلی موشگافیوں کے دلدادگان کے لئے رحتِ اطمینان کی فراوانی ہے تو دوسری طرف مشاہدات باطنی کے زائرین کے لئے مظاہر وتجلیات کی دل گداز دنیائیں بھی آباد ہیں۔ لیکن کچھ مسافران تحقیق ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا کاسہ عرفان فقط فلسفیانہ دقائق یا فقط صوفیانہ لطائف ہی سے پر نہیں ہوتا بلکہ وہ اس سے آگے کسی جہان دیگر کے متلاشی رہتے ہیں۔ ایسے جہانِ دیگر کے جو ایک طرف ان کی خواہش دیدار کی تسکین کرے تو دوسری طرف ان کے ذہن رسا کو بھی عقلی طمانیت سے مالا مال کر دے۔ یہی مقام ہے جہاں علم اور معرفت یوں باہم گرآمیز ہو جاتے ہیں کہ ان میں بظاہر تفریق کی صورت ممکن نہیں رہتی۔ اسلامی نظریہ وحدت الوجود، حقیقت وحکمت کے اسی دبستان کی علمی صورت گری کا نام ہے۔ یوسف سلیم چشتی کے الفاظ میں وحدت الوجود، الہیاتی یعنی توحیدی مباحث کا نقطۂ عروج ہے۔

ملحوظِ خاطر رہے کہ توحید اسلامی کے بنیادی مباحث میں مسئلہ وجود کو اساسی حیثیت حاصل ہے گو فلاسفہ، متکلمین اور صوفیا میں اس مسئلہ وجود پر اختلاف کی صورتیں موجود ہیں مگر یہ طے ہے کہ اس دائرے میں وجود کی نوعیت، خلق کے وجود اور ان کے باہمی تعلقات پر بحث کی جاتی ہے۔ یاد رہے کہ اسلامی وحدۃ الوجود کو سب سے زیادہ مؤثر اور مفصل طریق پر، ساتویں صدی ہجری کے مؤثر ترین بزرگ ابن عربی نے بیان کیا ہے۔

وحدۃ الوجود کا معنی:

وحدۃ الوجود سے کیا مراد ہے؟ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک ایسا وجود جو فقط اپنی ہی ذات سے زندہ وقائم ہے اور دوسروں کو قائم رکھے ہوئے ہے وہ صرف ذات حق ہے جو حقائق کائنات کے آئینوں سے ظاہر ہو رہا ہے۔

وحدۃ الوجود کی مثال:

اس کی مثال ایک ایسے آئینے سے دی جاتی ہے جس کو سورج کے سامنے کیا جائے تو اس میں سورج کی ٹکیہ کے ساتھ ساتھ اس کی شعاعیں بھی نظر آئیں، یہی مثال حقائق ممکنات کی بھی ہے جو آئینہ ہائے ذات حق ہیں۔ ذات حق بمعہ اپنی صفات کے حقائق ممکنات کے انہی آئینوں سے نمایاں ہے، گویا

یہ آئینے مخلوق ہیں، ان میں وجود حق ہی کا جلوہ موجزن ہے، گویا مخلوق کی حیثیت تعین اور تقید کی ہے جبکہ حقیقی وجود صرف ذات حق کا ہے۔

وحدت الوجود کی بحث کے دوران یہ ممکن نہیں کہ شیخ سرہند کے نظریہ وحدت الشہود کی وضاحت نہ کی جائے جو شاہ ولی اللہ کے مطابق وحدۃ الوجود ہی کا دوسرا اظہار ہے مگر لفظی نزاع کی موجودگی کے ساتھ۔

وحدۃ الشہود کیا ہے؟:

وجود اصلاً دو ہیں، ایک وجود ذات حق اور دوسرا وجود ممکنات جو حادث ہے لیکن وجود حادث کے اندر ایسی صلاحیت واستعداد رکھی گئی ہے جس کی وجہ سے وہ ہر سو وجود ذات حق کا مشاہدہ کرتا ہے اور اسی کو وحدۃ الشہود کہتے ہیں۔

وحدۃ الشہود کی مثال:

جس طرح دن کے وقت سورج کی ضوفشانی میں اپنا وجود رکھنے کے باوجود ستارے نظر نہیں آتے اسی طرح غلبہ حال میں سالکان یا اہل وحدۃ الوجود کو صرف ایک وجود ہی نظر آتا ہے اور بقیہ تمام موجودات اس کی نظر سے اوجھل ہو جاتے ہیں حالانکہ دونوں کا وجود مستقلاً قائم ہے۔

وحدۃ الوجود کیا ہے؟:

۱۔ وجود ایک ہے۔

۲۔ کائنات کی حیثیت صرف تعین اور تقید کی ہے لیکن اس سے وجود حق ہی ظاہر ہو رہا ہے، اس لئے عقل کو التباس ہوا ہے کہ یہ اشیاء کا وجود، اشیاء ہی کی صفت ہے حالانکہ ایسا نہیں جیسا کہ کشف صحیح سے واضح ہے۔

وحدۃ الشہود:

۱۔ وجود دو ہیں لیکن بوجہ غلبہ حال، صوفی کو ایک لگتا ہے۔

۲۔ کائنات کا خارجی وجود متحقق ہے جو وجود حق کے علاوہ ہے۔

وحدۃ الوجود میں التباس اور فتنوں کا آغاز:

نظریہ وحدۃ الوجود تین بنیادی مقدمات پر مشتمل ہے۔

۱۔ وجود ذات حق ہی اصل ہے۔

۲۔ کائنات اور مخلوقات کی حیثیت مظہری ہے۔

۳۔ وجود حق ہی متحقق ہے۔

صوفیہ وجودیہ کے نزدیک یہ تینوں مقدمات ثابت ہیں۔ اس حوالے سے صوفیہ نے کائنات اور مخلوقات کی حیثیت تعین میں بہت باریک کلام کیا ہے۔ ان کے مطابق علم الٰہی میں حقائق کائنات کا علم متحقق ہے جبکہ ان کو خارج میں ظاہر کرنے کے لیے ان پر حق کی توجہ بایں طور ہوئی کہ اس نے ان حقائق علمیہ کو آئینہ ہائے وجود بنا کر ان پر اپنے وجود کی تجلی فرمائی تو یہ کائنات معرض وجود میں آ گئی۔ یوں خارج کائنات میں دو اشیاء ظاہر ہوئیں ایک تعین و تشخص اور دوسری تجلی وجود۔ نظر غائر سے اگر دیکھا جائے تو چونکہ تجلی وجود اور وجود حق، فرق اعتباری کے باوجود ایک ہیں لہذا قائلین وحدۃ الوجود اس حیثیت سے عالم کو عین وجود حق کہتے ہیں۔ اب آتے ہیں عالم کی پہلی حیثیت تعین وتقید کی طرف جو صرف انعکاسی صلاحیت رکھتی ہے جو کہ غیر حق ہے اور یہ بھی ثابت ہے، چنانچہ اس اعتبار سے وجود حق اور عالم میں غیریت ہے اور دونوں کے احکام جدا جدا ہیں۔ لیکن ایک طرف تو معترضین وحدۃ الوجود، عالم کی اس حیثیت کو پیش نظر نہیں رکھتے اور اس رائے کا اظہار کرتے ہیں کہ مخلوقات اور وجود حق ہر اعتبار سے عین یک دیگر ہیں جو کہ غلط ہے۔

جبکہ دوسری طرف مخلوق اور ذات حق میں اس فرق کو پیش نظر نہ رکھنے کی وجہ سے مخلوق اور خالق کی عینیت کا نظریہ پروان چڑھا۔ حلال وحرام کی قیود کو اٹھا دیا گیا۔ یہ کہا گیا کہ جب سب کچھ وہ خود ہے تو حلال وحرام کیا؟ اور خیر وشر میں امتیاز کیسا؟ یہی بات وحدت ادیان اور دین الٰہی کے روپ میں سامنے آتی رہی۔

ضرورت موضوع:

عصر حاضر میں چونکہ محققین ابن عربی کے نظریہ وحدۃ الوجود کو وحدت ادیان کے جواز کے لیے بنیاد بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر سب کچھ ذات حق ہی ہے تو مذاہب کی یہ تقسیم کیسی؟ احکامات میں کیسا فرق؟ نیز یہ کہ اگر تمام قسم کی آزادیاں جائز اور تمام پابندیاں غلط قرار دیدی جائیں تو کچھ حرج نہیں۔

چونکہ ان لوگوں کی صدائیں برصغیر کے اندر بھی پہنچ رہی ہیں اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ ان سے متاثر ہو رہا ہے۔ لہذا ضرورت ہے کہ ابن عربی کے نظریہ وحدۃ الوجود کو صحت کے ساتھ سمجھا جائے۔ اس

سلسلے میں سب سے زیادہ مستند اور وقیع کام برصغیر کے صوفیہ نے بالعموم اور مشائخ چشت نے بالخصوص کیا ہے۔ یہ مواد ان کی اس موضوع پر مستقل تصانیف اور اس نظریہ پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات پر مشتمل رسائل و ملفوظات میں موجود ہے۔

ابن عربی نے وجود کے متعلق جو کچھ کہا ہے انہوں نے ان مباحث کی تفصیل بیان کی ہے اور ان کے معانی کو کھول کھول کر بیان کیا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ ابن عربی کی مختلف عبارتوں پر جو اعتراضات کیے جاتے تھے ان کا جواب بھی دیا۔ مثلاً ابن عربی نے کہا ''اوجد الاشیاء وھو عینھا'' (اللہ تعالیٰ اشیاء کا موجد ہے اور اس کا عین ہے)۔ ظاہراً اس سے خالق اور مخلوق کا اتحاد ثابت ہوتا ہے اور ناقدین اس کا سہارا لے کر خالق اور مخلوق کے تعلق میں حلول اور اتحاد ثابت کرتے ہیں حالانکہ نقطہ کی وضاحت کرتے ہوئے چشتی بزرگ سید مہر علی شاہ نے اس کا جواب دیا کہ عین کے دو معانی ہیں:

۱۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ یہ چیز اپنی عین ہے۔ مثلاً انسان، انسان کا عین ہے۔

۲۔ دوسرا معنی ہے کہ ما بہ القوام (یعنی وہ چیز جس کے ذریعے کسی شے کی ہستی اور بقاء ہو)

یہاں یہ دوسرا معنی مراد ہے۔

میت موضوع:

آج کل مختلف مذاہب و نظریات کا تصادم اپنے عروج پر ہے۔ مغربی افکار کے موید ین اس تصادم کو بھی اپنے حق میں اس طرح استعمال کرنے کے درپے ہیں کہ مختلف تہذیبوں اور مذاہب کی بنیادوں کو یوں مسمار کر دیا جائے کہ ان کی اصلی شکلیں ہی موجود نہ رہیں۔ اس سلسلے میں وہ بے دریغ نظریہ وحدۃ الوجود کی آڑ میں وحدت ادیان کو پروان چڑھانے میں مصروف ہیں۔ لہٰذا اس نظریہ کا تفصیلی مطالعہ اور اس امکان کا جائزہ لیا جانا ضروری ہے کہ کیا وحدۃ الوجود سے وحدت ادیان کا نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

یہی وجہ ہے کہ اس موضوع پر کام کرنا نہ صرف عصری نظریات کے اسقام کو دور کرنے کے لئے ضروری ہے بلکہ اصلی صوفیانہ موقف کی وضاحت کے لئے بھی ضروری ہے۔ چنانچہ اس مقالے میں اس اہم فکری مغالطے کو رد کیا جائے گا۔

''وحدۃ الوجود'' کے معنی کو واضح کیا جائے گا جس کی بنا پر گمراہی اور زندقہ پھیل رہا ہے اور یہ واضح کیا جائے گا کہ صوفیہ کے ہاں اس اصطلاح کے کیا معنی ہیں؟ اور جب اکثر صوفیہ کشفی

اور وجدانی بصیرت کے زور پر اس کی تائید کرتے ہیں اور اپنی کتب میں اس اصطلاح کو استعمال کرتے ہیں تو وہ اس کے کیا معنی مراد لیتے ہیں؟

۳۔ عالم اور خدا کو عین یک دیگر کہہ کر تمام شرعی حدود و قیود کے کلی انکار پر مبنی افکار کی تردید کی جائے گی۔

۴۔ اور ابن عربی کی عبارتوں کو مشائخ کی شرح کی روشنی میں حل کیا جائے گا تا کہ ان کے متعلق صحیح رائے قائم ہو سکے۔

منہج بحث و تحقیق:

۱۔ اس تحقیق میں استقرائی، وصفی اور تحلیلی منہج اختیار کیا جائے گا۔

۲۔ ابن عربی کی وحدۃ الوجود سے متعلق عبارات کی تخریج کی جائے گی۔

۳۔ ابن عربی کے افکار کی مشائخ چشت کی کتب کی روشنی میں شرح و وضاحت۔

۴۔ آیات و احادیث کی تخریج۔

۵۔ وحدۃ الوجود سے متعلق اصطلاحات کی وضاحت۔

۶۔ وحدۃ الوجود کی تفہیم میں کارفرما فلسفیانہ اصولوں کی وضاحت۔

فہرست ابواب و فصول:

فصل دوم: مشائخ چشت کے کردار ونفسیات پر وحدۃ الوجود کے اثرات

فصل سوم: مشائخ چشت کے اوراد ووظائف پر وحدۃ الوجود کے اثرات

فصل چہارم: مشائخ چشت کے شاعرانہ افکار پر وحدۃ الوجود کے اثرات

باب چہارم: وحدۃ الوجود کے فہم واشاعت میں مشائخ چشت کا کردار

فصل اول: مشائخ چشت کی مستقل تصانیف

فصل دوم: مشائخ چشت کی لکھی ہوئی شروحات

فصل سوم: مشائخ چشت کے ملفوظات

باب پنجم: وحدۃ الوجود میں افراط وتفریط کا محاکمہ
(شروحات مشائخ چشت کی روشنی میں)

فصل اول: معترضین کے اشکالات اوران کا حل

فصل دوم: اصحاب غلو کے اشکالات اوران کا حل

فصل سوم: خلاصہ مباحث

نتائج بحث

تجاویز وسفارشات

فہارس:
- i۔ آیات قرآنیہ
- ii۔ احادیث نبویہ
- iii۔ اماکن وبلاد
- iv۔ اعلام

ماخذ ومراجع:

☆ ابن الابار. التکملة لکتاب الصلة. مصر، ۱۳۷۵ھ.

☆ ابن حزم. جمهرة الانساب. بیروت: دار الکتب العلمیه، ۱۴۲۱ھ.

☆ ابن عربی. فصوص الحکم، (مترجم)، لاهور: نذیر سنز پبلشرز. (س ن).

۲. فتوحات مکیه، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۷ء.

۳. کتاب الاحدیة، حیدرآباد دکن، ۱۳۶۱ھ.

(د) پی ایچ. ڈی عربی کے خاکہ جات

نموذج مشروع رسالة الدكتوراة

خطة البحث لمرحلة الدكتوراة في اللغة العربية

الترادف اللغوي في القرآن الكريم ومظاهره في الترجمات الأردية الباكستانية

إعداد
تاشفين اكرم
طالبة الدكتوراه
رقم الجلوس:.......

إشراف
الأستاذ الدكتور خالق داد ملك
رئيس قسم العربية وآدابها
جامعة بنجاب، لاهور

قسم اللغة العربية، جامعة بنجاب بلاهور

العام الدراسي: 2010-2013ء

خطة البحث

- المقدمة
- التعريف بالموضوع
- الدراسات السابقة حول الموضوع
- أسباب اختيار الموضوع
- أهمية البحث وأهدافه
- منهج البحث
- ميدان البحث والإمكانيات المتوفرة
- تفاصيل خطة البحث (الأبواب والفصول)
- المصادر والمراجع

المقدمة: Preface

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين، نبينا محمد، صلى الله عليه وعلى آله وأصحابه وسلم تسليماً كثيرا.

أما بعد!

فإن إختيار الموضوع وإعداد الخطة يعتبران من أصعب مراحل البحث وأهمها. فكلاهما يتطلبان الجهد والمثابرة من الباحث حتى يكون موضوعه ذا أهمية ومميزاً عن غيره. ويظهر من خلاله شخصية الباحث ومدى قدرته على الإستمرار في هذا المجال.

وكان اختيار الموضوع لمقالتي من أهم ما انشغل به تفكيري خلال السنة الأولى من مرحلة الدكتوراة. وبعد تفكير عميق في هذا المجال، وبعد مناقشة أساتذتي الكرام، وخاصة بتوجيه من المشرف على البحث: أ.د. خالق داد ملك (رئيس قسم اللغة العربية بجامعة بنجاب) ـ حفظه الله ـ، تمكنت ـ بحمد الله ـ من إختيار الموضوع لمقالة الدكتوراة في مجال اللغة العربية وآدابها.

وعنوان الموضوع الذي اخترته هو:

"الترادف اللغوي في القرآن الكريم
ومظاهره في الترجمات الأردية الباكستانية"

وفي الصفحات القادمة سأقدم خطة بحث لهذا الموضوع، والذي أتمنى أن ينال رضى اللجنة المشرفة على الأبحاث، كما أتمنى وأرجوا من الأساتذة الأفاضل توجيهي إلى الصواب في حال وقوع أي خطأ أو زلة في خطة البحث.

إن تجد عيباً فسدد الخللا   جل من لا عيب فيه وعلا

وأخيراً أتمنى أن يكون هذا الموضوع موضوعاً لآئقاً ببحث مرحلة الدكتوراة، كما أتمنى من الله سبحانه أن يكون فيه المنفعة والفائدة، وأسأل الله التوفيق والسداد.

التعريف بالموضوع: Introduction

القرآن الكريم... الوحي من الله ... كتاب (لا يأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه)... كتاب لا يمكن أن يماثله كتاب وكلام لا يمكن أن يماثله كلام في ألفاظه وعباراته وموضوعاته... كيف لا وهو الوحي الخالد الباقي إلى قيام الساعة، فقد ضمن الله سبحانه حفظه كما قال عزوجل: (إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون).

وقد نزل القرآن الكريم باللغة العربية الفصحى (بلسان عربي مبين)، اللغة التي تفاخر العرب بفصاحتها، اللغة التي خلدت للعرب تراثهم بين الأمم، ولكن هؤلاء العرب وجدوا أنفسهم عاجزين أمام الفصاحة القرآنية وبما احتوت عليه من الأساليب البلاغية اللغوية، فكل لفظة من ألفاظه مليئة بالبيان والايضاح.. فالقرآن الكريم احتوى على العديد من الأساليب والتراكيب اللغوية التي لا يزال علماء اللغة في الإحاطة بأسرارها ودراستها واكتشاف الجديد عنها.

ولقد تميزت الألفاظ القرآنية بوضوحها ومناسبة كل لفظة منها للموضوع الذي وردت فيه، ومنها استخدام المترادفات في مواقعها المناسبة. ولكن قد خفي على الكثير من المترجمين والمفسرين لمعاني ألفاظ القرآن الكريم في نقل المعنى الحقيقي للكلمات القرآنية إلى اللغات الأخرى، فلم يفرقوا بين مفهوم الكلمة الواحدة وبين

مترادفاتها. فمثلا كلمة "الخوف" من مترادفاتها: الخشية، والرهبة، والوجل، والاشفاق، .... وغيرها.

(إن الذين هم من خشية ربهم مشفقون) جو لوگ اپنے رب کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں

(الذين إذا ذكر الله وجلت قلوبهم) جب خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں

(للذين هم لربهم يرهبون) ان لوگوں کے لئے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں

فالكلمات بظاهرها مترادفة ولكنها حقيقة مختلفة، فلكل واحدة منها أصل ومعنى مختلف عن الآخر، فهي متقاربة في المعنى وليست مترادفة. وإذا نظرنا في الترجمات الاردية سنجد بأنها استخدمت كلمة واحدة لجميع هذه الكلمات وهي كلمة "ڈر"، وكذلك الحال مع بقية الكلمات المترادفة حيث لم يفرق بينها المترجمون واستخدموا مصطلحاً واحدا في جميع المواضع، فلم يهتموا بهذه الناحية وذلك يشكل خطورة كبيرة في نقل المعانى الصحيحة لآيات القرآن الكريم إلى قارئها. فكلمات القرآن الكريم وعباراته لا يستطيع على أداء المعنى الصحيح لها أي شخص، فهو وحي من الله تعالى الذي يفوق الطاقة البشرية (قل لئن اجتمعت الإنس والجن على أن يأتوا بمثل هذا القرآن لا يأتون بمثله ولو كان بعضهم لبعض ظهيراً)، ولكن جهد الإنسان إنما هو نقل بعض ما يستطيع به من فهم القرآن الكريم على الوجه الصحيح. وموضوع بحثي يقع في هذا الإطار وعنوانه هو: "الترادف اللغوي في القرآن الكريم ومظاهره في الترجمات الأردية الباكستانية"۔

تحديد الموضوع:(Topic Limitation)

نظرا لوجود العديد من الترجمات القرآنية للقرآن الكريم باللغة الأردية في باكستان فانني سأقتصر البحث على عدد من هذه الترجمات والتي هي الأكثر تداولا والمعترف بها وتمثل الأفكار الإسلامية المعروفة في باكستان وهي:

- ضياء القرآن لكرم شاه الازهري
- تدبر القرآن للاصلاحي
- معارف القرآن لمحمد شفيع

- ترجمة القرآن لفتح محمد جالندهري
- تفسير القرآن بكلام الرحمن لامرتسري
- لغات القرآن لبرويز
- تفهيم القرآن للمودودي
- تفسير نمونه للشيرازي والباباني
- بيان القرآن لمحمد علي لاهوري

الدراسات السابقة حول الموضوع:(Literature Review)

قد صدرت أبحاث كثيرة ومتنوعة حول موضوعات مختلفة عن قسم اللغة العربية بجامعة بنجاب، ولكن هذا الموضوع المتعلق حول ظاهرة المترادفات القرآنية لم يسبق وأن تناوله أحد في بحثه، ولم اتمكن أيضاً من الحصول على أي كتاب يتناول هذا الموضوع في مكتبة جامعة بنجاب وغيرها، والجدير بالذكر هنا أنه قد تطرق لهذا الموضوع عدد من العلماء من دون تفصيل فيه، وإنني فقط وجدت بعضا من المقالات حول الموضوع خلال شبكة الإنترنت، وانه لربما وجدت بعض المؤلفات الخاصة بالمترادفات القرآنية في الدول العربية ولكن لم اجد شيئاً فيما يتعلق به بين أبحاث الدكتوراة، وكذلك لم اجد فيما يتعلق حول المقارة بين ترجمات معاني القرآن الكريم وخاصة في مجال المترادفات، ولذلك سيكون هذا البحث مميزاً عن غيره، ولم يسبقني أحد إليه، وسيفتح آفاقاً جديدة لطلاب اللغة العربية للاهتمام بهذا الموضوع في أبحاثهم مستقبلاً.

أسباب اختيار الموضوع: Justification & Likely Benefits

لقد شغفت بقراءة ودراسة القرآن الكريم منذ أن كنت طالبة في إحدى مدارس تحفيظ القرآن الكريم في المملكة العربية السعودية، وبعد التحاقي بقسم اللغة العربية بجامعة بنجاب، وأثناء دراستي في مرحلة ايم فل (ماجستير الفلسفة)، اتيحت لي الفرصة بدراسة ترجمة تفسير معاني لبعض من سور القرآن الكريم باللغة الإنجليزية، والكتاب الذي اختاره أستاذ اللغة الإنجليزية لذلك كان الكتاب المختص بترجمة "

عبدالله يوسف علي" للقرآن الكريم، والذي يعتبر من أهم الترجمات وتفاسير معاني القرآن الكريم باللغة الإنجليزية. وفي أثناء الدراسة وجدنا بأن هذه الترجمة على اخطاء كثيرة في محتوياتها اللغوية، والتي لا يمكن المعرفة بمجرد النظر فيها بل بعد تدقيق النظر فيها، ومما يتطلب الدارس لها بالنظر في المعاجم اللغوية المختصة باللغة العربية - الإنجليزية.

لقد كان الأستاذ دائماً يشير إلى تلك الأخطاء ويقوم بتصحيحها على الوجه المطلوب. مع أن الآيات الكريمة التي كانت مقررة هي جزء بسيط من القرآن الكريم، إلا أنه بدراستها كانت المنفعة والفائدة العظيمة وذلك بمعرفة بعض الأخطاء الواردة في الترجمات الغير العربية.

وفي السنة الثانية من مرحلة الدكتوراة، وعندما كنت منهمكة في اختيار موضوع مناسب لرسالة الدكتوراة، لفت الدكتور خالق داد ملك - المشرف على بحثي - نظري إلى ظاهرة الترادف اللغوي في القرآن الكريم، وأن أغلب الأخطاء الواردة في الترجمات وتفاسير معاني القرآن الكريم هي بسبب الإشكالية في التفريق بين المترادفات بعضها عن بعض. لقد كان الموضوع شيقاً، وبعد تفكير عميق، وتوجيه سديد من الدكتور خالق داد ملك - حفظه الله - تمكنت من اختيار الموضوع.

وأخيراً.... وبعد التوكل على الله، هذا الموضوع والذي عنوانه:

"الترادف اللغوي في القرآن الكريم

ومظاهره في الترجمات الأردية الباكستانية"

ولا أقصد بذلك بقدرتي على نقل معاني ترجمات وتفاسير القرآن الكريم إلى اللغة الأردية طبقاً كما هي وإنما هو جهد متواضع فقط في هذا المجال، حيث أن القرآن الكريم ولغته الفصحى تفوق كل وصف، وتفوق كل معنى....

أهمية البحث وأهدافه: Objectives

نزل القرآن الكريم باللغة العربية الفصحى، (بلسان عربي مبين)، وهو كلام الله ووحيه، لذا اختص بالبلاغة التي عجز أمامها العرب، فكل كلمة من كلماته مختصه

بمعنى مناسب استخدمت لتاديته، ولقد وجدت في القرآن الكريم عدة كلمات متقاربة المعنى، والتي استخدمت كل واحدة منها في مواضعها المناسبة، والتي تبدو وكأنها مترادفة لبعضها البعض ولكنها في الحقيقة ليست كذلك.

فلو نظرنا إلى التفاسير والترجمات الغير العربية للقرآن الكريم لوجدنا الاختلاف الوارد لمعاني الكلمة بالعربية وتفسيرها بلغة أخرى... ولعل السبب في ذلك يرجع إلى عدم الإهتمام ببلاغة القرآن ومعرفة المفهوم المراد لكل كلمة منه مما نتج عنه استخدام المفسرين المعنى الواحد للكلمات المترادفة والمتقاربة في المعنى دون توضيح الإختلاف بينها.... ومن هنا يظهر الاختلاف بين الكلمات القرآنية والكلمات المفسرة لها والمترجمة إلى اللغات الأخرى والذي يختلف أيضاً حسب فهم ومقدرة المفسر في نقل المعنى من اللغة العربية إلى الغير العربية.

فالقرآن الكريم وحي الله، ومهما بلغ الانسان من البلاغة والفصاحة منزلة عالية فإنه لن يتمكن من أداء معاني القرآن الكريم ونقلها إلى اللغات الأخرى. وإنما ما يستطيعه هو فقط نقل تفسير المعاني إلى الغير دون تحديد كلمات بعينها المترادفة لكلمات القرآن الكريم.

فالغرض الأساسي من هذا البحث هو توضيح الفرق بين الكلمات المترادفة والمتقاربة المعنى في القرآن الكريم وذلك بتوضيح المعنى المراد لكل واحدة منها وتوضيح اخطاء التي قد يقع فيها المفسرون أثناء ترجمتها إلى اللغة الأردية دون الإهتمام للمعنى الذي تؤدي كل واحدة منها، ويكون ذلك بذكر جميع المترادفات الواردة في القرآن الكريم، وأماكن ورودها، ثم المقارنة بين بعض من الترجمات الباكستانية باللغة الأردية وذلك لتوضيح المعنى، ولترجيح المعنى المناسب على غيره من المعاني والمترادفات لها.

فالبحث سيكون إضافة جديدة في المؤلفات الخاصة بالموضوعات القرآنية، والخاصة بالمترادفات الواردة في القرآن الكريم، والتي أتمنى أن تكون مساندة لطلاب ودراسي العلوم القرآنية.

مصنّف کی دیگر کتب

- اضواء علی تعلیم اللغة العربية في باكستان
- الزاد المطلوب بتخريج احاديث كشف المحجوب
- دراسة وتحقيق شرح قصيدة البردة للجنابيؒ
- منهج البحث والتحقيق
- تطبيق القواعد العربية صرفاً ونحواً
- مباحث في الإنشاء والمحادثة
- شذرات من الشعر العربي القديم والحديث
- شذرات من النثر العربي القديم والحديث
- علوم اللسان العربي
- الأسئلة الموضوعية والمختصرة عن اللغة والأدب
- أسئلة الاختيار من المتعدد عن اللغة والأدب العربي
- پاکستان کی علاقائی زبانوں کا اسلامی ادب
- An Introduction to Arabic Language & Literature
- Selections From Arabic Poetry & Prose

اورینٹل بکس لاہور